

www.KitaboSunnat.com

الله

رسول

محمد

Muhammad
Rasoolullah

صدائق ابوارڈ یافتہ



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِّيعُوا اللَّهَ وَاطِّيعُوا الرَّسُولَ

کتاب و سنت (محدث) لائبریری



کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- بسا اوقات کسی کتاب کو اس کی مجموعی افادیت کے پیش نظر پبلش کر دیا جاتا ہے جس کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

کئی حصوں پر مشتمل اس کاوش کی ورق گردانی شروع کی تو اس کا ورق ورق، سطر سطر بلکہ یہ کہیں کہ حرف حرف اپنی طرف متوجہ کرتا چلا گیا، یا یہ کہئے کہ اپنے اندر جذب کرتا چلا گیا۔ آسان زبان میں واقعات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ عہد رسالت مآب آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ایک دستاویزی فلم ہے، جو ایک ایک لمحے کو زندہ کر گزری ہے۔ واہ! اعجاز صاحب، واہ!

مجیب الرحمن شامی، چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان

میں نے آقا سنی ﷺ کی سیرت پر اتنی کتابیں پڑھیں کہ تعداد بھی یاد نہیں۔ چند ہفتے قبل ”سیرت“ میں بھیگا ہوا ایک جواں سال آدمی مجھے ملنے آیا اور ایک کتاب مجھے دیتے ہوئے کچھ لکھنے کا کہا۔ وہ کچھ پڑھنے کے لیے خود کو تیار کر لیا جو میں بہت بار پڑھ چکا تھا لیکن چند روز بعد جب باقاعدہ پڑھنا شروع کیا تو بے ساختہ سیف الدین سیف مرحوم کا یہ بھولا براسر یاد آیا:

سیف اندازِ بیاں رنگ بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

اعجاز احمد کا شکر یہ کہ اُس نے پہلی بار مجھے سیرت النبی سے آشنا کیا کہ اس میں رتی برابر مبالغہ نہیں کیونکہ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ سیرت النبی روح کی انگلیوں سے لکھی گئی ہے۔
حسن ثار

سیرت نبوی پر بے شمار کتابیں دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب کی متعدد دُخوبیاں اسے سیرت کی دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ اول یہ کہ فاضل مصنف نے اسے بہت دلچسپ اور لیلیے اُسلوب میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے حکایاتی اور مکالماتی انداز اختیار کیا ہے۔ زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ کوئی بھی شخص، چاہے اُس کی ذہنی سطح جو بھی ہو، اس سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

صدر ادارہ تحقیقات و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، انڈیا

محمد رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر آسان زبان میں لکھی گئی کتاب

(مستند (Authentic) حوالہ جات (References) کے ساتھ)

صدارتی ایوارڈ یافتہ

مصنف: اعجاز احمد

مدنی زندگی

THINKSOFT PUBLICATIONS

848-B فیصل ٹاؤن۔ لاہور

+92 301 101 7350

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ Copyright # 46115)

کتاب کا سرورق (Title) مہر نبوت ﷺ (Seal of Prophet) کا عکس (Image) ہے

نام کتاب:	محمد رسول اللہ
جلد	مدنی زندگی
مصنف:	انجاز احمد
کمپوزنگ:	عالیہ تصویر فاطمہ
پروف ریڈنگ:	عثمان خاور، تیمور خان، محمد الیاس
ٹائٹل ڈیزائن:	سہیل عزیز
تصویر کشی (Illustrations)	سید حسنین سجاد
صفحات:	752
پہلے تین ایڈیشن:	اکتوبر 2021 عیسوی (تعداد 3,300)
چوتھا ایڈیشن:	مارچ 2023 عیسوی (تعداد 1,100)
آواز (آڈیو بک):	رخسانہ بشیر، حافظ افضل مشکوٰۃ
ناشر:	Thinksoft Publications
زیر اہتمام:	SEERATLIBRARY.COM
ویڈیو بک:	Islam360 (Mobile App)
	www.theislam360.com

ISBN # 978-969-23630-0-6

فہرست (مدنی زندگی)

- 1- انتساب 11
 - 2- حضور! میری تو ساری بہا آپ سے ہے 13
 - 3- یہ عطاے کُتِ رسول ہے 18
 - 4- لوح و قلم تیرے ہیں، مجیب الرحمن شامی 20
 - 5- ایک اُصولِ تحفہ، جنرل (ریٹائرڈ) زبیر محمود حیات 22
 - 6- کمال جنگی مہارت، لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) بلال اکبر 23
 - 7- رسول اللہ کی جنگیں، میجر جنرل (ریٹائرڈ) قاسم قریشی 25
 - 8- ایک خوبصورت اضافہ، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، علی گڑھ، انڈیا 27
 - 9- رتی برابر مبالغہ نہیں، حسن نثار 29
 - 10- چند اصطلاحات 31
 - 11- میں تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں 55
 - 12- اور اک نسخہ کیسیا ستم لایا 62
- تجسرت مدینہ منورہ
- 13- شہرِ محبت میں پہلا دن 69
 - 14- یثرب کے یہودی 77
 - 15- تیری تلاش میں ہم غلام ہوئے 87
 - 16- وہ صدق نہیں کھاتا 97
 - 17- وہ یہاں آ کر بسے گا 103
 - 18- شہر بے مثال 109
 - 19- جہاں میری اُوٹنی رُکے گی 116
- مدینہ منورہ کے ابتدائی سال
- 20- اک بستی بانے آئے ہیں 126

- 21- اللہ کے لیے بھائی بھائی ہیں
- 22- نبی کی مسجد
- 23- اللہ اکبر، اللہ اکبر
- 24- بیٹرب کے لوگوں کا جینا حرام کر دو
- 25- رسول اللہ کے مہمان
- 26- اب تم اور میں باقی رہ گئے ہیں
- 27- کیا تم ہمارے حق میں فیصلہ دو گے؟
- 28- جنگ آمد، جنگ آمد
- 29- چار سوال
- 30- اب پھیر لیجئے اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف
- 31- یہ خط دو دن بعد کھولنا
- 32- عرب اور جنگ
- جنگ بدر
- 33- دھوکے بازو! اپنی قتل گاہ کی طرف دوڑ کر آؤ
- 34- بے دین لوگوں کو ختم کرنے کے لیے نکلو
- 35- یہ تیر تو خواہ مخواہ چھوٹی فال نکالتے ہیں
- 36- ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جا سکیں گے
- 37- یہ ٹونا چھوٹا لشکر ہم سے جنگ کرے گا؟
- 38- مٹھی بھر جاں نثار اگر مٹ گئے تو....
- 39- ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ سمجھو
- 40- جو تیر محبوب بندہ ہے تو اُس کی مدد کر
- 41- میرے دوست کا کیا ہوگا؟
- 42- کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کوئی سردار قتل کرے؟
- 43- کس کا وعدہ سچا نکلا؟
- 44- اسے فد یہ لیے بغیر آزاد کر دیتا

- 45۔ یقین آئے بھی تو کیسے؟
- 325
- 46۔ یہ پاگل ہو گیا ہے
- 332
- 47۔ اگر مظعم بن عدی سفارش کرتے.....
- 341
- 48۔ ہمیں اپنے قیدیوں کی رہائی میں کوئی جلدی نہیں
- 347
- 49۔ مالِ غنیمت کس کا ہے؟
- 354
- بدر کے بعد کا زمانہ
- 50۔ تم میٹھ بجا کر محمد کو قتل کر دو
- 361
- 51۔ ستوؤں والی جنگ
- 366
- 52۔ اپنے، اپنے بابا کے گھر سے
- 371
- 53۔ ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی چھاتی سے بہتر ہے
- 381
- 54۔ تم بہت جلد محمد سے اکتا جاؤ گے
- 386
- 55۔ ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی
- 393
- جنگِ احد
- 56۔ حملہ کرنے کے لیے یہ بہترین وقت ہے
- 400
- 57۔ اپنے منتولوں کا بدلہ لینا ہے
- 407
- 58۔ ہماری رہی آبرو خاک میں مل جائے گی
- 416
- 59۔ قبر تلاش کرو اور لاش اپنے قابو میں کر لو
- 422
- 60۔ ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟
- 429
- 61۔ اگر ہمیں پرندے اٹھا کر لے جائیں تب بھی.....
- 439
- 62۔ اگر ڈبیر اس کا مقابلہ نہ کرتا تو میں خود کرتا
- 448
- 63۔ میں حاصم کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی
- 454
- 64۔ اگر تم محمد کے چچا کو قتل کر دو تو.....
- 464
- 65۔ ہر تیر کے لیے میرا سینہ حاضر ہے
- 470
- 66۔ ایسے میں آج کل تو کہاں جا کے مر گئی
- 477
- 67۔ خدا را! یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دیں
- 485
- 68۔ میرے بندے! تیری ناک اور کان کس مجرم میں کاٹے گئے؟
- 492

- 69۔ ہم نے سونا سپردِ خاک کیا
- 70۔ کیوں اپنی بنی بنائی عورت گنوا نا چاہتے ہو؟
- 71۔ انہیں قید کر کے بیچ دیتے ہیں
- 72۔ سرکٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب
- 73۔ عشق کرنا ہے تو پھر چاک گریاں کر لے
- 74۔ کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اٹھ کر کیوں گیا ہے؟
- جنگ۔ بنی نضیر
- 75۔ بھلا محمد پورا سال ہمارا محاصرہ کر سکے گا؟
- 76۔ ہائے ہائے، ہم لٹ گئے
- 77۔ اگر تم اعلان کر دو کہ بت ہماری شفاعت کریں گے....
- 78۔ دو خوش قسمت خواتین
- 79۔ نکاح پڑھانے والا اللہ کریم اور گواہ جبریل
- منفقین کا کردار
- 80۔ آؤ سب مل کر حملہ کریں
- 81۔ تم مہاجرین کو اپنا مال دینا بند کر دو
- 82۔ یہ تو کھلا بہتان ہے
- 83۔ اللہ کی قسم! میں اپنے گھروالوں میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا
- 84۔ چالیس او قیہ چاندنی تو میری سوچ سے باہر ہے
- جنگ۔ احزاب (خندق)
- 85۔ ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں
- 86۔ جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے
- 87۔ میں نہیں چاہتا کہ میری تلوار تمہیں قتل کرے
- 88۔ تم نے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے ہیں
- 89۔ ہمارے گھر اور گھر والے شدید خطرے میں ہیں
- 90۔ اپنے کچھ لوگ بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دو

جنگِ بنی مستریظہ

- 91- ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں
- 92- کیوں نہ تمہی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟
- 93- سب کے چلے جانے کے بعد زندگی کا کیا مزہ؟
- 94- نظر اٹھا کر میری طرف دیکھو
- 95- بعد از خدا، بزرگ توئی قصہ مختصر
- 96- سیرت رسول (سال بہ سال)
- 97- آؤ ڈھونڈنے نکلیں (اشاریے)
- 98- کچھ محمد رسول اللہ (مٹی زندگی) کے بارے میں

نقشِ حیات

- 96 - A رُوز بہ کا سفر
- 144 - A رسول اللہ کے زمانہ کی مسجد نبوی
- 208 - A قبلہ کی تبدیلی
- 304 - A جنگِ بدر
- 464 - A جنگِ احد
- 656 - A جنگِ احزاب (خندق)

جنگِ ایک نظر میں

- 359 جنگِ بدر
- 510 جنگِ احد
- 692 جنگِ احزاب (خندق)
- 716 جنگِ مُریظہ

6
3
الترحمہ الرحيم

صَلَّى

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا،
وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

(مسند احمد: 5498، سنن ترمذی: 3389)

Radeetu Billahe Rubba, Wa Bil-Islami Deena,
Wa Be-Muhammadin Nabiyya

یا اللہ! ہم راضی (خوش) ہیں کہ تو ہمارا رب اور اسلام ہمارا دین
یا اللہ! ہم تیرے شکرگزار (Thankful) ہیں کہ محمد ہمارے نبی ہیں

I am content with Allah as my Lord, with Islam as my religion and with
Muhammad as my Prophet.

انتساب

اللہ کریم کی رحمت ^❶ کے نام جس نے مجھے سیدھا اور سادہ لکھنے کا راستہ دکھایا

^❶ پیاری بیٹی منائل اعجاز (Manayal Ejaz) کے نام

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (القران- الاسراء- 80:17)

میرے رب! مجھے جہاں سے لے جانا ہو، اچھی طرح سے لے جائیے اور جہاں بسانا (Settle) ہو، وہاں بھی اچھے انداز میں بسائیے۔ مجھے اپنی طرف سے مددگار قوت عطا کیجئے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةُ (القران- التوبہ- 111:9)

بے شک! اللہ کریم نے اپنے رسول پر ایمان لانے والوں کی جانیں اور مال، جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں

حضور! میری توساری بہار آپ سے ہے

وہ پتھروں کا زمانہ تھا ، لوگ پتھر تھے
پھر ایک روز ہوئی ابتداء محبت کی ①

رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کے آنے سے غلاموں کو آزادی، مظلوموں کو اُن کا حق، عورتوں کو عزت اور بے علم لوگوں کو علم نصیب ہوا۔ آپ نے نے تڑپن (53) سال مکہ میں گزارے جن میں سے آخری تیرہ (13) سال بہت مشکل تھے۔ رسول اللہ نے عرب کے معاشرہ میں جہاں آقا اور غلام کی دو (2) مختلف دنیا میں تھیں، جہاں ظلم اور انصاف کے حوالے بہت مختلف تھے، اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔ اللہ کریم کے حکم سے آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے ہیں۔ یہاں کے حالات مکہ سے مختلف ہیں اس لیے یہاں معاملات بھی مختلف انداز کے ہوں گے۔

مدینہ منورہ آ کر رسول اللہ نے مہاجروں اور انصار میں بھائی چارہ قائم کیا۔ اس طرح آپ نے ایک بہترین معاشرہ کی بنیاد (Foundation) رکھی۔ یہیں رہتے ہوئے آپ نے مختلف قبیلوں سے دوستی کے معاہدے (Agreements) کئے۔ آپ نے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے انتظامات کئے۔ اسی دور میں قبلہ (Direction to offer prayer) بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تبدیل کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو یہودیوں اور منافقوں (Hypocrites) سے بھی شمننا پڑا۔ منافقوں نے رسول اللہ کو پریشان کیا اور ہر

① مدینہ منورہ میں بھی بت پرست تھے۔ لوگ بھی عجیب تھے۔ آپس میں لڑتے رہتے اور پھر اللہ کی رحمت سے رسول اللہ آ گئے۔

موقع پر سازش (Conspiracy) کرتے رہے۔ یہودی بھی اس کام میں پیچھے نہیں رہے۔ قریش کو مسلمانوں کا چین سکون سے مدینہ منورہ میں رہنا کسی طور پر قبول نہیں تھا۔ انہوں نے پانچ (5) سال میں تین (3) بار بڑی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ اس لیے رسول اللہ کی مدنی زندگی میں جنگیں بہت اہم ہیں۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ایک ریاست کے سربراہ (Head of state) بنے۔ آپ نے ایک اُستاد کی طرح اپنی قوم کی تربیت کی۔ رسول اللہ نے عام لوگوں کے اندر رہتے ہوئے ایک فرد کی صورت میں ہمیں زندگی گزارنے کا عملی نمونہ (Role model) دیا۔ آپ نے یہاں رہتے ہوئے سفارت کاری (Diplomacy) کی نئی روایات قائم کیں۔ ایسے معاشرہ میں محبت اور اُمن قائم کیا جہاں سب ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ ہمیں رسول اللہ کی زندگی میں ہر پہلو اور زاویہ سے رہنمائی ملتی ہے۔ (القرآن - الاحزاب - 33:21)

اس کتاب میں رسول اللہ کی جنگی حکمت عملی (War strategy) اور میدان جنگ کی صورت حال اس طرح لکھی گئی ہے جیسے جیسے واقعات رونما (Occur) ہوئے۔ رسول اللہ کی جنگی مہارت اور دشمن کو شکست (Defeat) دینے میں اللہ کی مدد شامل حال رہی لیکن آپ کی کامیابی کو صرف فرشتوں کے آنے، میدان جنگ میں لڑنے اور غیبی مدد (Unseen help) تک محدود (Restrict) کرنا درست نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ کے ساتھیوں کا اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان، اُن کی جاں نثاری اور مشکل وقت میں آپ کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے رہنا بہت اہم ہے۔ رسول اللہ نے عرب کو جنگ کرنے کے نئے زاویے (Angles) اور اُنداز (Dimensions) سکھائے۔ عرب کے معاشرہ میں جہاں جنگ کے کوئی اُصول (Principles) نہیں تھے، آپ نے اخلاق اور حسن اخلاق کا مظاہرہ (Exhibit) کیا۔ زندہ انسان کی طرح مرنے والے کا احترام بھی آپ ہی نے معاشرہ کو سکھایا۔ جنگی قیدیوں کو احترام سے رکھا، اُن پر ظلم کرنے کی بجائے اُن سے اچھا سلوک کیا

گیا۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب میں آپ جنگ ہوتی ہوئی دیکھیں۔ آپ خود کو میدان جنگ میں موجود پائیں۔ یقین جانیں، اگر ایسا محسوس ہو تو اس کی وجہ میرے اللہ کی رحمت کے سوا کچھ نہیں۔

میں نے پچھلے تین (3) سال دن رات سیرت رسول لکھنے اور اسے بار بار پڑھنے میں گزارے ہیں۔ مجھے یوں لگا جیسے میں چودہ سو (1400) سال پہلے کے عرب میں رہ رہا ہوں۔ میری زندگی کے معنی بدل گئے، میرا حوالہ بدل گیا۔ زندگی میں بہار آگئی، دل کو قرار آ گیا۔

حضور! میری تو ساری بہار آپ سے ہے

میں بے قرار تھا، میرا قرار آپ سے ہے^①

میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ محمد رسول اللہ (جلد-1) لکھنا شروع کی تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ یہ کتاب اتنی مقبول ہوگی۔ ہر ذہنی سطح (Intellect) کا مالک اسے اتنا ہی پسند کرے گا۔ نہ یہ گمان تھا کہ اس تحریر میں دستاویزی فلم (Documentary film) کا سا اثر ہوگا۔ میں ادیب (Writer) ہوں نہ داستان گو (Story teller)، نہ ہی تاریخ دان (Historian)۔ میں نے تو اپنے آقا سے محبت کا اظہار (Express) اپنے لفظوں اور انداز میں کیا ہے۔ پہلی جلد کی طرح دوسری جلد شروع کرتے ہوئے بھی اپنے مالک سے درخواست (Request) کی۔

”کائنات کے رب! عزت اور ہنر صرف تجھے سزاوار (Suits) ہے۔ مجھ جیسے

عام آدمی (Common man) پر مہربانی ہو جائے۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی

سہارا نہیں کہ تیرے حضور سجدہ ریز (Prostrate) ہو کر التجا (Request) کر سکوں۔“

میں نے دعا کی:

① میری سب سے بڑی پہچان رسول اللہ کا امتی ہونا ہے۔ آپ ہی زندگی میں وجہ سکون اور رحمت ہیں۔

مے مجھ کو بصارت تو سراپا تیرا لکھوں
جو تیرے سزا وار ہے ایسا تجھے لکھوں ❶

محمد رسول اللہ کی دوسری جلد (2nd Volume) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اپنے رب کا بے انتہا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس کی رحمت سے میں رسول اللہ کی زندگی کا دوسرا دور (Era) لکھنے میں کامیاب ہو سکا۔ پہلی جلد لکھنے کے بعد مشکل مرحلہ یہ تھا کہ کیا دوسری جلد بھی اتنی ہی آسان اور عام آدمی کی زبان میں ہوگی؟ کیا اس کتاب میں پڑھنے والے کی دلچسپی (Interest) ویسے ہی قائم رہے گی؟ کیا اس جلد میں بھی معلومات (Information) اتنی ہی زیادہ اور نئے انداز میں موجود ہوں گی؟ اس میں کس حد تک کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ تو آپ یہ جلد پڑھنے کے بعد ہی کر پائیں گے۔

ایک بلند (Tall) اور خوب صورت عمارت (Building) اپنی بنیادوں (Foundations) کی وجہ سے مضبوط ہوتی ہے۔ وہ بنیادیں کسی کو نظر نہیں آتیں لیکن عمارت انہی پر قائم ہوتی ہے۔ اسی طرح ”محمد رسول اللہ“ کی کامیابی میں وہ تمام لوگ بنیاد (Foundation) بنے جنہوں نے میری مدد کی۔ کسی نے اسے پڑھ کر رائے دی، کسی نے غلطی کی نشاندہی کی، کوئی مجھے نیا پہلو (Dimention) دکھا گیا، کسی نے قرآن مجید سمجھنے میں رہنمائی کی تو کوئی رسول اللہ کی باتوں کا مقصد سمجھا گیا۔ کسی نے معلومات ڈھونڈنے میں مدد دی تو کسی نے حوالہ (Reference) تلاش کرنے میں۔ اس کتاب کی تمام خوب صورتی اپنی بنیادوں کی وجہ سے ہے۔ اس کتاب میں ان سب لوگوں کا برابر کا حصہ (Equal share) ہے۔ میں ان سب کا شکر گزار (Thankful) ہوں۔ ان کی مدد کے بغیر کتاب اتنی خوب صورت نہ ہوتی۔ میں ان لوگوں کا بھی شکر گزار ہوں (Thankful) جنہوں نے اس کتاب کو پڑھا، اپنی رائے (Feedback) سے آگاہ کیا۔ وہ تمام لوگ جنہوں نے اس کے

• رسول اللہ کی عظمت اور بڑائی تو ہمیشہ سے قائم ہے۔ اللہ کریم مجھے توفیق عطا کرے کہ میں رسول اللہ کی زندگی ان کے شایان شان لکھنے کی کوشش کروں۔ ان شاء اللہ (اعجاز احمد)

بارے میں اپنے عزیزوں، دوستوں کو بتایا کہ یہ کتاب اُن تک پہنچ سکے، میں اس بارے میں یہ رائے رکھتا ہوں:

”یہ ہم سب کی کتاب ہے۔ اللہ کریم نے سب سے کام لیا ہے، کسی سے لکھنے کا، کسی سے نظر ثانی (Proof reading) کا، کسی سے صوتی کتاب (Audio book) کا، کسی سے ویڈیو بک (Video book) کا، کسی سے دوسروں تک پہنچانے کا۔ یہ میری نہیں آپ کی کتاب ہے۔“

دوسری جلد مکمل ہوتے ہوئے ہماری کتاب کو سیرت النبی کانفرنس 2022 میں صدارتی ایوارڈ (Presidential award) سے نوازا گیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ہم سب کو اعزاز (Honour) حاصل ہوا کہ یہ کتاب (محمد رسول اللہ۔ جلد 1) مسجد نبوی کی لائبریری (Library) کا حصہ بن گئی ہے۔ ہمارے لیے دنیا میں اس سے بڑا اعزاز (Honour) اور کوئی ہونہیں سکتا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

ہم سب کی کتاب رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ جس طرح یہ کتاب مقبول (Popular) ہوئی، اُسی طرح رسول اللہ اسے قبول (Accept) فرمائیں۔ آمین

بے غم

اعجاز احمد

12 ربیع الاول 1444ھ

09 اکتوبر 2022 عیسوی

(پہلی جلد کی اشاعت کے ایک (1) سال بعد)

یہ عطائے حُبِّ رسول ہے ①

”سیرت لائبریری“ رسول اللہ ﷺ کے حضور ایک ہدیہ (Gift) ہے۔ سیرت لائبریری میں موجود کتابیں رسول اللہ کی زندگی کے بارے میں لکھا جانے والا لٹریچر (Literature) ہے، جو دنیا کے کسی بھی خطہ (Region)، زبان اور دین (Religion) کے ماننے والوں نے لکھا ہے۔ اس بات کا اہتمام (Arrangement) کیا جا رہا ہے کہ سیرت لائبریری میں صوتی کتابیں (Audio books) بھی موجود ہوں۔

کتاب میں اللہ کے نبی کا ذکر رسول اللہ کے معزز (Honourable) لفظ سے کیا گیا ہے (مسند احمد: 11186)۔ اس کتاب میں جگہ جگہ ﷺ نہیں لکھا گیا۔ ایسا تحریر اور پڑھنے میں روانی کے لیے کیا گیا ہے۔ ہر باب (Chapter) میں رسول اللہ کا پہلی بار ذکر (Mention) آنے پر درود اور سلام لکھا گیا ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے آپ اپنے ذوق اور محبت کے مطابق ہر بار رسول اللہ کا ذکر آنے پر درود اور سلام بھیج سکتے ہیں۔

یہ کتاب مسلک (Fiqh) اور مذہب سے بالاتر (Over and above) ہے۔ اس کتاب کو لکھتے ہوئے خیال رکھا گیا ہے کہ زبان آسان ہو۔ جہاں ضرورت محسوس کی گئی، وہاں مشکل الفاظ کے معنی (Meaning) یا انگریزی (English) ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔

اگر آپ کو اردو یا عربی زبان کی اصطلاح (Term) سمجھ آجائے تو انگریزی الفاظ کو چھوڑتے (Ignore) ہوئے کتاب پڑھتے جائیں۔ اس سے تحریر کی روانی (Flow) زیادہ بہتر محسوس ہوگی۔ کتاب پڑھتے ہوئے آپ کو لغت (Dictionary) کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی، ان شاء اللہ۔ کتاب میں جہاں کہیں اشعار (Verses) استعمال ہوئے

① میری زندگی، میری آبرو، یہ عطائے حُبِّ رسول ہے۔ یہ جو در ہے تو قرآن جہاں ہے، ہے اگر یہ تم تو پھول ہے

ہیں، اُسی صفحہ پر نیچے (Footer) اُن کی تشریح (Explanation) لکھ دی گئی ہے۔
 اس کتاب میں آپ کو رسول اللہ کی زندگی کی معلومات اور تفصیلات (Details) سوانح عمری (Biography) کی صورت میں ملیں گی، وہ سب کچھ جو ہم جاننا چاہتے ہیں۔
 عربی ناموں کے ساتھ جہاں ممکن ہے پیدائش (Birth)، وفات (Death) کا سال اور عمر (Age) لکھی جا رہی ہے۔ عمر عیسوی (Gregorian) سالوں میں لکھی گئی ہے۔
 (571-632,62) میں پیدائش کا سال 571 عیسوی جبکہ وصال (وفات) کا سال 632 عیسوی ہے۔ اسی طرح عمر 62 سال ہے۔ قمری (Lunar) اعتبار سے عمر تریسٹھ (63) سال ہے۔ جہاں پیدائش کا سال معلوم نہیں ہو سکے وہاں صرف وفات کا سال (d:632) لکھا جا رہا ہے۔

قرآنی آیات کا ترجمہ مفہوم (Comprehension) کی صورت میں لکھا گیا ہے۔
 اس کتاب میں لکھی گئی تمام روایات مستند (Authentic) ذرائع (Sources) سے لی گئیں اور حوالہ (Source) بھی لکھا گیا ہے۔ (کتاب کا نام: جلد نمبر / صفحہ نمبر، حدیث کی کتاب: حدیث نمبر) یہ کتاب آڈیو (Audio) اور ویڈیو (Video) میں بھی موجود ہے۔ **ITALIC** میں لکھے جانے والے انگریزی الفاظ عربی (ARABIC) ہیں۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ کتاب غلطیوں (Mistakes) سے پاک ہو۔ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرم (Please) اطلاع دیں تاکہ اُسے درست (Correct) کیا جاسکے۔ کسی بھی قسم کی رائے (Suggestion) کے اظہار (Express) کے لیے نیچے دیئے گئے Whatsapp نمبر پر رابطہ (Contact) کیا جاسکتا ہے۔ پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے اس جلد کے پہلے دو (2) ابواب (Chapters) میں مکئی زندگی کا خلاصہ (Summary) لکھا گیا ہے۔

(ادارہ سیرت لائبریری)

Whatsapp: 0301 101 7350

لوح و قلم تیرے ہیں

سیرت نبوی ﷺ پر نثر اور نظم میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، اتنا کچھ کہ جس کا اجمالی تذکرہ کرنے کے لیے بھی کئی کتابیں درکار ہوں گی۔ دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ہو جس میں یہ سعادت حاصل نہ کی گئی ہو۔ نبی اکرم کی زندگی کے ایک ایک لمحے کی تفصیل ہمارے محدثین، مورخین اور محققین نے جس طرح جمع کی ہے، اس کی کوئی نظیر گزشتہ ساڑھے چودہ سو (1,450) سال کے دوران تلاش نہیں کی جاسکی۔ جس طرح ہمارے رسول اکرم ممتاز ترین ہیں، اسی طرح اُن پر ایمان لانے والے بھی اُن سے محبت کے حوالے سے ممتاز ترین ہیں۔ مسلمان تو مسلمان ہیں، بے شمار غیر مسلموں نے بھی نعتیں کہیں، سیرت کو تحقیق کا موضوع بنایا اور گل پاشی کی ہے۔

آج بھی دنیا کی مختلف زبانوں میں سیرت النبی پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ جناب اعجاز احمد کو بھی یہ توفیق نصیب ہوئی ہے۔ کئی حصوں پر مشتمل ان کی کاوش کی ورق گردانی شروع کی تو اس کا ورق و ورق، سطر سطر بلکہ یہ کہیں کہ حرف حرف اپنی طرف متوجہ کرتا چلا گیا، یا یہ کہنے کہ اپنے اندر جذب کرتا چلا گیا۔ آسان زبان میں واقعات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ عہد رسالت مآب آنکھوں کے سامنے پھر نے لگتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ایک دستاویزی فلم ہے، جو ایک ایک لمحے کو زندہ کر گزری ہے۔ اعجاز احمد کا کہنا ہے:

”بہت سے اہل محبت اور اہل دل کہہ چکے ہیں کہ یہ کتاب لکھی نہیں

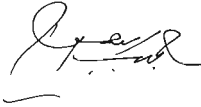
لکھوائی گئی ہے۔ میرا اپنا خیال بھی اُن سے مختلف نہیں ہے۔“

جو شخص ”محمد رسول اللہ“ کا کچھ حصہ پڑھے گا، اس دعوے کی تصدیق کرے گا۔

واہ اعجاز صاحب، واہ۔

یہ اُس کی دین ہے، جسے پروردگار دے۔ اقبال کی زبان میں یہ شعر شاید آپ ہی کو بشارت دے رہا ہے۔

کی محمد سے وفا سے تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں
لاریب، ”لوح و قلم“ اپنے نام کرانے والوں میں آپ بھی شامل ہو گئے ہیں۔



مجیب الرحمن شامی

چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان

23 اگست 2022 عیسوی

ایک انمول تحفہ

انتشار اور آفراتفری کے اس دور میں کتاب ”محمد رسول اللہ“ نے جس خوبصورتی اور سلاست کے ساتھ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ایمان، جہد اور جہاد کا فلسفہ آسانی اور خوش اُسلوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ دورِ حاضر اور آنے والی نسل کے لیے ایک ”انمول تحفہ“ ہے۔

سیا

جزل (ریٹائرڈ) زیر محمود حیات

11 صفر 1444ھ

08 ستمبر 2022 عیسوی

کمال جنگی مہارت

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (القرآن- آل عمران- 31:3)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشنے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جبکہ پندرہ صدیوں پر محیط تاریخ دانی، عسکری معاملات اور مہمات کی تجزیہ نگاری، کم و بیش اس نتیجہ پر متفق ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کے کامیاب ترین عسکری رہنما بھی ہیں تو آل عمران کی مذکورہ بالا آیت ہم مسلمانوں کے لیے امور تقلید رسول کو چاہئے ہوئے عسکری امور کو بھی بھرپور طریقے سے سمیٹتی ہے۔

رسول پاک کی ذات اقدس تاریخ کے تمام بڑے عسکری قائدین سے بلحاظ عسکری فکر و عمل اور کارکردگی کے، بلند و بالا ہے کہ آپ نے ہمیشہ عدوی اور حربی اعتبار سے مسلسل اپنے سے تین (3) گنا سے لے کر بارہ (12) گنا بڑے دشمنوں کے خلاف کامیابی سے مہمات میں قیادت فرمائی۔ وہ سلطنت جو شہر مدینہ کی محض چند گلیوں سے شروع ہوئی، آٹھ سو تیس (830) کلومیٹر روزانہ کے حساب سے پھیلی اور اگلے دس برسوں کی کامیاب عملی و عسکری جدوجہد کے بعد تیس لاکھ (300,000) مربع کلومیٹر پر مشتمل تھی۔ یہ عظیم کامیابیاں دشمن کے دو سو پچاس (250) سے بھی کم فوجیوں کی ہلاکت کا موجب بنیں۔ مسلمانوں کے نقصانات (تقریباً ایک سو تیس (130) شہادتیں) اوسطاً ایک شہادت ماہانہ بنتی ہے۔ انسانی جانوں کے اس قدر کم اہتلاف اور ایسی وسیع کامیابیاں، تاریخ کوئی دوسری نظیر پیش کرنے

سے قاصر ہے۔ یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ یہ فتوحات ذہنی، فکری انقلاب سے مکمل طور پر ہم آہنگ تھیں کہ قبیلوں کے قبیلے اور قوموں کی قومیں راہِ خدا پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گامزن ہو گئیں۔

مصنف نے زیر نظر کتاب میں رسول اللہ کی عسکری حیات مبارکہ کو انتہائی جامع مگر سادہ اور قابلِ فہم انداز میں پیش کیا ہے۔ جناب رسالت مآب کی تزویراتی سوچ کی وسعت، میدانِ جنگ کی خصوصیات کا احاطہ کرنے کی صلاحیت، دشمن کی فزیکل اور نان فزیکل خوبیوں اور خامیوں پر گرفت، جاسوسی کے نظام کا ارتباط، لاجسٹکس کے چیلنجز سے نمٹنے کی اہلیت، اپنے کمانداروں سے مشاورت، جنگ کو کامیابی سے سرانجام دینا، بعد از جنگ شرائطِ امن کے مذاکرات، قیدیوں کے بندوبست اور مالِ غنیمت کی مینجمنٹ وغیرہ جملہ امور میں آپ نے ہر دور کے عسکری قائدین کے لیے بہترین مثالیں قائم کیں۔ مصنف نے ان تمام امور کو قاری کے لیے انتہائی آسان بنا دیا ہے جس کے لئے وہ جملہ قارئین کی تحسین اور شکر کے مستحق ہیں۔ اللہ ان کی اس مبارک کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) بلال اکبر

13 ستمبر 2022 عیسوی

رسول اللہ کی جنگیں

The modern day Islamic world, with a population of 1.9 billion and comprising 19 Muslim majority countries, has its origins in the nascent Muslim state of Medina formed by Prophet Muhammad (PBUH). In his capacity as statesman and military leader, he not only founded this state but personally led the Muslims in their crucial battles against the Quresh of Mecca. These battles, though small in scale, were vital for the survival of the early Muslim state and thus had far reaching impact on the course of world history.

There is a pervasive tendency to ascribe the success of the vastly outnumbered Muslims in their early battles to Divine intervention and help. This approach, though not unfounded, inhibits us from critically studying those battles from the standpoint of military history. While there have been a few attempts to bridge this gap in the past, the author has admirably described in detail the obtaining conditions of warfare of that time, the leadership qualities and the strategic/tactical skills employed by the Prophet to win, or create a stalemate, in the battles against the Quresh of Mecca.

I hope this effort by the author will promote awareness of this neglected aspect and induce modern day Muslim statesmen and military leaders to study these battles and learn valuable lessons from them.



Maj. Gen. (Retd) Qasim Qureshi

07 August 2022

1.9 ارب مسلمانوں پر مشتمل دورِ حاضر کی اسلامی دنیا کی بنیاد محمد رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ریاستِ مدینہ کی صورت میں رکھی۔ بطور اسٹیٹس مین (Statesman)، انہوں نے نہ صرف پہلی اسلامی ریاست کی تشکیل کا کام کیا بلکہ بطور عسکری قائد مسلمان فوج کی کفار مکہ کے خلاف ابتدائی جنگوں میں قیادت بھی کی۔ گو یہ جنگیں محدود پیمانے پر لڑی گئیں لیکن ان جنگوں کے نتائج نے دنیا کی تاریخ پر بہت اہم اور دیر پا اثرات مرتب کئے۔

مسلمانوں میں بالعموم یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان جنگوں میں کم تعداد کے باوجود مسلمانوں کی کامیابی کی وجہ اللہ کی مدد اور مداخلت تھی۔ گو یہ تاثر غلط نہیں مگر یہ ذہنی رجحان ہمیں ان جنگوں کے فوجی نقطہ نظر سے تجزیے اور مطالعہ سے روکتا ہے۔ ماضی میں چند سیرت نگاروں نے اس کمی کو دُور کرنے کی کوشش کی مگر اعجاز احمد نے قابل تعریف اور منفرد انداز میں اُس دور کے جنگی حالات، رسول اللہ کی قائدانہ صلاحیت، حکمتِ عملی اور دُور اندیشی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ مصنف کی یہ تفصیلی اور معیاری کاوش اس نظر انداز پہلو کو اجاگر کرے گی۔ دورِ حاضر کے مسلمان اسٹیٹس مین (Statesmen) اور عسکری قائدین بھی ان جنگوں کے بغور مطالعہ پر مائل ہوتے ہوئے اس کتاب سے قیمتی سبق حاصل کریں گے۔

Qqmi

میجر جنرل (ریٹائرڈ) قاسم قریشی
107 اگست 2022 عیسوی

ایک خوبصورت اضافہ

سیرت نبوی پر بے شمار کتابیں دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اُردو زبان بھی اس معاملے میں خوب مالا مال ہے۔ ذات نبوی سے محبت اور وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ نہ لکھنے والے تھکتے ہیں نہ پڑھنے والوں کی طبیعتیں سیر ہوتی ہیں۔ اب اس میں ایک خوب صورت اضافہ جناب اعجاز احمد کی کتاب ”محمد رسول اللہ“ کے ذریعے ہوا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم (صفحات: 752) میرے سامنے ہے، جو مدنی دور میں صلح حدیبیہ تک کا احاطہ کرتی ہے۔ جلد اول، جو مکی دور پر ہے، سات سو باون (752) صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد سوم ابھی آنا باقی ہے۔

اس کتاب کی متعدد خوبیاں اسے سیرت کی دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ اول یہ کہ فاضل مصنف نے اسے بہت دلچسپ اور ایللیے اُسلوب میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے حکایاتی اور مکالماتی انداز اختیار کیا ہے۔ زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ کوئی بھی شخص، چاہے اُس کی ذہنی سطح جو بھی ہو، اس سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔ مزید عام فہم بنانے کے لیے انہوں نے کثرت سے متبادل انگریزی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ دوم یہ کہ اس کتاب کا قاری خود کو عہد نبوی میں پہنچا ہوا محسوس کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تمام واقعات اُس کی نگاہوں کے سامنے پیش آرہے ہیں۔ یہ اُسلوب قاری کو مسلسل باندھے رکھتا ہے اور مطالعہ سے اُس کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ سوم یہ کہ کتاب میں صرف مستند واقعات اور بیانات شامل کئے گئے ہیں۔ حوالوں کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ حوالے عبارت کے درمیان ہی درج کر دیئے گئے ہیں۔ چہارم یہ کہ اقوام و قبائل کے

بارے میں مستند تاریخی معلومات پیش کی گئی ہیں۔ مقامات، مسافرتوں اور پیمانوں وغیرہ کے بارے میں جدید تحقیقات سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ کتاب کی ابتدا میں ضروری اصطلاحات کی تفہیم کرادی گئی ہے تاکہ یہ اصطلاحات بعد میں کتاب میں آئیں تو قاری کو انہیں سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

میں فاضل مصنف کو اس سعادت بخش خدمت پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے مقبولیت عطا فرمائے اور اجر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین۔

ذکرہ منہ نبی

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

صدر ادارہ تحقیقات و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، انڈیا

28 جولائی 2022 عیسوی

رتی برابر مبالغہ نہیں

میں نے آقا ﷺ کی سیرت پر اتنی کتابیں پڑھیں کہ تعداد بھی یاد نہیں۔ غیر مسلموں اور غیر ملکیتوں نے بھی اتنی محبت و عقیدت سے انہیں یاد کیا کہ دل پگھلنے لگتا ہے اور میں اکثر کالموں میں ان کے حوالے اس لیے دیتا رہا کہ اپنے قارئین کو بتا سکوں کہ دیکھو غیر مسلم بھی ہمارے آقا کے لیے کیا محسوس کرتے ہیں جبکہ ہم؟؟؟

اس پس منظر کے ساتھ ہی ترکی کے فتح اللہ گولن کو بھی پڑھا تو سب کچھ پڑھا پڑھا سا محسوس ہوا تو جانا کہ ہمارے حضور کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ کوئی نئی بات ممکن ہی نہیں۔

پھر یوں ہوا کہ چند ہفتے قبل ”سیرت“ میں بھیگا ہوا ایک جوان سال آدمی مجھے ملنے آیا۔ مجھ گوشہ نشین کے لیے ملاقات کی ”سفارش“ میری چھوٹی بہن غزالہ ثار نے کی تھی۔ پاکیزہ روشخص نے ایک کتاب اور دو کے مسودات مجھے دیتے ہوئے کچھ لکھنے کا کہا۔ عنوان میرے آقا کی مہر مبارک تھی۔



پہلا جھکا کہ اس کے بعد تو بچتا ہی کچھ نہیں۔

میں نے وعدہ کر لیا۔ دو تین روز کے بعد شائع شدہ حصہ اول پر چند دوستوں کے روٹین کے تبصرے پڑھے اور وہ کچھ پڑھنے کے لیے خود کو تیار کر لیا جو میں بہت بار پڑھ

چکا تھا لیکن چند روز بعد جب باقاعدہ پڑھنا شروع کیا تو بے ساختہ سیف الدین سیف مرحوم کا یہ بھولا بسر اشعر یاد آیا:

سیف اندازِ بیاں رنگ بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

اعجاز احمد کا شکریہ کہ اُس نے پہلی بار مجھے سیرت النبی سے آشنا کیا کہ اس میں رتی برابر مبالغہ نہیں کیونکہ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ سیرت النبی روح کی انگلیوں سے لکھی گئی ہے۔ اب اپنی اکلوتی نعت کے کچھ شعر اس معجز نما سیرت النبی کے مصنف اعجاز کے اس ”معجزہ“ کے نام:

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا
کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا
کسی غزوہ میں زخمی ہو کر میں
تیرے قدموں میں جا گرا ہوتا
پانی ہوتا اُداس چشموں کا
تیرے قدموں میں بہ گیا ہوتا

حسن نثار

حسن نثار

31 اکتوبر 2022 عیسوی

چند اصطلاحات (TERMS)

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بارے میں پڑھتے ہوئے مختلف اصطلاحات (Terms) ہمارے سامنے آتی ہیں، یہاں اُن کی وضاحت (Explanation) کی جا رہی ہے۔

سیرت (Seerah)

کسی کی زندگی یا خصلت (خوبیوں، خامیوں۔ Attributes) کو سیرت کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح (Term) میں سیرت، سیرت النبی یا سیرت رسول کے الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے متعلق معلومات (Information) کو کہتے ہیں (The Oxford

–Dictionary of Islam)

عام الفیل (ہاتھی والوں کا سال) ('Aam Al Feel)

عربی زبان میں سال کو "عام" اور ہاتھی کو "فیل" کہتے ہیں۔ وہ سال جس میں یمن کا حاکم ابرہہ (Abrahah) کعبہ (K'abah) کو تباہ کرنے کے ارادہ سے مکہ پر حملہ آور ہوا، عام الفیل (ہاتھی والوں کا سال۔ Year of elephants) کہلاتا ہے۔ یہ واقعہ رسول اللہ کے پیدا ہونے سے پچپن (55) دن پہلے پیش آیا (طبقات ابن سعد: 121/1)۔ عرب اپنے سالوں کا شمار (Count) اس واقعہ کے بعد اسی نسبت (Reference) سے کرنے لگے۔ چالیس (40) عام الفیل کا مطلب ہے کہ واقعہ فیل کے چالیس (40) سال بعد۔

قرآن (Koran / Quran)

قرآن کے لفظی معنی ہیں بار بار پڑھا جانے والا۔ اللہ کریم کی نازل کردہ (Revealed) آخری الہامی کتاب (Last Divine Revelation) قرآن ہے۔ اس سے پہلے کی الہامی کتابیں زبور (Zaboor / Psalms)، تورات (Torah) اور انجیل (Bible) ہیں۔ تورات ایک ہی وقت میں نازل ہوئی جسے اللہ کریم نے اپنے ہاتھ سے تختیوں (Wooden boards) پر لکھا (صحیح بخاری: 6614)۔ تورات عبرانی (Hebrew) زبان میں جبکہ انجیل سریانی (Syriac) زبان میں نازل کی گئی۔ قرآن مجید میں لفظ زبور تین (3) بار، تورات اٹھارہ (18) بار اور انجیل بارہ (12) بار ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ قرآن ستر (70) مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ کریم کے احکامات خود اللہ کریم کے الفاظ میں، اللہ کریم کی بتائی گئی ترتیب (Order) کے مطابق ہیں۔ اس کا ایک ایک حرف (Each and every word) پہلے دن سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ کریم نے خود لیا ہے (القرآن - العبر - 9:15)۔

قرآن مجید تقریباً (Almost) تیس (23) سال میں نازل ہوا۔ پہلی وحی (Revelation) پیر کے دن رمضان کی 21 تاریخ 40 قبل، 610 عیسوی یعنی پہلے نبوی سال میں مکہ میں نازل ہوئی (صحیح مسلم: 1162، 2750، السیرۃ النبوی للہبئی: 164/1)۔ جب وحی نازل ہوتی، رسول اللہ کا تین وحی (Scribes of Revelation) کو بلا تے اور لکھوا دیتے۔ لکھوانے کے بعد رسول اللہ کہتے ”جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ کر سناؤ“ تاکہ اگر لکھنے والے نے کوئی غلطی کی ہو تو اسے ٹھیک کروا سکیں (عطبات ہاولہوراؤڈاکٹر محمد عبد اللہ: 10)۔ ساتھ ہی اللہ کریم کے حکم کے مطابق رسول اللہ وضاحت (Clarification) بھی کرتے کہ یہ آیات قرآن مجید کے کس حصہ (سورۃ) میں لکھی جائیں۔ رسول اللہ کے زمانہ میں ہی قرآن مجید مختلف ٹکڑوں

میں تحریری (In writing) صورت میں موجود تھا۔ ہر سال رمضان المبارک میں قرآن مجید کے نازل شدہ حصہ کو رسول اللہ لکھے ہوئے نسخہ (Manuscript) سے سنا کرتے۔ اس عمل کو ”عرضہ“ (Presentation) کہا جاتا تھا (عطیات ہاویوں: 13)۔ قرآن مجید اس کائنات کی واحد (The only) کتاب ہے جو پہلے پڑھی اور بعد میں لکھی گئی۔ اللہ کریم نے قرآن مجید میں اسے قرآن، ذکر، کتاب، فرقان اور نور کہا ہے۔

آخری مکمل نازل ہونے والی سورۃ النصر (Nasr) قرآن مجید کی 110 ویں سورہ ہے جو حجۃ الوداع (Last Hajj) کے بعد 10 ہجری میں منیٰ (Mina) مکہ (Makkah) کے مقام پر نازل ہوئی (تہان القرآن: 1018/12)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّيَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (قرآن - السجده: 3:5) نازل ہونے والی آخری آیت ہے۔ ابو بکر (Abubakar) (ابوبکر صدیق) نے گیارہ (11) ہجری میں زید بن ثابت (Zayd bin Thaabit) کی سربراہی میں ایک جماعت (Board) کو ذمہ داری دی کہ قرآن مجید کو باقاعدہ کتابی صورت میں لکھیں (صحیح بخاری: 4679, 4986)۔ اس طرح قرآن مجید کو کتابی صورت میں لکھا گیا۔ عثمان بن عفان (Uthmaan bin 'Affaan) (عثمان غنی) نے پچیس (25) ہجری میں اُمّ المؤمنین (رسول اللہ کی بیوی) حفصہ بنت عمر (Hafsah bint 'Umar) سے قرآن مجید کا وہ نسخہ (Copy) جو ابو بکر کے دور میں مدون (Compile) ہوا، منگوا لیا (صحیح بخاری: 7191)۔ انہوں نے قرآن مجید کو قریش کے لہجہ (Dialect) کے مطابق لکھوا کر دُنیا میں اس کی نقلیں (Copies) تقسیم کروائیں (صحیح بخاری: 3506)۔ اسی لیے عثمان کو ”جامع آیات القرآن“ (Compiler of Quranic Dialect) کہا جاتا ہے۔ اس بار بھی یہ ذمہ داری زید بن ثابت کی سربراہی میں ایک بورڈ (Board) کو دی گئی۔ اس نسخہ پر بارہ ہزار (12,000) صحابہ نے اتفاق (Agreed upon) کیا (عطیات ہاویوں: 19)۔ قرآن مجید کا جو

نسخہ (Manuscript) تیار کیا گیا اُس میں حروف (Words) پر نقطے، اعراب، حرکات و سکانات (Punctuation) اور رموز او قاف (Alternate movements and pauses) نہیں تھے۔ ہر آیت کے ختم ہونے پر چند نکتے لگائے گئے جو بعد میں دائرے (Circles) میں بدل گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہر آیت کے بعد آیت کا نمبر لکھا جانے لگا۔ عبدالملک بن مروان بن عاص (Abdul Malik bin Marwan bin 'Aas) (d:705) کے دور میں قرآن مجید کو تیس (30) پاروں (Parts) میں تقسیم (Divide) کیا گیا۔ قرآن مجید کی تیس (30) پاروں میں تقسیم کی وجہ ایک (1) مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل کرنے میں آسانی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت سات (7) دنوں میں مکمل کرنے کے لیے اسے سات (7) منزلوں (Stages/ Portions) میں تقسیم کیا گیا۔ ایک مضمون (Topic) کے اعتبار سے آیات کے رکوع (Ruk'u) بنا دیئے گئے، جن پر ”ع“ کا نشان لکھا جانے لگا۔

رسول اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت (Migration) سے پہلے نازل ہونے والی قرآن مجید کی سورتوں کو مکئی (Makki) سورتیں کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے بعد نازل ہونے والی سورتیں مدنی (Madni) کہلاتی ہیں۔ اللہ کریم قرآن مجید کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اسے یاد کرنے کے لیے آسان بنا دیا (القرآن - العنبر - 40:54)۔ قرآن مجید واحد الہامی کتاب ہے جسے مکمل طور پر زبانی یاد (Memorize) کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ اور کئی صحابہ کو قرآن مجید زبانی یاد تھا۔ قرآن مجید زبانی یاد کرنے والے کو حافظ قرآن (Hafiz e Quran) کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید زبانی یاد کرنے کی روایت (Tradition) رسول اللہ کے زمانہ سے لے کر آج تک برقرار (Maintained) ہے۔

نبی (Prophet)

نبی، اللہ کریم کے چُنے ہوئے (Chosen) بندے ہیں جنہیں وہ انسانیت

(Humanity) کی رہنمائی اور ہدایت (Guidance) کے لیے بھیجتا رہا ہے۔ نبی پر اللہ کریم وحی نازل (Reveal) کرتا ہے۔ اس کائنات کے سب سے پہلے نبی آدم (Adam) علیہ السلام اور آخری محمد ﷺ بن عبد اللہ ہیں (القرآن۔ الاحزاب۔ 40:33، مسند احمد: 11913)۔ تمام نبی انسانوں میں ہی پیدا ہوئے، کوئی نبی جن (Jinn) نہیں تھا۔ صرف مرد (Male) نبی ہوئے کوئی عورت (Female) نبی نہیں تھی۔ نبی کو انگلش زبان میں Prophet کہا جاتا ہے۔ اللہ کریم نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار (124,000) نبی دُنیا میں بھیجے (مسند احمد: 11913)۔ نبی کی جمع انبیاء (Ambiyaa) ہے۔

رسول (Messenger)

اللہ کریم رسول پر وحی نازل فرماتا ہے۔ رسول اُس نبی کو کہا جاتا ہے جو اللہ کریم کی طرف سے نئی شریعت (Shariah)، پہلے سے موجود شریعت میں اضافہ یا تبدیلی لے کر آئے۔ آسان لفظوں میں ایک دین یا دین کے احکام میں تبدیلی لے کر آئے۔ نبی پر اللہ کریم وحی نازل کرتا ہے اور وہ لوگوں کی ہدایت کا کام کرتے ہیں۔ رسول پر اللہ کریم وحی نازل کرتا ہے جو نئی شریعت (دین)، شریعت میں تبدیلی یا نئے احکام (Orders) ہوتے ہیں۔ رسول کا نبی ہونا ضروری (Mandatory) ہے یعنی رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے لیکن نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ رسول کو انگلش زبان میں Messenger کہتے ہیں۔ رسول اللہ کی حدیث کے مطابق اللہ کریم نے دُنیا میں تین سو پندرہ (315) رسول بھیجے (مسند احمد: 11913)۔ محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔

پیغمبر / پیغمبر (Messenger)

پیغمبر (Paighamber) یا پیغمبر ایسے انسان کو کہتے ہیں جو اللہ کریم کا پیغام (Message) لے کر آئے۔ یہ اُردو اور فارسی (Persian) زبان (Language) کی

اصطلاح (Term) ہے۔ نبی اور رسول دونوں کو پیغمبر کہا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص دعویٰ (Claim) کر کے پیغمبر (نبی یا رسول) نہیں بن سکتا۔ اللہ کریم بہتر جانتا ہے کہ کسے رسالت یا نبوت کا منصب (Designation) عطا کرنا ہے۔ (القرآن۔ الانعام: 124:6)

جنّ (Jinn / Genie)

اللہ کی ایسی مخلوق (Creature) جو نظر نہ آنے والی آگ (Invisible fire) سے بنائی گئی، جنّ کہلاتی ہے۔ جنّ کی جمع جنّات ہے۔ رسول اللہ انسانوں اور جنّوں (تمام مخلوقات۔ Creatures) کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جنّات میں بھی صحابی پائے جاتے ہیں۔ جنّات نے رسول اللہ سے تعلیم بھی حاصل کی (القرآن۔ الاحقاف: 28:46)۔

ابلیس (شیطان۔ Iblees / Satan / Devil)

یہ ایک جنّ تھا جو اپنی عبادت کی وجہ سے اعلیٰ مقام رکھتا اور فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اللہ کریم نے آدم کو تخلیق (Create) کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے (القرآن۔ البقرہ: 34:2)۔ اسی وجہ سے کچھ تاریخ دان ابلیس کو فرشتہ (Angel) کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر نو (9) بار کیا گیا ہے۔ ابلیس نے دعویٰ کیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے جبکہ میں آگ سے بنا ہوں، اس لیے میں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا (القرآن۔ ص: 76:38)۔ ابلیس نے قسم اٹھائی (Swore upon) کہ وہ انسانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکا تا (Mislead) رہے گا۔ سزا کے طور پر ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا۔

توحید (Monotheism)

ایمان رکھنا کہ اس کائنات کا مالک، اسے بنانے والا اور چلانے والا ایک ہی

ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا باپ ہے نہ کوئی بیٹا، نہ کوئی اس کی برابری (Equivalence) کر سکتا ہے، اس کا نام اللہ ہے، عقیدہ توحید کہلاتا ہے (القرآن۔ اعراس۔ 112)۔

شُرک (Polytheism)

شُرک کے معنی کسی دوسرے کو حصّہ دار (Partner) بنانا یا شامل کر لینا ہے۔ دین میں شُرک کے معنی اللہ کی صفات (Characteristics) میں یا ایک صفت میں کسی کو اللہ کا حصّہ دار بنانا ہے۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا یا خدا جیسا سمجھنا، عبادت کے لائق سمجھنا یا اُس کی عبادت کرنا شُرک کہلاتا ہے۔ اللہ کی ذات جیسا کوئی ہے نہ ہی کوئی اللہ کی صفات رکھنے والا۔

مُشْرک (Polytheist)

شُرک کرنے والے کو مُشْرک کہتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ مُشْرک بُت پرست (Idol worshipper) ہی ہو۔ اللہ کریم کے ساتھ کسی کو حصّہ دار، برابر یا اللہ جیسا سمجھنے والا مُشْرک ہے۔ مُشْرک کی جمع مُشْرکین ہے۔

وَحی (Revelation)

وَحی (Wahi / Wahy) اللہ کریم کا اپنے نبیوں اور رسولوں کو حکم یا پیغام دینے کا نام ہے۔ قرآن مجید وحی کی صورت میں ہی نازل ہوا۔ نازل ہونے والی وحی اپنے الفاظ (Words)، مزاج (Tone) اور حکم سب میں ہو بہو (Exactly) ایسی ہی ہے جیسے رسول اللہ نے بتائی۔ جبریل (Gabriel) (فرشتوں کے سردار) رسول اللہ کے پاس وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ رسول اللہ سے پہلے آنے والے نبیوں اور رسولوں پر بھی وحی نازل ہوتی رہی ہے۔ رسول اللہ کے بعد ایسی وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ (القرآن۔ الاحزاب: 40، صبح مسلم:

کاتبِ وحی (Scribes of the revelation)

وہ لوگ جو وحی نازل ہونے پر اُسے لکھا کرتے تھے، کاتبینِ وحی (کاتبین، کاتب کی جمع (Plural)) کہلاتے ہیں۔ رسول اللہ وحی نازل ہونے پر انہیں بلا کر لکھو ادیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے کاتبِ وحی خالد بن سعید (Khalid bin Sa'eed)(d:634) ہیں۔ زید بن ثابت جنہوں نے ابو بکر کے دور میں قرآن مجید کی تدوین (Compilation) کے بورڈ (Board) کی سربراہی کی، وہ بھی کاتبِ وحی ہیں۔

جبریل / جبرائیل (Jibreel / Gabriel)

جبریل فرشتوں (Angels) کے سردار اور اللہ کریم کا پیغام (وحی) لے کر نبیوں اور رسولوں کے پاس آتے رہے ہیں۔ جبریل کے چھ سو (600) پر (Wings) ہیں۔ جبریل، اللہ کریم کا پیغام پوری ایمان داری سے پہنچاتے رہے، اسی لیے انہیں ”جبریل امین“ (Jibreel Ameen) بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ نے جبریل کو اصلی صورت میں بھی دیکھا (صحیح بخاری: 3232)۔ رسول اللہ کے بعد جبریل کا دُنیا میں وحی لے کر آنا ختم ہو گیا ہے۔

شریعت (Shari'ah)

زندگی گزارنے کا طریقہ جسے اللہ کریم نے بندوں کے لیے تجویز (Suggest) کیا شریعت کہلاتا ہے (سان العرب: 175:8)۔ اللہ کریم کے احکام انسان تک مختلف پیغمبروں کے ذریعے پہنچتے رہے، اس لئے شریعت بھی ان ہی کے ناموں سے منسوب (Attributed) ہوتی چلی آئی۔ اللہ کے نبی ابراہیم پر نازل ہونے والی شریعت، شریعتِ ابراہیمی، موسیٰ پر نازل ہونے والی شریعتِ موسوی اور محمد رسول اللہ پر نازل ہونے والی شریعتِ محمدی کہلاتی ہے۔

سماجی (Social)، ذاتی (Personal) اور اجتماعی زندگی گزارنے کے تمام قوانین (Laws) اور معاہدوں کو عدل و انصاف (Equity and justice) کے ساتھ قائم (نافذ - Implement) کرنے کا نام شریعت ہے۔ اس میں عبادات بھی شامل ہیں اور معاملات بھی۔ اسلامی معاشرہ (Society) میں تمام قوانین شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اسلام میں شریعت کے بنیادی ماخذ (Basic sources) قرآن مجید اور سنت رسول (اور احادیث) ہیں۔ اسلامی شریعت بنیادی طور پر رسول اللہ کے ذریعہ (Through) ہم تک پہنچی ہے۔

حدیث نبوی (Hadith)

رسول اللہ کا کہنا (Saying)، عمل کرنا یا رسول اللہ کے سامنے کسی کام کا کیا جانا اور آپ کا منع نہ کرنا (Approval) حدیث رسول یا حدیث نبوی کہلاتا ہے (ارشاد الفحول الی تطبیق الحق من علم الاصول: 95/1)۔ اسے عام اصطلاح (Term) میں حدیث کہا جاتا ہے۔ حدیث کی جمع احادیث ہے۔

رسول اللہ کے اقوال (باتیں یا احکام) ”حدیث قولی“ (Verbal) کہلاتے ہیں (The kind of hadith that mentions SAYINGS of the prophet) (ارشاد الفحول الی تطبیق الحق من علم الاصول: 95/1)۔

رسول اللہ کے اعمال (کام) ”حدیث فعلی“ (Act) کہلاتے ہیں (The kind of hadith that mentions ACTS of the prophet)۔ اسے آج کے زمانہ میں سنت رسول بھی کہا جاتا ہے (ارشاد الفحول الی تطبیق الحق من علم الاصول: 95/1)۔

جو کام رسول اللہ کے سامنے کئے گئے اور انہوں نے منع نہیں کیا، وہ ”حدیث تقریری“ (Silent Approval) کہلاتے ہیں (The kind of hadith that

mentions DEEDS DONE IN FRONT OF THE PROPHET AND

NOT DISAPPROVED by him) (ارشاد النعمان الی تطبیق المعنی بن علم الاصول: 95/1)۔

عبداللہ بن عمر و بن عاص ('Abdullah bin 'Amr bin 'Aas) بیان کرتے

ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا:

”اللہ کے رسول! کیا میں آپ کی باتیں لکھ لیا کروں؟“

رسول اللہ: ”ہاں“

میں: ”جب آپ غصہ میں ہوں یا خوشی میں، تب بھی؟“

رسول اللہ: ”ہاں۔ میرے لیے ضروری ہے کہ میں ہمیشہ درست بات کہوں۔“ (السندی)

للمعالم: 357, 358، سنن ابی داؤد: 3646)

رسول اللہ تو اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں۔ وہ اللہ کریم کی طرف سے ہدایت

(Instructions) ملنے پر ہی بولتے ہیں (القرآن۔ النجم۔ 3-4:53)۔ حدیث کی پہلی کتاب ہمام

بن منتبہ (660-719:60) (Hamaam bin Munabbah) نے مرتب (Compile)

کی جو سب سے زیادہ پانچ ہزار تین سو چوبتر (5,374) احادیث روایت (Report)

کرنے والے صحابی ابو ہریرہ (Abu Hurayrah) کے شاگرد (Pupil) ہیں۔ ابو ہریرہ

نے اس کتاب کو پڑھا اور تصدیق (Verify) کی۔ یہ کتاب ”صحیفہ ہمام بن منتبہ“

(Sahifah Hamaam bin Munabbah) آج بھی اپنی اصلی حالت (Berlin, Germany)

میں موجود ہے (عطیات بہاولپور: 52)۔ حدیث رسول قرآن مجید کی

وضاحت (Explanation) کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا حکم

موجود ہے۔ نماز کیسے پڑھی جائے؟ کب پڑھی جائے؟ کتنی رکعات (Rak'ah /

Iteration) ہوں؟ قرآن مجید میں تفصیل (Detail) موجود نہیں، یہ سب ہمیں حدیث رسول

سے بتا چلتا ہے۔

سنت رسول رسنت (Sunnah)

سنت کے لغوی (Literal) معنی راستہ کے ہیں۔ وہ راستہ جس پر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے رسول اللہ نے زندگی گزاری، اسے سنت یا سنت رسول کہا جاتا ہے۔ آج کے دور میں سنت اور حدیث (Hadith) ہمیں حدیث (Report) کی صورت میں ہی ملتے ہیں۔ سنت کو حدیث فعلی (Act) بھی کہا جاتا ہے (منہج البغاری: 59)۔

حدیث قدسی (Hadith Qudsi)

ایسی احادیث جن میں احکامات (Orders) تو اللہ کریم کے ہوں لیکن الفاظ (Words) رسول اللہ کے ”حدیث قدسی“ کہلاتی ہیں۔ ایسی احادیث یوں شروع ہوتی ہیں ”رسول اللہ نے کہا کہ اللہ کریم فرماتا ہے“ (منہج البغاری: 59)۔ احادیث قدسی کی تعداد دو سو (200) ہے۔

صحیح حدیث (Sahih Hadith)

صحیح حدیث، حدیث کی جانچ (Authenticity) کا سب سے مشکل اور اعلیٰ ترین معیار (Criterion) ہے۔ محدثین (Collectors / Compilers of Hadith) نے اس کا معیار بہت سخت مقرر کیا ہے۔ اس کا قطعی (Categorical) مطلب یہ نہیں کہ جو حدیث صحیح نہیں، وہ غلط ہے۔ یہ علم حدیث میں ایک معیار (Standard) کا نام ہے۔ ایسی کتاب جس میں صرف صحیح احادیث جمع کی گئی ہوں، صحیح کہلاتی ہے۔ جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم (منہج البغاری: 300)۔

ضعیف حدیث (Daeef / Zaeef Hadith)

ضعیف کے معنی ہیں کمزور۔ ضعیف ایسی حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی روایت (Report) کرنے والوں کے متعلق شبہ (Doubt) ہو یا روایت کرنے والوں کی ترتیب (Order) یا تسلسل (Continuity) میں کوئی کمی (Lacking) ہو۔ ضعیف حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حدیث غلط یا جھوٹی (Fabricated / fake) ہے (منہاج البعاری: 301)۔

موضوع حدیث (Fake / Baseless Hadith)

ایسی بات جو رسول اللہ نے نہ کہی ہو، من گھڑت (Fabricated) یا جھوٹ (Fake) ہو، رسول اللہ سے منسوب (Attribute) کی جائے، اُسے موضوع حدیث کہتے ہیں۔ آسان الفاظ میں یہ حدیث رسول نہیں بلکہ جھوٹ ہے۔ محدثین (Compilers of hadith) نے ایسی باتوں کو علیحدہ (Separate) کتابوں کی شکل میں مرتب (Compile) کیا ہے۔ مثلاً موضوع الکبیر، موضوع الصغیر۔ (یہ اُن کتابوں میں سے ہیں جن میں جھوٹی یا گھڑی ہوئی (Fabricated) احادیث جمع کی گئیں)۔

راوی (Narrator)

رسول اللہ کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ، رسول اللہ کے احکامات یا معاملات (Orders or affairs) بیان کرنے والے کو راوی (Raavi) کہتے ہیں۔ حدیث رسول، راوی کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اسے سند (Authority) بھی کہتے ہیں۔ جیسے ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے کہا یا ابو ہریرہ نے اپنی سند کے ساتھ بتایا کہ رسول اللہ نے کہا۔

روایت (Narration)

حدیث رسول دوسروں کو بتانے کے عمل کو روایت کہتے ہیں۔ روایت کے بغیر حدیث کی کوئی اہمیت نہیں۔ روایت کے بہت سے اُصول (Principles) ہیں۔ اس میں رسول اللہ سے لے کر سننے والے، آگے پہنچانے والے سے لے کر سنانے والے آخری شخص تک (Complete chain of reporters starting from Rasoolullah) تمام لوگوں کے نام بتانا ضروری ہیں۔ حدیث کی روایت میں بہت احتیاط (Care) سے کام لیا گیا ہے۔ بعد میں ملنے والی دستاویزات (Documents) سے ثابت ہوا ہے کہ حدیث کی روایت (بتائی گئی حدیث) اور اصل دستاویز حرف بہ حرف (Word by word) ایک جیسی ہیں۔

صحابی یا صحابیہ (Companion)

ایسے لوگ جو رسول اللہ کی زندگی میں رسول اللہ پر ایمان لائے اور ایمان کی حالت میں دُنیا سے گئے، صحابی (Sahaabi) کہلاتے ہیں۔ اگر کسی نے ایمان لانے کے بعد ایک لمحہ (Moment) بھی رسول اللہ کے ساتھ گزارا تو وہ صحابی ہی کہلائے گا۔ صحابی کی جمع صحابہ/اصحاب ہے۔ خواتین (Females) کے لیے صحابیہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اُمّ المؤمنین (Umm Ul Momineen)

اس کے لفظی معنی ہیں ”مومنوں کی ماں“ (Mother of believers)۔ یہ لفظ صرف اور صرف رسول اللہ کی بیویوں (Wives) کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بات رسول اللہ کے زمانہ (Time) سے لے کر قیامت (Day of judgement) تک کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ کی بیویاں تمام ایمان لانے والوں (مومن)۔

مومنین) کی مائیں ہیں (القرآن - الاحزاب - 6:33)۔

اہل بیت (Ahl e Bayt)

اہل بیت کے لفظی معنی ہیں ”گھر کے لوگ“ یا ”گھر والے“۔ اسلامی اصطلاح میں رسول اللہ کے گھروالوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔ تاریخ دانوں میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ اہل بیت میں کون کون شامل ہے۔ کچھ تاریخ دان سیدہ فاطمہ بنت محمد، علی ابن ابی طالب، حسن بن علی اور حسین بن علی کو اہل بیت میں شامل کرتے ہیں۔ کچھ تاریخ دان امہات المومنین کو اور کچھ بنی ہاشم کو بھی اہل بیت میں شامل کرتے ہیں۔

عشرہ مبشرہ ('Ashrah Mubasharah)

ایسے دس (10) لوگ جنہیں رسول اللہ نے ایک ہی مجلس (Sitting) میں دُنیا میں ہی جنت کی خوشخبری (Glad tidings of Paradise) دی، انہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ (1) ابو بکر ابن ابوقحافہ (2) عمر بن خطاب (3) عثمان بن عفان (4) علی ابن ابی طالب (5) طلحہ بن عبید اللہ (6) زبیر بن عوام (7) سعید بن زید (8) عبدالرحمن بن عوف (9) ابو عبیدہ بن جراح (10) سعد ابن ابی وقاص (سنن ابی داؤد: 4648، سنن ترمذی: 3747)۔ یہ خوشخبری رسول اللہ نے مکہ میں اسلام کے ابتدائی سالوں (Early years) میں دی، بعد کے سالوں میں آپ نے بہت سے دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی جنت کی بشارت (Tidings) دی۔

ہجرت (Migration)

ہجرت کے لفظی معنی ہیں چھوڑنا۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا بنے

(Relocation) کا نام ہجرت ہے۔ شاید زندگی میں سب سے مشکل کام ہجرت کرنا ہے۔ اسلامی اصطلاح (Term) میں اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر کہیں جا بسنا ہجرت کہلاتا ہے۔ رسول اللہ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔

یثرب (Yathrab)

مکہ سے چار سو پچاس (450) کلومیٹر ڈور شمال (North) میں ایک شہر کا نام ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یثرب ایک کنوئیں (Well) کا نام تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ یثرب کا معنی "بیاری" ہے۔ یہ شہر دو جگہ ہوئے (Charred) پہاڑوں (Mountains) کے درمیان ہے۔ یہاں کھجوروں کے باغ ہیں۔ رسول اللہ ہجرت کر کے یثرب گئے تو اس شہر کا نام طیبہ (Taybah) رکھ دیا۔ یہ شہر "مدینہ طیبہ" (Holy City)، "مدینہ منورہ" (Madinah Munawarah) اور "مدینۃ النبی" (Madinah tun Nabi) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس شہر کا ایک نام "طابہ" (Taabah) بھی ہے (مسند احمد: 10940، 12684)۔ آج کل اسے مدینہ (Madinah) کہتے ہیں۔

مہاجر (Mohajer / Emigrant)

رسول اللہ کے حکم اور دین اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنے والے مہاجر کہلائے۔ مہاجر کی جمع مہاجرین ہے۔

انصاری (Ansaarite / Supporter)

رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے یثرب مدینہ منورہ کے رہنے والے مسلمان، رسول اللہ کی ہجرت کے بعد انصاری کہلائے۔ انہیں یہ نام رسول اللہ نے دیا۔ انصاری کا

مطلب ہے مدد کرنے والا۔ انصاری کی جمع انصار ہے۔

ہجری کیلنڈر (Hijrah Calendar)

ہجری کیلنڈر کا آغاز عمر بن خطاب (Umar bin Khat-taab) (عمر فاروق) نے اپنے دور خلافت میں کیا۔ عرب کا سال قمری مہینہ (Lunar Cycle) کی بنیاد پر ہے۔ عرب کا سال محرم الحرام (Mohar-ram ul Haraam) کے مہینہ سے شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ نے ہجرت، ربیع الاول (Rab'i Al Awal) میں کی لیکن سال یکم (1st) محرم سے ہی شروع کیا گیا۔ رسول اللہ کی ہجرت کے پہلے سال سے ہجری کیلنڈر (AH) کا آغاز ہوا۔ عیسوی سال میں تین سو پینسٹھ (365) دن جبکہ ہجری سال میں تین سو چوٹن (354) سے تین سو چھپن (356) دن ہوتے ہیں۔

نبوی کیلنڈر (Nabwi Calendar)

رسول اللہ کے اعلان نبوت کے بعد کے واقعات (Incidents) کے لیے نبوی سال کا حوالہ (Reference) دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ کے اعلان نبوت، جب رسول اللہ کی عمر چالیس (40) سال تھی، سے لے کر ہجرت مدینہ منورہ، جب رسول اللہ کی عمر تریس (53) سال تھی، کے درمیانی عرصہ (Duration) کو نبوی سالوں میں بتایا جاتا ہے۔ یہ کوئی کیلنڈر نہیں صرف سال شمار کرنے کا حوالہ ہے۔

قمری مہینے (Lunar Months)

قمری سال کے مہینوں کے نام اور ترتیب (Order) یوں ہے:

1 - Mohar-ram

1- محرم

- | | |
|-----------------------|-------------------------------|
| 2 - Safar | 2- صفر |
| 3 - Rab'i ul Awal | 3- ربیع الاول |
| 4 - Rab'i ul Aakhar | 4- ربیع الاخر (ربیع الثانی) |
| 5 - Jamaadi ul Awal | 5- جمادی الاول |
| 6 - Jamaadi ul Aakhar | 6- جمادی الاخر (جمادی الثانی) |
| 7 - Rajab | 7- رجب |
| 8 - Sh'abaan | 8- شعبان |
| 9 - Ramadaan | 9- رمضان |
| 10 - Shawaal | 10- شوال |
| 11 - Dhi Q'ad | 11- ذی القعدہ |
| 12 - Dhul Hajjah | 12- ذوالحجہ |

محترم/حرام مہینے (Sacred Months)

عرب سال میں چار (4) مہینوں کا احترام (Respect) کرتے تھے۔ انہیں "حرام مہینے" یا "محترم مہینے" کہا جاتا ہے۔ حرام مہینے یہ ہیں (صحیح بخاری: 7447, 5550, سنن ترمذی: 1512):

- | | |
|-------------------------------------|-----------------------|
| (قمری سال کا گیارہواں (11th) مہینہ) | ذی القعدہ (Dhi Qa'd) |
| (قمری سال کا بارہواں (12th) مہینہ) | ذوالحجہ (Dhul Hajjah) |
| (قمری سال کا پہلا (1st) مہینہ) | محرم (Mohar-ram) |
| (قمری سال کا ساتواں (7th) مہینہ) | رجب (Rajab) |

ان مہینوں میں قاتل (Murderer) سے بھی بدلہ (Revenge) نہیں لیا جاتا تھا۔

سال کے تین (3) مہینے ذی القعدہ، ذوالحجہ اور محرم ایک ساتھ آتے ہیں۔ یہ مہینے کعبہ کے حج (Hajj) اور مکہ آنے جانے کے لیے محفوظ (Safe) تھے۔ رجب کا مہینہ عمرہ (Umrah) ادا کرنے کے لیے مخصوص (Dedicated) تھا۔ حج جیسی عبادت اور تجارتی سرگرمیاں (Trade activities) انہی مہینوں میں ادا ہوتی تھیں۔ عرب، ان مہینوں کا اس لیے بھی احترام کرتے تھے کہ عرب کی معیشت (Economy) اس پر کھڑی تھی۔ عرب، حرام مہینوں میں اپنے ہتھیار (Weapons) رکھ دیا کرتے تھے۔ ان مہینوں میں لڑائی کو گناہ (Sin) سمجھا جاتا تھا۔ اس کے باوجود اگر ان مہینوں میں کوئی لڑائی ہو جاتی تو اسے حُرْبِ فِجَار (Harb e Fijaar) یعنی گناہ والی لڑائی (Sacrilegious war) کہا جاتا تھا۔

قریش (Quraysh)

مکہ میں رہنے والے قبیلے جو رسول اللہ سے گیارہویں (11th) پشت (Generation) پہلے فہر بن مالک (Fehar bin Maalik) کی اولاد (Descendants) ہیں، قریش کہلائے۔ یہ سب رسول اللہ کے رشتہ دار (Relatives) ہیں۔ انہیں قریش مکہ بھی کہتے ہیں۔

پناہ یا قبائلی پناہ (Refuge)

کسی کی طرف سے حفاظتی (Protection) ذمہ داری لینے کو پناہ کہا جاتا ہے۔ پناہ لینے والے شخص کی حفاظت کا ذمہ دار پناہ دینے والا سارا قبیلہ ہوتا ہے۔ پناہ لینے والے شخص سے دشمنی، پناہ دینے والے پورے قبیلہ سے دشمنی سمجھی جاتی ہے۔

کاہن (Soothsayer)

جنّت (جنت کی جمع) سے معلوم کر کے غیب (The Unknown) کی خبریں

(News) یا مستقبل (Future) کا حال بتانے والے کو کاہن کہتے ہیں۔ رسول اللہ نے ان کے متعلق بتایا کہ انہیں جو خبر ملے یہ اُس میں اپنی طرف سے اضافہ (Addition) کر کے لوگوں کو بتاتے ہیں (صحیح مسلم: 5816/2228)۔

طواف (Tawaaf / Circumambulation)

مکہ میں موجود بیت اللہ (Baitullah) کے گرد (Aruond) مشرق (East) سے مغرب (West) کی سمت (Direction: Anti-clockwise) سات (7) چکر لگانے کو ”طواف“ کہتے ہیں جو حجرِ اَسود (Hajar Aswad / Black stone) سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتا ہے۔ طواف بذاتِ خود (Itself) ایک مکمل (Complete) عبادت ہے۔ طواف، غمرہ اور حج کا لازمی رُکن (Integral component) ہے۔ طواف دن رات ہر وقت (24/7) جاری اور صرف فرض نماز کے لیے رُکتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف قدیم زمانوں (Ancient times) سے کیا جاتا ہے۔

اسلام قبول کرنا (Embracing Islam)

اللہ کو ایک اور محمد رسول اللہ کو آخری نبی (The Last Prophet) ماننا، اسلام قبول کرنا کہلاتا ہے۔ اسے کلمہ پڑھنا بھی کہتے ہیں۔ اسے اسلام میں داخل ہونا بھی کہتے ہیں۔ اسے ایمان لانا (Proclamation / Profession of faith / Embrace Islam) بھی کہتے ہیں۔ اسے شہادت (Shahadah) دینا بھی کہتے ہیں۔

بنو بنی (Banu / Bani)

عربی زبان میں بنو یا بنی اولاد کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے بنو ہاشم یا بنی ہاشم۔ جب کوئی نام بنو یا بنی سے شروع ہو تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے۔ جیسے بنو ہاشم یا بنی ہاشم۔

بنت / بنات (Bint / Binaat - Daughter of)

بنت عربی زبان میں بیٹی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسے فاطمہ بنت محمد (Faatimah bint Muhammad) یعنی محمد کی بیٹی فاطمہ۔ بنات جمع کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بن / ابن (Bin / Ibn - Son of)

بن یا ابن، عربی زبان میں بیٹے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے محمد بن عبداللہ (Muhammad bin 'Abdullah) یا علی ابن ابی طالب (Ali ibn Abi Taalib) یعنی ابی طالب کا بیٹا علی۔

ابو / ابا (Abu / Abi / Abaa - Father of)

عربی زبان میں ابو، ابی یا ابا بیٹے کی نسبت (Reference) سے استعمال ہوتا ہے جیسے ابو ولید (Abu Waleed) یا ابی طالب (Abi Taalib) یا ابا شمس (Abaa Shams)۔ جب کسی نام کے ساتھ ابو یا ابی لکھا جائے تو اسے کنیت (Patronymic / Metronymic) Teknonymic کہتے ہیں۔ کنیت سب سے بڑے بیٹے (Eldest) یا سب سے بڑی بیٹی کے نام پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ کی کنیت ابو القاسم (Abul Qaasim) ہے۔ ابو یا ابی کا لفظ کسی کی خوبی (Quality) بیان کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس سے لقب (Title) بھی مراد لیا جاتا ہے۔ لقب اس وقت سمجھا جاتا ہے جب ایسے نام کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہو۔ جیسے ابو تراب (Abu Turaab) (مٹی والا)، ابو ہریرہ (ہلمیوں والا)، بلیاں پالنے والا)۔

عبد (Servant)

عبد کے معنی ہیں بندہ یا غلام۔ اگر نسبت (Attribute) اللہ کریم سے ہو تو اس کا معنی بندہ ہے جیسے عبد اللہ ('Abdullah) یعنی اللہ کا بندہ۔ اگر نسبت کسی انسان سے ہو تو اس کا معنی غلام ہے جیسے عبد المطلب ('Abdul Mut-talib) یعنی مطلب کا غلام۔

میثاق (Treaty)

میثاق کا لفظ معاہدہ (Agreement) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی یہ معاہدہ زبانی (Verbal) ہوتا ہے اور کبھی لکھا ہوا (Written)۔ رسول اللہ نے بہت سی قوموں (Nations) اور قبیلوں کے ساتھ معاہدے کئے۔

سریہ (Siryah)

سریہ کے لفظی معنی ہیں رات کو چلنا (سائ العرب)۔ سریہ اصطلاحاً ایسی جنگ کو کہتے ہیں جو رسول اللہ کے زمانہ میں رسول اللہ کے حکم پر لڑی گئی لیکن رسول اللہ بذاتِ خود (Personally) اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ سریہ کی جمع سرایا (Siraayaa) ہے۔ سرایا کی کل تعداد (کعب بن اشرف اور سلام ابن ابی الحقیق کے قتل سمیت) پچپن (55) ہے۔ سب سے پہلا سریہ سیف البحر (Saif ul Bahar) رمضان 1 ہجری میں اور آخری سریہ علی ابن ابی طالب ('Ali Ibn Abi Taalib) ہے جو رمضان 10 ہجری میں یمن میں لڑی گئی۔

غزوہ (Ghazwah)

غزوہ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز کی تلاش (سائ العرب)۔ ایسی جنگ جس میں رسول

اللہ نے بذاتِ خود شرکت (Participation) کی ہو، اصطلاحاً غزوہ کہلاتی ہے۔ جیسے غزوہ بدر (Badar)۔ ایسی کئی جنگیں ہیں جن میں لڑائی نہیں ہوئی لیکن رسول اللہ فوج میں شامل تھے۔ غزوہ تبوک (Tabouk) اس کی مثال ہے۔ غزوہ کی جمع غزوات (Ghazwaat) ہے۔ فتح مکہ سمیت غزوات کی تعداد اٹھائیس (28) ہے۔ پہلا غزوہ وِ دَانَ (Wad-daan) صفر 2 ہجری میں پیش آیا۔ آخری غزوہ تبوک رجب 9 ہجری میں ہوا۔

مالِ غنیمت (Booty)

جنگ یا لڑائی کی صورت میں ملنے والا اسلحہ، مال اور دوسری قیمتی چیزیں مالِ غنیمت کہلاتی ہیں۔

خُمُس (20%) (Khums)

مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ (1/5th - 20 %) اللہ اور رسول کے لیے مخصوص (Dedicated) ہے۔ یہ قرآنی حکم کے مطابق ہے (الانفال۔ 41:8)۔ مالِ غنیمت خُمُس نکالنے کے بعد لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ خُمُس سے یتیموں (Orphans)، غریبوں، ضرورت مندوں (Needy) اور اپنے رشتہ داروں کی مدد کرتے تھے۔

فِدِیَہ (Ransom)

کسی جنگی قیدی کی رہائی کے بدلہ میں دیا جانے والا مال یا اسلحہ ”فِدِیَہ“ (Fidiyah) کہلاتا ہے۔

جِزِیَہ (Jiziyah)

وہ مال جو غیر مسلموں سے اُن کی جان، مال کی حفاظت اور دین کی آزادی کے

بدلہ میں ریاست (State) وصول (Collect) کرے، جزیہ کہلاتا ہے۔ یہ صرف بالغ مردوں (Adult male) سے وصول کیا جاتا ہے۔ بوڑھے، خصوصی افراد (Special persons) اور غریبوں سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔ یہ دینی علماء (راہب) سے بھی وصول نہیں کیا جاتا۔

درہم (Darham)

عرب میں لین دین کے لیے درہم اور دینار (Dinaar) استعمال کئے جاتے تھے۔ درہم = 2.975 گرام چاندی، دینار = 4.25 گرام سونا، 7 دینار = 10 درہم

ناپ تول:

عرب میں لین دین (Dealing) کے لیے دو قسم (Kind) کے سئے (Coins) استعمال کئے جاتے تھے، درہم اور دینار۔ سئے، چاندی (Silver) اور سونے (Gold) سے بنے اور ان کے وزن (Weight) مختلف تھے۔ اس لیے انہیں شمار (Count) کرنے کی بجائے وزن پر لین دین / کاروبار کیا جاتا تھا۔ لفظ دینار دراصل قدیم (Old) رومی (Byzantine) سکہ (Denarius) سے عربی زبان میں آیا۔ اس لفظ کا ذکر انجیل میں بھی ملتا ہے (The Bible: Mathew- 20:2, John-12:5)۔ کئی مغربی (Western) ملکوں میں یہ لفظ اب بھی استعمال ہوتا ہے۔ (معجم و المدینہ فی الجاہلیہ و بعد الرسول: 292)

مکہ کی نسبت مدینہ منورہ کے لوگوں کا ناپ تول (Measurement) کے پیمانوں (Units) سے زیادہ واسطہ رہتا تھا کیونکہ یہاں لوگوں نے غلہ (Grain) اور پھل وغیرہ کا وزن کرنا ہوتا تھا۔ وزن کرنے کے لیے باٹ (Weight) استعمال ہوتے تھے۔ یہاں چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اوقیہ: ایک اوقیہ 122.472 گرام (gram) کا ہوتا ہے۔

صاع: ایک صاع 2.1 کلوگرام (KG) کا ہوتا ہے بعض کے نزدیک ایک صاع ڈھائی کلوگرام (2.5 KG) کا ہوتا ہے۔

مد: ایک مد 524.880 گرام کا ہوتا ہے۔

قیراط: ایک قیراط 255.1 ملی گرام (mg) کا ہوتا ہے۔ سونا اور چاندی تولنے (Weigh) کے لیے آج بھی قیراط استعمال ہوتا ہے۔

مشقال: یہ بھی وزن کی اکائی (Unit) ہے۔ اس کا وزن 4.374 گرام ہوتا ہے۔

عمر و (Amr)

یہ ایک نام ہے۔ اسے عمر (Amr) پڑھا جاتا ہے۔ یہ نام عمر سے مختلف ہے۔ عمر اور عمر میں فرق (Difference) واضح کرنے کے لیے عربوں نے نام کے آخر میں ”و“ کا اضافہ (عمر و) کر دیا تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے۔ اسے عمرو (Umru) پڑھنا یا بولنا غلط (Wrong) ہے۔

میں تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں ①

رسول اللہ ﷺ نے بتایا:

”اللہ کریم نے ابراہیم (Ibraheem / Abraham) کی اولاد (Descendants) سے اسماعیل (Isma'eel / Ishmael) کو چنا (Chose)۔
 بنی اسماعیل سے بنی کنانہ (Bani Kinaanah) کو، بنی کنانہ سے بنی قریش (Bani Quraysh) کو اور بنی قریش سے بنی ہاشم (Bani Haashim) کو چنا۔ بنی ہاشم سے مجھے (محمد بن عبد اللہ (Muhammad bin 'Abdullah) (571-632,62) کو چنا۔ میں بہترین انسان ہوں، بہترین انسان (عبد اللہ بن عبد المطلب (546-570,25) ('Abdullah bin 'Abdul Mut-talib) کی نسل (Lineage) سے اور وہ (بھی) بہترین انسان (عبد المطلب بن ہاشم (472-579,108) ('Abdul Mut-talib bin Haashim) کی نسل سے ہیں۔“ (صحیح مسلم: 2276/5938، المستدرک للحاکم: 6996، سنن احمد: 11081، صحیح جامع الصغير

3225، سنن ترمذی: 3605)

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سیدہ حاجرہ (Sayyedah Haajrah / Hagar) سے اللہ کے نبی اسماعیل پیدا ہوئے۔ اسماعیل کے بارہ (12) بیٹے ہیں۔ ان میں سے ایک بیٹے کا نام قیدار (Qaydaar / Kedar) ہے۔ قیدار کی اولاد میں عدنان (Adnaan) پیدا ہوئے۔ عدنان رسول اللہ سے اکیس (21) پشت (نسلیں) پہلے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ سے چودہ (14) پشت پہلے کنانہ (Generations) پہلے پیدا ہوئے۔

① میں تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں (القرآن-یونس: 16:10)

(Kinaanah) پیدا ہوئے، گیارہ (11) پشت پہلے فہر بن مالک (Fehar bin Maalik) پیدا ہوئے۔ رسول اللہ کے پردادا (Great Grandfather) کا نام ہاشم (Haashim) ہے۔ رسول اللہ کا خاندان عدنان کی وجہ سے عدنانی (Adnaani)، کنانہ کی وجہ سے کنانی (Kinaanii) اور فہر بن مالک جن کا لقب (Title) قریش (Quraysh) ہے کی وجہ سے قریشی (Qurayshi / Qurayshite) کہلاتا ہے۔ رسول اللہ کے پردادا ہاشم کی وجہ سے یہ خاندان ہاشمی (Haashmi / Haashmite) کہلایا۔

رسول اللہ کے باپ دادا (Forefathers) میں بڑے قدر آور لوگ (Stalwarts) پیدا ہوئے۔ قُصی بن کلاب (Qusaey bin Kalaab) اُن میں سے ایک ہیں۔ قُصی نے مکہ کو ایک شہر کی شکل دی اور یہاں بہت سے انقلابی اقدام (Revolutionary steps) کئے۔ ان میں حج کے لیے آنے والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام (Arrangement)، بیت اللہ کی دیکھ بھال (Look after)، مکہ کی حفاظت (Protection) اور اہم معاملات حل کرنے کے لیے اسمبلی (Assembly) کا نظام شامل ہے۔ رسول اللہ کے پردادا ہاشم بن عبدمناف (497-466, 32) (Haashim bin 'Abd Manaaf) نے مکہ کی تجارت (Trade) کو نیا رخ (Dimension) دیا۔ ان سے پہلے عرب سے تجارتی قافلے (Trade caravan) سال میں ایک (1) بار ہی دوسرے ملکوں کو جایا کرتے تھے۔ ہاشم نے مکہ سے تجارت کے لیے دو (2) بار قافلے بھیجا شروع کئے۔

رسول اللہ کے دادا (Grandfather) عبدالمطلب بن ہاشم نے مکہ کے تمام قبیلوں (Tribes) کو باپ کی طرح سنبھالا (Took care of)۔ صدیوں سے گم (Lost) آب زم زم کا چشمہ (Zam-Zam spring) ڈھونڈا اور لوگوں کے لیے پانی کی سہولت (Facility) کعبہ کے اندر مہیا (Provide) کی۔ عبدالمطلب نے دُعا مانگی کہ اللہ کریم انہیں دس (10) بیٹے عطا کرے، جو ان کی زندگی میں جوان ہو جائیں تو ان میں

سے ایک (1) بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کریں گے۔ اللہ کریم نے اُن کی دُعا قبول کی (Accepted)۔ عبدالمطلب کے تیرہ (13) بیٹے ہیں۔ قربانی کے لیے قرعہ اندازی (Balloting) کی گئی تو فال (Casting of lot) عبد اللہ بن عبدالمطلب کے نام نکلی۔ عبدالمطلب بیٹے کی قربانی کرنے کے لیے تیار تھے لیکن قبیلہ اور عزیز رشتہ داروں کے دباؤ (Pressure) پر ایسا کرنے سے رُک گئے۔ عبد اللہ کے بدلہ میں ایک سو (100) اُونٹ قربان کئے گئے۔

عبد اللہ کی شادی یثرب (Yathrab) میں بنی زہرہ (Bani Zahrah) کی سیدہ آمنہ بنت وہب (549-576,28) سے ہوئی۔ شادی کے چند مہینے بعد عبد اللہ ایک (1) تجارتی سفر پر شام (Syria) گئے۔ واپسی پر یثرب میں بیمار (Sick) ہوئے اور اللہ کو پیارے (Died) ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد محرم (Mohar-ram) کے مہینہ میں یمن کا حاکم (Ruler) اُبرہہ (Abraham) ساٹھ ہزار (60,000) لوگوں کی فوج لے کر جس میں ہاتھی (Elephants) شامل تھے، مکہ پر حملہ آور (Attacked) ہوا۔ اُبرہہ کی فوج کے وادی مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابا بیلوں کا گروہ (Flock of Martins) اُڑتا ہوا آیا۔ ابا بیلوں نے ہاتھی والوں کی فوج پر کنکریاں (Pebbles) برسائیں جس سے یہ فوج تباہ و برباد (Destroyed) ہو گئی جبکہ بیت اللہ (Baitullah / K'abah) محفوظ رہا۔

اس واقعہ کے پچپن (55) دن بعد سیدہ آمنہ کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد بن عبد اللہ رکھا گیا۔ عرب کے رواج (Tradition) کے مطابق بیٹے کو ایک دائیہ (Wet nurse) جس کا نام حلیمہ سعدیہ (Haleemah S'adiyah) ہے، کے حوالہ (Handover) کیا گیا کہ وہ بچے کو اپنے ساتھ گاؤں لے جائے۔ ایسا کرنے کا مقصد بچوں کے لیے صاف ستھری فضا (Neat and clean air) اور خالص عربی زبان (Authentic 'Arabic

(language) سکھانا تھا۔ حلیمہ سعدیہ نے بچے کو لے کر اپنے گاؤں واپس جاتے ہوئے انہم (Extraordinary) واقعات دیکھے۔ اُن پانچ (5) سالوں میں جو رسول اللہ نے حلیمہ کے گاؤں میں گزارے، بہت سے انہم واقعات ہوتے رہے۔ پانچ (5) سال کی عمر میں رسول اللہ، حلیمہ سعدیہ کے گاؤں سے اپنی والدہ کے پاس مکہ واپس آگئے۔ ایک سال بعد سیدہ آمنہ رسول اللہ کو لے کر یثرب گئیں۔ ان کی کنیز (Bondwoman) اُمّ ایمن (Umm e Ayman) بھی ان کے ساتھ تھیں۔ ایک (1) مہینہ یثرب میں گزارنے کے بعد مکہ واپسی کے سفر پر ابواء (Abwaa) کے مقام پر سیدہ آمنہ کی طبیعت بگڑی اور وہ وفات پا گئیں۔ یہ وقت رسول اللہ کے لیے بہت ہی مشکل تھا۔ رسول اللہ کے آنسو (Tears) رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ دیا ر غیر (Foreign land)، والدہ کی وفات جبکہ والد ان کے پیدا ہونے سے پہلے وفات پا چکے تھے، رسول اللہ کے لیے یہ بہت مشکل وقت تھا۔ اُمّ ایمن، رسول اللہ کو لے کر مکہ واپس آئیں مگر سیدہ آمنہ کے بغیر۔

اگلے دو (2) سال رسول اللہ اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ رہے۔ آخری وقت آنے پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابی طالب بن عبدالمطلب (Abi Taalib bin Abdul Mut-talib) (535-619, 85) کو بلا کر رسول اللہ کی سرپرستی (Guardianship) کی ذمہ داری (Responsibility) دی۔ رسول اللہ اپنے چچا ابی طالب کے ساتھ رہنے لگے۔ ان کی چچی (Paternal Aunt / Wife of father's brother) فاطمہ بنت اسد (Faatimah bint Asad) (555-626, 72) نے رسول اللہ کی خوب خدمت کی۔

رسول اللہ کی عمر (Age) نو (9) سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابی طالب کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر گئے۔ وہاں ان کی ملاقات بحیرہ راہب (Bahirah Clergyman) سے ہوئی جو بہت علم والا (Knowledgeable) اور عقلمند (Wise) تھا۔ بحیرہ راہب نے ابی طالب سے کہا کہ میں آپ کے بھتیجے (Nephew) میں کائنات (Universe) کے آخری نبی

(The Last Prophet) کی نشانیاں (Signs) دیکھتا ہوں۔ آپ سے اسے واپس ملے لے جائیں تاکہ شام میں رہنے والے یہودی (Jews) اسے نقصان (Hurt) نہ پہنچا سکیں۔ ابی طالب نے اس تجارتی سفر میں ہونے والے منافع (Profit) کو چھوڑا اور رسول اللہ کی حفاظت کے لیے انہیں لے کر واپس مکہ آگئے۔

رسول اللہ نے شام کے سفر سے واپس آ کر گھر کا خرچہ (Expenses) چلانے کے لیے اپنے چچا کا ہاتھ بنا کر (Extending hand for help) شروع کر دیا۔ آپ بکریاں چرانے (Graze) لگے اور اس سے ملنے والی رقم (Amount) سے اپنے چچا کی مدد شروع کر دی۔ رسول اللہ بکریاں چراتے ہوئے کائنات اور اس کے بارے میں سوچ بچار (Rumination) کیا کرتے تھے۔ عمر بیس (20) سال ہوئی تو رسول اللہ نے تجارتی قافلے لے کر تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں اور ملکوں میں جانا شروع کر دیا۔ جلد ہی رسول اللہ نے اس میدان (Field) میں اپنا نام (Fame) پیدا کر لیا۔ رسول اللہ کی عادتیں (Habits) اور معاملات (Dealing) اس قدر اچھے تھے کہ لوگوں نے آپ کو امین (Ameen / Trustworthy) (امانت دار) اور صادق (Saadiq / Truthful) (سچا) کہنا شروع کر دیا۔

مکہ سے سب سے بڑا قافلہ گرمیوں کے موسم (Summers) میں ملک شام جایا کرتا تھا جس میں مکہ کے تمام تاجر اپنا سامان لے کر خود جاتے یا کسی دوسرے کے ہاتھ بھیجتے۔ مکہ میں سیدہ خدیجہ بنت خویلد (Sayyedah Khadijah bint Khuwaylid) (555-619,65) نام کی خاتون تاجر بھی رہتی تھیں۔ ان کا سامان تجارت، مکہ میں رہنے والے تمام تاجروں کے مجموعی (Collective) سامان سے زیادہ ہوا کرتا تھا۔ خدیجہ بنت خویلد نے اپنا تجارتی سامان رسول اللہ کے ساتھ شراکت (Partnership) میں شام بھیجا۔ ساتھ ہی رسول اللہ کی خدمت کے لیے اپنا ایک غلام (Slave) بھی بھیجا جس کا نام میسرہ

(Maysarah) ہے۔ اس تجارتی سفر میں سیدہ خدیجہ کا کاروباری منافع (Business profit) پہلے تمام قافلوں سے دو (2) گنا (Times) زیادہ رہا۔

میسرہ نے سفر سے واپسی پر سیدہ خدیجہ کو رسول اللہ کے اخلاق (Manners) اور کاروباری معاملات (Business dealings) کے علاوہ سفر میں پیش آنے والے مختلف واقعات (Incidents) بتائے تو سیدہ بہت خوش ہوئیں۔ اس سفر سے واپسی کے چند مہینے بعد سیدہ خدیجہ کی خواہش (Desire) پر رسول اللہ نے اُن سے نکاح (Wedding) کر لیا۔ سیدہ نے نکاح پر رسول اللہ کو ایک غلام تحفہ (Gift) میں دیا۔ رسول اللہ نے غلام کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ غلام اپنی خوشی سے رسول اللہ کے پاس ہی رہنے لگا اور خدمت کرتا رہا۔ رسول اللہ کی عمر پینتیس (35) سال ہوئی تو مکہ میں سیلاب (Flood) آیا۔ اُس سال بارشیں (Rains) بھی زیادہ ہوئیں۔ اس کے نتیجے میں بیت اللہ کی عمارت (Building) کو نقصان پہنچا۔ اس بات کا ڈر تھا کہ بیت اللہ کی عمارت گر نہ جائے۔ فیصلہ کیا گیا کہ بیت اللہ کی نئے سرے سے تعمیر (New construction) کی جائے۔ سب قبیلے اس کام میں شریک ہو گئے۔ دیواروں کی تعمیر کے بعد حجرِ اسود (Hajar e Aswad / Black Stone) کو نصب (Fix) کرنے کا وقت آیا تو قبیلے آپس میں جھگڑا (Fight) کرنے لگے۔ جھگڑا لڑائی (Battle) میں بدلنے کے قریب تھا کہ رسول اللہ کے بہترین فیصلے (Arbitration) نے مکہ کو ایک خونریز جنگ (Bloody war) سے بچا لیا۔ اس سے مکہ میں رسول اللہ کی عزت اور اہمیت (Improtance) میں مزید اضافہ (Increase) ہو گیا۔

رسول اللہ نے اپنی زندگی کے چالیس (40) سال مکہ میں گزارے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے لوگ رسول اللہ کے اخلاق اور معاملات سے بہت متاثر (Impress) ہیں۔ یہاں رسول اللہ کی پہچان (Recognition) ایک عزت دار (Respected)، بااخلاق (Well-mannered)، شریف النفس (Gentleman)، معاملہ فہم (Acumen)

اور صلح جو (Peace lover) انسان کے طور پر ہے۔ رسول اللہ اپنا گھر چلانے کے لیے تجارت کرتے ہیں۔ رسول اللہ رمضان (Ramadaan) کا مہینہ عبادت اور سوچ بچار کے لیے غار حرا (Ghaar e Hira / Cave Hira) میں گزارتے ہیں۔ یہاں رسول اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ شہر اس غار سے پانچ (5) میل دور ہونے کی وجہ سے یہاں سکون (Peace) اور خاموشی (Silence / Isolation) ہوتی ہے۔

رسول اللہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں اور خاندان کا بہت خیال (Care) رکھتے ہیں۔ غریبوں (Poor) کی مدد کرنا، بوڑھے لوگوں کا بوجھ (Burden) اٹھانا، بیماروں کی عیادت کرنا (Visiting the sick)، معاشرہ (Society) میں اپنا کردار (Role) ادا کرنا، تجارت اور بکریاں پال کر روزگار (Earning) کمانا رسول اللہ کے معمولات (Routine) ہیں۔ عزت دار خاندان سے تعلق ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ذاتی خوبیوں کی وجہ سے مکہ میں اعلیٰ مقام (High stature) رکھتے ہیں۔

اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا ①

پیر (Monday) اکیس (21) رمضان 40 فیل (610 عیسوی) کو غار حرا میں جبریل (Jibreel / Gabriel) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ جبریل، رسول اللہ کے لیے اللہ کریم کا پہلا پیغام وحی (Revelation) کی صورت میں لے کر آئے۔ رسول اللہ نے اللہ کریم کے کلام کی ہیبت (Fright) محسوس کی اور اپنے گھر تشریف لے آئے۔ سیدہ خدیجہ نے رسول اللہ کو اس حال میں دیکھ کر ان کی ڈھارس (Consolation) بندھائی کہ آپ جیسے اعلیٰ کردار اور اخلاق رکھنے والے انسان کو اللہ کریم رسوا (Disgrace) نہیں کر سکتا۔ سیدہ، رسول اللہ کو لے کر اپنے چچا زاد (Cousin) ورقہ بن نوفل (Warqah bin Nawfal) کے پاس گئیں۔ ورقہ، انجیل کے عالم تھے۔ ورقہ بن نوفل نے ساری بات سننے کے بعد رسول اللہ سے کہا کہ آپ اس امت (Ummah) کے نبی ہیں۔ آپ کی قوم آپ پر ظلم (Torture) کرے گی۔ آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔

رسول اللہ کو حکم ملا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ (Preaching) کا آغاز (Start) اپنے قریبی رشتہ داروں (Relatives) سے کریں۔ رسول اللہ نے قبیلہ کے لوگوں کو اپنے گھر دعوت (Feast) پر بلایا۔ کھانا کھلانے کے بعد رسول اللہ نے انہیں اللہ کا پیغام پہنچایا تو آپ کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب (Abu Lahab bin 'Abdul Mut-talib) نے آپ کی شدید مخالفت (Immense opposition) کی۔ چچا ابی طالب نے رسول اللہ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ ابتدائی دنوں (Early days) میں رسول اللہ پر ایمان لانے والے سیدہ خدیجہ، علی ابن ابی طالب (Ali ibn Abi Taalib)

① اتر کر حرا سے صومے قوم آیا اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا (حقیقہ جالندھری)

(Abubakar ibn Abu Quhaafah) ابو بکر ابن ابوقحافہ (599-661,63)

(573-634,62)، زید بن حارثہ (581-629,49) (Zayd bin Haarithah) اور بلال

حبشی (580-640,61) (Bilal Habshi) تھے۔ اسلام کی تبلیغ کی مخالفت (Opposition)

بڑے زور و شور سے کی گئی۔ رسول اللہ پر ایمان لانے والوں پر زندگی تنگ (Made life

difficult) کردی گئی۔ کسی کو آگ سے جلایا گیا تو کسی کو بھوکا پیاسا رکھ کر تپتی ہوئی ریت

(Burning sand) پر لٹایا گیا اور سینہ (Chest) پر بھاری (Heavy) پتھر رکھ دیا گیا۔ کسی کو

جان سے مار دیا گیا تو کسی کو خاندان اور قبیلہ سے ہی نکال دیا گیا۔ جو غلام (یا کنیز) رسول

اللہ پر ایمان لے آتا، اُس کے لیے سانس لینا (Breathing) بھی دشوار (Difficult)

ہو جاتا۔ ایمان لانے والے اپنی جانوں پر ظلم برداشت (Bear) کرتے رہے لیکن رسول

اللہ کے دین پر قائم (Steadfast) رہے۔

قریش مکہ نے رسول اللہ کے دین کو پھیلنے (Spread) دیکھا تو ایک وفد

(Delegation) یثرب کے یہودی علماء (Jew scholars) کے پاس بھیجا کہ جان سکیں کہ محمد

بن عبد اللہ نبوت (Prophethood) کے دعویٰ (Claim) میں سچا ہے یا نہیں۔ یہودیوں

نے انہیں تین (3) سوال بتائے کہ ان کا جواب دینے کی صورت میں محمد بن عبد اللہ اپنے

دعویٰ میں سچا ہے (معد رسول اللہ: 422/1)۔ سوال ایسے تھے کہ ان کے بارے میں مکہ میں رہنے

والوں نے کبھی سنا بھی نہیں تھا۔ رسول اللہ نے ان سوالوں کے جواب ٹھیک ٹھیک دے

دیئے بلکہ اُس سے کہیں زیادہ بتایا جو پوچھا گیا تھا، تب بھی یہودی اور مکہ کے قریش رسول

اللہ پر ایمان نہیں لائے۔

رسول اللہ لوگوں کو ایک (1) خدا کی عبادت اور سب کے برابر ہونے کا درس

(Teach) دیتے ہیں۔ قریش، رسول اللہ کی تبلیغ اور معاشرہ میں برابری (Equality) کے

نظام سے سخت پریشان ہوئے۔ وہ آپس میں کہتے تھے ”اگر ایسا چلتا رہا تو ایک دن پورے

عرب پر محمد کا دین چھا جائے گا۔“ قریش نے دین کو روکنے کی ہر کوشش (Effort) کر چکے لیکن ناکام (Fail) رہے۔ وہ رسول اللہ کے پاس ایک انوکھا خیال (Unique idea) لے کر آئے جس کے مطابق وہ چاہتے تھے کہ مکہ کا اتحاد (Unity) دوبارہ قائم ہو جائے۔ اس کے لیے تمام لوگ ایک (1) سال لات (Laat) اور عزیٰ (Uzzaa) کی عبادت کریں اور دوسرے سال محمد کے خدا کی۔ اس میں قریش کے مطابق ان کا بھی فائدہ تھا اور رسول اللہ کا بھی۔ قریش اس بار بھی ناکام رہے کیونکہ رسول اللہ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اعلانِ نبوت کے پانچ (5) سال بعد قریش کا ظلم حد سے بڑھا تو رسول اللہ نے اپنے ماننے والوں (Believers) کو حبشہ (Habshah / Abyssinia) ہجرت (Migration) کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی (Najaashi) بہت رحم دل (Kind hearted) اور انصاف پسند (Just) تھا۔ مکہ میں رہنے والے آدھے (Half) مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ ہجرت کرنے والوں کی تعداد سولہ (16) تھی۔ (مسلمانوں کی کل تعداد اُس وقت تقریباً پچیس (25) تھی۔) مسلمانوں کو حبشہ رہتے ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ قریش نے پیغام بھیجا کہ مکہ میں سب لوگ رسول اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، جسے سنتے ہی ہجرت کرنے والوں کی بڑی تعداد مکہ واپس آگئی۔

اس دوران دو (2) اہم قریشی سردار، رسول اللہ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب (571-625,57) (Hamzah bin 'Abdul Mut-talib) اور عمر بن خطاب (584-644,61) (Khat-taab) رسول اللہ پر ایمان لے آئے جس سے مسلمانوں کو بہت طاقت ملی۔ اس کے بعد رسول اللہ پر ایمان لانے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی۔ اب تو قریش کی دشمنی اور غصہ (Anger) کی حد نہ رہی۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم بہت زیادہ بڑھ گیا۔ مسلمان ایک بار پھر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس بار حبشہ جانے والوں کی تعداد اٹھاسی (88) تھی۔ قریش کا شاید ہی کوئی خاندان تھا جس سے کوئی ہجرت کر کے حبشہ نہ

گیا ہو۔ قریش نے انہیں واپس لانے کے لیے دو (2) ماہر سفارت کار (Expert diplomats) حبشہ بھیجے جو بادشاہ اور اُس کے قریبی لوگوں کے لیے بہت سے تحفے بھی ساتھ لے کر گئے۔ مسلمانوں کو اُن کے حوالے کرنے کے مطالبہ (Demand) پر بادشاہ نے مسلمان مہاجرین (Emigrants) کو دربار (Court) میں بلایا اور دونوں فریقوں (Parties) کی بات سننے کے بعد مسلمانوں کے حق (Favour) میں فیصلہ (Decision) دے دیا۔

اس ناکامی (Failure) کو قریش کسی طور برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ قریشی سردار اکٹھے ہوئے اور رسول اللہ کے چچا ابی طالب کو دھمکی (Threat) دی کہ محمد کو ہمارے حوالے کریں ورنہ ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ ابی طالب نے اس بات سے صاف انکار کر دیا تو انہوں نے دھمکی دی کہ ہم محمد کو دھوکہ (Deceit) سے قتل کر دیں گے۔ یہ بہت خطرناک (Dangerous) دھمکی تھی۔ ابی طالب نے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور انہیں رسول اللہ کی حفاظت کرنے کا پابند (Bound) بنایا۔ بنی ہاشم سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں نے اس بات کا عہدہ (Commitment) کیا کہ وہ رسول اللہ کی حفاظت اپنے خون کے آخری قطرہ (Last drop of blood) تک کریں گے۔ اس معاہدہ میں ابو لہب اور اُس کے خاندان کے سوا بنی ہاشم کے تمام لوگ شامل تھے خواہ وہ رسول اللہ پر ایمان لائے یا نہیں۔ ان تمام حربوں (Tactics) سے بھی قریش اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

قریش مکہ ایک بار پھر اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (Social boycott) کیا جائے۔ بنی ہاشم سے کسی قسم کا لین دین (Dealing) اور کاروبار نہ کیا جائے۔ بنی ہاشم تک کھانے پینے کی چیزیں (Food items) نہ پہنچنے دی جائیں۔ ایسا اُس وقت تک کیا جائے جب تک بنی ہاشم محمد کو قریش کے حوالہ نہ کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قریش کو یہ اختیار (Authority) دیا جائے کہ وہ محمد کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں۔

رسول اللہ اور اُن کا خاندان اپنے گھروں سے نکل کر پہاڑوں (Mountains) کے درمیان خیموں (Tents) میں رہنے لگے۔ یہ بہت ہی مشکل وقت تھا جس میں بنی ہاشم بھوکے پیاسے رہے۔ درختوں کے پتے (Tree leaves) اور خشک چھڑا (Dry leather) کھانے پر مجبور (Compel) کر دیئے گئے۔ بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (Social boycott) تین (3) سال تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں سیدہ خدیجہ بیمار ہوئیں اور سوشل بائیکاٹ (Social boycott) ختم ہونے کے چند دن بعد ہی وفات پا گئیں۔ ابھی دس، بارہ (10,12) دن گزرے تھے کہ رسول اللہ پر جان نثار (Devote) کرنے والے چچا ابی طالب بھی دُنیا سے رخصت (Left for eternal world) ہو گئے۔ رسول اللہ سے دشمنی رکھنے والا چچا ابولہب اب بنی ہاشم کا سردار تھا۔ ابولہب نے اعلان (Announce) کر دیا:

”محمد کا بنی ہاشم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بنی ہاشم رسول اللہ کی حفاظت کے پابند نہیں۔“

اس کے بعد رسول اللہ کے لیے مکہ میں رہنا آسان نہیں تھا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار آپ کی جان کے دشمن تھے۔ اُنہوں نے رسول اللہ کو تنگ کرنے کا کوئی موقع جانے نہیں دیا۔ سجدہ (Prostration) میں جانے پر اُمیہ بن خلف (Umayyah bin Khalf) (d:624) نے گندگی سے بھری (Filled with filth) اُونٹ کی اوجھڑی (Rumen) رسول اللہ کے سر اور کندھوں (Shoulders) پر یوں رکھ دی کہ آپ سانس (Breath) بھی نہ لے سکیں۔ قریشی سرداروں کو دیکھ کر کسی کی جرأت (Dare) نہ ہوئی کہ اوجھڑی رسول اللہ کے کندھوں سے ہٹائے۔ چھوٹی سی بچی سیدہ فاطمہ بنت محمد (605-632,28) (Sayedah Faatimah bint Muhammad) کے علم میں آیا تو وہ دوڑتی ہوئی بیت اللہ گئیں اور اس مصیبت (Calamity) سے اپنے والد کی جان چھڑائی۔

رسول اللہ کی زندگی کے لیے خطرات بہت بڑھ گئے۔ آپ نے کسی دوسرے شہر میں ٹھکانہ (Place to settle) ڈھونڈنے اور اللہ کریم کے دین کی تبلیغ کے لیے

طائف (Taa-if) جانے کا ارادہ (Intent) کیا۔ زید بن حارثہ اور رسول اللہ طائف گئے۔ آپ طائف میں دس (10) دن لوگوں تک اللہ کریم کا پیغام پہنچاتے رہے لیکن ایک بھی شخص ایمان نہ لایا۔ طائف کے لوگوں نے رسول اللہ پر ظلم کیا اور پتھر برسائے۔ رسول اللہ واپس مکہ آئے تو اُن کے پاس کسی قبیلہ کی پناہ نہیں تھی۔ بنی نوفل (Bani Nawfal) کے سردار مُطعم بن عدی (Mut'im bin 'Adi) نے رسول اللہ کو پناہ دی۔ یوں رسول اللہ مکہ میں داخل ہوئے۔

اس مشکل صورتِ حال (Situation) میں اللہ کریم نے رسول اللہ کو آسمانوں کی سیر (Ascension) کروائی۔ رسول اللہ رات میں مکہ سے فلسطین (Palestine) میں واقع بیت المقدس (Bait ul Muqdas / Al Quds) گئے۔ وہاں سے آسمانوں کا سفر کیا۔ سات (7) آسمانوں کی سیر کی۔ اس دوران آپ نے جنت اور دوزخ بھی دیکھی۔ بہت سی قوموں اور لوگوں کے حالات دیکھے۔ رات ہی رات میں واپس تشریف لے آئے۔ رسول اللہ نے واپس آ کر قریش مکہ کو اس سیر کا احوال (Story) سنایا تو وہ لوگ مذاق اُڑانے (Ridicule) لگے۔ رسول اللہ سے طرح طرح کے مشکل سوال کرنے لگے۔ رسول اللہ نے سب سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب دیئے جس پر لوگ حیران (Surprised) رہ گئے۔

رسول اللہ اس کوشش میں رہے کہ مکہ آنے والے قبیلوں کو ایمان لانے کی دعوت دیں اور اپنے رہنے کے لیے مکہ کے علاوہ کوئی دوسری جگہ ڈھونڈ لیں۔ اس کوشش میں یثرب سے آیا ہوا چھوٹا سا وفد رسول اللہ پر ایمان لے آیا۔ اس کے دو (2) سال بعد بہتر (72) مسلمان حج (Hajj) کرنے کے لیے مکہ آئے اور رسول اللہ کو یثرب میں بسنے (Settle) کی درخواست (Request) کی۔ رسول اللہ نے اس کے بعد اپنے ماننے والوں کو یثرب ہجرت کرنے کی اجازت (Permission) دے دی۔ مسلمان چھوٹی چھوٹی ٹولیاں (Group) کی صورت میں ہجرت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ مکہ میں ابو بکر ابن ابوقحافہ اور علی

ابن ابی طالب کے علاوہ کوئی قابل ذکر (Notable) مسلمان باقی نہ رہا۔

قریش نے ہر حربہ (Tactic) آزمائنے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ رسول اللہ کو جان سے ہی مار دیں۔ ایسا کرنے کے لیے انہوں نے صفر (Safar) کے مہینہ کی آخری راتوں (Last / dark nights) میں سے ایک کا انتخاب (Select) کیا۔ اسی رات اللہ کریم نے رسول اللہ کو مکہ سے یثرب ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ رسول اللہ اور ابو بکر اپنے گھر سے ہجرت کرنے کے لیے رات کے اندھیرے (Darkness) میں نکلے۔ بہت سی مشکلات (Difficulties) جھیلنے (Bear) ہوئے، اپنی جان بچانے کے لیے رسول اللہ بارہ (12) دن کا سفر طے کر کے 12 ربیع الاول 13 نبوی یثرب کے قریبی علاقہ قُبا

(Qubaa) پہنچ گئے ہیں۔ (محمد رسول اللہ: 718/1)

اعلانِ نبوت کے بعد گزرنے والے تیرہ (13) سال رسول اللہ کی زندگی کا مشکل ترین (The most difficult) دور ہے۔ (ان سب واقعات اور رسول اللہ کی مکی زندگی (Meccan life) کی تفصیل (Detail) جاننے کے لیے محمد رسول اللہ کی زندگی کا مطالعہ (Study) کریں)۔

اب ہم آنے والے صفحات (Pages) میں ہجرت کے بعد رسول اللہ کی زندگی کے بارے میں جانتے ہیں۔ مکہ میں اپنی زندگی کے تریپن (53) سال گزارنے کے بعد رسول اللہ ہجرت کر کے قُبا میں موجود ہیں (محمد رسول اللہ: 640/1)۔ ہم بھی قُبا چلتے ہیں۔ رسول اللہ کی مدنی زندگی میں ہم آپ کے ساتھ ساتھ سفر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ اس کتاب میں تمام واقعات اسی ترتیب سے لکھے گئے ہیں جیسے یہ رونما (Occur) ہوتے رہے۔

شہر محبت میں پہلا دن ①

- قبا، پانچ (5) کلومیٹر دور یثرب کا مضافاتی علاقہ (Suburban) ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت یثرب میں تین (3) طرح کے لوگ آباد ہیں۔
- 1۔ رسول اللہ کے یثرب ہجرت کرنے سے پہلے ایمان لانے والے (مسلمان) جنہیں انصار (Helpers) کہا جائے گا۔ انہوں نے رسول اللہ پر دل و جان نثار کر دیئے ہیں۔
 - 2۔ یہودی جو اس کائنات کے آخری نبی کے انتظار میں یہاں آکر آباد ہوئے ہیں۔
 - 3۔ مشرک (Polytheist) جو جنوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد: 3000)

بنی اوس ربیع بنی خزرج (Bani Aws / Bani Khazraj)

یثرب میں رہنے والے عرب دو قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نام بنی اوس اور بنی خزرج ہیں۔ بنی اوس یثرب کے جنوب (South) اور مشرق (East) میں رہتے ہیں جبکہ بنی خزرج وسطی (Central) اور شمالی (Northern) علاقہ میں آباد ہیں۔ یہ قبیلے تیسری صدی (Third century) عیسوی میں آکر یہاں آباد ہوئے۔ بنی اوس اور بنی خزرج ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔ یہودی ان قبیلوں کو آپس میں لڑاتے ہیں تاکہ ان کی اہمیت میں اضافہ ہوتا رہے۔ آسان لفظوں میں یہودی، ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ (Divide and rule) کے اصول (Principle) پر عمل کرتے ہیں۔

انصار رسول اللہ کی ہجرت کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ وہ اس ہجرت سے مستقبل

① شہر محبت میں پہلا دن (المستدرک للحاکم: 4283)

(Future) میں پیش آنے والی مشکلات کے لیے تیار ہیں۔ انصار تو رسول اللہ پر اپنا دل، جان بلکہ ہر چیز نثار کر چکے ہیں۔ مکہ میں رہنے والے مشرک رسول اللہ کے آنے پر ناراض ہیں نہ خوش۔ انہیں مسلمانوں کے دین سے کوئی غرض (Concern) نہیں ہے۔ یثرب اور اس کے ارد گرد کے علاقوں (Suburbs) میں لوگ گلیوں اور محلوں (Neighbourhoods) میں جا کر اللہ کے رسول کی یثرب آمد (Arrival) کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہودی بھی رسول اللہ کے یثرب آنے سے خوش ہیں۔ یہ بڑے شوق (Excitement) سے رسول اللہ سے ملنے آرہے ہیں۔ یہ تو مدتوں (Ages) سے اس انتظار (Wait) میں ہیں۔ انہیں اُمید ہے کہ رسول اللہ ان کے دین یہودیت (Judaism) کو اپناتے ہوئے اس کی ترقی (Prosperity) کے لیے کوشش کریں گے۔ یہودیوں کے علم میں آیا ہے کہ مسجد قبا کا قبلہ (رُخ - Direction) بیت المقدس کی طرف ہے۔ مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید گزشتہ پینچھروں (Prophets) کا ذکر بڑے احترام سے کرتا ہے۔ رسول اللہ سے یہودیوں کی اُمیدیں (Hopes) بڑھ گئی ہیں۔

یثرب میں ایک صاحب علم شخصیت آباد ہے۔ انہیں تورات پر عبور حاصل ہے۔ انہیں مکہ میں اللہ کے رسول کے ظاہر ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والے کا نام پوچھا، اُن کے خاندان اور آباؤ اجداد (Forefathers) کے بارے میں، اُن کی عادتوں اور کردار کے بارے میں معلومات لی ہیں۔ انہوں نے تورات میں دی گئی نشانیوں کی روشنی میں رسول اللہ کی شخصیت کو پرکھا (Judge) ہے۔ اپنی تحقیق (Research) کے بعد اس نتیجہ (Conclusion) پر پہنچے ہیں کہ محمد بن عبد اللہ ہی اللہ کے آخری رسول ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ کے بارے میں اپنی تحقیق کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ یہ اللہ کے رسول کی یثرب ہجرت کرنے کے انتظار میں ہیں۔ انہوں نے سنا ہے کہ اللہ کا رسول مکہ سے ہجرت کر کے قبا آیا ہے۔ آج یہ عالم اپنے باغ میں پھل اُتار (Pick) رہے ہیں۔ ان کی خالہ خالدہ بنت حارث (Khaildah bint Haarith) اس درخت کے

نیچے آرام کر رہی ہیں۔ یہ درخت سے اتر کر اپنی خالہ سے کہہ رہے ہیں:
”مکہ سے قبا آنے والا اللہ کا نبی ہے۔ وہ موسیٰ کا بھائی اور اللہ کے

دین کی پیروی (Follow) کرنے والا ہے۔“

خالہ: ”حصین! اتنی خوشی تو تمہیں اللہ کے نبی موسیٰ کے آنے کی نہیں ہوگی جتنی میں تمہارے
چہرے پر اس وقت دیکھ رہی ہوں۔“

یہودی عالم: ”اللہ کے نبی وہی پیغام لائے ہیں جو موسیٰ لے کر آئے تھے۔“

خالہ (کچھ دیر خاموشی کے بعد): ”کیا یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق تم ہمیں تورات کی
نشانیوں بتاتے ہو؟ وہی نبی جو پہلے آنے والے رسولوں اور نبیوں کی تعلیم کو بڑھاتے
ہوئے اس دین کو مکمل (Complete) کرے گا؟“ (Hughes dictionary of Islam:)

(Abdullah ibn Salam)

یہودی عالم: ”جی ہاں“

یہودی عالم، رسول اللہ کے پاس آگئے ہیں۔ ان کا تعلق بنی قینقاع (Bani
Qaynqa'a) سے ہے (صحیح بخاری: 4028)۔ انہوں نے سب سے پہلی بات جو رسول اللہ سے
سنی وہ یہ ہے:

”سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی (Keeping good

relations with others) کرو اور جب لوگ سو رہے ہوں، اُس وقت

نماز پڑھو تو تم سلامتی (Peace) کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (جمع

ترمذی: 2485، المستدرک للحاکم: 4283، البدایہ و النہایہ: 198/3، مسند احمد: 8251، سنن ابن

ماجہ: 1334، السلسلہ الصحیحہ: 461)

انہوں نے رسول اللہ کو دیکھتے ہی کہا ہے:

”یہ چہرہ کسی جھوٹے (Liar) کا نہیں ہو سکتا۔“ (صحیح بخاری: 4480)

انہوں نے رسول اللہ سے کہا ہے کہ میرے کچھ سوال ہیں جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ نے اجازت دی تو پوچھ رہے ہیں:

- 1- قیامت کی پہلی نشانی (Sign) کیا ہے؟
- 2- جنت میں جانے والوں کا سب سے پہلا کھانا (Meal) کیا ہوگا؟
- 3- شکل و صورت (Features) میں کچھ بچے ماں اور کچھ باپ پر کیوں ہوتے ہیں؟ (صحیح بخاری: 3329، سند احمد: 11784)

اس یہودی عالم کو علم ہے کہ ان سوالوں کے جواب نبی کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتے، اس لیے ہی انہوں نے یہ سوال پوچھے ہیں۔ (صحیح بخاری: 3329) رسول اللہ بتا رہے ہیں:

رسول اللہ: قیامت کی سب سے پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق (East) سے مغرب (West) کی طرف لے کر جائے گی۔

یہودی عالم: ”آپ نے صحیح کہا۔“

رسول اللہ: جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتیوں کو مچھلی کی کلیجی (Fish liver) کھانے کے لیے دی جائے گی۔

یہودی عالم: ”آپ نے سچ کہا ہے۔“

رسول اللہ: شکل و صورت میں کچھ بچے ماں اور کچھ باپ پر اس لیے ہوتے ہیں کہ اس کا تعلق مرد اور عورت کے نسب (Genes) سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے شکل صورت

بنتی ہے۔ (صحیح بخاری: 3329، سند احمد: 11784)

یہودی عالم: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا (Except) کوئی عبادت کے لائق نہیں

اور (محمد) آپ اللہ کے رسول ہیں (صحیح بخاری: 3329، 3938، البیہاق والنہاہ: 198/3)۔ میرا نام

حصین بن سلّام (550-663, 114) (Haseen bin Sallaam) ہے (سیرت ابن

بشام: 454/1)۔ اللہ کے رسول! میری قوم کے دوسرے لوگ بھی آپ سے ملنے آرہے ہیں۔ آپ انہیں میرے ایمان لانے کا بتانے سے پہلے میرے بارے میں پوچھئے گا اور پھر اُن پر میرا ایمان لانا ظاہر (Reveal) کیجئے گا۔“ (صحیح بخاری: 3911, 3329, مسند

احمد: 11784، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: 460)

تھوڑی دیر میں مزید کچھ یہودی رسول اللہ سے ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے مذاکرہ (Dialogue) کیا تاکہ جان سکیں کہ رسول اللہ موسیٰ کا دین (یہودیت) کب اپنائیں (Adopt) گے۔ انہیں گفتگو سے اندازہ ہوا کہ رسول اللہ یہودیت نہیں اپنائیں گے تو آپ سے کہہ رہے ہیں:

”یہودی، دُنیا کی سب سے اعلیٰ قوم جبکہ باقی تمام دوسرے اور تیسرے درجے (Second and third rated) کی تو میں ہیں۔ یاد رکھیں! اگر آپ پیغمبر بننا چاہتے ہیں تو پہلے یہودیت اختیار (Adopt) کریں۔ آپ کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ آج تک جو بھی پیغمبر دُنیا میں بھیجا گیا، وہ یہودی قوم میں ہی پیدا ہوا۔ صرف یہود (Jews) ہی وہ قوم ہے جس کے نبی اس قابل (Able) ہوئے کہ اللہ نے اُن سے کلام (Direct talk) کیا۔“

رسول اللہ: ”پیغمبر ہونا میری خواہش سے نہیں بلکہ اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ کی نظر میں کوئی قوم، دوسری قوم سے بالاتر (Superior) نہیں، تمام قومیں (Nations) برابر ہیں۔ اللہ کریم جب چاہے جس سے چاہے کلام کر سکتا ہے۔“

رسول اللہ: ”حصین بن سلّام کے بارے میں تمہاری کیا رائے (Opinion) ہے؟“

یہودی: ”حصین بن سلّام بہت بڑے عالم اور بہت بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ وہ ہمارے سردار (Chief) اور ہمارے لیے فخر (Pride) کا باعث (Reason)

ہیں۔“ (صحیح بخاری: 3329)

رسول اللہ: ”تمہارا کیا خیال ہے اگر حصین مجھ پر ایمان لے آئیں؟“
یہودی: ”اللہ حصین کو اس بات سے محفوظ رکھے۔“
حصین بن سلام: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد،
اللہ کے رسول ہیں۔“

یہ سنتے ہی یہاں موجود یہودی کہہ رہے ہیں:

”حصین بن سلام بہت بُرا آدمی اور بہت بُرے آدمی کا بیٹا ہے۔“

(صحیح بخاری: 3911، مسند احمد: 11784، صحیح ابن حبان: 8240، الاکثاف: 303/1، الروض الاثاف: 517/1)

حصین: ”جماعت یہود! اللہ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں، تم جانتے ہو کہ محمد، اللہ کے رسول اور حق (Truth) کے ساتھ تشریف لائے

ہیں۔“ (صحیح بخاری: 3329، مسند احمد: 11784، سنن نسائی: 176/6، البدایہ والنہایہ: 219/3)

یہودی: ”تم جھوٹ بولتے ہو۔“

حصین بن سلام: ”اللہ کے رسول! آپ نے دیکھا کہ میرے ایمان لانے کی خبر
(News) سے پہلے یہودیوں کی میرے بارے میں کیا رائے تھی اور بعد میں انہوں
نے کیا کہا۔ میں نے اسی لیے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے بارے میں ان

سے رائے پہلے لیں۔“ (صحیح بخاری: 3329، 3936، البدایہ والنہایہ: 198/3)

یہودی: ”یاد رکھو! محمد بادشاہ (King) تو ہو سکتا ہے، نبی نہیں کیونکہ عرب میں نبوت ہے ہی
نہیں۔“

حصین بن سلام: ”میں نے رسول اللہ کو دیکھا تو اُس لمحہ (Moment) دل سے ان پر
ایمان لے آیا۔ آپ کا چہرہ دیکھتے ہی میرا یقین (Sure) تھا کہ یہ کسی سچے

(Truthful) انسان کا چہرہ ہے۔“ (المستدرک للعام: 4283، البدایہ والنہایہ: 198/3، سنن ابن ماجہ:

1334، مسند احمد: 8251)

اے رسولِ آئیں، خاتمِ المرسلین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں ہے میرا یہ عقیدہ بصدق و یقین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں ❶

رسول اللہ نے حصین کا نام بدل کر عبد اللہ (Abdullah) رکھ دیا ہے۔ عبد اللہ بن سلام (Abdullah bin Sallaam)، اللہ کے نبی یوسف (Yusuf / Joseph) کی اولاد سے ہیں (Jewish Encyclopedia: Abdallah ibn Salam، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب: 460)۔ عبد اللہ بن سلام میثرب کے رہنے والے تمام لوگوں میں معزز ہیں۔ عبد اللہ بن سلام تہتر (73) سال کی عمر میں ایمان لائے ہیں۔ رسول اللہ نے کہا ہے:

”جنت میں جانے والوں میں دسواں (10th) شخص (Person)

عبد اللہ بن سلام ہوگا۔“

عبد اللہ بن سلام کے ایمان لانے پر اللہ کریم نے رسول اللہ کو پیغام بھیجا

ہے: (الستورک للعاکم: 5754, 5756)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ
وَشَهِدًا شَاهِدًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِغْلَبِهِ فَاَمَّنَ
وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (الفران- الاحزاب: 46-10)

پیارے رسول! آپ ان یہودیوں سے جو آپ کی مخالفت

(Opposition) کرتے ہیں پوچھئے کہ کیا تم نے اس بات پر غور (Ponder)

کیا ہے کہ جو کچھ میں قرآن کی صورت میں بتاتا ہوں اگر یہ خدا کی طرف سے

ہو اور تم اس کا انکار (Deny) کرتے رہو تو قیامت کے دن تمہارا انجام

❶ اللہ کے پیارے رسول! آپ جیسا اس کائنات میں کوئی نہیں، آپ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں، آپ جیسا کوئی نہیں (پھر یہی نہیں) حسین (حسنی)

(End) کیا ہوگا؟

بنی اسرائیل! تم میں سے ایک گواہ (Witness) نے قرآن کے سچا ہونے کی گواہی بھی دی ہے۔ وہ میرے رسول پر ایمان لے آیا ہے مگر تم تکبر (Proud) سے کام لیتے ہوئے میرے رسول پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ بے انصاف (Unjust) لوگوں کو اُن کے بُرے عملوں (Deeds) کی وجہ سے ہدایت (Right path) نہیں دیتا۔

یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (مسند احمد: 8750، المستدرک

(للعاکم: 5754، 5756)

بعد کے زمانہ میں سعد ابن ابی وقاص رسول اللہ کے لیے کھانا لے کر آئے۔ رسول اللہ نے اس میں سے کچھ کھانا کھایا اور کچھ کھانا ابھی پیالہ میں باقی تھا۔ رسول اللہ نے کہا:

”اس پہاڑی راستہ سے ایک جنتی آدمی آئے گا، یہ کھانا اُس کے

لیے ہے وہ اسے کھائے گا۔“

سعد ابن ابی وقاص: ”میں اپنے چھوٹے بھائی عمیر ابن ابی وقاص کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر

آیا تھا۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ عمیر ہی اس راستہ سے آجائے۔“

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ عبد اللہ بن سلام اُس پہاڑی راستہ سے آئے اور

رسول اللہ کا بچا ہوا کھانا کھایا۔ (مسند احمد: 11786)

رسول اللہ ہجرت کے آخری مرحلہ میں دس (10) قیام کے بعد قبا سے یشرب

کے لیے روانہ ہوں گے۔

یثرب کے یہودی

587 قبل مسیح (BC) میں بابل عراق (Babel / Babylonia , Iraq) کے بادشاہ بخت نصر (Bakht Nasar / Nebuchadnezzar) نے یہودیوں کی سلطنت (Kingdom of Judah) پر حملہ کیا۔ اُس نے تیس (30) مہینے تک بیت المقدس (Jerusalem) شہر کا محاصرہ (Seige) کئے رکھا جس کے بعد اُسے فتح حاصل ہوئی۔ بخت نصر نے یہودیوں کی اینٹ سے اینٹ بجاتے ہوئے (Ruin completely) بیت المقدس شہر کو مکمل تباہ کر دیا۔ وہ لاکھوں کی تعداد میں یہودیوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ یہودیوں کے نزدیک بخت نصر اُن کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ انجیل کی کتاب: ارمیاہ (Bible: Book of Jeremiah) بخت نصر کو ایک ظالم حکمران بتاتی ہے۔ اللہ کے نبی ارمیاہ (Jeremiah) کو نوحہ خواں نبی (Weeping Prophet) کہا جاتا ہے۔ (Hillers - 1993:419)۔ بخت نصر نے اپنی حکومت کے آخری دور میں ارمیاہ کو جیل (Jail) میں قید کر دیا تھا۔ کچھ مدت بعد جیل میں دلدل (Quicksand) بنا کر ارمیاہ کو اس میں پھینک دیا گیا۔ ارمیاہ کے آخری وقت (وفات) کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ یہودیوں کے لیے یہ بہت مشکل وقت تھا۔ بخت نصر کی وفات کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس میں نئے سرے سے آباد (Settle) ہونا شروع کیا تو انہوں نے اپنی مقدس کتاب تورات کو نئے سرے سے مدون (Compile) کیا۔ یہودیوں نے کوشش کی کہ وہ:

- اپنی تاریخ کو عظیم الشان (Glorious) ظاہر کریں
- اپنے آپ کو تمام انسانی نسلوں سے بہتر اور اعلیٰ ثابت (Establish) کریں
- لوگوں کو یقین (Belief) دلائیں کہ وہ اللہ کریم کی پسندیدہ (Favourite) اور چُنی (Chosen) ہوئی قوم ہیں۔

یہودیوں کا اپنی برتری (Superiority) اور اعلیٰ نسل ظاہر (Project) کرنے کا مقصد (Objective) صرف اسی صورت میں پورا ہو سکتا تھا اگر وہ اپنا تعلق (Relation) کسی عظیم شخصیت (Great personality) سے جوڑیں (Connect) جس کی شہرت (Popularity) اور عزت پوری دنیا میں پھیلی ہو۔ انہیں یہ شخصیت اللہ کے نبی ابراہیم کی صورت (In the form) میں مل گئی۔ یہودیوں نے کمال مہارت (Expertise) سے تاریخ کو اپنے مقاصد (Objectives) کے لیے مدون کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تاریخ کو مذہبی رنگ بھی دے دیا تاکہ لوگ اسے آسانی سے قبول (Accept) کر لیں۔ انہوں نے اپنی تاریخ کا تعلق اللہ کے نبی (ابراہیم کے پوتے - Grandson) یعقوب (Yaqoob / Jacob) کے ساتھ جوڑ لیا اور اللہ کے نبی موسیٰ کی قوم (یہود) کو بنی اسرائیل (Bani Isra-eel / Sons of Isaac) کا نام دے دیا۔ یثرب میں آباد یہودی تعلیم اور دولت کی وجہ سے نمایاں (Prominent) حیثیت رکھتے ہیں۔

یہودی یثرب میں آباد تو اس کائنات کے آخری نبی کے انتظار میں ہوئے تھے لیکن جب اللہ کا رسول یثرب آیا تو آپ سے حسد (Jealous) کرنے لگے ہیں۔ یہودیوں کو یقین تھا کہ آخری رسول بنی اسرائیل سے ہوگا۔ انہیں یہ خیال بھی تھا کہ آخری نبی انہی کے دین کو آگے بڑھائے (Promote) گا۔ جب انہیں پتا چلا کہ ایسا نہیں تو انہوں نے حقیقت (Reality) ماننے سے انکار کر دیا۔ اس سلسلہ میں اُمّ المؤمنین صفیہ بنت حُئیّ (Umm ul Momineen Safiyah bint Huyy) اپنے بچپن (Childhood) کا واقعہ بیان کرتی ہیں:

”ہم یثرب میں رہا کرتے تھے۔ میری عمر سات، آٹھ (7-8)

سال تھی (معارف العیبت: 337/8)۔ میں اپنے خاندان میں سب سے لاڈلی

(Beloved) تھی۔ میرے والد حُئیّ بن اخطب (Huyy bin Akhtab) اور

چچا ابویاسر بن اکھطب (Abu Yaasir bin Akhtab) بہت پیار کرتے اور مجھے سب بچوں سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ گھر آتے ہی مجھے گود میں اٹھالینا اُن کی عادت (Habit) تھی۔ جب رسول اللہؐ تشریف لائے تو ہمیں اُن کے آنے کی خبر ہوئی۔ میرے والد اور چچا اُبا میں رسول اللہ سے ملنے کے لیے صبح صبح (Early morning) نکل گئے اور سورج غروب (Sunset) ہونے کے بعد گھر واپس آئے۔ جب واپس آئے تو بہت تھکے (Tired) ہوئے تھے۔ مجھے دونوں نے پیار سے اٹھایا نہ مجھ سے بات کی۔ وہ بہت پریشان (Disturbed) اور غم کی حالت (State of grief) میں تھے۔ میں نے سنا کہ چچا میرے والد سے پوچھ رہے تھے:

”کیا یہ وہی ہے؟“

میرے والد: ”خدا کی قسم! ہاں، وہی ہے۔“

چچا: ”کیا آپ اُسے ٹھیک سے پہچان (Recognise) رہے ہیں؟“

میرے والد: ”ہاں“

چچا: ”تو اب آپ کا اُس کے بارے میں کیا ارادہ (Intentions) ہے؟“

میرے والد: ”دُشمنی، خدا کی قسم! جب تک زندہ رہوں گا اُس سے دُشمنی کروں گا۔“

(سورت ابن ہشام: 211/2، دلائل النبوة للبیہقی: 403/2)

یہودی الہامی کتاب تورات میں بیان کی گئی نشانیوں (Signs) کی وجہ سے

رسول اللہ کو پہچانتے ہیں۔ قرآن مجید یہودیوں کا اس کائنات کے آخری نبی کو پہچاننا یوں

بیان کرتا ہے:

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۗ

وَأَنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (الفران- العبر- 146:2)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! یہ لوگ جنہیں کتاب (تورات) دی گئی، یعنی یہودی، میرے رسول محمد کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ ان کو اس بات میں کوئی شک (Doubt) نہیں کہ محمد، اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے باوجود یہودیوں میں سے ایک گروہ جان بوجھ (Deliberately) کر حق یعنی آپ کی رسالت کو چھپاتا (Hide) ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے ملنے آنے والوں میں ایک یہودی عالم آئے ہیں۔ رسول اللہ اس وقت سورہ یوسف (ہران: 12) کی تلاوت کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ کلام سن کر رسول اللہ سے پوچھا ہے:

”ابا قاسم! یہ کلام آپ کو کس نے سکھایا ہے؟“

رسول اللہ: ”یہ کلام، اللہ کریم نے وحی کے ذریعہ مجھ پر نازل کیا ہے۔“
یہودی عالم: ”مجھے یہ کلام ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے موسیٰ پر نازل ہونے والی تورات۔“
یہی یہودی عالم اس کائنات کے آخری رسول کے بارے میں تورات میں بتائی جانے والی نشانیوں کو بھی رسول اللہ میں دیکھ چکے ہیں۔ بڑی محبت سے کہہ رہے ہیں:

”آپ یقیناً وہی نبی ہیں جس کے بارے میں تورات میں خبر دی گئی۔ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔“

یثرب میں رہنے والے یہودی علماء اس کائنات کے آخری نبی کے بارے میں بہت کچھ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ قبا میں آنے والے یہودیوں کا رسول اللہ سے ملنے کے بعد فیصلہ مختلف ہے کچھ تو رسول اللہ پر نوراً ایمان لے آئے اور کچھ رسول اللہ کو پہچان کر حسد (Jealousy) میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ پر ایمان نہ لانے والے یہودی عالم

نہیں چاہتے کہ عام لوگوں کو رسول اللہ کے آخری نبی ہونے کا علم ہو۔ یہودیوں میں نمایاں
(Prominent) شخصیت ابو رافع سلام بن ابی الحقیق (Abu Rafay Sallaam bin
Abil Huqiq) کہتا ہے:

”محمد، اللہ کا رسول ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہم محمد سے نبوت
کی وجہ سے حسد کرتے ہیں۔ ہمیں صدمہ (Shock) ہے کہ نبوت بنی ہارون
(Bani Haroon / Sons of Aaron) سے نکل گئی ہے۔ یہودی میری بات
نہیں مانتے۔ ہمیں محمد کے ہاتھوں دو (2) بار ذبح (Slaughter) ہونا پڑے
گا، ایک بار یثرب میں اور دوسری بار خیبر (Khaybar) میں۔“ (زاد المعاد: 334/3)

سوال کیا گیا: ”کیا محمد ساری زمین کا مالک بن جائے گا؟“
ابو رافع: ”تورات کی قسم! جو موسیٰ پر نازل کی گئی، ہاں۔ اس کے باوجود میں یہ پسند نہیں
کرتا کہ یہودیوں کو محمد کے بارے میں میری تصدیق (Affirmation) اور گواہی کا
علم ہو جائے۔“ (زاد المعاد: 334/3)

ان باتوں سے یہودیوں کا رسول اللہ کے بارے میں ایمان (Belief) اور
حسد (Jealousy) دونوں واضح (Clearly) نظر آتے ہیں۔
یثرب میں یہودیوں کے تین (3) بڑے قبیلے اور ان کے پیشے یوں ہیں:

1۔ بنی نضیر (Bani Nudayr)

نضیر کے معنی ہیں ”تازہ پتے“ (Green leaves)۔ اس قبیلہ کا تعلق کھیتی باڑی
سے ہے۔ یثرب میں موجود باغ سب سے زیادہ بنی نضیر کی ملکیت ہیں۔ یہ لوگ بنی جذام
(Bani Jadhaam) کی ایک شاخ (Branch) ہیں جو یہودی دین اختیار کر کے جبل نضیر

(Jabl Nudayr) پر آباد ہوئے۔ اس لیے انہیں بنی نضیر کہا جانے لگا۔ یہ لوگ (عرب قبیلہ) بنی اوس (Bani Aws) کے اتحادی ہیں۔ بنی نضیر یہودیوں کا سب سے معزز قبیلہ ہے۔

2۔ بنی قریظہ (Bani Qurayzah)

قریظہ ایک درخت (Tree) کا نام ہے جس کی چھال (Bark) چمڑا رنگنے (Leather dyeing) کے کام آتی ہے۔ ان لوگوں کا پیشہ چمڑے کی مصنوعات (Products) سے متعلق (Related) ہے۔ قریظہ بنی ہارون میں سے ایک (1) کا بہن (Soothsayer) کی اولاد ہیں (السماعی للواقعی: 338/1)۔ یہ لوگ (عرب قبیلہ) بنی اوس کے اتحادی ہیں۔

3۔ بنی قینقاع (Bani Qaynqa'a)

قینقاع کا معنی ہے ”سناڑ“ (Goldsmith)۔ اس قبیلہ کا پیشہ سونے کے زیورات (Jewellery) بنانا ہے۔ اس کے علاوہ بنی قینقاع ہتھیار بناتے اور بیچتے ہیں۔ بنی قینقاع اور دوسرے یہودیوں میں اچھی دوستی نہیں ہے۔ یہ لوگ (عرب قبیلہ) بنی خزرج (Bani Khazraj) کے اتحادی ہیں۔ بنی قینقاع یثرب میں بعد میں آباد ہوئے۔ پہلے پہل (Initially) بنی نضیر اور بنی قریظہ ہی فلسطین سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔

کچھ یہودی تجارت کرتے ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ تجارت کرنے والے لوگ دوسرے ملکوں سے سامان منگواتے (Import) اور کھانے پینے کی اشیاء (Commodity) بیچتے ہیں۔ یہ بینکاری (Banking) بھی کرتے ہیں۔ رسول اللہ کا وصال (Death) ہوا تو آپ کی زڑہ بکتر (Armour) ایک یہودی کے پاس تھی جس کے بدلہ (In

(Exchange) میں آپ نے یہودی سے اپنے گھر والوں کے لیے جو (Barley) خریدنے کے لیے قرض (Loan) لیا تھا (صحیح بخاری: 2508, 2069; سنن ترمذی: 1215; سنن ابن ماجہ: 2437)۔ رسول اللہ کی ہجرت کے وقت یثرب میں یہودی سب سے زیادہ پڑھے لکھے اور منظم (Organised) ہیں۔

اوس اور خُرج میں آخری بڑی لڑائی جنگ بعثت (Bu'aath war) ہے جو رسول اللہ کی ہجرت سے پانچ (5) سال پہلے لڑی گئی۔ بنی قینقاع، جنگ بعثت میں بنی خُرج کی حمایت (Support) میں شامل ہوئے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ نے اس جنگ میں بڑی بے دردی (Brutally) سے بنی قینقاع کا خون بہایا۔

کچھ یہودی رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ وہ پوچھ رہے ہیں:

”ابا قاسم! اللہ نے فرشتوں کو نور سے، آدم کو مٹی سے، ملیس کو آگ سے، جنات کو نظر نہ آنے والے شعلے (Flames) سے، آسمان کو دھوئیں (Smoke) سے اور زمین کو پانی کی جھاگ (Foam) سے بنایا ہے۔ ہمیں بتائیں کہ آپ کرب خود کس چیز سے بنا ہے؟“

جبریل، رسول اللہ کی خدمت میں جواب لے کر حاضر ہیں:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (المرآة۔ الاعلام۔ 112)

پیارے رسول! انہیں کہہ دیجئے کہ اللہ ایک (The only) ہے۔

اللہ سب سے بے نیاز جبکہ ساری مخلوق اُس کی محتاج ہے۔ اللہ کی کوئی اولاد ہے نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔ اللہ کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ بتائیے، آپ کرب

کس چیز سے بنا ہے؟ کس جنس (Grain) سے، سونے سے، لوہے سے، چاندی سے یا پیتل سے؟ وہ کیا کھاتا پیتا ہے؟ آپ کے رب کو دنیا کس سے وارثت (Inheritance) میں ملی ہے؟ اُس کے بعد اس دنیا کا وارث (Successor) کون ہوگا؟

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق مکہ میں رسول اللہ سے پوچھا گیا:

”آپ ہمیں اپنے رب کا نسب (Lineage) بتائیے۔“

عرب میں رواج (Tradition) ہے کہ کسی کی بات کی اہمیت یا کسی کے بارے میں جاننا چاہیں تو پہلے اُس کا نسب پوچھتے ہیں۔ ہر بار جواب میں سورہٴ اخلاص نازل ہوئی۔ تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ سورہٴ اخلاص مکہ اور مدینہ میں کئی بار نازل ہوئی۔

رسول اللہ نے عبادت کے لیے جمعہ کے دن کو افضل (Preferred) قرار (Declare) دیا تو یہودی مایوس (Disappointed) ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے افضل دن ”یوم سبت“ (ہفتہ - *Yaum e Sabt / Saturday*) ہے۔ یہودیوں کا رسول اللہ کی نبوت پر ایک (1) اعتراض (Objection) یہ ہے کہ آپ اللہ کے نبی اسحاق کی اولاد سے نہیں بلکہ اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔ یہودیوں کے خیال میں نبی صرف اسحاق کی اولاد میں ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔ انہیں دوسرا (2nd) اعتراض یہ ہے کہ آپ عیسیٰ کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ یہودیوں کا عیسیٰ کے متعلق ایمان اس سے بالکل برعکس (Opposite) ہے۔

یہودیوں کو اس بات کا مکمل یقین ہو گیا ہے کہ رسول اللہ کبھی یہودی دین نہیں اپنائیں گے۔ انہوں نے رسول اللہ سے دشمنی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے یثرب میں یہ بات پھیلا دی ہے کہ یہودی دین کی مخالفت (Opposition) کی وجہ سے مسلمان عورتیں بے اولاد (Issueless) رہیں گی۔ اب مسلمانوں کے گھروں میں اولاد

پیدا نہیں ہوگی (صحیح بخاری: 5489)۔ اگر یثرب کا رہنے والا کوئی شخص اسلام قبول کرے گا تو اُس کے گھر بھی اولاد نہیں ہوگی۔

یہودیوں میں بہت اُثر و رسوخ والا ایک سردار تھا۔ وہ خاندانی طور پر یہودی نہیں تھا۔ اُس کا نام اشرف اور تعلق عرب قبیلہ بنی نہیان (Bani Nehan) سے ہے۔ اُس نے اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا، وہاں سے بھاگ نکلا اور یثرب میں آکر رہنے لگا۔ اُس کی شادی بنی نُفیر کے سردار ابی اَلْحَقِيق (Abil Huqeeq) کی بیٹی عقیلہ (Aqeelah) سے ہوئی۔ اس طرح اُس کا یہودیوں سے تعلق بڑھتا گیا۔ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کعب (K'ab) رکھا گیا (فتح الباری: 202/15، سیرت ابن ہشام: 74/3، تاریخ طبری: 488/2)۔ کعب کے والد کی وفات ہوئی تو وہ ابھی کم عمر تھا۔ کعب اپنی والدہ کے قبیلہ میں پلا بڑھا اور یہودی دین کی پیروی کرتا ہے۔ کعب جوان ہوا تو بڑا خوش شکل، دراز قد (Tall) اور مردانہ وجاہت (Handsome) کا حامل (Possessing) ہے۔ اس کو عربی زبان پر بھی عبور (Expertise) حاصل ہے۔ دولت مند ہونے کی وجہ سے یہودیوں کا سردار بن گیا ہے۔ کعب بن اشرف کا تعلق بنی قینقاع سے ہے۔ اس نے تمام یہودی علماء (Jew scholars) کے لیے ماہانہ وظیفہ (Monthly stipend) مقرر کر رکھا ہے۔ اس طرح یہودی عالم کعب کے زیر اثر (Under influence) ہیں۔ رسول اللہ کے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد کعب بن اشرف نے یہودی علماء کو بلا یا اور اُن سے رسول اللہ کے بارے میں پوچھا ہے۔ علمائے جو اب دیا ہے:

”یہ وہی ہستی (Personality) ہے جس کے انتظار میں ہم یہاں آکر

آباد (Settle) ہوئے، تو رات میں بیان کی گئی ساری صفات (Attributes) ان میں پائی جاتی ہیں۔ محمد، اللہ کے آخری نبی ہیں۔“

کعب کو علماء کا جواب پسند نہیں آیا۔ یہ جواب سننے کے بعد وہ علماء سے کہہ رہا ہے:

”میرے ذمہ بہت سے فرائض (Duties) ہیں جنہیں پورا کرنا

ضروری ہے۔ میں ان حالات میں آپ لوگوں کی مالی مدد (Financial

support) مزید نہیں کر سکتا۔“

یہودی علما کو احساس ہوا کہ کعب کو ان کا جواب پسند نہیں آیا جس کے نتیجے

(Result) میں ان کی مالی مدد رک گئی ہے۔ کچھ دن بعد وہ دوبارہ اکٹھے ہو کر کعب کے پاس

آ کر کہہ رہے ہیں:

”ہم اُس دن جلدی (Hurry) میں آپ کی بات صحیح طور

(Correctly) پر سمجھ نہیں سکے۔ ہم نے اس سوال پر آپس میں کافی گفتگو

(Discussion) کی ہے اور تحقیق (Research) بھی۔ ہم اس نتیجے

(Conclusion) پر پہنچے ہیں کہ محمد وہ شخصیت نہیں جس کا ذکر تورات میں کیا گیا

ہے۔ ہم آپ کی اور اپنی غلط فہمی (Misunderstanding) دُور کرنے آئے

ہیں۔“

کعب یہودی علما کا جواب سن کر مطمئن ہو گیا اور اُس نے ان کی مالی مدد بحال

(Restore) کر دی ہے (شرح الزرقانی علی العوالب: 388/2)۔

تیری تلاش میں ہم غلام ہوئے ①

پیر، 21 رمضان 40 عام الفیل، 1 نبوی سے شروع ہونے والا سفر (Journey) جاری ہے۔ پچھلے تیرہ (13) سال میں سے پہلے تین (3) سال خاموش تبلیغ میں گزرے۔ پہلے (Initial) پانچ (5) سالوں میں چالیس (40) لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے۔ ان تیرہ (13) سالوں میں قریش نے رسول اللہ اور ان پر ایمان لانے والوں پر زندگی تنگ (Hard to survive) کئے رکھی۔ قریش نے مکہ اور بیت اللہ کی روایات (Traditions) کا بھی خیال نہ رکھا۔ رسول اللہ کے عزم (Commitment) اور ایمان لانے والوں کی جاں نثاری (Devotion) نے اس تمام عرصہ کو گزارنے میں مدد دی۔ انہی سالوں میں مسلمانوں کو تین (3) مرتبہ ہجرت کرنا پڑی۔ اللہ کے حکم پر رسول اللہ مکہ چھوڑ کر یثرب جاتے ہوئے قبا میں موجود ہیں (محمد رسول اللہ: 718/1)۔ یہاں مختلف لوگ آپ سے ملنے آ رہے ہیں۔

ہر دور (Era) میں ایسے انسان موجود رہے جو حق اور سچے دین کی تلاش میں تھے۔ ایسے لوگوں نے اس کوشش میں بہت قربانیاں (Sacrifices) دیں۔ ان میں سے کچھ اپنی منزل (Destination) بھی نہ پاسکے اور کہیں راستہ ہی میں زندگی کی بازی ہار گئے (Died)۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے مصیبتیں (Sufferings) برداشت کیں لیکن کامیاب رہے۔

ایسا ہی ایک انسان 568 عیسوی میں فارس (ایران۔ Persia) کے شہر کازیرون (Kazerun) میں پیدا ہوا۔ اُس کا نام رُوزبہ خوشنودان (Rouzbeh Khoshnudan) ہے۔ کازیرون صوبہ اصفہان (Isfahan) میں واقع ہے۔ اصفہان

① تیری تلاش میں ہم غلام ہوئے۔ (مسند احمد: 11743)

وسطی (Central) ایران کا حصہ ہے۔ اسے ”اصفہان نصف جہان“ (Isfahan - Half of the world) کہا جاتا ہے۔ رُوز بہ ایک زرتشت (آگ کی عبادت کرنے والے۔ Zoroastrian) گھرانہ میں پیدا ہوا۔ کچھ تاریخ دانوں کے خیال میں زرتشت اور کوروش کبیر (Cyrus the Great) کا زمانہ ایک ہی ہے۔ زرتشت (Zoroastrianism) دین کے بانی کا نام زرتشت (Zoroaster) ہے۔ زرتشت کا تعلق موجودہ ملک آذربائیجان (Azerbaijan) سے ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ زرتشت اللہ کے نبی تھے۔ اس دین کا مرکز (Center) ایران ہے۔ یہ دین اللہ کے نبی عیسیٰ کے دُنیا میں آنے سے تقریباً چھ سو (600) سال پرانا ہے۔ اس دین میں سب سے بڑی طاقت (خدا) کا نام آہور مزدا (Ahur Mazda) ہے۔ آگ کو سب سے بڑی طاقت سمجھا جاتا اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اس دین میں شیطان (Devil) کا تصور (Concept) بھی پایا جاتا ہے۔ ان کے عقیدہ (Belief) کے مطابق شیطان اور خدا کا آپس میں مقابلہ (Rivalry) ہے۔ نیکی اور بُرائی کا وجود، قیامت (Day of judgement)، مرنے کے بعد اپنے اعمال کی سزا اور جزا (Punishment and reward)، اس دین میں پائی جاتی ہیں۔ اس دین میں بھی نماز جیسی عبادت (Prayer / service) موجود ہے جو دین اور رات کے مختلف حصوں میں ادا کی جاتی ہے۔ ان کی عبادت گاہ (Places of worship) کو آتش کدہ (Aatish Kadah / Fire Temple) کہا جاتا ہے۔ ان کی عبادت گاہ (Prayer place) کو درمہر (Dar e Mehr) بھی کہا جاتا ہے (Encyclopedia Iranica, Vol.6, 669)۔ اس دین میں آگ اور پانی پاکیزگی (Purity) حاصل کرنے کے لیے اہم ہیں۔ آگ کو اتار، آتش یا آذر کہا جاتا ہے۔ اس مقدس آگ کو خدا کی جسمانی صورت (Physical prescence) اور موجودگی سمجھا جاتا ہے۔ خدا کی رضا اور طاقت کو ”یزاتا“ (Yazata) کہا جاتا ہے۔ آگ سے پاکیزگی حاصل کرنے کا عمل سال میں گیارہ سو اٹھائیس (1,128)

مرتبہ کیا جاتا ہے یعنی ایک دن میں تین (3) بار۔ اس دین کی مقدس کتاب کا نام گاتھا (Gatha / Gathic) ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب زرتشت نے تحریر (Authored) کی (Boyce, Mary (1993) Encyclopedia Iranica, Vol.6, page:669)۔ شاید یہ بھی الہامی کتاب ہی ہو۔ اس وقت (2022 عیسوی) دُنیا میں ایک سو سترھ (167) آتش کدے موجود ہیں۔ ان میں سے پینتالیس (45) ممبئی، بھارت (Mumbai, India)، ایک سو پانچ (105) بھارت کے دوسرے شہروں اور باقی سترہ (17) دُنیا کے مختلف ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایران میں اس وقت صرف ایک (1) بڑا آتش کدہ موجود ہے۔ اسلام سے پہلے ایران میں اسی دین کو مانا جاتا تھا۔ ایران سے شروع ہونے والے اس دین کے ماننے والے سب سے زیادہ اب بھارت میں پائے جاتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں پارسی دین کو ماننے والے دو بڑے گروہ (Groups) پائے جاتے ہیں۔ یہ ایرانی اور ہندوستانی پارسی ہیں۔ 2012 عیسوی میں دنیا میں پارسی دین کے ماننے والوں کی تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار (112,000) سے ایک لاکھ بائیس ہزار (122,000) ہے۔ اس میں سے اکیس ہزار (21,000) ایران میں رہنے والے پارسی ہیں۔ (Federation of Zoroastrian Associations of

(North America)

روزہ کے زمانہ میں لڑکیوں کو گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ روزہ کے والد اُس سے اتنا پیار کرتے کہ اُسے لڑکیوں کی طرح گھر سے باہر نہیں جانے دیتے تھے (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحيحة: 263)۔ اُن کے علاقہ میں سب سے بڑا گھر روزہ کے والد کا تھا۔ اُس کے والد چاہتے تھے کہ وہ آتش کدہ (Fire temple) کا راہب (Keeper of fire temple) بن جائے، جو اُن کے دین میں بڑی عزت والا عہدہ (Respected position) ہے۔ زرتشت عالم (Monk) بننے کے لیے روزہ سولہ (16) سال تک دینی (Religious) تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس عرصہ میں روزہ کو اپنے دین پر عبور

(Command) حاصل ہو چکا تھا۔

رُوز بہ کے والد اپنے علاقہ کے سرداروں (Chiefs) میں سے ایک تھے (مسند احمد: 11744)۔ اُس کے والد کا پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ رُوز بہ کے والد کی بہت بڑی جاگیر (Property) تھی جس کی دیکھ بھال (Look after) وہ خود کیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی عمارت کی تعمیر (Construction of a building) میں مصروف تھے، انہوں نے رُوز بہ سے کہا:

”آج میں نہیں جاسکوں گا اس لیے تم جاگیر پر جاؤ اور ضروری کام نمٹا (Handle) آؤ۔ زیادہ دیر نہ کرنا، مجھے تمہاری فکر (Worry) رہے گی۔ تم مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز (Dear) ہو۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحیحة: 263)

جاگیر پر جاتے ہوئے رُوز بہ کی ملاقات نستوری مسیحیوں (Nestorian Christians) سے ہوگئی۔ رُوز بہ جاگیر پر جانے کی بجائے پادریوں (Clergymen) کے ساتھ گر جاگھر (Church) کے اندر چلا گیا۔ مسیحیوں کو عبادت کرتے دیکھا تو اُسے بہت اچھا لگا۔ رُوز بہ نے پادریوں سے پوچھا:

”آپ کے دین کا مرکز (Centre) کہاں ہے؟“

پادری: ”ملکِ شام میں“

رُوز بہ کو آگ پرستی (Fire Worship) کی بجائے مسیحی دین سچا لگا اور اُس کی توجہ (Attention) مسیحیت کی طرف ہوئی۔ اُس نے مسیحیت کی تعلیم کو اپنے دین کی روشنی میں دیکھا تو مسیحیت نے اُس کے دل میں جگہ بنالی۔ رُوز بہ مسیحیوں کی عبادت میں اتنا لگن (Busy) رہا کہ اسے احساس نہیں ہوا اور شام ہوگئی۔ رُوز بہ واپس گھر پہنچا تو اپنے والد کو پریشان دیکھا۔ وہ رُوز بہ کی تلاش (Search) میں لوگوں کو ادھر ادھر بھیج چکے تھے۔ رُوز بہ کو دیکھتے ہی پوچھنے لگے:

”بیٹا! تم کہاں تھے؟“

روز بہ: ”میں سارا دن مسیحی پادریوں کے ساتھ گرجا گھر میں رہا۔ میں نے انہیں عبادت کرتے دیکھا ہے۔ ابا جان! اُن کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔“

روز بہ نے مسیحیت کا تذکرہ (Mention) اپنے والد سے کیا تو اُس کے والد کو خدشہ (Fear) ہوا کہ بیٹا کہیں اپنا دین ہی نہ چھوڑ دے۔ اُنہوں نے روز بہ سے کہا:

”بیٹا! مسیحیت میں کوئی خوبی (Goodness) نہیں، تمہارے

باپ دادا کا دین بہت اچھا ہے۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلۃ الصحیحہ: 263)

اس کے ساتھ ساتھ روز بہ کے والد نے خاموشی (Silently) سے اُس کی نگرانی (Watch) شروع کر دی۔ اُنہیں احساس (Feeling) ہوا کہ روز بہ کی دلچسپی (Interest) اب آگ کی عبادت میں باقی نہیں رہی۔ اسی ڈر سے کہ بیٹا دوسرا دین نہ اپنالے، روز بہ کے والد نے ایک فیصلہ کیا۔ اُنہوں نے اپنے بیٹے کو گھر میں قید (Imprison) کر دیا تاکہ اُس کا مسیحی راہبوں (Priests) سے کوئی رابطہ (Connection) باقی نہ رہے۔ موقع ملنے پر روز بہ اپنے گھر سے بھاگ نکلا اور بہت دُور مسیحی راہبوں کے پاس رہنے لگا۔ ایک قافلہ (Caravan) جو شام جا رہا تھا، اُس کے ساتھ مشرق (East) کی جانب سولہ سو پینتالیس کلومیٹر (1,645 KM) کا فاصلہ طے کر کے ملک شام پہنچ گیا۔ روز بہ کی عمر اُس وقت اُنیس (19) سال تھی۔

روز بہ نے ملک شام میں ایک گرجا گھر میں رہنا شروع کر دیا۔ وہاں کے راہب کو اپنے حالات (Story and detail) بتائے اور اُس سے رہنمائی (Guidance) حاصل کرتا رہا۔ راہب کو قریب سے دیکھا تو افسوس (Felt sorry) ہوا کیونکہ وہ کہتا کچھ تھا اور کرتا کچھ۔ لوگ راہب کو مسکینوں (Poor) کے لیے جو کچھ دے کر جاتے، وہ اسے تقسیم (Distribute)

کرنے کی بجائے اپنے لیے رکھ لیتا۔ یہاں تک کہ راہب کے پاس سات (7) منکے (Pot) جمع ہو گئے جن میں سونا اور چاندی تھا (مسند احمد: 11743)۔ راہب کے مرنے کے بعد لوگ اُسے دفن (Bury) کرنے آئے تو رُوزہ نے اُنہیں پادری کے لالچ (Greed) کے بارے میں بتایا۔ لوگوں نے ثبوت (Proof) مانگا تو رُوزہ نے اُنہیں سونے اور چاندی سے بھرے منکے دکھائے۔ لوگوں کو بہت افسوس (Regret) ہوا۔ اُنہوں نے پادری کو دفن کرنے کی بجائے سُولی پر لٹکا دیا (Hanged) اور سنگسار (Stoned) کیا۔ پادری کا جمع کیا ہوا سارا مال غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحيحة: 263)۔ گرجا گھر میں ایک نیا پادری مقرر (Appoint) ہوا۔ نیا آنے والا پادری کردار (Character) میں بہت اعلیٰ تھا۔ محبت میں ڈوب کر عبادت کرتا تھا۔ رُوزہ خوشی سے اُس پادری کی خدمت کرتا رہا۔ جب اُس پادری کا آخری وقت قریب آیا تو رُوزہ نے اُس سے کہا:

”مجھے جیسی محبت آپ سے ہے، کسی اور سے نہیں۔ مجھے بتائیے کہ

آپ کے بعد میں کس سے رہنمائی حاصل کروں؟“

پادری: ”میرے بعد تم عراق (Iraq) کے شہر موصل (Mosul) میں پادری کے پاس چلے

جانا۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحيحة: 263)

ملک شام کے پادری کے مرنے کے بعد رُوزہ مغرب (West) کی جانب پانچ سو پینتالیس کلومیٹر (545 KM) کا فاصلہ طے کر کے موصل چلا آیا۔ موصل، شمالی (Northern) عراق میں دریائے دجلہ (Dajlah / Tigris river) کے کنارے (Riverbank) واقع ہے۔ وہاں بھی اُسے ایک عمل کرنے والا (Practicing) عبادت گزار (Pious) پادری ملا۔ اُس پادری نے رُوزہ کو کھانے پینے میں سرکہ (Vinegar)، زیتون کا تیل (Olive oil) اور گندم (Wheat) استعمال کرنے کو کہا۔ رُوزہ نے ایسا ہی کیا (المستدرک للحاکم: 6544)۔ اُس پادری نے رُوزہ کو نیک اعمال کرنے کا بھی بتایا۔ رُوزہ موصل

تیری تلاش میں ہم غلام ہوئے
میں رہتے ہوئے ایک لمبا عرصہ اُس پادری کی خدمت کرتا رہا۔ اُس پادری کا آخری وقت
قریب آیا تو رُوز بہ اُس کی چارپائی (Bed) کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔ پادری نے رونے کی
وجہ پوچھی تو رُوز بہ نے کہا:

”آپ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک (Treatment) کیا، مجھے

تعلیم دی۔ میں دین حق کی تلاش میں ہوں، مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ کے

بعد میں کیا کروں گا؟“ (مسند احمد: 11743)

وہ پادری بھی اپنی عمر گزارنے کے بعد دُنیا سے رُخصت ہوا (Died)۔ جاتے
جاتے رُوز بہ کو نصیبین (Naseebayn) جانے کا مشورہ (Advice) دے گیا (الستدرک
للعام: 6544)۔ نصیبین، موصول کے شمال مشرق (Northeast) میں ایک سو پچاس کلومیٹر
(150 KM) دُور جبکہ دجلہ اور فرات (Furaat / Euphrates) کے درمیان شام
(Syria) کی سرحد (Boundary) کے پاس ترکیہ (Turkiye) کے شہر الجزیرہ (Al
Jazeera) میں واقع (Situating) ہے۔ رُوز بہ دین حق کی تلاش میں نصیبین چلا گیا (مسند
احمد: 11743، السلسلة الصحیحہ: 263)۔ نصیبین وہی جگہ ہے جہاں کے رہنے والے جنات (Jinn /
Invisible)، طائف کے سفر سے واپسی پر رسول اللہ کے پاس رُکے اور ایمان لے آئے
تھے (بعدر رسول للہ: 539/1)۔ نصیبین میں پادری کی آخری سانسوں (Last breath) تک
رُوز بہ نے اُس نیک انسان کی خدمت کی۔ نصیبین کے پادری کی زندگی کی مہلت (Time)
ختم ہوئی تو اُس نے کہا:

میرے بعد تم تمور یہ (Amooriyah) چلے جانا۔ وہاں ایک شخص

ہمارے دین پر قائم (Follow) ہے، وہ تمہاری رہنمائی کرے گا۔“

تمور یہ شہر انقرہ (Ankara) کے جنوب مغرب (Southwest) اور بالائی

تیری تلاش میں ہم غلام ہوئے

سِقاریہ (Upper Siqaariyah) کے جنوب (South) میں واقع ہے۔ اس کا فاصلہ نصیبین سے شمال مشرق (Northeast) میں آٹھ سو کلومیٹر (800 KM) ہے۔ رُوز بہ اب عموریہ پہنچ گیا ہے۔ رُوز بہ کئی سال گنوانے کے بعد مجموعی (Collectively) طور پر تقریباً تین ہزار کلومیٹر (3,000 KM) طے کر چکا ہے۔

پھر یوں ہوا کہ صبر کا دامن پکڑ کے ہم
اتنا چلے کہ راستے حیران رہ گئے ❶

رُوز بہ ایک مدت (Longtime) سے عموریہ میں پادری (Bishop) کی خدمت کر رہا ہے۔ رُوز بہ کو دین حق کی تلاش میں نکلے ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں۔ اتنے سالوں میں رُوز بہ کو مقدس کتاب انجیل پر عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اب وہ ایک مسیحی عالم ہے۔ پادری کی زندگی کی اُمید ختم ہوئی تو رُوز بہ نے اُس سے پوچھا ہے:

”آپ کے بعد میں کس سے رہنمائی حاصل کروں؟“

عموریہ کا پادری: ”خدا کی قسم! میری نظر میں ایسا کوئی آدمی نہیں جس کے پاس جانے کا تمہیں حکم دوں۔ البتہ اُس نبی کے دُنیا میں آنے کا وقت قریب ہے جو ابراہیم کے دین کو زندہ (Revive) کرے گا۔ وہ نبی ہجرت کر کے نخلستان (باغ - Orchard/Oasis) میں جا بسے گا۔ یہ نخلستان دو (2) جگہ ہوئے (Lava fields) (کالے - Black) پہاڑوں کے درمیان ہے۔ اگر تم پہنچ سکتے ہو تو وہاں چلے جاؤ۔ یہ وہی نبی ہے جس کے آنے کی خبر (Tidings) عیسیٰ نے دی ہے۔ میں تمہیں اُس نبی کی نشانیاں بتا دیتا ہوں۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلۃ الصحیحہ: 263، المستدرک للعالم: 6544)

رُوز بہ نے نشانیاں یاد کر لیں (Memorize) اور پادری کے مرنے کے بعد نخلستان کی تلاش میں نکل پڑا ہے۔ وہ ہر آنے جانے والے سے عرب میں ظاہر ہونے

❶ منزل کی تلاش میں راستے اہم نہیں بلکہ صبر اور توجہ ضروری ہے۔ صبر ہو تو ہر منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔

والے نبی کے بارے میں پوچھتا ہے۔

روزہ کی باقی داستان (Story) اُسی سے سنتے ہیں:

”قبیلہ بنی کلب (Bani Kalb) کا ایک تجارتی قافلہ عرب جا رہا تھا۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ میں عرب کے اُس نخلستان جانا چاہتا ہوں جو دو (2) جملے ہوئے پہاڑوں کے درمیان ہے۔ مجھے اُن سے پتا چلا کہ اُس جگہ کا نام یثرب ہے۔ میں نے راستہ دکھانے کی اجرت (Payment) میں اُنہیں بکریاں اور دوسرے جانور دیئے۔ بنی کلب کے قافلہ نے یہ مزدوری (Wage) قبول کرتے ہوئے مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ میں بہت خوش تھا کہ ساہا سال (Years and years) سے جس دین اور حق کی تلاش میں ہوں، اب وہ بالکل قریب ہے۔ جب یہ قافلہ وادی القریٰ (Quraa Valley) پہنچا تو قافلہ والوں کی نیت (Intention) بدلی اور اُنہوں نے مجھے غلام (Slave) بنا کر ایک یہودی کو بیچ دیا (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحیحة: 263)۔ میں سچ (Truth) کی تلاش میں عموریہ سے جنوب مغرب (Southwest) میں تیس سو کلومیٹر (2,300 KM) طے کر چکا تھا۔ میرے اور یثرب کے درمیان صرف ایک سو ستر کلومیٹر (170 KM) کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ میں اپنی منزل سے چار پانچ (4-5) دن دُور تھا کہ یہ فاصلہ سالوں میں بدل گیا۔ میرے پاس اب کوئی اختیار باقی نہیں تھا۔ ایک خوشحال اور جاگیر دار (Well settled) گھرانے میں پلنے والا حق کی تلاش میں اب ایک غلام تھا۔“ (مسند احمد: 11743)

قسمت کی خُوبی دیکھئے ، ٹوٹی کہاں گند

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا^❶

❶ ساری زندگی کوشش میں گزری اور جب منزل قریب ہوئی تو اس قابل ذرا کہ وہاں پہنچ سکوں

رُوزِ بہ کا سفر

- | | |
|---------------|--------------------------|
| 1,645 کلومیٹر | ①۔ اصفہان سے دمشق |
| 545 کلومیٹر | ②۔ دمشق سے مُوصل |
| 150 کلومیٹر | ③۔ مُوصل سے نصیبین |
| 800 کلومیٹر | ④۔ نصیبین سے عموریہ |
| 2,300 کلومیٹر | ⑤۔ عموریہ سے وادی القریٰ |
| 170 کلومیٹر | ⑥۔ وادی القریٰ سے یثرب |
| 5,610 کلومیٹر | ⑦۔ اصفہان سے یثرب کا سفر |

وہ صدقہ نہیں کھاتا ❶

رُوزہ کا بیان ہے:

”میں اپنے شہر کے معزز (Honourable) خاندان کا ایک فرد تھا، حق کی تلاش میں گھر بار اور اپنا ملک چھوڑ کر عرب میں ایک یہودی کا غلام ہو گیا۔ اس یہودی کا وادی القریٰ میں کھجوروں کا ایک باغ تھا۔ میں سمجھا کہ میں اپنی منزل پر پہنچ گیا ہوں۔ حقیقت (In Reality) میں ایسا نہیں تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس یہودی نے مجھے یثرب میں رہنے والے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا جس کا تعلق بنی قریظہ سے تھا۔ میں اپنی منزل پر ضرور پہنچ چکا تھا۔ اصفہان سے شام، شام سے موصل، موصل سے نصیبین، نصیبین سے عموریہ اور عموریہ سے یثرب کا نخلستان۔ میری عمر حق کی تلاش میں گزر گئی۔ بہت سالوں کی جدوجہد (Efforts) کے بعد میں یثرب میں تھا۔ اس کی قیمت مجھے اپنی آزادی (Freedom) گنوا کر ادا کرنا پڑی۔ یثرب پہنچتے ہی جلے ہوئے پہاڑ بھی نظر آگئے اور نخلستان بھی۔ (مسند احمد: 11743، السلسلۃ الصحیحہ: 263)

اب میں یثرب میں آخری نبی کے انتظار میں غلامی کر رہا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میرے علم میں آیا کہ مکہ میں اللہ نے اپنا رسول بھیجا ہے۔ میں مکہ جانے کے لیے تڑپ (Dying for) رہا تھا لیکن غلام ہونے کی وجہ سے نہ جاسکا۔ یثرب میں اس نبی کی ہجرت کرنے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک دن میں درخت کے اوپر چڑھ کر کھجوریں اُتار رہا تھا تو اس دوران میرے مالک

(Master) کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا:

”اُس اور خورج کا ستیاناس (Destroy) ہو، یہ لوگ اُس مسافر

(Traveler) کے ارد گرد جمع ہیں جو آج مکہ سے قبا آیا ہے۔ یہ لوگ خیال

کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلۃ الصحیحہ: 283)

یہ سن کر مجھ پر کپکپی (Shivering) طاری ہو گئی۔ مجھے ڈر تھا کہ

کہیں میں درخت سے گرنے جاؤں۔ میں درخت سے نیچے اتر آیا۔ میں نے

اپنے مالک اور اُس کے چچا زاد سے پوچھا:

”تم لوگ کیا بات کر رہے ہو؟“

میرا مالک (ایک زوردار تھپڑ (Slapped) مارتے ہوئے): ”دہمیں اس سے کیا لینا

دینا، تم اپنا کام کرو۔“

میں: ”مجھے آپ کی بات سے کوئی غرض (Concern) نہیں، میں نے جو بات سنی اُس کی

تصدیق (Confirmation) کرنا چاہتا ہوں۔“ (مسند احمد: 11743)

شام کے وقت اپنے مالک کے کام سے فارغ ہوا (Free)، میں نے

کچھ کھجوریں لیں اور قبا چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نہایت جاذب نظر

(Attractive) انسان وہاں موجود ہے۔ سب لوگ اُس کے پاس ادب

(Respect) سے بیٹھے ہیں۔ اُن کی خوب صورتی بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔

ہزاروں استعارے ہیں، ہنر بھی ہے مگر آذر

جمال یار کی لفظوں میں پیمائش نہیں ہوتی ❶

میں اُن کے پاس گیا اور کہا:

”میں نے سنا ہے آپ بہت اچھے لوگ اور یہاں مسافر

❶ مجھے گنگو کا ہنر تو ہے، ہرے لیے تشبیہ دینا بھی آسان ہے لیکن اس ہستی کا حسن لفظوں سے بہت بڑا ہے۔ (آذر)

(Traveller) ہیں۔ میرے پاس کھجوریں ہیں۔ یہ صدقہ (Sadqah) ہے اور مجھے آپ لوگوں سے زیادہ ضرورت مند (Needy) کوئی نظر نہیں آیا۔ آپ لوگ کھجوریں کھائیں۔“

اُس باءِعب (Awesome) اور خوبصورت شخصیت نے خود تو صدقہ کی کھجوریں نہ کھائیں لیکن اپنے ساتھیوں سے کہا:

”یہ کھجوریں کھاؤ اور اپنی بھوک (Appetite) مٹاؤ۔“ (مسند احمد:

11743، السلسلة الصغیرہ: 263)

عمور یہ کے پادری کی بتائی ہوئی پہلی (1st) نشانی تو پوری ہو گئی ہے۔ پادری نے بتایا تھا کہ وہ نبی صدقہ نہیں کھائے گا۔

میں رات بھر اُن کے متعلق سوچتا رہا۔ اگلی شام اپنے کام سے فارغ ہو کر میں پھر اُن لوگوں کے پاس گیا اور کہا:

”میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ میں آپ لوگوں کے لیے کھجوریں بطور ہدیہ (Gift) لایا ہوں۔ آپ یہاں مسافر ہیں، یہ کھجوریں کھائیں اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔“

اس بار اُس پُر اثر (Charismatic) شخصیت نے خود بھی کھجوریں کھائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھانے کو کہا (مسند احمد: 3494، السلسلة الصغیرہ: 263)۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

”دوسری (2nd) نشانی بھی پوری ہو گئی ہے۔ پادری نے بتایا تھا کہ وہ نبی ہدیہ (تحفہ) قبول (Accept) کرتا ہے۔“

پادری کے مطابق نبوت (Prophethood) کی نشانی ان کے کندھوں کے درمیان (An oval shaped protruding just under

(shoulder blades) ہے، وہ کیسے دیکھوں؟ یہ تیسری (3rd) نشانی تھی جو پادری نے مجھے نبی کی پہچان کے لیے بتائی۔ میری بے قراری (Anxiety) بڑھنے لگی۔

تیسری اُمید، تیرا انتظار جب سے ہے
شب کو دن سے گلہ ہے نہ دن کو شب سے ہے ❶

مجھے جب وقت ملتا میں اُن مسافروں کے پاس چلا جاتا۔ مہر نبوت (Seal of Prophethood) دیکھنے کی کوئی صورت (Possibility) بنی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کچھ دن بعد وہ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ میں کوشش کر کے اُن کے پیچھے آ گیا۔ میری تلاش دیکھی تو اُنہوں نے میرے کہے بغیر اپنے کندھوں پر پڑی چادر (Shawl) ہٹا دی۔ مجھے نبوت کی نشانی نظر آ گئی۔ میں نے اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ جس حق کے لیے اپنا گھر چھوڑا، اتنی تکلیفیں (Troubles) اٹھا تا رہا، اتنا سفر (Travel) کیا، یہاں تک کہ غلامی کی، میں اُس تک پہنچ گیا ہوں۔ میں اپنے جذبات (Emotions) پر قابو (Control) نہ رکھ سکا۔ میری آنکھوں میں آنسو (Tears) تھے۔

حضورِ اور متاعِ چشمِ تر، الحمد للہ
کھلا مجھ پر درِ خیر البشر، الحمد للہ ❶

میں اُن کے ہاتھوں اور ماتھے (Forehead) کے بوسے (Kisses) لیتا رہا۔ اُنہوں نے مجھے سامنے بیٹھنے کو کہا: (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحيحة: 263)

❶ محبت اور اُمید لگنی لگتی ہے جس میں دن اور رات کا فرق مٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی احساس باقی رہ جاتا ہے تو محبوب کا انتظار
❷ اللہ کے رسول کے پاس حاضری، میری آنکھوں میں آنسو، اللہ کے حبیب کا دروازہ اور میں فقیر، میرے اللہ کا شکر (عاس تا بئس)

تحقیق ہو تو روح دو عالم تڑپ اُٹھے
تیرے بغیر اتنا پریشاں رہا ہوں میں[●]

میری خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اللہ کے
آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا اُن سے باتیں کر رہا ہوں۔ میں نے اللہ
کے رسول کو اپنی داستان (Story) سنائی۔ میں نے اُن کی رسالت کی گواہی
دی اور ایمان لے آیا۔ میں ایمان تو لے آیا لیکن میں ابھی بھی یہودی کا غلام
تھا۔ میرے پاس اسباب (Resources) نہیں تھے کہ میں آزادی حاصل
کر سکتا۔ اب میری زندگی میں واحد (The only) کسی غلامی سے آزادی
تھی۔ مجھے جب موقع ملتا میں اپنا سارا وقت رسول اللہ کے پاس گزارتا اور
انتظار کرتا کہ شاید کبھی مجھے آزادی نصیب ہو جائے۔“

ایمان اور دین حق کے لیے لوگوں نے بے شمار قربانیاں دیں، کسی نے ایمان
لانے سے پہلے اور کسی نے ایمان لانے کے بعد۔ کسی نے مکہ میں اور کسی نے یثرب میں۔
رُوز بہ، رسول اللہ پر ایمان لانے والے پہلے فارسی (Persian) ہیں۔ ایمان لاتے وقت
رُوز بہ کی عمر ستاون (57) سال ہے۔ یوں اُنیس (19) سال کی عمر میں حق کی تلاش میں گھر
سے نکلنے والا رُوز بہ اڑتیس (38) سال جدوجہد اور تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد دین حق
تک پہنچ گیا ہے۔

رسول اللہ ہجرت کر کے قُبا پہنچے تو آپ کلثوم بن ہدم کے مہمان بنے۔ قُبا اور
یثرب شہر میں رہنے والے مسلمان رسول اللہ سے ملنے آ رہے ہیں۔ سب لوگ بے حد خوش
ہیں کہ اللہ کا رسول ہجرت کر کے اُن کے پاس آ گیا ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں

● میں نے آپ کی تلاش میں زندگی بھر تک نہیں اُٹھائی ہیں۔ میری زندگی کا ایک ہی مقصد رہا اور وہ آپ ہیں

نے رسول اللہ کو پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ کو دیکھتے ہی آپ کی خوب صورت شخصیت میں کھو گئے ہیں۔

جب سے دل میں تیرا بسیرا ہوا
وقت کا لمحہ لمحہ تیرا ہوا[●]

رسول اللہ مکہ سے ہجرت کی رات علی ابن ابی طالب کو مکہ والوں کی امانتیں انہیں واپس کرنے کے بعد یثرب آنے کی ہدایت دے کر آئے ہیں۔ علی نے تمام لوگوں کی امانتیں اگلے تین (3) دن میں واپس کرنے کے بعد مکہ کے مرکزی مقام (Central point) پر کھڑے ہو کر اعلان کیا:

”اگر محمد بن عبد اللہ کے ذمہ کسی کی امانت بقایا ہو تو آ کر مجھ سے

وصول کر لے۔“

لوگوں کی طرف سے جواب آیا کہ ہمیں ہماری امانتیں مل گئی ہیں۔ اب محمد کے ذمہ کچھ بھی باقی نہیں۔ علی مکہ سے پیدل (On foot) چل کر قبا پہنچ گئے ہیں۔ دس (10) دن پیدل چلنے کی وجہ سے علی کے پاؤں سوج (Swell) گئے اور ان میں زخم آ گئے ہیں۔ علی کے پاؤں سے خون بہہ رہا ہے۔ رسول اللہ خود علی کے پاس آئے ہیں۔ رسول اللہ نے علی کو خوشی سے گلے لگایا ہے۔ علی، رسول اللہ کے ساتھ کلثوم بن ہدم (Kulthum bin Hadam) کے گھر پر رُک گئے ہیں۔ (سورہ ابن کثیر: 106/2)

یثرب آنے کے بعد انصار میں سب سے پہلے وفات پانے والے صحابی کلثوم بن ہدم ہیں۔ یہی وہ پہلے شخص ہیں جن کی نماز جنازہ رسول اللہ نے پڑھائی ہے۔ انہیں بقیع (Baq'ee) میں دفن کیا گیا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یہ اسعد بن زرارہ کا جنازہ تھا۔

● آپ کی محبت دل میں بسی تو پھر کچھ اور اچھائی نہیں لگا۔ یہ دل اور جاں بس آپ کے ہوئے (انجائز احمد)

وہ یہاں آکر بسے گا ①

یثرب مکہ سے چار سو ستتر کلومیٹر (477 KM) شمال (North) میں واقع (Situatd) جبکہ ینیع (Yanbu') شہر اس کے مغرب (West) میں ایک سو اسی کلومیٹر (161 KM) دور ہے۔ یثرب سطح سمندر (Sea level) سے چھ سو (600) میٹر بلند (High) ہے۔ اس کے شمال (North) میں جبل اُحد (Mount Uhad) اور جنوب (South) میں جبل عیر (Mount 'Aeyr) ہیں۔ ان دونوں پہاڑوں کا فاصلہ (Distance) شہر سے چار کلومیٹر (4 KM) ہے۔ مشرق (East) میں حرہ و برہ (Harah Wabrah) اور مغرب (West) میں حرہ و اقم (Harah Waaqam) ہیں۔ حرہ ایسے میدان کو کہتے ہیں جس میں ہر طرف پتھر ہی پتھر ہوں۔ لاوہ (Lava) کے سیاہ پتھروں (Charred / black stones) کے علاقے اس شہر کے ارد گرد میلوں دور (Miles and miles away) تک پھیلے ہوئے ہیں (اردو دائرہ معارف اسلامی: جلد 20)۔

یثرب کا علاقہ ایک وسیع وادی (Valley) پر مشتمل (Consists of) ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب آئے ہیں تو اس شہر کی وسعت (Area) چالیس کلومیٹر (40 KM) ہے۔ جنوب (South) سے شمال (North) تک جانے کے لیے اُونٹ کی ایک دن کی مسافت (Travel) (تقریباً چالیس کلومیٹر (40 KM)) ہے۔ اسی طرح مغرب (West) سے مشرق (East) کا فاصلہ بھی اُونٹ کی ایک دن کی مسافت کا ہے۔

یثرب شہر کا نام اس کے بانی (Founder) کے نام پر ہے۔ یثرب، اللہ کے نبی

① وہ یہاں آکر بسے گا (مسند احمد: 11743، المستدرک للحاکم: 6544)

نوح (Nooh / Noah) کی اولاد میں سے ہے۔ یثرب کا تعلق بنی عبیل (Bani 'Ubayl) سے ہے جو کہ عمالیق (Amaaleeq) میں سے ہے۔ یہ قبیلہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح (Amleeq bin Lauz bin Saam bin Nooh) کی نسل سے ہے۔ تاریخ دان اس بات پر متفق (Agreed) ہیں کہ عملیق کی زبان عربی (Arabic) تھی۔

یثرب ایک اونچی وادی میں واقع ہے۔ اس کے شمال (North) اور جنوب (South) میں پہاڑ ہیں۔ یثرب کا درجہ حرارت (Temperature) گرمیوں کے موسم میں پینتالیس ڈگری سینٹی گریڈ (45°C) اور سردیوں میں دس ڈگری سینٹی گریڈ (10°C) تک جاتا ہے۔ یہاں گرمی کا موسم لمبا جبکہ سردی کم عرصہ رہتی ہے۔ یہاں بارش دسمبر، جنوری، مارچ اور اپریل کے مہینوں میں ہوتی ہے۔ عرب کے دوسرے شہروں کی نسبت (Comparatively) یہاں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں۔

یثرب کی آب و ہوا میں بیماری (Disease) پائی جاتی ہے۔ دوسرے شہروں سے یہاں آنے والے بخار (Fever) میں مبتلا (Suffered) ہو جاتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یثرب کے ارد گرد پائے جانے والے مچھر (Mosquito) ہیں۔

یثرب کے زیادہ تر کنوؤں (Wells) کا پانی میٹھا (Sweet / light) ہے۔ یہاں پائے جانے والے کھجوروں کے درخت اپنے معیار (Standard)، اقسام (Variety) اور پیداوار (Produce) کے لحاظ سے بہت اعلیٰ (Superior) ہیں۔ کھجور کے باغوں میں انگور اور سبزیاں بھی اُگائی جاتی ہیں۔ یہاں سے گندم (Wheat) دوسرے علاقوں کو برآمد (Export) کی جاتی ہے۔ عورتوں کے کپڑا بننے (Knitting) اور کاٹنے (Weaving) کا رواج عام ہے۔ یثرب میں بیٹھنے کے لیے کرسی (Chair) استعمال ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں بہت کم لوگ چار پائی (Bed) پر سوتے ہیں۔ زیادہ لوگ زمین پر ہی بستر (Mattress) بچھاتے ہیں۔

سیاسی اعتبار سے (Politically) یثرب ایک قبائلی معاشرہ (Tribal society) ہے۔ کوئی مرکزی حکومت (Central govt.) یا مرکزی نظام (Central system) نہیں ہے۔ شہر کی حفاظت کا کوئی نظام نہیں، سب لوگ اپنے اپنے قبیلہ اور علاقہ کی خود حفاظت کرتے ہیں۔ ہر قبیلہ اپنے معاملات میں آزاد ہے۔ فیصلے حالات کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اسی روایت (Customs) کا سہارا لیا جاتا ہے جو طاقت ور (Powerful) قبیلہ کو فائدہ دیتی ہو۔ جنگ کی صورت میں بچوں اور عورتوں کو قلعہ میں محفوظ کر دیا جاتا ہے جبکہ مرد جنگ لڑتے ہیں۔ یثرب میں خون بہا (Blood money) طے کرنے کا اختیار اشناق (Ashnaq) نامی شخص کے پاس ہے۔ یہی شخص باقی جرائم (Crimes) کے سلسلہ میں جرمانے (Fine) کا فیصلہ کرتا ہے۔ خون بہا سو (100) اُونٹ، آنکھ ضائع ہونے کا جرمانہ پچاس (50) اُونٹ اور دانت توڑنے کا جرمانہ زیادتی کرنے والے (Culprit) کا دانت توڑ کر لیا جاتا ہے۔ اگر ظالم (Oppressor) اور مظلوم (Oppressed) مختلف قبیلوں سے ہوں تو قبیلہ کی حیثیت (Status) کے مطابق خون بہا ادا کیا جاتا ہے۔ کمزور قبیلوں کو خون بہا آدھا (Half) دیا جاتا ہے۔ یہودیوں نے ایک سرکاری خزانہ (Govt. Treasury) بنا رکھا ہے جس کے لیے تمام لوگ چندہ (Donation) دیتے ہیں۔ یہ رقم جنگ یا کسی ہنگامی صورت حال (Emergency situation) میں استعمال ہوتی ہے۔ اگر کسی سے جرم سرزد (Commit) ہو جائے تو اس صورت میں بھی اسی فنڈ (Fund) سے دیت (Blood money) ادا کی جاتی ہے۔ اس فنڈ (Fund) کا نگران (In charge) سلام بن مشکم (Sallaam bin Mishkam) (d:628) ہے۔

ہر قبیلہ کے لیے ایک اجتماع گاہ (Gathering place) ہے۔ کسی بھی ہنگامی (Emergency) صورت میں لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ گرمیوں میں اسی جگہ پر تفریح (Entertainment) اور راگ رنگ (Music and dance) کی محفلیں

(Parties) سجائی جاتی ہیں۔

یثرب میں عرب اور یہودی رہتے ہیں۔ اس وقت یثرب کی آبادی (Population) تقریباً دس ہزار (10,000) ہے۔ یہودی اور یثرب میں رہنے والے عرب آبادی میں برابر ہیں۔ یہودیوں کے نام عربوں کے ناموں سے ملتے جلتے ہیں۔ یثرب میں کافی تعداد میں بت پرست (Idol worshiper) رہتے ہیں۔ یثرب میں مسیحیوں (Christians) کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ قبیلہ اوس کے ایک شخص ابو عامر (Abu 'Amir) نے مسیحیت (عیسائیت۔ Christianity) قبول کر لی اور راہب (Priest) بن گیا۔ ابو عامر اوس نے جنگ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کی طرف سے حصہ لیا۔ اس کے بعد وہ رومی سلطنت (Byzantine Empire) میں چلا گیا اور وہیں وفات (Death) پائی۔ یثرب میں اس کے علاوہ کسی اور دین کا وجود (Existence) نہیں ملتا۔ اس شہر کے لوگوں کا پیشہ (Profession) کھیتی باڑی (Cultivation) یا جانور پالنا (Animal breeding) ہے۔ بہت کم لوگ تجارت کرتے ہیں۔ یثرب، عرب میں ”کسانوں کی بستی“ (Farmers town) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یثرب کے کسان بارش کا پانی تالابوں (Ponds) میں ذخیرہ (Store) کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ اس پانی سے اپنے کھیتوں اور باغوں کو سیراب (Irrigate) کرتے ہیں۔ یثرب کے رہنے والے پیوند کاری (Grafting) کے طریقوں سے بھی واقف ہیں جسے استعمال کرتے ہوئے انہوں نے کئی قسم کی کھجوریں تیار کر لی ہیں۔

یثرب میں گھروں کی چاردیواری (Boundary wall) مٹی سے بنی ہوتی ہے۔ گھر کی عمارت مربع شکل (Square) میں بنائی جاتی، جس کی لمبائی اور چوڑائی ساٹھ (60) قدم ہوتی ہے۔ گھر کے درمیان (Center) کنواں (Well) ہوتا ہے۔ صحن (Courtyard) بہت کھلا ہوتا ہے۔ اس میں دو لائنوں (Lines) میں اونٹ باندھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ گدھے اور گائے باندھنے کی جگہیں علیحدہ ہوتی ہیں۔ گھر کے ایک کونے (Corner)

میں کم اونچائی والا مینار ہوتا ہے۔ غلام اور چوکیدار بھی گھر کے اندر ہی رہتے ہیں لیکن ان کے کمرے گھر کے ایک کونے میں بنائے جاتے ہیں۔ گھر کا ایک مرکزی (Central) دروازہ ہوتا ہے جسے رات کے وقت بند کر دیا جاتا ہے۔ رات میں کسی کو آنے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ میزب کے رہنے والے خیال کرتے ہیں کہ ان کے گھروں کو فتح نہیں کیا جاسکتا۔ (Arabia & Arab:170)

اس شہر میں عام گھروں کے علاوہ بہتر (72) قلعے (Forts) ہیں، جن میں سے اُنسٹھ (59) یہودیوں کے اور تیرہ (13) عربوں کے ہیں۔ ایک قلعہ میں کئی خاندان رہتے ہیں جبکہ کئی قلعے ایک ہی خاندان کی ملکیت (Ownership) ہیں۔ قلعے قریب قریب بنائے جاتے ہیں اور انہیں چھوٹی دیواروں کے ساتھ ایک دوسرے سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ دیواریں ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں جانے کا محفوظ راستہ (Safe passage) بناتی ہیں۔ یہ قلعے مضبوط دیواروں (Solid walls) کے ساتھ بنائے جاتے ہیں تاکہ کسی خطرہ (Danger) کی صورت میں حفاظت کے کام آئیں۔ میزب میں یہودیوں کے قلعہ بند محلے (Neighborhood) ہیں۔ انہیں ”گرہھی“ (Garrhi) ”آطام“ (Aataam) یا ”اطم“ (Atam) کہا جاتا ہے۔ جس محلے میں ”آطام“ زیادہ ہوں، اُسے طاقت ور اور خوش حال سمجھا جاتا ہے۔ میزب میں رہنے والے لوگ باقی عرب کے مقابلہ میں زیادہ امیر ہیں۔ یہ قلعے عمومی طور پر دو (2) منزلہ (Double story) ہوتے ہیں جبکہ کچھ تین (3) منزلہ اور چار (4) منزلہ بھی ہیں۔ قلعوں کی چٹلی منزل (Ground floor) لاوا کے کالے پتھروں (Charred / black stone) سے بنائی جاتی ہے تاکہ دشمن انہیں آگ نہ لگا سکے۔ لاوا کے کالے پتھر میزب میں آسانی سے مل جاتے ہیں۔ میزب کے کچھ گھروں کے ساتھ باغ (Garden) ہیں۔ ان باغوں کے گرد چار دیواری (Boundary wall) بھی بنائی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس زمانہ میں نہ تو کلمہ کا اپنا کوئی سکھ (Coin)

ہے نہ ہی یثرب کا۔ ان دنوں عرب میں کاروبار ایرانی (Persian) اور رومی سکوں میں ہی کیا جاتا ہے۔ یثرب میں کئی بازار ہیں۔ ان میں سب سے اہم سوق بنی قینقاع (Souq Bani Qaynqa'a) یعنی بنی قینقاع کا بازار ہے۔ یہ بازار سونے (Gold) ، چاندی (Silver) کے زیورات اور دوسری چیزوں کے لیے خاص ہے۔

یثرب میں تعلیم (Education) کا کوئی نظام نہیں ہے۔ بہت کم عرب لکھنا پڑھنا (Read and write) جانتے ہیں۔ تورات کی زبان عبرانی (Hebrew) ہے۔ تورات کی وجہ سے یہودیوں میں لکھنا پڑھنا عام ہے۔ اسی وجہ سے یہودیوں کو عربوں پر برتری (Edge) حاصل ہے۔ یہودی بھی عربی زبان ہی بولتے لیکن لکھنے پڑھنے کے لیے عبرانی زبان (Hebrew) استعمال کرتے ہیں۔ زندگی کے معاملات اور کاروبار کے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے۔

اوس اور خورج لڑائیوں سے تنگ آگئے (Sick of) تو انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مل کر کسی کو اپنا حاکم (Ruler) بنا لیتے ہیں۔ یوں ہم ان لڑائیوں سے چھٹکارا (Get rid of) حاصل کر لیں گے۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی ابن سلول خورجی (Abdullah bin Ubi ibn Saloul Khazrajite) (d:631) کو اس کام کے لیے چنا (Selected) ہے۔ عبداللہ بن ابی دراز قد (Tall)، باڑعب چہرہ (Awesome Face)، زبان پر عبور (Command on language) اور گفتگو میں ماہر ہے۔ سیاست (Politics) میں اپنا ایک نام رکھتا ہے۔ سنار (Jeweler) کو بلوایا گیا جس نے اس کے سر کا ماپ (Measurements) لیا ہے۔ سونے کا تاج (Gold crown) اس کی تاج پوشی (Coronation) کے لیے بنوایا جا رہا ہے۔ شاندار تقریب (Splendid event) کے اہتمامات کئے جا رہے ہیں (صحیح بخاری: 6207، 4566، صحیح مسلم: 1798/4659، مسند احمد: 10682، سیرت ابن

شہر بے مثال

صبح صادق (Dawn) کا وقت ہے

جمعہ (Friday) کا دن

صبح کی ٹھنڈک (Coolness) ابھی باقی ہے

ہر چیز تازہ دم (Fresh) ہے

پرندے چہچہا (Chirping) رہے ہیں

روشنی اندھیرے کو مٹا رہی ہے

سورج اپنی چمک سے دُنیا کو روشن (Lit) کرنے کو تیار ہے

کائنات ایک نئے دن کی ابتدا (Start) کرنے کو ہے

ربیع الاول (Rabi' al Awwal) اپنے بائیس (22) دن گزار چکا ہے۔ یہ تیسویں

(23rd) دن کی صبح ہے۔ 53 عام الفیل، 13 نبوی اور جولائی 622 عیسوی۔

رسول اللہ ﷺ پیر بارہ (12) ربیع الاول کو مکہ سے قبا پہنچے تھے (السدری

للعاکم: 5774، صحیح بخاری: 3906، السيرة النبوية لابن كثير: 217)۔ رسول اللہ نے قبا میں دس (10) دن

گزار لیے ہیں (السيرة النبوية لابن كثير: 220)۔ پچھلے دس (10) دن سے قبا اور یثرب میں رہنے

والے دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی روزانہ (Daily) رسول اللہ کی خدمت میں

حاضر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ کی زیارت کرتے اور آپ کے ساتھ وقت گزارتے

ہیں۔ ان کے لیے یہ لحاظ زندگی سے بڑھ کر ہیں۔ رسول اللہ کے یثرب آنے سے اوس

اور خُروج نے رسول اللہ کو اپنا قائد (Leader) مان لیا ہے۔ اب ان دونوں قبیلوں کا تعلق

آپس میں دوستانہ (Friendly relations) ہو گیا ہے اور انہیں عبداللہ بن اُبی کی ضرورت نہیں رہی (صحیح بخاری: 6207, 4566، صحیح مسلم: 1798/4659، سند احمد: 10682)۔ رسول اللہ کے قُبا میں قیام کے متعلق تاریخ دانوں میں اختلاف (Difference of opinion) پایا جاتا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ نے چار (4)، کچھ کے مطابق دس (10) جبکہ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق چودہ (14) دن قُبا میں قیام کیا ہے۔

آج تو ان سب کا جوش (Passion) کسی اور رنگ میں ہے۔ رسول اللہ قُبا سے یثرب جا رہے ہیں۔ آپ اپنی اُوٹنی قصویٰ (Keswaa) پر سوار ہیں۔ اسی اُوٹنی پر ابو بکر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں موجود تمام لوگ رسول اللہ کی اُوٹنی کے آگے پیچھے چل رہے ہیں (صحیح بخاری: 3906)۔ اللہ کے رسول کا قافلہ ہجرت کے آخری مرحلہ (Last stage) میں قُبا سے یثرب شہر کی طرف رواں (Moving) ہے۔ اُسید بن حضیر یہ جانتے ہوئے کہ رسول اللہ یثرب آرہے ہیں، بار بار اپنے قبیلہ کے ساتھ قُبا سے یثرب آنے والے راستہ پر جا رہے ہیں۔ اُسید اُن لوگوں میں سے ہیں جنہیں مکہ میں رہتے ہوئے رسول اللہ نے یثرب میں نایب (Deputy) مقرر کیا۔ اُسید بہت بہادر اور ماہر تیراُمداز ہیں۔ اُسید یثرب میں علم، بہادری اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے ”کامل“ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں (طبقات الکبریٰ: 803/3، سیرت ابن ہشام: 444)۔ رسول اللہ یثرب میں داخل ہو رہے ہیں۔ یثرب شہر کی ہر چیز روشن (Brighten) ہو گئی ہے (سند احمد: 11081)۔ رسول اللہ کے استقبال (Welcome) کے لیے یثرب کے رہنے والے اپنا دل اور آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں۔

تیری یاد دل کا سکون ہے ، تیرے نام سے ہی قرار ہے

تیرے ذکر نے دی مجھے شفا ، تیرے آنے سے ہی بہار ہے ❶

❶ میری زندگی، میری سوچ آپ کے گرد ہی گھومتی ہے۔ آپ آجائیں تو زندگی میں بہا آ جاتی ہے (انعام احمد)

ابو بکر بیان کرتے ہیں:

”ہم یشرب آئے تو رسول اللہ کا استقبال (Reception) کرنے کے لیے لوگ چھتوں (Roof) اور راستوں پر نکل آئے۔ یشرب کے لوگوں کو جیسی خوشی رسول اللہ کے آنے کی ہے، اس سے پہلے ایسی خوشی دیکھنے کو نہیں ملی (صحیح بخاری: 3925، 4941، مستدرک: 10609)۔ لوگ کہہ رہے ہیں:

”رسول اللہ آگئے۔ محمد آگئے۔ اللہ اکبر۔“

محمد آگئے۔ رسول اللہ آگئے۔“ (صحیح بخاری: 3811، صحیح مسلم: 2009/7522)

امام بیہقی (994-1066/73) (Imaam Bayhaqi) روایت کرتے ہیں:

”رسول اللہ یشرب تشریف لائے تو عورتیں اور بچے کہنے لگے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا، مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا، مَا دَعَى لِيهِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمُبْعُوثُ فِينَا، جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ
جِئْتَ هَرَفْتَ الْمَدِينَةَ، مَرْحَبًا يَا خَيْرَ دَاعٍ

ہمارے اوپر ثنیۃ الوداع (Saniah Tul Wada'a /

Mountains of Wada'a) کی پہاڑیوں سے چودھویں کا چاند (Full

moon) طلوع (Rise) ہوا ہے۔

اس عظیم احسان (Blessing) پر اللہ کریم کا شکر ادا کرنا ہم پر واجب

(Obligatory) ہے۔ اُس وقت تک شکر ادا کرنا واجب ہے جب تک پکارنے والا

اللہ کریم کو پکارتا رہے گا۔

محمد رسول اللہ ایک ایسی ذات ہے جس کو اللہ نے ہمارے لیے

پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ایک ایسا دین لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت

(Follow) کی جائے گی۔

آپ اس شہر (یثرب) کے لیے عزت اور شرف (Honour) لے کر آئے ہیں۔ اللہ کریم کی طرف بہترین انداز میں بلانے والے رسول کو

خوش آمدید (Welcome) (دلائل النبوة للبيهقي: 2/506، السيرة النبوية ابن كثير: 216)۔

وہ پتھروں کا زمانہ تھا، لوگ پتھر تھے

پھر ایک روز ہوئی ابتداً محبت کی ●

رسول اللہ کے داخل ہوتے ہی اللہ کی رحمتیں بھی یثرب کا مقدر (Destiny) بن گئی ہیں۔ اس شہر کے نام ”یثرب“ کا ذکر (Mention) قرآن مجید میں موجود ہے (القرآن الاحزاب: 13:33)۔ رسول اللہ نے اس شہر کا نام بدل کر طیبہ (Taibah) رکھ دیا ہے (مسند احمد: 12661، 12662)۔ رسول اللہ نے اس کا نام طابہ (پاکیزہ۔ Taabah)، طیبہ (پاکیزہ) اور مدینة النبی (Madinah tun Nabi) رکھا جسے بعد میں مدینہ (Madinah) کہا جانے لگا۔ قرآن مجید میں اس شہر کا نام ”مدینہ“ چار (4) بار ذکر کیا گیا ہے (القرآن: 101:9، 8:63، 60:30، 120:9)۔ اب یہ شہر اللہ کے رسول کے نام سے پہچانا جائے گا۔ شہر نبی (City of the Prophet) کے نام رسول اللہ کی مختلف احادیث میں ملتے ہیں (صحیح بخاری: 1872، 1873، صحیح مسلم: 1383/3353)۔ رسول اللہ نے اس شہر کو یثرب کہنے سے منع (Forbid) کر دیا ہے۔ رسول اللہ نے کہا ہے:

”تم اسے یثرب نہ کہو، یہ (مدینہ) طیبہ (Pure land) ہے۔

جو شخص مدینہ کو یثرب کہے وہ اللہ کریم سے تین (3) مرتبہ معافی

(Forgiveness) مانگے۔

یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔“ (مسند احمد: 6556، 12661)

● مدینہ منورہ میں بھی بت پرست تھے۔ لوگ بھی عجیب تھے۔ آپس میں لاتے رہتے اور پھر اللہ کی رحمت سے رسول اللہ آگے۔

(12976، التر المنور للسيوطي: 188/5)

رسول اللہ نے بلندی سے (From height) نگاہ ڈالی تو کہہ رہے ہیں:
 ”یا اللہ! میں اس شہر کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کے علاقہ کو حرم
 (Sacred) قرار (Declare) دیتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو
 حرم قرار دیا۔ یا اللہ! اس شہر کے لیے ان کے مُداور صاع (Measurement
 units میں دو (2) گنا برکت عطا ہو جائے۔“ (صحیح بخاری: 3313)

رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”مجھے ایک ایسے شہر میں ہجرت کرنے کا حکم ہوا جس کا نام مدینہ
 ہے۔ یہ شہر بُرے لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جیسے بھٹی (Furnace)
 زنک (Rust) کو لوہے سے علیحدہ (Separate) کر دیتی ہے۔“ (صحیح

بخاری: 1671، صحیح مسلم: 1362/3353، مستد احمد: 8558)

رسول اللہ سینتالیس (47) سال بعد مدینہ منورہ آئے ہیں۔ اللہ کے رسول نے
 اپنا شہر بدلاتو کائنات نے بھی اپنا حوالہ بدل لیا ہے۔ اب قرآن مجید کی نازل ہونے والی
 سورتیں مدنی کہلائیں گی۔ اب سالوں کا شمار بھی رسول اللہ کی ہجرت سے ہوگا۔ محبت
 کرنے والوں کا مرکز اب مدینہ منورہ ہوگا۔

دیکھنے والوں نے دیکھے ہیں وہ آخفتہ مزاج

جو حرم سے بھی مدینہ کی طرف دیکھتے ہیں ❶

مدینہ منورہ میں پانی کے بہت سے چشمے ہیں۔ یہاں کا پانی ہلکا، ٹھنڈا اور میٹھا
 ہے۔ شہر کی آب و ہوا گرمیوں میں سخت گرم (Very hot) اور سردیوں میں سخت سرد

❶ کائنات کا سب سے بڑا حوالہ و چہرہ تخلیق کائنات محمد رسول اللہ ہیں۔ محبت کرنے والے کہیں بھی ہوں ان کا مرکز مدینہ منورہ ہے (افتخار عارف)

(Very cold) ہوتی ہے۔ شہر کے ارد گرد (Around / suburbs) کئی وادیاں (Valley) ہیں۔ ان میں بہت سے باغات اور کھیتیں ہیں۔ یہی مدینہ منورہ میں رہنے والے لوگوں کی سیر کرنے کی جگہیں ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشرقی (Eastern) علاقہ میں کھجور، انگور (Grapes) اور انار (Pomegranate) بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جنوب میں قبا، عوالی ('Awaali) اور عقیق ('Aqeeq) کی سیاہ (Black) کٹی میں گندم، جو (Barley)، انار، رنگ برنگے پھول (Colourful flowers) اور سبزیاں (Vegetables) پیدا ہوتی ہیں۔

رسول اللہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ایک خوشبو (Fragrance) پورے شہر میں پھیل (Spread) گئی جو یہاں رہنے والوں نے محسوس (Feel) کی ہے۔ اس سے زیادہ روشن (Bright) اور چمکدار دن (Glittering day) یثرب نے اس سے پہلے نہیں دیکھا (المستدرک للعاکم: 4281)۔ رسول اللہ اپنی باقی زندگی مدینہ منورہ میں گزاریں گے۔

بڑی مست ہیں فضا میں ، ہے روش روش اُجالا
کہیں صبح کی ہوا نے تیری زلف چوم لی ہے^①
مکہ میں رہنے والے زیادہ تر آزاد مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آچکے ہیں۔
دوسری طرف مکہ میں رہ جانے والے اٹاؤگا (Very few) مسلمان بھی رسول اللہ کی محبت
میں مدینہ منورہ آنا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی ایک صحابی جندب بن ضمیرہ (Jundab bin
Damrah) ہیں۔ بہت بوڑھے ہیں اور بیمار بھی۔ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا ہے کہ وہ
انہیں مکہ سے نکال کر لے چلیں۔ بچوں نے پوچھا ہے:

”اس بڑھاپے اور بیماری میں ہم آپ کو لے کر کہاں جائیں؟“

① نفاں لے مہک اٹھی ہے کہ آپ آگئے ہیں۔ دن اس قدر روشن ہے تو آپ کی وجہ سے

جُندب بول نہیں پارہے تو مدینہ منورہ کی طرف اشارہ (Pointing) کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”مجھے اللہ کے رسول کے پاس لے چلو“

نہیں ، اب اور مجھے تاب انتظار نہیں کہ شوقِ دید میں دُھندلا گئی نظر کہنا^❶ بیٹوں نے اپنے والد کو چارپائی پر لٹایا اور اٹھا کر مدینہ منورہ کی طرف نکل پڑے ہیں۔ ابھی مکہ سے پندرہ کلومیٹر (15 KM) دُور آئے کہ جُندب وفات پا گئے ہیں (اسد الغابہ: 346/1، الاحابہ: 618/1، تفسیر مطہری: الساعہ: 100:4)۔ اللہ کریم کو جُندب کی رسول اللہ سے محبت اور آپ کے پاس جانے کی کوشش (Effort) اس قدر پسند آئی کہ جبریل پیغام لے کر آئے ہیں:

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَعًا كَثِيرًا
وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (العنكبوت: السلسلہ)

(100:4)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جو شخص اللہ کے راستہ میں ہجرت (Migration) کے لیے نکل پڑے تو وہ زمین میں اپنے لیے بہت ہی کشادہ (Spacious) جگہ اور زندگی بسر کرنے کے لیے بڑی گنجائش (Capacity) پائے گا۔ جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف مہاجر (Emigrant) بن کر نکلے پھر اُسے راستے ہی میں موت (Death) آجائے تو اُس کا اجر و ثواب (Reward) اللہ کے ہاں ثابت (Incumbent) ہو جائے گا، ضائع (Waste) نہیں ہوگا۔ یقیناً اللہ کریم بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

❶ میں رسول اللہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری زندگی کا اعتبار نہیں، مجھے اُن کے پاس لے چلو (سعید وارثی)

● جہاں میری اُونٹنی رُکے گی ①

رسول اللہ ﷺ، بنی سالم بن عمرو بن عوف (Bani Saalem bin 'Amr bin 'Awf) کے محلہ پہنچے تو نماز جمعہ (Friday prayer) کا وقت ہے۔ کھلے میدان میں صفیں (Rows) باندھی گئیں اور نماز جمعہ ادا کی گئی ہے۔ نماز ادا کرنے والوں کی تعداد تقریباً ایک سو (100) ہے۔ اس جگہ بعد میں مسجد تعمیر (Construct) کر دی گئی جس کا نام مسجد حَبِيب (Masjid Ghabib) ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد رسول اللہ اُونٹنی پر سوار ہوئے تو بنی سالم کے لوگ اپنے سردار عَثْبَانَ بن مالِک (Utbaan bin Maalik) اور عُبَّاس بن نُضْلَةَ (Abbaas bin Nadlah) کی قیادت (Leadership) میں رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ ہمارے ہاں قیام کریں۔ ہمارے قبیلہ کی تعداد کافی (Sufficient) ہے۔ ہمارے پاس جنگی ساز و سامان (Weapons and equipment) بھی موجود ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کی طاقت رکھتے ہیں۔“

رسول اللہ: ”میری اُونٹنی اللہ کے حکم سے جہاں رُکے گی، میں وہیں قیام (Stay) کروں

گا۔“ (صحیح بخاری: 3906، سیرت ابن ہشام: 485/2، البدایہ والنہایہ: 242/3، الروض الاصف: 232/4)

اس پر بنی سالم کے لوگوں نے ضد (Insisted) نہیں کی۔ مدینہ منورہ کی گلیاں (Streets) اللہ کے رسول کے استقبال کے لیے محبت کرنے والوں سے بھری (Filled) ہوئی ہیں۔ لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر موجود ان تاریخی لمحوں (Historical

● جہاں میری اُونٹنی رُکے گی (صحیح بخاری: 3906)

(moments) میں کائنات (Universe) کے آخری رسول کو اپنے درمیان دیکھ رہے ہیں۔

تیرے دیدار کی خوشبو سے مہکنے والے
کتنے خوش بخت ہیں تیرے شہر کے رہنے والے^①

یہاں رہنے والے سب لوگ اپنی قسمت (Luck) پر نازاں (Proud) ہیں۔ رسول اللہ کی سواری اب بنی بیاضہ (Bani Byaadah) کے محلّہ سے گزر رہی ہے۔ زیاد بن لبید (Zyaad bin Labeed) اور فروہ بن عمرو (Farwah bin 'Amr) اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! ہم بہت خواہش مند (Desirous) ہیں کہ آپ ہمارے مہمان بنیں۔ ہم میزبانی (Hospitality) کی اہلیت (Ability) رکھتے ہیں اور آپ پر جان نثار (Sacrifice) کرنے کی بھی۔“

رسول اللہ: ”میری اونٹنی اللہ کے حکم سے جہاں رُکے گی، وہی میرا مسکن (Abode) ہوگا“
ہر قبیلہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ اُن کے مہمان بنیں۔ رسول اللہ کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتے، اس لیے اللہ کریم کے حکم کے منتظر (Waiting) ہیں۔ رسول اللہ کی سواری محلّہ بنی سعدہ (Bani S'adah) میں داخل ہوئی تو سعد بن عبادہ بن ولیم (S'ad bin Ubaadah bin Dulaym) (d:637) اور مُنذر بن عمرو (Mundhir bin 'Amr) نے رسول اللہ سے مل کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کی طرف سے اُن کے ہاں رُکنے کی درخواست کی ہے۔ رسول اللہ نے انہیں بھی یہی جواب دیا ہے۔ اس کے بعد محلّہ بنی حارث (Bani Haarith) سے سعد بن ربیع (S'ad bin Rab'i)، خارجہ بن زید (Khaarjah bin Zayd) اور عبد اللہ بن رواحہ (Abdullah bin Rawaahah) (d:629) نے رسول اللہ سے اُن کے ہاں رُکنے کا کہا ہے۔ اس بار بھی رسول اللہ نے اللہ کے حکم کا انتظار کیا ہے۔

① یرب کے لوگوں کی قسمت پر ہم سب قربان جن کے درمیان رسول اللہ موجود ہیں

بنی نجار بن عدی (Bani Najaar bin 'Adi) کا محلہ رسول اللہ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سیدہ سلمیٰ بنت عمرو (Sayyedah Salmaa bint 'Amr) کے خاندان کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔ اس قبیلہ سے سُلَیط بن قیس (Sulayt bin Qays) اور اُسیرہ ابن ابو خارجہ (Usayrah ibn Abu Khaarjah) اپنے لوگوں کے ساتھ موجود ہیں۔ بنی نجار نے رسول اللہ کو اس رشتہ داری کے حوالہ (Reference) سے اپنی خدمات (Services)، حفاظت اور رہائش (Residence) کی پیشکش (Offer) کی ہے۔ رسول اللہ اپنے رب کے حکم کے منتظر (Waiting) ہیں۔

سبھی پیارے ہو تم، ہر ایک سے مجھ کو محبت ہے
 جہاں ناقہ ٹھہر جائے، وہیں جائے اقامت ہے^①

سب لوگ اس بات کے انتظار میں ہیں کہ رسول اللہ کس کے گھر قیام کریں گے۔ مدینہ منورہ کے تمام بڑے سردار تو رسول اللہ کو یہ پیشکش کر چکے ہیں۔ رسول اللہ کی اُوٹنی اب عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کے قلعہ نما (Fort like) گھر کے باہر سے گزر رہی ہے۔ عبد اللہ بن اُبی گھر کے باہر اپنی ٹانگوں اور کمر کے گرد چادر لپیٹے (Having his shawl wrapped around) بیٹھا ہے۔ یہ بنی الحلیی (Bani Al Hablaa) کا محلہ ہے۔ رسول اللہ جانتے ہیں کہ عبد اللہ بن اُبی بہت اثر و رسوخ (Influence) رکھتا ہے۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ بنی اوس اور بنی خزرج اسے اپنا بادشاہ بنانے والے تھے (صحیح بخاری: 5663، دلائل النبوة للبیہقی: 499/2، محمد رسول اللہ: 108/2)۔ عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کے سارے خواب اُدھورے (Not materialized) رہ گئے ہیں (صحیح بخاری: 6207, 4566، صحیح مسلم: 1798/4659، سیرت ابن ہشام: 270/2)۔ رسول اللہ نے ہر قوم کے سرداروں (بڑوں) کی عزت کی اور یہی تاکید

① رسول اللہ کے لیے انصار کا ہر فرد محترم ہے۔ آپ تو اللہ کریم کے حکم کے انتظار میں ہیں (حقیقہ جاندھری)

(Stressed upon) کی جو کہ انسانی نفسیات (Human psychology) کے عین مطابق (According to) ہے۔) رسول اللہ نے ساری زندگی عبد اللہ بن اُبی سے محبت اور احترام کا تعلق رکھا۔ عبد اللہ بن اُبی بادشاہت نہ ملنے کی وجہ رسول اللہ کی ذات اور ہجرت مدینہ منورہ کو سمجھتا ہے۔ اس نے بے رُخی (Apathy) سے جواب دیا ہے:

”آپ اُن کے پاس جائیے جنہوں نے آپ کو یہاں آنے کی

دعوت دی اور اُنہی کے پاس قیام کیجئے۔“ (دلائل النبوة للسیہی: 499/2)

اس کے بعد بنی مالک بن نجار (Bani Maalik bin Najaar) کا محلہ آیا ہے۔ رسول اللہ کی اُونٹنی قصویٰ ایک کھلے میدان میں رُکی اور بیٹھ گئی ہے۔ رسول اللہ ابھی اپنی اُونٹنی پر سوار ہیں۔ تھوڑی دیر میں اُونٹنی یہاں سے اُٹھی اور چلنے لگی ہے۔ تھوڑا گھوم کر (Roam around) اُونٹنی دوبارہ اسی میدان میں آ کر بیٹھ گئی ہے (صحیح بخاری: 3906)۔ رسول اللہ کی اُونٹنی نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی ہے۔ اُونٹنی رسول اللہ کے اُترنے کے لیے بیٹھی ہے (سورۃ ابن ہشام: 432/1)۔ رسول اللہ یہاں اپنی اُونٹنی سے اُترے اور چار (4) مرتبہ قرآن مجید کی آیت (Verse) تلاوت (Recite) کی ہے:

وَقُلْ رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبْرَكًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ

(القرآن۔ الحونسون۔ 29:23)

ہمارے رب! ہمیں زمین پر ایسی جگہ اُتارنا (Landing) جہاں اُترنا ہمارے لیے خیر و برکت (Blessings) ہو۔ بے شک تو سب سے بہتر منزل (Destination) عطا کرنے والا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”میری قیام گاہ (Abode) یہی ہے“ (صحیح بخاری: 3906)

رسول اللہ کی اُونٹنی اسعد بن زرارہ (d:623) (As'ad bin Zuraarah) نے سنبھالی ہے۔ (رسول اللہ کی اُونٹنی جہاں رُکی اب اُس مقام پر مسجد نبوی کا دروازہ ”بابہر چبیل“ (Babe e Jibreel) موجود ہے۔) اس جگہ سے سب سے قریب خالد بن زید (Khalid bin Zayd) کا گھر ہے۔ خالد بن زید تو خوشی سے پھولے نہیں سما (Unbound happiness) رہے۔ انہوں نے رسول اللہ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھایا اور اپنے گھر لے گئے ہیں۔ اس خوش قسمت انسان کی عمر اس وقت اکتیس (31) سال ہے۔ خالد سب سے مبارک بادیں (Congratulations) وُصول (Receive) کر رہے ہیں۔ سارا شہر خالد کو حسرت (Envy) سے دیکھ رہا ہے۔ خالد نے رسول اللہ سے درخواست (Request) کی ہے:

”اللہ کے رسول! میرے گھر کی اوپر والی منزل (Upper

storey) پر آپ رہ لیں، ہم نیچے رہنا چاہتے ہیں۔ آپ کا احترام یہ تقاضا

(Demand) کرتا ہے کہ آپ اوپر رہیں۔“

رسول اللہ: ”میری اور مجھے ملنے آنے والوں کی آسانی (Ease) اس میں ہے کہ میں نیچے

(Lower level) رہوں۔“ (صحیح مسلم: 2053/5358، البدایہ و النہایہ: 199/3، المستدرک

للعاکم: 5939)

رسول اللہ کے زمانہ سے ایک ہزار (1,000) سال پہلے یمن کے بادشاہ تیج نے یثرب (مدینہ منورہ) آکر اس کائنات کے آخری نبی کے بارے میں سنا تو اپنی قوم کے علما کو یہاں بسنے (Settle) کا حکم دیا۔ بادشاہ نے ان علما میں سے سب سے بڑے عالم کے لیے دو (2) منزلہ گھر تعمیر کروایا اور رسول اللہ کے لیے خط لکھ کر اُسے دیا۔ تیج بادشاہ کا خط نسل در نسل ہوتا ہوا خالد کے پاس رہا (محمد رسول اللہ: 710/1)۔ خالد بن زید اُسی عالم کی نسل سے اور

اُسی گھر میں رہتے ہیں۔ یہ گھر وہی ہے جسے بادشاہ نے تعمیر کروایا تھا۔ یقیناً ایک ہزار (1,000) سال میں اس کی تعمیر کئی مرتبہ کی گئی ہوگی۔

رسول اللہ اب خالد بن زید کے گھر میں رہتے ہیں۔ رسول اللہ کے مدینہ منورہ

میں قیام پذیر (Reside) ہونے کے بعد زید بن ثابت (Zayd bin Thaabit) (610-660, 51) کی والدہ نے دودھ، گھی اور روٹی (Bread) سے ٹرید (Thureed - An Arabic dish) بنا کر بھیجا ہے۔ رسول اللہ نے اُن کے لیے برکت (Blessing) کی دُعا مانگی ہے۔ رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کو بلا کر کھانے میں شامل کر لیا ہے (السورة النبوية لابن کثیر: 217)۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد یہ سب سے پہلا کھانا (Meal) ہے جو رسول اللہ نے کھایا۔ سعد بن عبداد نے رسول اللہ کے لیے ٹرید اور گوشت (Meat) تیار کروا کر رات کا کھانا بھیجا ہے (السورة النبوية لابن کثیر: 217)۔ مدینہ منورہ میں لوگ زمین پر سونے کے عادی ہیں جبکہ مکہ کے لوگ چارپائی (Bed) استعمال کرتے ہیں۔ اسعد بن زرارہ رسول اللہ کے لیے چارپائی لے کر آئے ہیں۔ سعد بن عبداد، سعد بن معاذ (S'ad bin Mu'aadh) اور عمارہ بن ہدم (Ammarah bin Hadam) مدینہ منورہ میں رسول اللہ کے ہمسائے ہیں۔

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی

اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا^۱

عمر بن خطاب، حفصہ بنت عمر کے شوہر خنیس بن حذافہ، سعید بن زید، ایاس بن بکیر، عاقل بن بکیر، عامر بن بکیر، خالد بن بکیر اور اوقد بن عبد اللہ مدینہ منورہ میں رفاعہ بن منذر کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہ اور صہیب بن سنان رومی یہاں آنے کے بعد حُصیب بن اساف کے مہمان بنے ہیں۔ حمزہ بن عبد المطلب، زید بن حارثہ اور ابو کبشہ بن عمرو اب کلثوم بن ہدم کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ عبد الرحمن بن عوف، عبیدہ بن

• آپ کے آنے سے پہلے بہت لوگوں کا زمانہ گزرا۔ آپ کے آنے کے بعد قیامت تک ہر زمانہ آپ کا ہے۔

حاریث، طفیل بن حاریث اور حصین بن حاریث یہاں آنے کے بعد سعد بن ربیع کے پاس
ہیں (سیرت ابن ہشام: 418/1)۔

مہاجرین مدینہ منورہ آ کر بیمار (Sick) ہو گئے ہیں۔ یثرب کے مشہور بخار
(Fever) نے انہیں آلیا ہے (فہم الباری: 31/21)۔ مدینہ منورہ آنے والے لوگ بخار میں مبتلا
(Suffer from) ہو جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ گمان (Conception) کیا جاتا ہے کہ
اس بخار سے بچنے کے لیے یثرب میں داخل ہونے سے پہلے اگر گدھے (Donkey) کی
طرح رینکا (Bray) جائے تو بخار نہیں ہوتا (فہم الباری: 327/7)۔ بخار کی شدت
(Severity) سے لوگ حواس باختہ (Lost conscious) ہو گئے ہیں۔ ان کی کبھی ہوئی
باتیں بھی سمجھ نہیں آ رہیں۔ مہاجرین بخار سے اس قدر نڈھال (Weak) ہو گئے کہ وہ نماز
بیٹھ کر ادا کرنے لگے ہیں۔ بیمار ہونے والوں میں ابوبکر، بلال حبشی اور عامر بن فہیرہ
(586-625, 40) (Aamir bin Fuhayrah) شامل ہیں۔ (مسند احمد: 10695، سنن ابن ماجہ:
1231, 1230, 1229)۔ رسول اللہ اس بخار سے بچے ہوئے ہیں (مسند احمد: 136/3)۔ رسول اللہ
نے دُعا مانگی ہے:

”یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کی محبت اُسی طرح پیدا
ہو جائے جیسے مکہ کی محبت بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس شہر کی آب و ہوا درست
ہو جائے اور ہمارے لیے اس کے ماپ تول (Weighing and
measurements) میں برکت ہو۔ اس شہر کا بخار یہاں سے نکل کر جُفہ
(Juhfah) پر مسلط (Impose) ہو جائے۔“ (فہم الباری: 121/15، صحیح بخاری: 3926،

مسند احمد: 10668، سیرت ابن ہشام: 588/2)

رسول اللہ کی دُعا کے بعد مدینہ منورہ آنے والے بخار سے بچنے لگے ہیں۔ یہاں
رہنے والے مہاجرین بھی اب تندرست (Healthy) ہو گئے ہیں۔

مدینہ منورہ کی زمین، خوشحالی (Prosperity)، کھلی فضاء مذہبی آزادی (Religious freedom) اور بہت کچھ مکہ سے مختلف ہے۔ یہاں دین اسلام پر عمل کرنا مکہ کی نسبت (Comparatively) بہت آسان ہے۔ یہاں لوگ رسول اللہ سے ملنے آئیں تو انہیں کسی کا ڈر (Fear) نہیں ہوتا۔

رسول اللہ نے مدینہ منورہ آ کر ضرورت محسوس کی تو فیصلہ کیا ہے کہ یہاں مسجد تعمیر کی جائے۔ جس جگہ رسول اللہ کی اونٹنی آ کر رُکے گی وہ جگہ مسجد کے لیے پسند کی گئی ہے۔ یہ میدان نامووار (Uneven) ہے۔ کہیں گڑھے (Pits) ہیں جہاں بارش کا پانی (Rainwater) کھڑا (Deposit) ہو جاتا ہے اور کہیں پرانے مکانات کے کھنڈر (Ruins)۔ اس میدان میں کھجور کے درخت بھی ہیں۔ ان میں سے کچھ درخت خشک ہو چکے اور کچھ سبز (Live) ہیں (صحیح بخاری: 428)۔ اس میدان میں لوگ انگور، انجیر اور کھجوریں خشک (Drying) کرنے کے لیے پھیلاتے ہیں۔ اس کے بدلے میں لوگ کچھ قم یا چھل زمین کے مالکان (Owners) کو دیتے ہیں۔ یہ زمین دو (2) یتیم (Orphans) بچوں کی ملکیت (Property) ہے۔ ان کے نام سہل (Sahal)، سہیل (Sohayl) اور ان کے والد کا نام رافع ابن ابو عمر و بن عازر (Raafay ibn Abu 'Amr bin 'Aa-iz) ہے۔ ان بچوں کی آمدنی اس زمین پر خشک ہونے والے پھلوں کی وجہ سے ہے۔ یہ بچے اسعد بن زرارہ کی کفالت (Guardianship) میں ہیں (صحیح بخاری: 3906، فتح الباری: 126/15، المسرة النبویہ لابن کثیر: 216، سیرت ابن ہشام: 494/2)۔ جب ان کے علم (Knowledge) میں آیا کہ رسول اللہ اس جگہ پر مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے یہ زمین بغیر قیمت (Payment) لیے دینا چاہی (صحیح بخاری: 428، سیرت ابن ہشام: 494/2)۔ رسول اللہ نے بنی نجار (ان دونوں بچوں کا تعلق بنی نجار سے ہے) کو بلایا اور کہا ہے:

”میں مسجد کے لیے زمین قیمت ادا کئے بغیر نہیں اُوں گا۔ تم لوگ

مجھ سے اس زمین کا سودا (Deal) کر لو۔“

بنی نجار نے دیکھا کہ رسول اللہ قیمت دیئے بغیر زمین نہیں لیں گے تو انہوں نے

قیمت لینے کا فیصلہ کیا ہے (صحیح بخاری: 3906، السيرة النبوية لابن كثير: 25/1، البداية والنهاية: 227/3)۔ انہوں نے

اس زمین کی قیمت سات (7) دینار (Dinaar) مانگی ہے۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”یہ زمین یتیم بچوں کی ملکیت ہے، میں اس کی قیمت انہیں زیادہ

دوں گا۔“

رسول اللہ نے زمین کی قیمت دس (10) دینار مقرر (Fix) کی ہے یعنی ڈیڑھ

گنا (1.5 times) تاکہ یہ بچے اس کے بدلہ (Exchange) میں کسی بہتر جگہ پر زمین خرید سکیں۔ مسجد کی زمین خریدنے کے لیے رقم ابو بکر ابن ابوقحافہ نے دی ہے۔

رسول اللہ کے مدینہ آنے کے کچھ مہینے بعد سردیوں کا موسم (Season) ہے۔ گھر

کی اُوپر والی منزل پر گھڑا (Pot to store water) ٹوٹنے (Broke) سے پانی زمین پر پھیل (Spread over) گیا ہے۔ قریب ہے کہ پانی نیچے والی منزل پر جائے، خالد نے

فوراً اس پانی پر لحاف (Quilt) پھینک دیا ہے تاکہ وہ پانی کو جذب (Absorb) کر لے اور رسول اللہ کو کسی قسم کی پریشانی (Trouble) نہ ہو۔ گھر پر ایک ہی لحاف اور وہ بھی اب

گیلا (Soaked) ہو چکا ہے۔ خالد سردی (Cold) کے باوجود گیلے لحاف (Wet Quilt) میں ہی سو رہے ہیں (سیرت ابن ہشام: 184/2، السند درک للعاکم: 5939)۔ یہ انصارِ مدینہ کی جاں نثاری

(Devotion) کی ایک مثال (Example) ہے۔ ایک رات خالد کی آنکھ کھلی تو اپنے گھر والوں سے کہہ رہے ہیں:

”ہم لوگ تو رسول اللہ کے سر (چھت) پر چلتے پھرتے ہیں۔“

یہ سن کر تمام گھر والے اپنے بستر چھوڑ کر دیواروں کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے ہیں۔

انہوں نے ساری رات یوں ہی گزاری ہے۔ صبح ہوتے ہی خالد نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! ہم اُس چھت پر نہیں چڑھ سکتے جس کے نیچے

آپ موجود ہوں۔“

رسول اللہ، خالد اور اُن کے گھر والوں کے جذبہ احترام (Respectful) کو دیکھتے ہوئے اوپر والی منزل (Upper storey) پر اور خالد کا گھرانہ (Family) چلی منزل (Ground storey) پر رہنے لگا ہے (صحیح مسلم: 2053/5358، الصحیح الریاضی: 293/20، البدایہ و النہایہ: 199/3)۔ رسول اللہ کے لیے کھانا خالد کے گھر والے بناتے ہیں۔ یثرب میں دو (2) پہاڑ جبل اُحد اور جبل غیر موجود ہیں۔ رسول اللہ نے اُحد پہاڑ کو پسند کیا جبکہ غیر پہاڑ کو ناپسند کیا ہے (صحیح الرواۃ: 5912)۔ اُحد پہاڑ کے متعلق رسول اللہ نے کہا ہے:

”اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے

ہیں۔“ (صحیح بخاری: 2746, 4422، مستدراحد: 10830)

اللہ کریم کی بنائی ہوئی کائنات (Universe) پر سب سے خوش قسمت شہر مدینہ منورہ ہے، جسے اللہ کے رسول نے اپنا مسکن (Abode) بنا لیا ہے۔ اب رسول اللہ اسی شہر میں رہیں گے۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں رہنے والے مسلمانوں سے، جو انصار کہلا سکیں گے، وعدہ کیا ہے کہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ رسول اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ (رسول اللہ آج بھی مدینہ منورہ میں آرام کر رہے ہیں۔)

اک بستی بسانے آئے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو آپ کے اہل و عیال (Family) ابھی مکہ میں ہی رہتے ہیں۔ ہجرت کے سفر میں رسول اللہ اور ابو بکر کے پاس دو (2) اونٹنیاں تھیں۔ مدینہ منورہ آ کر رسول اللہ نے قدید (Qudayd) کے بازار سے مزید تین (3) اونٹنیاں خریدی ہیں۔ ہجرت کرتے ہوئے رسول اللہ اپنا سارا مال اور جائیداد مکہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ اس بے سر و سامانی (Scarcity of resources) میں بھی رسول اللہ اس قابل ہیں کہ آپ نے تین (3) اونٹنیاں خریدی ہیں۔ ہجرت کے سفر میں رسول اللہ نے ابو بکر سے قصویٰ اونٹنی چار سو (400) درہم میں خریدی۔ رسول اللہ مکہ میں تجارت کر کے اپنے اور اپنے خاندان کے لیے روزگار کماتے رہے ہیں۔ رسول اللہ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے غریب خاندانوں کی مدد بھی کرتے رہے۔ اس سے رسول اللہ کی معاشی حالت (Economic condition) کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ نے پانچ سو (500) درہم، پانچ (5) اونٹنیاں دے کر زید بن حارثہ اور ابو رافع (Abu Raafay) کو مکہ روانہ کیا ہے کہ وہ آپ کے گھروالوں کو مدینہ منورہ لے آئیں۔ رسول اللہ کی بیوی سیدہ سودہ (Sayedah Sawdah)، رسول اللہ کی بیٹیاں (Daughters) سیدہ اُمّ کلثوم (Sayedah Umm Kulthum)، سیدہ رقیہ (Sayedah Ruqayyah) اور سیدہ (Sayedah Faatimah) فاطمہ ان کے ساتھ مدینہ منورہ آ گئی ہیں۔ اسی قافلہ میں اُسامہ بن زید (Usamah bin Zayd)، اُمّ ایمن اور ابو بکر کے گھروالے بھی مدینہ منورہ آ گئے ہیں (المستدرک للحاکم: 4/5، تاریخ طبری: 118/2)۔ ان سب لوگوں نے مدینہ منورہ آ کر حارثہ بن نعمان (Haarithah bin N'aman) کے گھر پر قیام کیا ہے۔ رسول اللہ کی بیٹی سیدہ

زینب (Sayyedah Zaynab) مدینہ منورہ نہیں آسکیں۔ اُن کی شادی ہو چکی ہے اور اُن کے شوہر ابی العاص بن ربیع (Abil 'Aas bin Rab'i) ابھی رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے۔

مدینہ منورہ ہجرت کرنے والوں میں سے اکثر کے اہل و عیال ابھی مکہ میں ہی ہیں۔ رسول اللہ نے پانچ (5) اُونٹنیاں اسی مقصد (Purpose) کے لیے وقف (Dedicate) کر دی ہیں۔ جب کوئی مہاجر اپنے گھر والوں کو مدینہ منورہ لانا چاہے، ان اُونٹنیوں کو استعمال کرتا ہے۔ رسول اللہ کے ذاتی (Personal) استعمال میں رہنے والی اُونٹنیاں ان کے علاوہ ہیں۔ رسول اللہ کو مدینہ منورہ ہجرت کئے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے۔

رسول اللہ نے اب اتحادی بنانے پر توجہ (Attention) دینا شروع کر دی ہے۔ ہجرت کے بعد ابتدائی دنوں میں بنی جُہینہ (Bani Juhaynah) کا ایک وفد رسول اللہ کے پاس آیا ہے۔ اس وفد نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”ابا قاسم! آپ ہمارے درمیان آ کر رہنے لگے ہیں۔ آپ ہم سے معاہدہ (Agreement) کر لیں تاکہ آپ کو اور ہمیں آسانی رہے۔ اس سے آپ کو ہمارے علاقہ اور ہمیں آپ کے علاقہ میں آنے جانے میں کوئی خوف نہیں ہوگا۔“

رسول اللہ نے بنی جُہینہ سے معاہدہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ نے بنی جُہینہ کی شاخوں (Branches) بنی زرعہ (Bani Zar'ah) اور بنی دبعہ (Bani Dab'ah) کو تحریر (Document) لکھ کر دی ہے:

”ان کے جان و مال (Life and Property) کو مکمل امان (Protection) حاصل ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے

یا ان کے ساتھ لڑائی کرے تو ان کی مدد کی جائے گی۔ ان کے دیہاتوں (Rural) اور شہروں (Urban) میں رہنے والے لوگ اس معاہدہ میں برابر کے شریک (Partners) ہیں بشرطیکہ (Provided) یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں اور مسلمانوں کی مخالفت (Opposition) نہ کریں۔“ (طبقات الکبریٰ: 1/270)

رسول اللہ کے مدینہ منورہ آجانے کے کچھ دن بعد ایک گھڑسوار آپ کے پاس آیا ہے۔ اس گھڑسوار کا چہرہ مکہ کے لمبے سفر کی وجہ سے گرد سے اُٹا (Covered) ہوا ہے۔ اس کے چہرے کے تاثرات بھی تھکان (Tiredness) دکھا رہے ہیں۔ اسے پہچاننا مشکل ہے۔ رسول اللہ اسے بڑی محبت سے ملے ہیں۔ اس کا نام ابو عبیدہ بن جراح (Abu 'Ubaydah bin Jar-rah) ہے (جامع ترمذی: 1582)۔ ابو عبیدہ کا اصل نام عامر بن عبد اللہ ('Aamir bin 'Abdullah) ہے۔

رسول اللہ نے دوسرے شہروں میں رہنے والے مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو۔ رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ ہجرت کرنے والے مردوں کی تعداد ایک سو چھیاسی (186) ہے۔ اب مسلمانوں نے یہ لازم (Essential) کر لیا ہے کہ جو بھی ایمان لائے وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آجائے۔ اس وجہ سے مدینہ منورہ کی آبادی میں غیر معمولی رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اس فیصلہ کے مثبت نتائج (Positive results) سامنے آئے ہیں لیکن اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو بسانا (Settle) اور ان کے رہنے کا انتظام کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ آنے والے لوگوں کے لیے روزگار کا انتظام بھی ضروری ہے۔ کچھ مہاجرین کو مدینہ منورہ میں ان کے واقف کاروں (Acquaintance) نے اپنے ہاں مہمان بنا لیا لیکن سب کے لیے ایسا ممکن نہیں ہے۔ سعد بن خثیمہ انصاری (S'ad bin Khaithmah Ansarite) غیر شادی شدہ (Unmarried) ہیں۔ انہوں نے اپنے گھر کے

دروازے سب کے لیے کھول دیئے ہیں۔ کافی تعداد میں مہاجرین جن کے اہل خانہ (Family) ان کے ساتھ نہیں، اس گھر میں رہنے لگے ہیں۔ کچھ مہاجرین کو ان کے جاننے والوں نے زمین (Land) فراہم (Provide) کی ہے کہ وہ اس پر اپنا گھر تعمیر (Construct) کر لیں۔ مدینہ منورہ آنے والے لوگ اپنے جاننے والوں (Known)، قبیلہ اور والدین کے خاندان والوں کے قریب آباد (Settle) ہو رہے ہیں۔

اس طرح چھوٹی چھوٹی آبادیاں (Settlements) وجود (Come to existence) میں آرہی ہیں۔ ان آبادیوں میں اپنی اپنی مسجد اور بازار بھی ہیں۔ کسی آبادی میں قبرستان (Graveyard) بھی موجود ہے۔ رسول اللہ کی زندگی میں ہی مدینہ منورہ میں نو (9) مسجدیں موجود ہیں جہاں باقاعدہ (Regular) نماز ادا کی جاتی ہے۔ جمعہ کی نماز تمام لوگ رسول اللہ کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کرتے ہیں (انساب الاشراف: 420/1)۔

رسول اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت نے دنیا کو ایک نیا کیلنڈر (Calendar) دیا ہے۔ سیرت رسول سمجھنے کے لیے ہجری کیلنڈر (Hijrah calendar) بہت اہم ہے۔ اب اسلامی تاریخ کا حوالہ رسول اللہ کی ہجرت ہے۔ رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے عرب میں سالوں کا شمار کرنے کا کوئی مربوط (Organised) طریقہ نہیں ہے۔ عرب اپنے سالوں کا شمار رسول اللہ سے آٹھ (8) پشت (Generations) پہلے کعب بنی لوی کے یوم وفات سے کیا کرتے تھے۔ وہ ایسا پانچ سو بیس (520) سال تک کرتے رہے۔ رسول اللہ کے پیدا ہونے سے پچپن (55) دن پہلے ابرہہ کی فوج کے کعبہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے مکہ پر چڑھائی اور ابا بیلوں کے ہاتھوں اُن کا تباہ ہونا، ایسا واقعہ ہے کہ عرب اپنے سالوں کا شمار اس سال جسے ”عام الفیل“ (ہاتھی والوں کا سال) کہتے ہیں، سے کرنے لگے۔ (مسند رسول اللہ: 28/1)

رسول اللہ کے اعلان نبوت کے بعد مسلمان اپنے سالوں کا شمار مختلف واقعات کے حوالے سے کرتے رہے۔ دشمن سے لڑائی کی اجازت کا حکم (القرآن العجی: 39:22) نازل ہوا تو

اک بستی بسانے آئے ہیں

اس سال کو ”سنہ اذن“ کہا جانے لگا یعنی اجازت ملنے والا سال۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق جہاد کی اجازت اللہ کریم نے سورہ بقرہ کی آیت 2:190 میں دی۔ سورہ براءۃ (سورہ توبہ) نازل ہونے پر چھ (6) ہجری کو ”سنہ براءۃ“ کہا جانے لگا۔ رسول اللہ کے آخری حج کے سال کو ”سنہ الوداع“ کہا جانے لگا۔ ”سنہ الوداع“ ہجرت کے بعد دسواں (10th) سال ہے۔

رسول اللہ کے وصال کے بعد بھی ایسا ہی چلتا رہا۔ ہجرت کے سولہویں (16th) سال ایک کاغذ (Document) عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا جس پر لکھا تھا ”شعبان کی فلاں تاریخ“۔ عمر نے پوچھا:

”کون سا شعبان؟ اس سال، پچھلے سال یا آنے والے سال کا

شعبان؟“

اس بات نے ان کی توجہ اس طرف دلائی کہ مسلمانوں کا اپنا سنہ (کیلنڈر) ہونا چاہئے جس سے لین دین، حساب کتاب (Calculations) اور دوسرے معاملات میں آسانی ہو۔ عمر نے مشورہ کرنے کے لیے اجلاس (Meeting) بلا یا۔ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی تاریخ (سال) شمار کرنے کی ابتدا (Start) کہاں سے کی جائے۔ اس سلسلہ میں انہیں مشورہ دیا گیا کہ اسلامی تاریخ کا آغاز:

1۔ رسول اللہ کے پیدا ہونے کے سال سے کیا جائے۔

2۔ رسول اللہ کے اعلان نبوت کے دن سے کیا جائے۔

3۔ رسول اللہ کی وفات کے دن سے کیا جائے۔

علی ابن ابی طالب نے مشورہ دیا:

”ہمیں اسلامی تاریخ کے شمار کرنے کا آغاز رسول اللہ کی مدینہ

منورہ ہجرت سے کرنا چاہئے“ (کتاب الاوائل قلسی: 56/2، تاریخ بعلبوس: 166/2)

عمر بن خطاب کوملی کا مشورہ پسند آیا اور یہی فیصلہ کیا گیا۔ عرب اپنے سال کا آغاز محرم سے کرتے ہیں۔ اسلامی سال کا آغاز بھی اسی مہینہ سے کیا گیا۔ اس طرح رسول اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت کا دن 12 ربیع الاول 1 ہجری ٹھہرا۔ اس شمار کا آغاز تو عمر نے ہجرت کے سولہویں (16th) سال کیا لیکن اسلامی تاریخ رسول اللہ کی ہجرت سے لے کر ہجری سالوں کے حوالہ سے ہی محفوظ کی گئی۔ (صحیح بخاری: 3834)

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق بصری (Busra / Bostra) کے گورنر (Governor) ابوموسیٰ اشعری (Abu Musa Ash'ary) نے عمر بن خطاب کو خط لکھا کہ آپ کے حکم نامے (Orders) اور خط ہمیں ملتے ہیں لیکن اُن پر کوئی تاریخ (Date) درج (Imprint) نہیں ہوتی۔ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آپ نے یہ حکم یا ہدایت کب جاری کی ہے؟ ان میں سے کون سا حکم نیا ہے اور کون سا پرانا؟ اُن کے خیال میں ابوموسیٰ اشعری کا خط اسلامی سنہ کے آغاز کی وجہ بنا۔ ہجری کیلنڈر آج بھی رائج (In use) ہے۔ تمام اسلامی تہوار اور عبادات (رمضان، عید، حج وغیرہ) اسی کیلنڈر کے اعتبار سے انجام (Perform) پاتے ہیں۔

اللہ کے لیے بھائی بھائی ہیں ①

مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی وجہ سے مسلمان سکون (Peaceful) کی زندگی گزارنے لگے ہیں۔ یہاں انہیں مذہب کی آزادی تو ہے لیکن غربت اور تنگدستی (Poverty) کا سامنا ہے۔ کم و بیش (Almost) تمام مسلمان جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، مالی اعتبار (Financially) سے شدید مشکلات (Deep crisis) کا شکار ہیں۔ مہاجرین تو اپنا سب کچھ لٹا کر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے لیے مدینہ منورہ آئے ہیں۔ رسول اللہ کو اس بات کا مکمل احساس (Realization) ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (القرآن- الانفال- 74:8)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! مہاجر، جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی، اللہ کے راستے میں جہاد (Fought) کیا، انصار، جنہوں نے اپنے کم وسائل (Limited resources) کے باوجود مہاجروں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن (Believers) ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کی غلطیوں کی مغفرت (Forgiveness) اور پاکیزہ روزی (Honourable sustenance) ہے۔

① اللہ کے لیے بھائی بھائی ہیں۔ (مسند احمد: 10657)

مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے والوں کے لیے پہلا (1st) بڑا مسئلہ رہائش (Residence) ہے۔ مکہ سے آنے والے مہاجروں کے پاس اتنے اسباب (Resources) نہیں کہ یہاں گھر خرید سکیں یا نئے گھر تعمیر کر سکیں۔ مہاجرین اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ منورہ آئے ہیں۔ نہ ہی انصار کے پاس اتنے لوگوں کو دینے کے لیے گھر ہیں۔ (اس زمانہ میں ہوٹل (Hotel)، گیٹ ہاؤس (Guesthouse) یا ہاسٹل (Hostel) نہیں ہوا کرتے تھے)۔ روزگار (Jobs) کے مواقع (Opportunities) ایک اور اہم مسئلہ ہے۔ رسول اللہ نے اس کا خوبصورت حل (Solution) پیش کیا ہے۔ رسول اللہ مہاجرین اور انصار سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے لیے بھائی بھائی بن جاؤ۔“

رسول اللہ نے ہر مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا ہے۔ انصار سے کہا ہے کہ وہ اپنے مہاجر بھائی کو اپنے گھر میں رکھیں اور اُس کے کھانے پینے کا انتظام کریں۔ دونوں بھائی روزگار (Earning) میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس طرح مہاجرین کے لیے وقتی پریشانی (Worry of the moment) ختم ہو گئی ہے۔ اب وہ جلد اپنے پاؤں پر کھڑے (Self-sufficient) ہو جائیں گے۔ کچھ مہاجرین کو انصار نے اپنے ساتھ کھیتی باڑی میں مصروف کر لیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر (Worth mentioning) ہے کہ مکہ میں سخت پہاڑ ہیں۔ قرآن مجید اس بارے میں کہتا ہے: ”ایسی زمیں جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں“ (القرآن۔ ابراہیم۔ 37:14)۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے مسلمانوں (انصار) کا پیشہ (Profession) کاشت کاری (Cultivation) ہے۔ انصار نے نہ صرف زمینیں مہاجرین کو دی ہیں بلکہ انہیں کھیتی باڑی سکھائی اور ان کی مدد کی ہے (مصحیح بخاری: 2325، 2719، 3782)۔

رسول اللہ کے کردار کی جھلک (Reflection) صحابہ کرام میں یوں بھی نظر آتی ہے کہ انصار نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! ہماری زمینوں میں سے آدھی زمینیں مہاجرین کو

دے دی جائیں۔“

مہاجرین: ”آپ لوگ اپنی زمینیں طے شدہ کرایہ (Agreed rental value) پر ہمیں دے دیں۔ ہم انہیں اس کے علاوہ کسی صورت (Option) نہیں لیں گے۔ یہ زمینیں آپ ہی کی ملکیت (Ownership) رہیں گی۔“

حالانکہ اس وقت مہاجرین شدید ضرورت مند (Needy) ہیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مہاجرین نے تمام زمینیں انصار کو واپس کر دیں۔ انہوں نے اسے قرض حسنہ (Qarz Hasnah / Soft loan) ہی سمجھا اور جلد سے جلد واپس کیا ہے۔ اسی طرح جب بعد کے دور میں بحرین (Bahrain) کے صوبہ (Province) کی آمدن رسول اللہ نے صرف انصار کو دینا چاہی تو انصار نے رسول اللہ سے کہا:

”اللہ کے رسول! جب تک مہاجرین ان زمینوں میں برابر

(Equal) کا حصہ نہیں لیں گے، ہم بھی اپنا حصہ نہیں لیں گے۔“

مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کو بھائی بنانے کا کام رسول اللہ نے ہجرت کے بعد ابتدائی دنوں (Early days) میں شروع کیا اور فتح مکہ (8 ہجری) تک جاری رہا (فتح الباری: 130/15)۔ اس بھائی چارہ (مواخات - (Mawakhaat / Brotherhood)) کا اعلان انس بن مالک (612-709, 98) (Anas bin Maalik) کے گھر پر کیا گیا ہے (صحیح بخاری: 2294، صحیح مسلم: 2529، مسند احمد: 10657، 11560)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یہ اعلان مسجد نبوی میں کیا گیا (صحیح مسلم: 2529)۔

ایسے انصاری جن کے پاس ایک (1) سے زیادہ مکان ہیں، انہوں نے اپنے ذاتی استعمال میں ہونے والے مکان کے علاوہ باقی مہاجرین میں بانٹ دیئے ہیں۔ مہاجرین نے بہت جلدی ان زمینوں پر جو انصار نے انہیں دیں یا ایسی زمینیں جو کسی کی ملکیت (Ownership) نہیں، اپنے لیے گھر بنا لیے ہیں (اسباب الاضراف: 270/1)۔ سب سے پہلے حارثہ بن نعمان نے اس مقصد سے اپنی زمین پیش کی ہے۔ زبیر بن عوام (Zubayr bin 'Awaam, عثمان بن عفان (576-656, 81) (Uthmaan bin 'Affan), عبید بن حارث (Ubayd bin Haarith), عبدالرحمن بن عوف (Abdul Rahmaan bin 'Awf) اور مقداد بن اسود (Miqdaad bin Aswad) نے ایسی زمینوں پر اپنے گھر تعمیر کر لیے ہیں (معجم البلدان)۔ رسول اللہ کی یہ تدبیر (Strategy) بڑی کامیاب ثابت (Prove) ہوئی ہے۔ بہت کم مدت میں مہاجرین نے اپنے آپ کو اس قابل بنا لیا ہے کہ وہ کسی کے مرہونِ منت (Dependent) نہیں رہے۔

ہمارے اٹک سنبھالے تمہاری پلکوں نے

مہاجروں کی یوں انصار نے مدد کی ہے^❶

رسول اللہ نے خود کسی انصاری کے ساتھ بھائی بننے کا عہد نہیں کیا۔ اس کی بنیادی

وجہ (Basic reason) یہ ہے کہ رسول اللہ نہیں چاہتے کہ کسی انصاری کی دل آزاری (Heart burning) ہو۔ انصار میں سے ہر شخص کی خواہش ہے کہ رسول اللہ اُسے اپنا بھائی بنا لیں۔ اگر رسول اللہ کسی ایک انصاری کو بھائی بنا لیں تو دوسرے خیال کریں گے کہ رسول اللہ نے اُسے اس قابل (Worthy / Equal) نہیں سمجھا۔

تمام مہاجروں کو کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا لیا گیا ہے۔ علی ابن ابی طالب

روتے ہوئے رسول اللہ کے پاس آئے ہیں کہ انہیں کسی انصاری کا بھائی نہیں بنا لیا گیا۔

❶ انصار نے مہاجرین کی ایسے مدد کی ہے کہ انہیں دوسرے شہر میں بیگانگی کا احساس تک نہیں ہے

رسول اللہ علی سے کہہ رہے ہیں:

”علی! تم دنیا اور آخرت (Hereafter) دونوں میں میرے بھائی

ہو۔“ (المستدرک للعالم: 14/3، 4288، فتح الباری: 131/15، سیرت ابن ہشام: 171/2)

عبدالرحمن بن عوف کو رسول اللہ نے سعد بن ربیع (S'ad bin Rab'i) انصاری کا

بھائی بنایا ہے۔ سعد نے عبدالرحمن سے کہا ہے:

”آپ میرے بھائی ہیں۔ میں (مسلمان) اہل مدینہ میں سب

سے امیر (Rich) ہوں۔ میری آدھی جائیداد (Half properties) اور

دولت آپ کی ہے۔ میری دو (2) بیویاں ہیں۔ آپ ان دونوں میں سے

جسے پسند کریں، میں طلاق (Divorce) دے دوں گا، آپ اُس سے شادی

کر لیں۔“ (صحیح بخاری: 3780، 2048، مسند احمد: 10655، جامع ترمذی: 1933)

عبدالرحمن بن عوف: ”اللہ کریم آپ کو اپنے گھر والوں میں آباد اور خوشحال

(Prosperous) رکھے، مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہئے۔ آپ مجھے بازار (Market)

کا راستہ سمجھادیں۔“ (صحیح بخاری: 3780، مسند احمد: 10655، جامع ترمذی: 1933)

عبدالرحمن بن عوف، بنی قبیقاع کے بازار میں جا کر بہت ہی کم پیسوں

(Funds) سے خرید و فروخت (Sale or purchase) کر رہے ہیں۔ وہ سامان بار بار بیچ

کر شام میں واپس آتے ہوئے پنیر (Cheese) اور گھی (Ghee / cooking oil) خرید

لائے ہیں۔ ان کا معمول (Routine) یہی ہو گیا ہے (صحیح بخاری: 3780، جامع ترمذی: 1933)۔ کچھ

ہی دنوں میں انہوں نے کاروبار کے لیے مناسب رقم (Funds) جمع کر لی ہے۔ عبدالرحمن

بن عوف نے مدینہ منورہ میں شادی کی تو رسول اللہ نے ان سے پوچھا ہے:

”کیا تم نے اپنی دلہن کو مہر (Wedding gift) دیا ہے؟“

عبدالرحمن: ”اللہ کے رسول! جی ہاں۔ میں نے اپنی بیوی کو کھجور کی گٹھلی (Kernel

seed کے برابر سونا مہر میں دیا ہے۔“ (صحیح بخاری: 3780, 2048, مسند احمد: 10655، جامع

ترمذی: 1933)

وقت گزرنے کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف مدینہ منورہ کے امیر ترین (The richest) لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف کی تجارت اتنی بڑھ گئی کہ ان کا سامان تجارت کئی اُونٹوں پر لاد (Load) کر لایا جاتا۔ ان کا قافلہ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تو شہر میں دُھوم (Bustle) مچ جاتی ہے (مد النابہ)۔ اسی طرح دوسرے مہاجرین نے بھی خودداری (Self-respect) دکھاتے ہوئے اپنے لیے روزگار کے انتظامات کئے ہیں۔ ابو بکر ابن ابوقحافہ نے کپڑے کی تجارت شروع کر دی ہے۔ عمر بن خطاب نے مختلف چیزوں کی خرید و فروخت (Buying & selling) شروع کی ہے۔ عثمان بن عفان اب بنی قینقاع کے بازار میں کھجوروں کی تجارت (Trading) کرتے ہیں (طبقات ابن سعد، مسند احمد)۔ تجارت میں مہاجرین کی مہارت (Expertise) دیکھ کر انصار کہتے ہیں:

”تم لوگ تو صحرا کی ریت (Sand) کو سونے میں بدل سکتے ہو۔“

اس بھائی چارے (Brotherhood) کی ایک خاص بات یہ ہے کہ آپس میں بھائی بننے والے خاندان نہ صرف منافع (Profit) میں حصہ دار بلکہ وراثت (Inheritance) میں بھی حق دار (Heirs) بنائے گئے ہیں (صحیح بخاری: 4580، سیرت ابن ہشام: 171/2، طبقات الکبریٰ: 238/1)۔ مہاجرین اور انصار نے اس سے اتفاق (Agreed) کیا ہے۔ رسول اللہ نے وراثت میں حصہ داری فتح مکہ کے بعد ختم کر دی (الانفال: 75، الاحزاب: 6:33، صحیح بخاری: 4580)۔ رسول اللہ نے مہاجرین اور انصار میں غیر معمولی (Extraordinary) بھائی چارہ نوے (90) لوگوں کے درمیان قائم (Establish) کیا ہے۔ اس میں پینتالیس (45) مہاجرین اور پینتالیس (45) انصار شامل ہیں (طبقات الکبریٰ: 238/1، فتح الباری: 131/15)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق ان کی تعداد ایک سو (100) ہے۔ پچاس (50) مہاجرین اور

پچاس (50) انصار۔ رسول اللہ نے حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ کے درمیان مکہ میں قائم ہونے والا بھائی چارہ برقرار (Intact) رکھا ہے۔ کچھ مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بنانے کے لیے قرعہ اندازی (Balloting) کی گئی ہے۔ عثمان بن مظعون (Uthmaan bin Maz'un) ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے لیے قرعہ اندازی کی گئی ہے (صحیح بخاری: 1243، مسند احمد: 11639)۔ اس بھائی چارے کا مقصد ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ ایک وجہ معاشرتی ضرورت (Social Need) بھی ہے۔ مہاجرین مکہ چھوڑ کر آئے ہیں، انہیں بیگانگی (Alienation) کا احساس نہ ہو۔ انہیں اپنے بہن بھائیوں کی کمی محسوس نہ ہو۔

بعد کے زمانہ میں رسول اللہ نے سلمان فارسی اور ابودردا کو آپس میں بھائی بنایا ہے۔ ایک دن سلمان، ابودردا کے گھر آئے تو اُن کی بیوی اُم دردا کو بہت بے پرواہ (No care) حالت میں دیکھا ہے۔ اُنہوں نے اپنے بال سنوارے (Comb) ہیں نہ ہی اچھا لباس پہنا ہوا ہے۔ سلمان کو بہت حیرت ہے۔ اُم دردا سے پوچھ رہے ہیں:

”اُم دردا! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے اپنی حالت ایسی کیوں بنا رکھی ہے؟“

اُم دردا: ”تمہارے بھائی ابودردا کو دنیا کی کوئی حاجت (Need) ہی نہیں ہے۔“

تھوڑی ہی دیر میں ابودردا بھی گھر آگئے ہیں۔ اُم دردا نے سلمان کے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ کھانا رکھا گیا تو سلمان نے ابودردا سے کہا ہے:

”آپ میرے ساتھ کھانے میں شریک کیوں نہیں ہو رہے؟“

ابودردا: ”میں (نظمی۔ Optional) روزے سے ہوں۔“

سلمان: ”میں بھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔“

ابودرداء: ”لیکن تم تو روزے سے نہیں ہو۔ تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟“
 سلمان: ”مجھے بھوک محسوس ہو رہی ہے لیکن جب تک آپ شریک نہیں ہوں گے میں کھانا
 نہیں کھاؤں گا۔“

ابودرداء نے سلمان کی ضد دیکھی تو کھانے میں شریک ہو گئے ہیں۔ رات کا پہلا
 پہر (Quarter) ہوا تو ابودرداء عبادت کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ سلمان ابودرداء سے کہہ
 رہے ہیں:

”ابا درداء! ابھی سو جاؤ۔“

رات کے آخری پہر میں ابودرداء عبادت کرنے کے لیے اُٹھے ہیں۔ سلمان نے
 کہا ہے:

”ہاں! اب ٹھیک ہے۔ ہم دونوں اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔“

دونوں نے فجر کی نماز ادا کی۔ سلمان، ابودرداء سے کہہ رہے ہیں:

”ابا درداء! جس طرح تمہارے رب کا تم پر حق ہے کہ تم اُس کی

عبادت کرو، اسی طرح تمہاری جان کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق

ہے۔ ہر حق والے کو اُس کا حق ملنا چاہئے۔“

اس کے بعد دونوں رسول اللہ سے ملے اور ساری بات سنائی تو رسول اللہ کہہ

رہے ہیں:

”سلمان! تم نے سچ کہا۔“ (صحیح بخاری: 1968)

انصارِ مدینہ نے رسول اللہ اور مہاجرین کی مدد کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ ایک دن

رسول اللہ سے ایک (1) مہمان اس حال میں ملنے آیا کہ شدید بھوک سے ہے۔ رسول اللہ

نے اپنے گھر والوں سے پوچھا تو اُن کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ

نے انصار سے اُس شخص کی خدمت کرنے کے لیے کہا ہے۔ ایک انصاری، مہمان کو اپنے گھر لے گیا ہے۔ اس انصاری کا نام تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ گھر جا کر پیتہ چلا کہ کھانا تو ہے لیکن اتنا کم کہ بچے ہی کھا سکتے ہیں۔ انصاری نے اپنی بیوی سے کہا ہے:

”تم بچوں کو بہلا پھسلا (Cajole) کر سٹلا دو۔ کھانا مہمان کے

سامنے رکھ دینا اور ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ (Lamp) بجھا (Extinguish)

دینا۔“

ایسا ہی کیا گیا ہے۔ مسافر کھانا کھا رہا ہے۔ انصاری، رسول اللہ کے مہمان کے سامنے اندھیرے (Darkness) میں خالی ہاتھ چلا رہا ہے۔ مہمان نے کھانا کھا لیا مگر سارے گھر والے بھوکے (Hungry) ہی سوئے ہیں۔ اللہ کریم کو اپنے بندے کی ادا (Tactic) اتنی پسند آئی کہ جبریل پیغام لائے ہیں:

وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (القرآن- العشر- 9:59)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! انصار جنہوں نے ہجرت و ایمان والے گھر مدینہ منورہ میں ان مہاجرین سے پہلے رہائش (Residence) اختیار کر لی تھی، اب وہ آنے والے مہاجرین کو دل سے چاہتے ہیں۔ ان مہاجرین کو جو کچھ بھی دیا جائے، اس کے متعلق ان کے دلوں میں تنگی (Stinginess) نہیں بلکہ خوش ہوتی ہے۔ انصار، مہاجرین کو اپنی ذات پر ترجیح (Preference) دیتے ہیں اگرچہ (Even) انہیں خود اُس چیز کی سخت ضرورت ہو۔ خواہ انہیں خود تنگی (Poverty) پر ہی گزارہ کیوں نہ

کرنا پڑے۔ یہی لوگ خود غرضی (Selfishness) سے بچا لیے گئے ہیں۔

یقیناً یہی لوگ کامیاب (Successful) ہیں۔

رسول اللہ نے ابتدائی چند دن مدینہ منورہ میں مہمان (Guest) کی طرح گزارے ہیں۔ اب رسول اللہ نے اپنے خاندان کے لیے معاشی انتظام کیا ہے۔ آپ نے بھیڑ بکریاں پال لی ہیں۔ ان کا دودھ کھانے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عرب کھجور اور دودھ پر زندہ رہ لیتے ہیں (معد رسول اللہ، 52/1)۔ آہستہ آہستہ رسول اللہ نے اونٹ بھی ان میں شامل کر لئے ہیں۔ بعد کے دنوں میں اس ریوڑ (Herd) میں گھوڑے بھی شامل ہو گئے۔ رسول اللہ کے پالے جانے والے (Raise) جانور تعداد میں بڑھ گئے تو آپ نے اپنے جانور مدینہ منورہ سے باہر ایک (1) چراگاہ (Pasture) میں رکھ لیے۔ انہیں سنبھالنے کے لیے آپ نے مزدور بھی رکھے۔ رسول اللہ اپنی اور اپنے خاندان کی معاشی (Economic) ضرورتیں خود پوری کرتے ہیں۔

• نبی کی مسجد ①

زمین خریدنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اب مسجد کی تعمیر کی طرف (Attention) توجہ دے رہے ہیں۔ خالد بن زید کے کنویں (Well) کے قریب سے مٹی لے کر اینٹیں (Bricks) بنائی جا رہی ہیں۔ اس کام کی ابتدا (Start) عمار بن یاسر نے کی ہے (سیرت ابن ہشام: 434/1)۔ مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو حضرت موت (Hadar Maut) (ایک مقام کا نام) کا ایک شخص آیا جو مٹی گوندھنے (Mding) اور گارا بنانے (Mud) کا ماہر (Expert) ہے۔ رسول اللہ نے اسے کام کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس کے کام کی تعریف (Praise) کی ہے۔ اس شخص کا نام طلق بن علی (Talaq bin 'Ali) ہے۔ رسول اللہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”یہ کام اسے ہی کرنے دو کیونکہ یہ تم سب سے زیادہ عمدگی

(Perfection) سے یہ کام کر رہا ہے۔ اللہ کریم اُس شخص پر رحم فرمائے جو جس

کام کو کرتا ہے خوب صورتی سے کرتا ہے۔“ (دلائل النبوة للہیسی، 545/2، فتح الباری: 112/3)

اینٹیں ایک جگہ جمع کر لی گئی ہیں۔ سامان جمع ہو گیا تو رسول اللہ اُٹھے اور اینٹیں اُٹھا کر مسجد کی تعمیر کے لیے پہنچانے (Carry) لگے ہیں۔ تمام صحابہ بھی اس کام میں مصروف ہو گئے ہیں۔ (معجم بخاری: 3906) اینٹیں اُٹھانے کی وجہ سے مٹی لگنے سے رسول اللہ کے کپڑے میلے (Dirty) ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ کو اینٹیں اُٹھا کر لے جاتے دیکھ کر اُسید بن حضیر (Usayyed bin Hudayr) رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! یہ ایٹنٹیں مجھے دے دیجئے، میں لے جاتا ہوں۔“

رسول اللہ: ”تم جاؤ اور مزید (More) ایٹنٹیں اٹھا لاؤ، تم اللہ کی رحمت کے مجھ سے زیادہ اُمیدوار (Desirous) نہیں ہو۔“

عمّار بن یاسر (570-657, 88) (Ammar bin Yaasir) ایک وقت میں دو (2) ایٹنٹیں جبکہ باقی تمام لوگ ایک وقت میں ایک (1) ایٹنٹ اٹھا کر لا رہے ہیں۔ عمّار نے کہا ہے:

”میں ایک ایٹنٹ اپنے حصّہ کی اٹھا کر لا رہا ہوں اور دوسری رسول

اللہ کے حصّہ کی۔“ (مسعیح بخاری: 447)

رسول اللہ، عمّار کے گھنگھریالے بالوں (Curly hair) کو اپنے ہاتھوں سے پیار سے جھٹکتے ہوئے اور اُن کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”ابن سمیّہ (Ibn Sumayyah)! عام لوگوں کے لیے ایک (1)

اُجر (Reward) ہے لیکن تمہیں دو (2) اُجر ملیں گے۔ عمّار میری آنکھوں اور

ناک کے درمیان کا چمڑہ ہے۔ (یعنی مجھے بہت عزیز (Dear) ہے)۔“

(الاصابہ: 665/36، سیرت ابن ہشام: 433/1، 434/1)

انصار اور مہاجرین نے اس دوران یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر مہاجر ایک دن مسجد کی تعمیر میں حصّہ لے، دوسرے دن روزگاری تلاش (Search) اور کوشش (Effort) میں مصروف رہے۔ انصار بھی اسی طرح ایک دن کام کریں اور دوسرے دن مسجد کی تعمیر میں حصّہ لیں۔

رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب سے کہا ہے:

”علی! ایک دن تم ہم دونوں کے لیے روزگاری کوشش کرو گے اور

ایک دن یہ کوشش میں کروں گا۔“

علی: ”اللہ کے رسول! مسجد کی تعمیر کے لیے آپ کی موجودگی (Presence) ضروری (Required) ہے۔ اس کے علاوہ روزانہ لوگ آپ سے ملنے کے لیے آتے ہیں۔ آپ کی باری (Turn) کے دن بھی روزگار کی کوشش میں کروں گا، آپ مسجد میں ہی رہیں۔“

رسول اللہ نے علی کی پیش کش (Offer) قبول کر لی ہے۔ علی اپنی اور رسول اللہ کی باری کے دن روزگار کمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک شخص اپنا گھر تعمیر کر رہا ہے۔ علی اُس گھر کی تعمیر کے لیے پانی بھر کر لاتے ہیں۔ پانی کے ذخیرہ (Reservoir) اور زیر تعمیر (Under construction) گھر کے درمیان فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ علی سارا دن کام کر کے صرف سولہ (16) ڈول (Container) پانی ہی لاسکتے ہیں۔ انہیں ہر ڈول پانی کے بدلہ میں ایک (1) کھجور مزدوری ملتی ہے۔ اس طرح علی کو روزانہ (Daily) سولہ (16) کھجوریں مزدوری میں ملتی ہیں۔ وہ آٹھ (8) کھجوریں خود رکھتے اور آٹھ (8) رسول اللہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ ایک مدت سے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ رسول اللہ تپن (53) اور علی چوبیس (24) سال کی عمر میں آٹھ (8) کھجوروں پر گزارا کرتے ہیں۔ (عیبائہ، ہاویلور: 275)

رسول اللہ کی تعلیمات (Teachings) کی وجہ سے عمر بن خطاب جیسا شخص بھی مسجد کی تعمیر کے لیے مزدوروں (Labourer) کی طرح کام کر رہا ہے۔ قبولِ اسلام سے پہلے عمر ایسا کام کبھی نہ کرتے چاہے انہیں اس کے بدلہ میں بڑی سے بڑی دولت (Wealth) دی جاتی۔ عبداللہ بن عمر (610-693, 84) (Abdullah bin 'Umar) سے روایت ہے:

”رسول اللہ نے تعمیر کی تو مسجد نبوی کچی اینٹوں (Mud bricks)

سے، اس کے ستون (Pillars) کھجور کے تنوں (Trunks) سے، چھت کھجور

کے پتوں اور شاخوں (Branches) سے بنائی گئی۔ مسجد کی تعمیر میں سات (7) مہینے لگے۔ مسجد کی لمبائی (Length) پینتیس (35) میٹر اور چوڑائی (Width) تیس (30) میٹر رکھی گئی۔ مسجد کے ساتھ ہی (Adjacent) رسول اللہ کے لیے ایک حجرہ (Cubical) مشرق (East) میں بنایا گیا۔“

اب رسول اللہ، سیدہ سودہ کے ساتھ مسجد کے برابر میں بنائے گئے حجرہ میں رہنے لگے ہیں۔

رسول اللہ سات (7) مہینے خالد بن زید کے گھر پر رہے (السيرة النبوية لابن كثير: 217)۔ اس دوران خالد اور ان کے خاندان نے رسول اللہ کے آرام اور سکون (Comfort and peace) کا مکمل خیال رکھا ہے (بعد رسول لله 121/2)۔ تاریخ اس خوش قسمت انسان کو ابو ایوب انصاری (d:674) (Abu Ayub Ansaarite) کے نام سے جانتی ہے۔

رسول اللہ کی تعمیر کردہ مسجد کا رقبہ (Area) ایک ہزار پچاس مربع میٹر (1,050 Sq.M) ہے۔ پاکستان میں استعمال ہونے والے پیمانہ (Measung unit) کے مطابق یہ جگہ تقریباً پچاس (50) مرلے (Marlas) یعنی اڑھائی (2.5) کنال بنتی ہے۔ یہ جگہ گیارہ ہزار ایک سو بہتر مربع فٹ (11,172 Sq.M) ہے۔ اس طرح مسجد میں اٹھائیس (28) صفیں (صف - Prayer mat for one row) ہیں •۔ اس مسجد میں نمازیوں کی گنجائش (Capacity) تیرہ سو بہتر (1,372) ہے۔ مسجد کا زیادہ حصہ صحن کی صورت میں کھلا (Open to sky) ہے۔ مسجد میں سخت سردی اور سخت گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ مسجد کے بال (Hall) میں جانے کے لیے دروازے (Doors) نہیں ہیں۔ مسجد میں داخل ہونے کے تین (3) دروازے (Gates) ہیں:

• ایک صف کی چوڑائی چار (4) فٹ اور لمبائی آٹھانوے (98) فٹ رکھی گئی ہے۔ ایک نمازی کے لیے جگہ دو (2) فٹ چوڑی یعنی 2x4 فٹ رکھی گئی ہے۔ 1 مرلہ = 225 Sq.ft، ایک کنال = 20 مرلے

- | | | |
|-------------------|------------|-----|
| 1 - Bab ur Rahmah | باب الرحمہ | 1 - |
| 2 - Bab e Jibreel | باب جبریل | 2 - |
| 3 - Bab un Nisaa | باب النساء | 3 - |

اس وقت مسجد میں محراب (Arch of Imam) نہیں ہے۔

رسول اللہ نے کہا:

”جس نے میرے وصال (Death) کے بعد میری قبر کی زیارت

کی گویا اس نے میری زیارت کی۔“ (دارقطنی: 913، البیہقی: 4151، الترغیب و الترہیب:

1865، الدر المنثور: 569/1)

مسجد کا صحن کچا ہے جس وجہ سے بارش ہونے کی صورت میں یکچھڑ (Mud) اور پھسلن (Slippery) ہو جاتی ہے۔ اس سے بچنے کے لیے مسجد کے صحن میں چھوٹے گول پتھر ڈال دیئے گئے ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ اب رسول اللہ مسجد نبوی (Masjid Nabwi / Prophet's mosque) میں پہلا خطبہ (Sermon) دے رہے

ہیں:

”تمام تعریفیں (Praises) اللہ کے لیے ہیں۔ میں اُسی کی تعریف

کرتا اور اُسی سے مدد چاہتا ہوں۔ لوگو! مرنے سے پہلے سامان تیار کر لو۔ اللہ

کی قسم! ایک دن تم پر موت کی بے ہوشی (Unconsciousness) طاری

ہوگی۔ تم اپنی بھٹیڑ بکریاں (Assets) بغیر کسی نگہبان (Guardian) کے

چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ اللہ کو نہ تو کسی ترجمان (Interpreter) کی ضرورت

ہے نہ ہی کسی دربان (Security guard) کی۔ اللہ تم سے پوچھے گا:

”کیا تمہارے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا، جس نے تمہیں میرا

پیغام پہنچایا ہو؟ کیا میں نے تمہیں مال و دولت (Riches) نہیں دیئے تھے؟
اب تم بتاؤ کہ تم نے اپنے فائدہ کے لیے کیا کیا؟“

اُس وقت انسان حیرانی اور پریشانی (Surprise and worry) سے دائیں بائیں (Look around) دیکھے گا لیکن اُسے کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ جب انسان اپنے سامنے دیکھے گا تو اُسے دوزخ کی آگ (Hellfire) نظر آئے گی۔ تم لوگ یہ بات جان لو کہ جو شخص آگ سے بچنا چاہتا ہے، اُس کے پاس کھجور کا ٹکڑا دینے کی طاقت (Capacity) ہے تو وہ اللہ کی راہ میں دے کر اپنے آپ کو آگ سے بچالے۔ اگر کوئی یہ طاقت بھی نہیں رکھتا تو لوگوں کو اچھی (نیکی کی) بات بتا کر ہی اپنے آپ کو محفوظ کر لے۔ اللہ نے ایک نیکی کا بدلہ دس (10) گنا (Ten times) سے سات سو (700) گنا (Seven hundred times) رکھا ہے۔“

مدینہ منورہ کے شروع کے دنوں میں مسجد میں کوئی منبر (Pulpit) نہیں ہے۔ رسول اللہ کھجور کے خشک تنے (Dry trunk) کے ساتھ سہارا لگا کر (Leaning on) کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے ہیں۔ رسول اللہ کے پاس ایک انصاری عورت آ کر کہہ رہی ہے:
”اللہ کے رسول! میرا بیٹا ترکھان (Carpenter) ہے۔ میں آپ کے لیے لکڑی کا منبر (Mimber / pulpit) بنوادوں، اس سے آپ کو آسانی ہوگی؟“

رسول اللہ: ”جیسا تم چاہو۔“ (صحیح بخاری: 449)

کچھ وقت کے بعد رسول اللہ کے لیے لکڑی کا منبر تیار ہو گیا ہے (تاریخ طبری: 22/3)۔ رسول اللہ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے ہیں کہ اچانک (Suddenly) کھجور کے خشک تنے

سے رونے (Screaming) کی آوازیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ رونے کی آواز ایسے ہے جیسے اُونٹنی اپنا بچہ گم (Lost) ہونے پر روتی ہے۔ رسول اللہ اس خشک تھے کو پیار کر رہے ہیں۔ خشک تھے کے رونے کی آواز بند ہو گئی ہے (صعیح بخاری: 3584, 3585)۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”یہ (کھجور کا تنا) اللہ کے ذکر سے محروم (Deprived) ہونے کی وجہ سے رویا ہے۔ قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر میں اسے اپنی بانہوں (Arms) میں نہ لیتا تو یہ قیامت تک اسی طرح روتا اور چلاتا (Shout) رہتا۔“ (سنن دارمی: 41)

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ ❶

اس تھے کو رسول اللہ کے حکم پر منبر کے نیچے دفن (Bury) کر دیا گیا ہے۔ مسجد نبوی میں رات کے وقت روشنی کا باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ روشنی کے لیے کھجور کے خشک پتے (Dry leaves) اور ٹہنیاں جلائی جاتی ہیں۔ ایک صحابی تمیم داری (Tamim Daari) کا غلام ایک رات روشنی کے لیے قندیل (Lamp) اور زیتون کا تیل (Olive oil) لایا ہے۔ اس نے قندیلیں روشن کر کے مسجد نبوی کے ستونوں (Pillars) کے ساتھ لٹکا دی ہیں۔ رسول اللہ مسجد میں آئے ہیں۔ قندیلیں روشن دیکھ کر آپ پوچھ رہے ہیں:

”ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا ہے؟“

تمیم داری: ”اللہ کے رسول! میرے غلام فتح (Fateh) نے۔“

رسول اللہ: ”آج سے اس کا نام سراج (روشن چراغ - Siraaj) ہے۔“

❶ رسول اللہ سے نسبت بے جاں کو بھی زندگی عطا کر دیتی ہے

رسول اللہ پر مکہ جا کر سب سے پہلے ایمان لانے والے اُسعد بن زرارہ دِل کی تکلیف سے وفات پا گئے ہیں۔ ان کی وفات شوال 1 ہجری میں ہوئی ہے۔ ان کا جنازہ (Funeral) رسول اللہ نے پڑھایا اور انہیں بتقیح (Baqi') میں دفن کیا گیا ہے۔ (سنن ابن

ماجد: 3492، اُسد الغالبہ: 84/1، الاحابہ: 208/1، الروض الاصف: 377/1)

مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے رسول اللہ نے انصار کے لیے گیارہ (11) نقیب (Chiefs) مقرر کئے تھے (بعد رسول اللہ: 855/1)۔ اُسعد بھی انہی میں سے ایک نقیب تھے۔ ان کی وفات کے بعد بنی نجار نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! اُسعد کی جگہ کسی کو ہمارا نقیب مقرر کر دیں۔“

رسول اللہ انہیں کہہ رہے ہیں:

”تم لوگ میرے ماموں (Maternal uncle - Mother's brother) ہو۔

میں تم میں سے ہوں اور تمہارا نقیب بھی۔“

بنی نجار، رسول اللہ کی بات کے بعد اس پر فخر (Pride) کرتے ہیں۔ (تابع

طبری: 257/2)

مسلمانوں کی تعداد (Number) بڑھنے پر رسول اللہ نے مسجد کی توسیع (Extension) کے لیے مسجد کے ساتھ واقع (Located) زمین کا ایک اور ٹکڑا (Piece of land) حاصل کرنے کی خواہش (Desire) ظاہر کی ہے۔ یہ زمین ایک غریب شخص کی ہے۔ رسول اللہ نے اُس سے کہا ہے:

”مسجد کی توسیع کے لیے زمین کا یہ ٹکڑا دے دو اور اس کے بدلہ

میں جنت میں ایک محل (Palace) لے لو۔“ (سنن نسائی: 3636، مسند احمد: 12272)

اُس غریب شخص نے اپنی غربت (Poverty) کی وجہ سے معذرت (Excuse)

ظاہر کی ہے۔ رسول اللہ نے اس انکار کا برا نہیں منایا۔ عثمان بن عفان کو اس بات کا پتہ چلا تو زمین خرید کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! میں نے زمین کا وہ ٹکڑا انصاری سے خرید لیا

ہے۔ اب آپ مجھ سے اس زمین کا سودا کر لیں۔“

رسول اللہ نے جنت کے ایک محل کے بدلے عثمان سے زمین کا وہ

ٹکڑا خرید لیا ہے (سنن نسائی: 3636)۔

ابوبکر ابن ابوقحافہ کے دور (تقریباً گیارہویں (11th) ہجری سال) میں مسجد کی حالت (Condition) بہت کمزور ہو چکی تھی۔ ابوبکر نے مسجد نبوی کو دوبارہ تعمیر کروایا۔ مسجد کا رقبہ (Area) وہی رکھا گیا اور تعمیر بھی ویسی ہی کی گئی۔ عمر بن خطاب کے دور میں مسجد کا رقبہ (Area) بڑھا دیا گیا لیکن تعمیر کچی اینٹوں اور کھجور کے ستونوں سے ہی کی گئی۔ چھت کھجور کے پتوں اور شاخوں سے بنائی گئی۔ عثمان بن عفان کے دور میں مسجد کے رقبہ میں کافی اضافہ (Addition) کیا گیا اور تعمیر کچی اینٹوں کی بجائے پتھروں سے کی گئی۔ ان پتھروں پر خوبصورت پھول بوٹے (Floral) بنائے گئے۔ دیواروں میں مٹی کا گارا استعمال کرنے کی بجائے جوٹا (Limestone) استعمال کیا گیا۔ ستون کھجور کے تنوں کے بجائے پتھر سے بنائے گئے اور چھت ساگوان کی لکڑی (Teakwood) سے (صحیح بخاری: 446)۔ مشرق (East) اور شمال (North) کی طرف رسول اللہ کے لیے مختلف وقتوں میں ٹھہرے بنائے جاتے رہے۔ رسول اللہ کی تمام بیویوں (Wives) کی وفات کے بعد عبدالملک بن مروان بن حاص (Abdul Malik bin Marwaan bin 'Aas) کے دور میں ٹھہرے مسجد نبوی میں شامل کر لیے گئے۔

اس وقت (2022 عیسوی) مسجد میں دو ہزار ایک سو چار (2,104) ستون

(Pillars) ہیں۔ مسجد نبوی کے دروازوں کی تعداد بیالیس (42) ہے۔ مسجد کا موجودہ رقبہ (Area) سترہ لاکھ مربع فٹ (1.7 Million Sq.ft) ہے۔ یہ رقبہ سات ہزار پانچ سو پچھپن مرلہ (7,555 Marla) یعنی تین سو اٹھتر کنال (378 Kanals) ہے۔ یہ سینتالیس ایکڑ (47 Acres) کے برابر ہے (تقریباً دو (2) مربع زمین)۔ اب اس مسجد میں سولہ سے بیس لاکھ (1.6-2.0 Million) لوگوں کے نماز ادا کرنے کی گنجائش (Capacity) ہے۔ رسول اللہ کے روضہ کا اندرونی حصہ 120 مربع فٹ (10'x12' = 120 Sq.ft) ہے۔ اس میں ابھی ایک قبر کی جگہ موجود ہے جہاں اللہ کے نبی عیسیٰ دنیا میں دوبارہ آنے کے بعد دفن ہوں گے۔ رسول اللہ کے روضہ پر گنبد (Dome) 1279 عیسوی میں مملوک سلطان المنصور کلاون (Mamluk Sultan Al Mansur Qalawan) کے دور میں بنایا گیا۔ یہ گنبد لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ پہلے پہل اس گنبد پر کبھی سفید (White) اور کبھی نیلا (Blue) رنگ کیا جاتا رہا۔ سلطنت عثمانیہ (Ottoman Empire) کے سلطان محمد دوم نے یہ گنبد نئے سرے سے بنوایا۔ اس گنبد پر سبز رنگ (Green) 1837 عیسوی میں کیا گیا۔ گنبد کا سبز رنگ سلطان عبدالحمید نے کروایا۔ سبز رنگ کی وجہ سے اسے گنبدِ خضریٰ (Gumbad e Khazraa) کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد سے گنبد کا رنگ سبز ہی رہا۔ کچھ تاریخ دان گنبد کے سبز رنگ کو رسول اللہ کے عمامہ سے جوڑتے ہیں جو سبز رنگ کا تھا۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ کو دفن کرتے ہوئے آپ کے جسم پر سبز رنگ کی چادر ڈالی گئی جسے بردِ حبرہ (Burd e Habrah) کہتے ہیں (صحیح بخاری: 5813, 5814)۔ اسی لیے گنبد کا رنگ سبز رکھا گیا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر ①

مسلمان اب مدینہ منورہ میں اپنی مرضی (Will) سے زندگی گزار رہے ہیں۔ مکہ کی نسبت یہاں معاملات مختلف ہیں۔ سب لوگ خوشی سے مسجد آ کر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مہاجرین کی مدینہ منورہ آمد (Arrival) اور یہاں رہائش اختیار (Settle) کرنے کی وجہ سے یہ شہر وسیع (Vast) ہوتا جا رہا ہے۔ اب ممکن نہیں رہا کہ سب لوگ ایک ہی جگہ موجود ہوں یا انہیں گھر گھر جا کر بلایا جاسکے۔ نماز کی اطلاع وقفہ وقفہ (After short intervals) سے بار بار دی جائے گی۔ ابھی تک لوگ نماز کے بارے میں ایک دوسرے کو گھر جا کر خود بتاتے ہیں۔ (مسند احمد: 1092)

رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ (Consult) کیا ہے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ نائوس (Naaqoos / Conch) (ڈھول - Drum) بجا کر لوگوں کو نماز کی اطلاع دی جائے تو کسی نے کہا گھنٹیاں (Bells) بجائی جائیں (صحیح مسلم: 378/839)۔ کسی کا مشورہ ہے کہ آگ روشن (Light) کی جائے۔ کسی کے خیال (Opinion) میں نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے زمین میں جھنڈا گاڑ (Hoist the flag) دیا جائے۔ لوگ جب اس جھنڈے کو دیکھیں تو مسجد کی طرف رخ کریں اور نماز ادا کریں۔ کسی نے مشورہ دیا ہے کہ بگل (Trumpet) بجا کر لوگوں کو نماز کی طرف بلایا جائے۔ عمر بن خطاب نے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! ہم کسی آدمی کی ذمہ داری کیوں نہ لگا دیں جو اس

① اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ (سنن ابی داؤد: 499)

کی منادوی (اعلان - Announcement) کرے؟“

رسول اللہ: ”بلال! جاؤ اور نماز کا اعلان کرو۔“

اس کے بعد تمام صحابہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ عبد اللہ بن زید مازنی

(Abdullah bin Zayd Maznite) اس سلسلہ میں بیان کرتے ہیں:

”یہ اُن دنوں کی بات ہے جب نماز کے لیے جمع کئے جانے کے

طریقوں (Options) پر غور کیا جا رہا تھا۔ مشورہ دیا گیا کہ ناقوس (گھنٹہ) بجا

کر لوگوں کو جمع کیا جائے۔ یہ نصاریٰ (مسیحیوں) کا طریقہ رہا جسے رسول اللہ

پسند نہیں کرتے تھے۔ اُس رات میں نے خواب میں دیکھا:

ایک شخص سبز (Green) رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ایک ناقوس

(گھنٹہ) اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ میں نے اُسے آواز دے کر پوچھا:

”اللہ کے بندے! کیا تم یہ ناقوس مجھے بیچو گے؟“

ایک شخص: ”تم اس ناقوس کا کیا کرو گے؟“

میں: ”ہم اس کے ذریعے لوگوں کو نماز کی دعوت دیا کریں گے۔“

ایک شخص: ”کیا میں تمہیں اس سے بہتر طریقہ نہ بتاؤں؟“

میں: ”کیوں نہیں؟ ضرور بتاؤ۔“

ایک شخص: ”تم نماز کے بلانے کے لیے یہ کلمات (Statements) کہا کرو:

”اللہ اکبر، اللہ اکبر..... اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے

اللہ اکبر، اللہ اکبر..... اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے

اشہد اَن لا اله الا الله..... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

اشہد اَن لا اله الا الله..... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

اشهد أنّ محمد رسول اللہ..... میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے رسول ہیں

اشهد أنّ محمد رسول اللہ..... میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے رسول ہیں

حتى على الصلوة..... آؤ نماز کی طرف

حتى على الصلوة..... آؤ نماز کی طرف

حتى على الفلاح..... آؤ کامیابی کی طرف

حتى على الفلاح..... آؤ کامیابی کی طرف

اللہ اکبر، اللہ اکبر..... اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے

لا اله الا الله..... اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،

عبداللہ بن زید صبح کا انتظار کئے بغیر فوری طور پر رسول اللہ کے

پاس آ کر اپنا خواب سنا رہے ہیں (سنن ابی داؤد: 499، مسند احمد: 1092)۔ خواب سننے

کے بعد رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اللہ کریم کے حکم سے یہ خواب سچا ہے۔ اب تم بلال (حبشی) کے

ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے، اُسے بتاؤ۔ بلال اسی

انداز میں نماز کے لیے بلائے گا۔ وہ تم سب میں سے خوش الحان

(Melodious voice اور بلند آہنگ (Loud) ہے۔“ (سنن ابی داؤد: 499، سنن

ترمذی: 189، سنن ابن ماجہ: 706، مسند احمد: 1092، البدایہ والنہایہ: 284/3)

عبداللہ، بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہیں یہ کلمات بتا رہے

ہیں (مسند احمد: 1092)۔ بلال زید کے ساتھ ساتھ ان کو دہرا (Repeat) رہے

اور نماز کے لیے لوگوں کو بلارہے ہیں۔“

عمر بن خطاب اس وقت اپنے گھر پر موجود ہیں۔ انہوں نے بلال کی آواز میں یہ

کلمات سنے تو جلدی جلدی اپنی چادر سمیٹتے ہوئے رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ رسول اللہ

سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ

رسول بنا کر بھیجا ہے! میں نے بھی خواب میں یہی کلمات سنے ہیں۔“ (مسند احمد:

(1082

رسول اللہ: ”الحمد لله تمام تعریفیں اللہ کریم کے لیے ہی ہیں۔“ (سنن ابی داؤد: 499، جامع

ترمذی: 189، مسند احمد: 43/4)

عمر بن خطاب کو بھی خواب میں نماز کے لیے بلانے کا طریقہ بتایا گیا۔ عمر صبح ہونے کا انتظار کرتے رہے جبکہ عبد اللہ بن زید رات کے اُس پہر (Quarter) ہی رسول اللہ کے پاس پہنچے اور اپنا خواب سنا دیا۔ (جامع ترمذی: 189، طبقات ابن سعد: 247/1)

نماز کی طرف بلانے اور ان کلمات کو ادا کرنے کو ”اذان“ (Adhaan) کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اسے ”ندا“ (Nidaa - Call for prayer) بھی کہتے ہیں۔ اذان اپنی موجودہ شکل میں ہجرت کے پہلے ہی سال یعنی 1 ہجری میں نافذ ہوئی ہے (جامع ترمذی: 189)۔ بلال بن رباح (بلال حبشی) اسلام کے پہلے مؤذن (Muadhan - Caller for the prayer) ہیں (مسند احمد: 1082)۔ کچھ دن بعد بلال حبشی فجر کی اذان کہہ کر رسول اللہ کو نماز کی اطلاع دینے آئے ہیں۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ابھی سو رہے ہیں (سنن ابن ماجہ: 716)۔ بلال کہہ رہے ہیں:

”الصلوة خیر من النوم“ نماز نیند سے بہتر ہے“

اس کے بعد رسول اللہ کے حکم پر فجر کی نماز کے لیے کبھی جانے والی اذان میں ان الفاظ (Words) کا اضافہ (Addition) کر دیا گیا ہے (صحیح ابن خزيمة: 202/1، سنن ابن ماجہ: 716، سنن الکبریٰ للبیہقی: 422/1)۔ بلال حبشی اذان کہتے ہوئے شہادت کی انگلیاں (Index fingers)

اپنے دونوں کانوں (Ears) میں رکھتے ہیں۔ اسی طرح حیّی علی الصلوٰۃ کہتے ہوئے اپنا چہرہ دائیں (Right) طرف اور حیّی علی الفلاح کہتے ہوئے بائیں (Left)

طرف موڑتے (Turn) ہیں۔ (صحیح بخاری: 634، جامع ترمذی: 197، سنن ابی داؤد: 520، صحیح مسلم: 503)

وہ بلال جنہیں ایمان لانے پر رُسوا (Disgrace) کیا جاتا تھا، آج عزت کی بلندیوں (Heights) پر ہیں۔ بلال، جو بے ہوشی کی حالت میں اُحد، اُحد، اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کہتے تھے آج علی الاعلان اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔

محبتوں کو وصال تم سے، مہارتوں کو کمال تم سے

علی، حسن کا جمال تم سے، ہوئے معزز بلال تم سے ❶

اُذان کے کلمات دُنیا میں ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ مشرق بعید (Far East) سے شروع ہونے والے وقت (Time zone) کی وجہ سے صبح کی اُذان کی ابتدا (Beginning) ہوتی ہے جو مختلف براعظموں (Continents) اور ملکوں سے ہوتی ہوئی مغربی ممالک (Western countries) تک جاتی ہے۔ اس دوران مشرق بعید میں ظہر کی اُذان کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح دُنیا کے مختلف وقت اور سورج کی روشنی (Sunlight) کی وجہ سے اُذان کی آواز دُنیا کے کسی نہ کسی خطے میں ہر وقت (24/7) سنائی دیتی رہتی ہے۔

❶ رسول اللہ نے غلاموں کو عزت دی، برابری کا اعلان کیا، آپ ہی نے دنیا کو محبت کا پیغام دیا۔ (اعجاز احمد)

یثرب کے لوگوں کا جینا حرام کر دو ①

مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مکہ کے لوگوں نے اُن کے گھروں اور جائیدادوں پر قبضہ (Occupy) کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں کی مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مکہ والے گھر پر معتب ابن ابولہب (M'otab ibn Abu Lahab) نے قبضہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ کا گھر مکہ میں بہترین گھروں میں سے ایک ہے۔ عبد اللہ بن جحش (Abdullah bin Jahsh) کے گھر پر ابوسفیان نے قبضہ کر لیا ہے۔ اسی طرح جن مسلمانوں کے گھر کا کوئی فرد اب مکہ میں باقی نہیں، اُن کے گھروں پر قریش کے کسی نہ کسی سردار نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس پر بھی مسلمان شاید صبر شکر (Remain composed) کر لیتے اور سب کچھ بھولنے کی کوشش کرتے لیکن قریش نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ اُنہوں نے مدینہ منورہ آ کر بسنے والوں کو چین (Peace) سے رہنے نہیں دیا۔ اس کے باوجود رسول اللہ مکہ اور اُس کے مکینوں کے لیے نرم گوشہ (Soft Corner) رکھتے ہیں۔

قریش مکہ نے مدینہ منورہ میں رہنے والے (غیر مسلمان) عربوں کو خط لکھا ہے۔ خط لکھنے والے ابوسفیان بن حرب (Abu Sufyaan bin Harb) اور ابی بن خلف (Ubayy bin Khalf) ہیں۔ دونوں مدینہ منورہ میں اثر و رسوخ (Influence) رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے لکھا ہے:

”عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس سے لڑنا ہمیں تم لوگوں سے

لڑنے سے زیادہ تکلیف دہ (Painful) ہو۔ تم لوگوں نے محمد بن عبد اللہ اُس

① یثرب کے لوگوں کا جینا حرام کر دو (سنن ابی داؤد: 3004)

کے ساتھیوں کو اپنے شہر میں جگہ دی اور ان کی مدد کی ہے۔ یہ بات شرمناک
(Shameful) اور تم لوگ اس معاملہ میں غلطی پر ہو۔ تم لوگ ہمارے اور ان
کے درمیان نہ آؤ۔“

اس خط کا جواب قریش مکہ کو انکار (Refusal) کی صورت میں ملا ہے۔ مدینہ
منورہ کے غیر مسلمان عربوں نے اس سلسلہ میں کوئی بھی قدم (Step) اٹھانے سے
انکار کر دیا ہے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے ایسا اقدام اٹھا کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ناراض
(Angry) نہیں کرنا چاہتے۔ ان کے نزدیک مکہ سے آنے والے مہاجر ان کے قبیلہ کے
لوگوں کی پناہ (Protection) میں ہیں۔ قریش کی بات مان کر وہ اپنے ہی شہر میں اپنے اور
اپنے قبیلہ کے لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے تمام
عرب جو ابھی تک رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے، عبداللہ بن اُبی کے زیر اثر (Under
influence) ہیں۔ وہ لوگ عبداللہ کو اپنا سردار مانتے ہیں۔ اُس کی مرضی کے خلاف معاہدہ
کرتے ہیں نہ کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔ قریش مکہ اس بات سے پوری طرح واقف ہیں۔
قریش نے کچھ عرصہ (Period) گزرنے کے بعد عبداللہ بن اُبی ابن سلول اور اُس کے ہم
خیال (Like minded) لوگوں کو ایک خط لکھا ہے۔ خط کچھ یوں ہے:

”تم لوگوں نے ہمارے مفرور (بھاگے ہوئے۔ Absconders)

لوگوں کو اپنے شہر میں پناہ دی ہے۔ تم لوگ ان سے لڑائی کرو یا انہیں اپنے شہر سے

نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ہم یثرب پر حملہ (Attack) کر دیں گے۔ ہم

تمہارے مردوں کو قتل اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں (Bondwomen) بنا لیں

گے۔“ (سنن ابی داؤد: 3004)

قریش مکہ کی جانب سے عبداللہ بن اُبی کو لکھے گئے خط کی وجہ سے مدینہ منورہ میں
پریشانی (Worry) پھیل گئی ہے۔ رسول اللہ کے علم میں آیا کہ عبداللہ بن اُبی قریش مکہ کے

خط کی وجہ سے لوگوں کو جمع (Gather) کر کے مہاجرین سے لڑائی کے بارے میں مشورہ (Consultation) کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ نے عبد اللہ بن اُبی سے کہا ہے:

”تم نے قریش کی دھمکیوں (Threats) کو زیادہ سنجیدگی

(Seriously) سے لیا ہے حالانکہ وہ تمہیں اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا

سکتے، جتنا تم اپنے آپ کو پہنچانے کے لیے تیار ہو۔ کیا تم اپنے بیٹوں اور

بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو؟“ (رحمة للعالمین: 109/1)

انصار مدینہ رسول اللہ پر دل اور جان نثار (Devotee) کرتے ہیں جسے دیکھ کر لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے محمد بن عبد اللہ اور مہاجرین کے خلاف کوئی قدم (Step / move) اٹھایا تو مدینہ منورہ میں خانہ جنگی (Civil war) شروع ہو جائے گی۔ اس ڈر سے عبد اللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھی خاموش ہیں (سنن ابی داؤد: 3004)۔

قریش مکہ نے دونوں طرف سے ناکامی (Failure) کے بعد مہاجرین کو پیغام بھیجا

ہے:

”تم لوگ اس دھوکہ (Deceit) میں نہ رہنا کہ تم ہم سے بچ کر

یثرب پہنچ گئے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ اب تم امن اور سکون (Peace and

harmony) سے رہو گے، ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ بس ہم آنے ہی

والے ہیں۔ ہم تمہارے گھروں میں گھس کر تمہیں ماریں گے۔ تمہارا بھرکس

نکال (Devastate) دیں گے۔“

قریش کا خط مسلمان مہاجرین کے یقین اور رسول اللہ پر جاں نثاری کم نہ کر سکا۔

مہاجرین تو مکہ میں رہتے ہوئے ہر قسم کے ظلم و ستم کے باوجود رسول اللہ کے ساتھ رہے، انہیں

قریش کی دھمکی سے کیسا ڈر؟

قریش کو جب ہر طرف سے مایوسی (Disappointment) ہوئی تو انہوں نے مدینہ منورہ میں رہنے والے یہودیوں سے مل کر سازشیں (Conspiracies) کرنا شروع کر دی ہیں۔ اس سلسلہ میں قریش مکہ نے یہودیوں کے مشورہ پر مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو بیت اللہ آنے سے روک دیا ہے (صحیح بخاری: 3632)۔ قریش اس طرح مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو مجبور (Compel) کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مہاجرین اور رسول اللہ کو مدینہ منورہ سے نکال دیں۔ قریش کا خیال ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے غیر مسلم (Non-Muslim) عرب، بیت اللہ جانے سے محروم (Deprived) ہوئے تو وہ مہاجرین کے خلاف ہو جائیں گے۔

قریش مکہ نے اب تک تین (3) خط لکھے ہیں۔ یہ خط مدینہ منورہ میں رہنے والے انصار، مدینہ منورہ میں رہنے والے غیر مسلموں اور مہاجرین کو لکھے ہیں لیکن انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ان کی توقع (Expectation) کے برعکس (Contrary) انہیں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے خلاف حمایت (Support) حاصل نہیں ہوئی تو مکہ کے سردار سر جوڑ کر بیٹھے اس مسئلہ کا حل سوچ رہے ہیں۔ انہوں نے سوچا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے لوگوں کا اقتصادی محاصرہ (Economic siege) کیا جائے۔ اب قریش مسلمانوں سے اقتصادی (Economic) جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ مکہ میں رہنے والے لوگوں کی اکثریت (Majority) تجارت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے ان کے خیال میں یہ بڑا موثر ہتھیار (Effective weapon) ہے۔ پورے عرب میں تجارت کا کنٹرول (Control) قریش مکہ کے پاس ہے۔ تمام تجارتی راستے بھی ان کے کنٹرول (Control) میں ہیں۔ وہ اس پوزیشن (Position) میں ہیں کہ کسی قسم کا سامان مدینہ منورہ نہ پہنچنے دیں۔ قریش مکہ کے اس قدم سے مقامی پیداوار (Domestic Produce) ہونے کے باوجود مدینہ منورہ میں لوگوں کو مشکلات (Difficulties) کا سامنا ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء (Food)

(items) کی قیمتیں (Prices) بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

قریش اس سے پہلے مکہ میں تین (3) سال تک بنی ہاشم کا مالی (Financial) اور سماجی بائیکاٹ (Social boycott) کر چکے ہیں (معد رسول للہ: 486/1)۔ اس بار بھی یہ جنگ قریش مکہ نے ہی شروع کی ہے۔ رسول اللہ اس صورت حال سے پریشان ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ قریش ان کی دشمنی میں سارے شہر کے لوگوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

”مدینہ منورہ اقتصادی محاصرہ (Economic siege) میں تھا تو کھانے پینے کی اشیاء بہت مہنگی (Expensive) ہو گئیں۔ ہم گھر میں کھانا بنانے کے لیے آگ نہیں جلاتے تھے۔ اس لیے کہ گھر میں کھانا بنانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں ہم نے کبھی بھی لگا تار (Continuously) دو (2) دن روٹی (Bread) نہیں کھائی۔“

یہودیوں کی پھیلائی ہوئی بات کہ رسول اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے مسلمانوں کے گھر اولاد نہیں ہوگی (معد رسول للہ: 523/1، لسات بانبہ لسور القرآن۔ البقرہ: 2:102)، دم توڑ گئی (Faded out) ہے۔ أسماء بنت ابوبکر (595-692,98) (Asmaa bint Abubakar) کے گھر عبداللہ بن زبیر (623-692,70) (Abdullah bin Zubayr) پیدا ہوئے ہیں۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کے گھر پیدا ہونے والی یہ پہلی اولاد ہے (صحیح بخاری: 3910, 3908، الاستحباب: 452، أسد الغابہ: 587/2، البدایہ و النہایہ: 228/3، تاریخ طبری: 119/2)۔ أسماء بنت ابوبکر اپنے بیٹے کو لے کر رسول اللہ کے پاس آئی ہیں۔ رسول اللہ نے عبداللہ کو گود میں لیا، کھجور منگوا کر چبائی (Chewed) اور نرم (Soft) کر کے عبداللہ کے منہ میں ڈالی ہے۔ رسول اللہ نے أسماء کو مبارک باد (Congratulate) اور دُعا دی ہے (صحیح بخاری: 3910, 3909)۔ ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے نعمان بن بشیر (N'aman

(622-684,63) bin Bashir ہیں۔

پہلے ہجری سال (First year after Hijrah) کے آخر میں رسول اللہ کے لیے مسجد کے ساتھ دوسرا (2nd) حُجرہ تعمیر کیا گیا ہے (فع الباری: 87/15)۔ یہ حجرہ سیدہ سودہ کے حجرہ کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ اس حُجرہ کی تعمیر کے بعد دوسری (2nd) ہجری کے شروع میں سیدہ عائشہ (Sayyedah Aa-aeyshah) کی رخصتی (Moving from parent's home to husband's home) ہوئی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ رسول اللہ نے ایک ہی وقت میں باری باری دو (2) نکاح کئے ہیں۔ اس وقت سیدہ عائشہ کی عمر (Age) انیس (19) سال ہے (بعد رسول اللہ: 638/1)۔ سیدہ کا نکاح رسول اللہ سے مکہ میں ہجرت سے تین (3) سال پہلے ہوا تھا۔ نکاح اور رخصتی کے درمیان پانچ (5) سال کا وقت گزرا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر نو (9) سال ہے۔

سیدہ عائشہ نے رخصتی کے وقت سرخ دھاریوں (Red stripes) والا لباس پہنا ہوا ہے۔ یہ بہت قیمتی کپڑے سے بنا ہے جو ابو بکر ابن ابوقحافہ بحرین سے خرید کر لائے ہیں۔ سیدہ عائشہ نے گلے میں ہار پہن رکھا ہے۔ اس ہار پر یمن کے قیمتی پتھر کالے رنگ (Black) کے نطفار (Zafaar / Sapphire) بٹڑے ہوئے (Engulfed) ہیں (صحیح بخاری: 2661)۔ آنصار کی عورتوں نے سیدہ عائشہ کی دلہن کے طور پر آرائش (Bridal makeover) کی ہے۔ آنصاری عورتیں سیدہ عائشہ کو عادی رہی ہیں:

”اللہ کرے تم سلامت رہو اور تمہارا نصیب (Fate) اچھا ہو۔“

(صحیح بخاری: 3894, 5156)

اب مسجد نبوی کے ساتھ مشرق (East) میں دو (2) حُجرے موجود ہیں۔ یہ حُجرے کھجور کی شاخوں سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان کی چھتیں بھی کھجور کے پتوں کی ہیں (ابروص الاف: 247.2)۔ ان کے نیچے صنوبر کے درخت (Pine tree) کے تنے بطور شہتیر (Beam)

رکھے گئے ہیں (الروض الاصف: 248/2)۔ چھتیس زیادہ اونچی نہیں ہیں۔ ان کے صحن (Courtyard) بھی چھوٹے ہیں (سبل الہدیٰ و الرشاد: 508/3)۔ دروازہ کھولنے یا بند کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نہ ہی ان دروازوں کو بند کرنے کے لیے کسی کنڈے یا چٹخنی (Lock) کا اہتمام ہے (الروض الاصف: 248/2)۔ بعد میں ان دروازوں پر کپڑے کے پردے (Fabric curtain) لٹکا دیئے گئے۔ مکہ میں رسول اللہ کا گھر عمدہ اور بڑے گھروں میں سے ایک تھا۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ کی رہائش (Residence) نہایت چھوٹی ہے۔

رسول اللہ کے رہنے کے لیے ٹجرہ کتنا بڑا ہے، اس کا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ سیدہ عائشہ آرام اور رسول اللہ نماز ادا کر رہے ہوں تو سجدہ کرتے وقت آپ سیدہ عائشہ کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے (Touch) ہیں۔ سیدہ اپنی ٹانگیں سمیٹیں (Fold) تو رسول اللہ سجدہ کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ کے سجدہ سے اٹھنے کے بعد سیدہ عائشہ اپنی ٹانگیں پھر سے سیدھی کر لیتی ہیں۔ رسول اللہ کے لیے بنے ہوئے حجروں میں چراغ (Lamp) نہیں ہیں۔ (مسند

احمد: 1497, 792، سنن ابی داؤد: 719)

رسول اللہ، سیدہ عائشہ کے پاس بیٹھے ہیں۔ جبریل، رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”عائش! یہ جبریل بیٹھے ہیں اور تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔“

سیدہ عائشہ: ”وعلیہ السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“۔ اللہ کے رسول! آپ وہ دیکھ رہے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔“

رسول اللہ، سیدہ عائشہ کو پیار سے عائش اور حمیرا (سرخ گالوں والی) کہہ کر

بلا تے ہیں۔

● رسول اللہ کے مہمان ①

بہت سے مہاجرین ایسے ہیں جن کے رہنے کے لیے کوئی گھر نہیں ہے۔ ان کے لیے بھائی چارہ کا انتظام نہیں ہو سکا یا یہ لوگ مواخات (Mawakhaat - Brotherhood) کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ آگئے ہیں۔ رسول اللہ نے ان لوگوں کے لیے مسجد میں ایک چبوترہ (Platform) بنانے کا حکم دیا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کے لیے جنہیں رہنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملی، یہ چبوترہ گھر کا کام دیتا ہے (فع الباری: 102/3)۔ یہ چبوترہ بھی کھجور کے پتوں اور شاخوں کی چھت کے نیچے ہے۔ یہ چھت انہیں دھوپ (Sunshine) اور بارش (Rain) سے بچاتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ چبوترہ اس لیے بنایا گیا ہے کہ لوگوں کو رہنے اور سونے (Sleep) کی جگہ مل جائے۔ آہستہ آہستہ یہ چبوترہ دارالعلوم (University) میں تبدیل ہوتا گیا۔ مسجد میں رہنے والے سب سے زیادہ توجہ لکھنے پڑھنے اور سیکھنے پر دیتے ہیں۔ عبادہ بن صامت (586-655,70) (Ubaadah bin Saamat) ان لوگوں کو لکھنا پڑھنا اور قرآن مجید سکھاتے ہیں (سنن ابی داؤد: 3416، حلیۃ الاولیاء: 348/1)۔ ان میں سے بہت سے لوگ علم و عمل (Implementation) کے کمال (Excellence) تک پہنچے۔ اس دارالعلوم میں پڑھنے والے آنے والے وقت میں بڑے بڑے عالم (Scholars) بنے۔ یہ اسلامی دنیا کا پہلا اقامتی دارالعلوم (Boarding University) بنا (فع الباری: 102/3)۔

مسجد نبوی کے اندر مسلمانوں کی شعر و سخن (Art and culture) کی محفلیں ہوتی ہیں (صحیح بخاری: 453)۔ جنگ میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کے خیمے بھی مسجد میں لگائے

جاتے ہیں (صحیح بخاری: 463)۔ رسول اللہ کے پاس کوئی صدقہ (Sadqah / donation) لے کر آئے تو آپ اسے ان صحابہ میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ مسجد نبوی میں رہنے والے اسلام کے مہمان (Guest) ہیں جن کے میزبان (Host) رسول اللہ ہیں۔ رسول اللہ روزانہ (Daily) اپنے پاس سے ان لوگوں میں کھجوریں تقسیم کرتے ہیں (مسند احمد: 287.3)۔ رسول اللہ مدینہ منورہ میں رہنے والے خوش حال (Prosperous) لوگوں سے کہتے ہیں:

”جس شخص کے ہاں دو (2) افراد کا کھانا ہے، وہ تیسرا (3rd) آدمی اپنے ساتھ لے جائے، جس کے ہاں چار (4) افراد کا کھانا ہے وہ پانچویں (5th) اور چھٹے (6th) کو اپنے ساتھ لے جائے۔“ (صحیح بخاری: 602)

ابو بکر تین (3) لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ رسول اللہ ایسے دس (10) افراد کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے گھر لے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: 602، حلیۃ الاولیاء: 22/2)

اس کے باوجود کہ رسول اللہ کے گھر کھانے کی قلت (Shortage) ہوتی ہے، رسول اللہ ان لوگوں کو اپنے گھر میں کھانے کی دعوت (Invitation) دیتے ہیں۔ رسول اللہ ان کے لیے دودھ بھجواتے ہیں۔ کبھی کبھار آپ انہیں حشیشہ (Hasheeshah) بھی کھلاتے ہیں۔ حشیشہ، گوشت اور کھجور سے ملا کر بنائی گئی روٹی کو کہا جاتا ہے۔ (آج کل کے زمانہ کا Pizza یا Sandwich)۔ ایک بار رسول اللہ نے انہیں حیس (Heesah) بھی بنوا کر بھجوایا ہے۔ (حیس کھجور، مکھن اور آٹے (Flour) کو ملا کر بنایا جاتا ہے) رسول اللہ ٹریڈ (Threed - An Arabic dish) بنوا کر بھی اپنے مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ (السرة النبویة الصحیحة المعری: 265/1)

مسجد نبوی میں رہنے والے غریب ضرور ہیں لیکن بہت خوددار (Self-respected)۔ یہ لوگ غربت (Poverty) کے باوجود کسی سے مدد کی درخواست نہیں کرتے۔ یہ لوگ بازار جا کر مال خریدنے والوں کا سامان اٹھاتے (Loading) اور دوسروں تک پہنچانے کا کام (Labour) کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی لکڑیاں کاٹ

(Woodcutting) کر لاتا اور بیچ دیتا ہے۔ کچھ لوگ خرید و فروخت بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی شخص رقم کمانے میں کامیاب ہو جائے تو اپنی کم آمدنی (Low income) کے باوجود اپنے ساتھیوں کے لیے بھی کھانے پینے کا سامان لے کر آتا ہے۔

پہلے پہل (In the beginning) اس چوتھے کے نیچے صرف مہاجرین ہی رہتے رہے۔ بعد میں کئی انصاری بھی رہنے لگے ہیں۔ رسول اللہ سے ملنے والے وفود (Delegations) بھی آ کر یہیں ٹھہرتے (Reside) ہیں۔ یہاں رہنے والے لوگوں کی تعداد اس وجہ سے بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے۔ یہاں رہنے والوں کی کل تعداد چھ سو سے سات سو (600-700) تک ہے لیکن اتنی بڑی تعداد میں لوگ ایک ہی وقت میں اکٹھے نہیں رہتے۔ ان لوگوں میں سے جس کی شادی ہو جائے، کسی سفر (Journey) پر نکل جائے یا کسی جنگ کے لیے چلا جائے، وہ اس فہرست (List) سے خارج (Exclude) ہو جاتا ہے۔ ایک ہی وقت میں ان اصحاب (Companions) کی تعداد عمومی طور (Normally) پر ستر (70) کے قریب رہتی ہے۔

ان لوگوں کے مالی حالات (Financial strength) کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے پاس اتنا لباس بھی نہیں ہوتا کہ گرمی یا سردی سے اپنے آپ کو صحیح طور پر بچا سکیں۔ نہ ہی ان کا لباس ان کا جسم ڈھانپنے (Cover) کے لیے کافی ہوتا ہے۔ عبدالرحمن بن صخر دوسی (Abdul Rahman bin Sakhar Dawsī) روایت (Report) کرتے ہیں:

”ہم میں ستر (70) آدمی ایسے تھے جن کے پاس ایک (1) چادر

بھی نہیں تھی۔“ (مسند احمد: 390/6)

عبدالرحمن: ”میں نے مسجد نبوی میں رہنے والے ستر (70) آدمیوں کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک کپڑا (Fabric / cloth) ہوتا تھا۔ وہ کپڑا بھی اتنا مختصر (Short) ہوتا کہ

کسی کے گھٹنے (Knees) ڈھانپنا (Cover) اور کچھ کا کپڑا اس سے کچھ نیچے تک ہوتا۔ نماز ادا کرتے ہوئے جب ان میں سے کوئی رکوع (Bow) کرتا تو اپنی چادر کو مضبوطی سے پکڑ لیتا کہ اُسے بے لباسی (Undress) کا ڈر ہوتا۔“ (حلیۃ الاولیاء: 1/416)

عرباض بن ساریہ (Arbaad bin Saariah): ”رسول اللہ ہمارے پاس تشریف لاتے تو ہم نے حوتکیہ (Hotkiyah) پہنے ہوتے، حوتکیہ سر پر باندھنے والے ایک قسم (Type) کے کپڑے کو کہتے ہیں۔ بعض اوقات لباس اتنا ناکافی (Insufficient) ہوتا کہ ہمارے ساتھی اس حالت میں باہر نکلنے میں شرم (Shy) محسوس کرتے تھے۔“ (مسند احمد: 4/9294)

ایک صحابی: ”میں مدینہ منورہ آیا تو یہاں میرا کوئی جاننے والا (Acquaintance) نہیں تھا۔ میں نے مسجد نبوی میں رہنا شروع کر دیا۔ ایک آدمی کے ساتھ میری جوڑی (Pair) بن گئی۔ ہمیں روزانہ ایک (1) مُد (525 Mud-d) گرام) کھجوریں ملتیں جس پر ہم دونوں نے اپنا دن گزارنا ہوتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ نماز کے بعد لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے کہ ایک آدمی کہنے لگا:

”اللہ کے رسول! مستقل (Regular) کھجوریں کھانے سے

ہمارے پیٹ (Stomach) جل (Burn) گئے اور کھٹ (Khunuf) پھٹ گئی

ہے۔ (کھٹ، معمولی (Ordinary) سُوت سے تیار ہونے والی یعنی چادر کو

کہتے ہیں۔)“

رسول اللہ: ”اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روٹی اور گوشت (Meat) ہوتا تو میں تمہیں

(ضرور) کھلاتا۔“ (مسند احمد: 487/3، المستدرک للحاکم: 4290)

مہاجرین تو اپنا سب کچھ لُٹا (Surrender) کر مدینہ منورہ آئے ہیں، انصار میں

بھی سب لوگ امیر (Rich) نہیں ہیں۔ اُن کے لیے اپنے گھر کی ضرورتیں (Needs) پوری

کرنا بھی مشکل ہے۔

ایک صحابی: ”میں نے اور میرے ساتھی نے اٹھارہ (18) دن ایسے گزارے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ ہم نے یہ دن درختوں کے پتے (Leaves) کھا کر گزارے۔ پھر انصار نے ہماری غم گساری (Console) کی اور ہمیں کھلایا پلایا۔“

(مسند احمد: 9294)

رسول اللہ کی ان اصحاب سے محبت اور مہمانداری (Hospitality) کا عالم یہ ہے کہ رسول اللہ ان کے لیے کھانا لائے ہیں۔ رسول اللہ ان سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! آج محمد کے گھر میں اتنا ہی کھانا موجود ہے، جو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔“ (طبقات ابن

سعد: 256/1)

رسول اللہ اپنے گھر سے سارا کھانا ہی اللہ کے مہمانوں کے لیے لے آئے ہیں۔

اب تم اور میں باقی رہ گئے ہیں ①

عبدالرحمنؓ اُن لوگوں میں سے ایک ہیں جو مسجد نبوی میں مستقل (Permanent) رہتے ہیں۔ عبدالرحمنؓ مسجد نبوی میں رہنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان رابطہ (Communication) کا کام کرتے ہیں۔ عبدالرحمنؓ یہاں رہنے والے تمام لوگوں کے بارے میں اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ رسول اللہ اگر مسجد نبوی میں رہنے والوں میں سے کسی کو بلانا چاہیں تو عبدالرحمنؓ کے ذریعے ہی بلاتے ہیں۔ عبدالرحمنؓ بتاتے ہیں:

”میں تین (3) دن فاقہ (Hunger) سے رہا، یہاں تک کہ میرے لیے چلنا مشکل ہو گیا۔ میں چلتے چلتے گر جاتا تھا۔ بچوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عبدالرحمنؓ دیوانہ (Insane) ہو گیا ہے۔ میں مسجد پہنچا تو رسول اللہؐ اور وہاں موجود لوگ قُرَیْد کھا رہے تھے۔ میں بڑی مشکل سے اُن تک پہنچا اور اُن کے ارد گرد گھومنے (Moving around) لگا کہ وہ مجھے دیکھیں اور کھانے میں شامل کر لیں، لیکن ایسا ہوا نہیں اور کھانا ختم ہو گیا۔ پیالے کے کناروں (Corners) پر تھوڑا سا قُرَیْد باقی (Remaining) تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے جمع کیا، اپنے ہاتھوں سے نوالہ (Bite) بنا کر مجھے کہا:

”بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اسے کھاؤ“

”اُس ذات کی قسم! جس کی قدرت میں میری جان ہے! میں اُس

نوالہ کو کھاتا رہا، کھاتا رہا، یہاں تک کہ میری بھوک ختم ہو گئی۔“

① اب تم اور میں باقی رہ گئے ہیں (صحیح بخاری: 8452، مستند احمد: 9299)

اب تم اور میں باقی رہ گئے ہیں

محمد بن مسلمہ (Muhammad bin Muslimah) نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انصار کی طرف سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! جب انصار کی بھجوروں کے پھل تیار ہو جائیں تو

ہر باغ والا بھجوروں کا ایک ایک خوشہ (Bunch) مسجد نبوی میں رہنے والوں

اور دوسرے مسکینوں (Poor) کے لیے صدقہ کرے گا۔“ (السيرة النبوية الصحيحة

العمری: 268/1)

رسول اللہ کو یہ بات پسند آئی اور اس پر عمل (Implement) شروع ہو گیا ہے۔
مسجد نبوی میں رہنے والوں کی مشکلات اور رسول اللہ کی ان سے محبت کی ایک جھلک (Glimpse) یوں ہے۔

عبدالرحمن کا بھوک (Hunger) سے بُرا حال ہے لیکن عزتِ نفس (Self-respect) کی وجہ سے اس کا اظہار (Express) کرنا گوارا (Acceptable) نہیں۔ کبھی بھوک کے مارے زمین پر پیٹ کے بل (Upside down) لیٹتے اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتے ہیں (معد رسول لہ: 64/1)۔ آخر کار ان کے ذہن میں ایک طریقہ آیا ہے۔
عبدالرحمن یہ واقعہ یوں سناتے ہیں:

”میں اُس راستہ کے قریب بیٹھ گیا جہاں سے صحابہ گزرتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ابو بکر ابن ابوقحافہ سامنے سے آرہے ہیں۔ قریب آنے پر

میں نے ابو بکر سے قرآن مجید کی ایک (1) آیت کے بارے میں سوال کر لیا۔

میرا مقصد یہ تھا کہ ابو بکر مجھے دیکھیں تو شاید میری بھوک (Hunger) کا اندازہ

کر لیں۔ ابو بکر نے مجھے اُس آیت کے حوالہ سے سمجھایا (Explained) اور

چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد عمر بن خطاب آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے

اُن سے بھی ایک سوال پُوچھا۔ عمر بھی سمجھا کر چل دیئے (صحیح بخاری: 8452، المستدرک للعاکم: 4291، جامع ترمذی: 2477)۔ اب اللہ کا رسول اسی راستہ پر چلا آ رہا تھا۔ میں نے رسول اللہ کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ رسول اللہ قریب آئے اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

”اباہر“

میں: ”جی! رسول اللہ۔“

میں رسول اللہ کے پیچھے چلنے لگا۔ رسول اللہ اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں اُن کے ساتھ تھا۔ رسول اللہ کے گھر میں دودھ سے بھرا پیالہ (Bowl) موجود تھا۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے پُوچھا:

”یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟“

گھر والوں نے بتایا کہ فلاں (So & so) نے آپ کے لیے بطور

تحفہ بھیجا ہے۔ (جامع ترمذی: 2477، مستدرک احمد: 9299)

رسول اللہ: ”اباہر! جاؤ اور مسجد میں رہنے والے تمام لوگوں کو بلا لاؤ۔“

مجھے ان لوگوں کو بلانا اچھا نہیں لگا۔ میں نے سوچا آخر یہ دودھ ہے ہی کتنا۔ اگر سب لوگ آگئے تو دودھ مجھے نہیں ملے گا۔ میں بھوک سے بے حال (Dying with hunger) ہوں۔ لوگوں کے آنے پر رسول اللہ مجھے حکم دیں گے اور میں دودھ کا پیالہ ان لوگوں کو دے دوں گا۔

رسول اللہ کا حکم تھا اس لیے میں سب کو بلا لایا (المستدرک للعاکم: 4291)۔

رسول اللہ: ”یہ پیالہ لو اور انہیں پینے کے لیے دو۔“ (جامع ترمذی: 2477)

وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ مجھے تو اپنی بھوک شدید تنگ کر رہی تھی۔

میں نے وہ پیالہ ایک صحابی (Companion) کو دیا۔ اُس نے دودھ پی کر

پیالہ مجھے واپس دیا۔ رسول اللہ کے حکم پر میں نے دودھ والا پیالہ دوسرے صحابی کو دے دیا۔ ہر صحابی دودھ پی کر پیالہ مجھے واپس کرتا رہا اور میں اسے اگلے صحابی کو بھوک پیاس مٹانے (To satisfy hunger and thirst) کے لیے دیتا رہا۔ یہاں تک کہ پیالہ واپس رسول اللہ کے پاس آ گیا (صحیح بخاری: 6452، المستدرک للحاکم: 4291، جامع ترمذی: 2477، مسند احمد: 9299)۔ رسول اللہ نے

میری طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا:

”عبدالرحمن!“

میں: ”جی! اللہ کے رسول“

رسول اللہ: ”اب تم اور میں باقی رہ گئے ہیں“ (مسند احمد: 9299)

میں: ”جی ہاں! رسول اللہ“

رسول اللہ (پیارے): ”بیٹھ جاؤ اور دودھ پیو“

میں بیٹھ گیا اور دودھ پیتا رہا۔ رسول اللہ اس دوران بار بار مجھ سے

کہتے رہے:

”اور پیو، اور پیو“

یہاں تک کہ میں نے کہا:

”اب نہیں۔ اللہ کے رسول اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا

رسول بنا کر بھیجا ہے! اب میں مزید نہیں پی سکتا۔“

رسول اللہ: ”اب پیالہ مجھے دے دو“

میں نے وہ پیالہ رسول اللہ کو دیا۔ آپ نے اللہ کریم کی تعریف

(Praise) کی اور اُس کا نام لے کر باقی دودھ خود پی لیا۔“ (صحیح بخاری: 6452،

رسول اللہ ان لوگوں سے روزانہ ملاقات کرتے اور ان کی دلجوئی (Console) کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ کریم کا فرمان ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
صَرْبًا فِي الْأَرْضِ يُخَسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
تَعْرِفُهُمْ بِسِينِهِمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافَا
وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (القرآن- البقرہ- 273:2)

میرے رسول پر ایمان لانے والوں! خاص طور پر مدد (Charity) کے حق دار (Deserving) یہ تنگ دست (Poor) لوگ ہیں جو اللہ کے راستے میں کام کے لیے وقف (Dedicated) ہیں۔ یہ دین کے کاموں میں مصروفیت (Commitments) کے باعث کہیں جاتے ہیں نہ یہاں رہتے ہوئے اپنی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔ یہ لوگوں سے سوال کرنے (مانگنے- Requesting) سے بچتے ہیں، اس لیے ناواقف (Unknown) لوگ ان کی خودداری (Self-respect) دیکھ کر انہیں مالدار (Rich) سمجھتے ہیں۔ لوگ گمان (Conceit) کرتے ہیں کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ تم میں سے جو انہیں اور ان کے حالات (Circumstances) کو جانتے ہیں، وہ پہچان (Recognise) لیتے ہیں۔ ان کے چہروں سے ان کی ضرورت پڑھ لیتے ہیں۔ یہ گڑگڑا (Crying) کر یا پیچھے جا کر لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم ان مسکینوں کی مدد کرتے ہوئے جو مال خرچ (Spending to help) کرتے ہو اس کا صلہ (Return) تمہیں ضرور ملے گا۔ بے شک اللہ کریم سب جانتا ہے۔

اس جگہ مستقل (Permanent) رہنے اور رسول اللہ کے ساتھ ان کا رابطہ رکھنے والے صحابی عبدالرحمن بن صخر دوسی کو دُنیا ابو ہریرہ (Abu Hurairah) کے نام سے جانتی ہے۔ رسول اللہ ابو ہریرہ کو پیار سے ابو ہر (ابا ہر) کہتے ہیں۔ ابو ہریرہ نے سب سے زیادہ یعنی پانچ ہزار تین سو چوہتر (5,374) احادیث روایت (Report) کی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں رہنے والے لوگ اپنا زیادہ وقت مسجد اور رسول اللہ کی خدمت میں گزارتے ہیں جبکہ باقی صحابہ کو روزگار (Earning) اور گھر کے معاملات (Domestic affairs) بھی نمٹانے (Execute) ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں صُفَّہ، سائبان (Awning) یا چھت والی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ”اصحابِ صُفَّہ“ (As-haab Suffah / Suffah fraternity) کہلائے۔ سعد ابن ابی وقاص، حُصیب بن عدی (Khubaib bin 'Adi) اور سلمان فارسی بھی اہل صُفَّہ کے ساتھ چبوترے کے نیچے رہتے رہے۔

ابو ہریرہ جنگِ خیبر (سات (7) ہجری) سے پہلے ایمان لائے۔ اصحابِ صُفَّہ کی اکثریت (Majority) رسول اللہ کی ہجرت سے لے کر خیبر فتح ہونے تک مدینہ منورہ آئی۔ اصحابِ صُفَّہ کا ذکر ابو ہریرہ کے بغیر نامکمل ہے۔ پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لیے ابو ہریرہ کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔

کیا تم ہمارے حق میں فیصلہ دو گے؟ ①

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ ہجرت نے یہاں رہنے والوں کے لیے محبت کا ایک نیا باب (Chapter) لکھا ہے۔ اس شہر کے رہنے والے دن بدن (Day by day) رسول اللہ کی محبت میں گرفتار ہوتے جا رہے ہیں۔

اُس ایک شخص کی دھیمی سی مسکراہٹ نے کئی زمانوں کی وحشت پہ خاک ڈال دی ہے ②

یہودی، رسول اللہ اور آپ پر ایمان لانے والوں کی جاں نثاری دیکھ کر پریشان ہیں۔ یہودیوں نے محسوس کیا ہے کہ رسول اللہ کی ہجرت سے ان کی اہمیت کم ہو رہی ہے۔ انہیں اپنا دین بھی خطرے (Danger) میں نظر آنے لگا ہے۔ اب انہوں نے آپس میں سر جوڑے ہیں۔ یہودیوں کو اس بات پر بہت ناز (Pride) ہے کہ وہ اہل کتاب (تورات) ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور کے پاس علم نہیں ہے۔ انہوں نے رسول اللہ سے مختلف سوال پوچھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ رسول اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے نضر بن حارث بن علقمہ (Nadar bin Haarith bin 'Alqamah) (d:624) اور عقبہ ابن ابو معیط (Uqbah ibn Abu Mu'ayt) (d:624) یہودیوں سے مل کر ان کے علم کے بھروسہ (Reliance) پر رسول اللہ کے سچا (Truthful) ہونے کا پوچھنے کی مدینہ منورہ آئے تھے (مصدر رسول اللہ: 421/1)۔

یہودی عالموں نے کئی دن کی کوششوں کے بعد ایسے سوال ڈھونڈے

① کیا تم ہمارے حق میں فیصلہ دو گے؟ (القرآن - المائدہ: 49:5)

② رسول اللہ کے مدینہ منورہ آنے سے یہاں رہنے والے لوگوں کی دنیا ہی بدل گئی ہے۔

(Searched) ہیں جن کے جواب اُن کے خیال میں نبی کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے مختلف لوگوں کو سوال دے کر مختلف دنوں میں رسول اللہ کے پاس بھیجا ہے۔ اسی سلسلہ میں جبل ابن ابو قشیر (Jabal ibn Abu Qasheer) اور شموئیل بن زید (Shamoil bin Zayd) رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ سے پوچھا ہے:

”ابا قاسم! اگر تم سچے نبی ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو ہمیں بتاؤ

قیامت کب قائم (Happen) ہوگی؟“

اس کے جواب میں اللہ کریم نے وحی بھیجی ہے (سیرت ابن ہشام: 569/2):

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُونَ (القرآن- الامراء- 7: 187)

پیارے رسول! یہ یہودی پوچھتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟

آپ ان سے کہہ دیں: اس کا علم (Knowledge) تو میرے رب ہی کے پاس ہے، میرا رب قیامت کو اُس کے وقت پر ہی ظاہر (Disclose) کرے گا۔ قیامت تم پر اچانک (Suddenly) آدھمکے گی، اپنے خطرات کے لحاظ سے زمین و آسمان میں وہ بہت بھاری وقت (Weigh heavily) ہوگا۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق اس طرح پوچھ رہے ہیں گویا آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسی کی تحقیق (Research) میں لگے ہیں، آپ کے پاس اور کوئی کام نہیں ہے۔

آپ کہہ دیں: قیامت کا علم میرے اللہ کے پاس ہے جس نے اسے عام لوگوں سے چھپا (Hidden) رکھا ہے لیکن اکثر لوگ اس کے چھپے ہونے کی حکمت (Wisdom) نہیں جانتے۔

اس کے بعد فحاص (Fakhaas)، عبداللہ بن صور یا (Abdullah bin Sooria)، ابن صلوبا (Ibn Salooba)، کنانہ بن ربیع ابن ابی الحقیق (Kinaanah ibn al-Huqayq)، اشع (Ash'e'e)، کعب بن اسد (K'ab bin Asad)، شوییل بن زید اور جبل بن عمرو بن سکینہ (Jabal bin 'Amr bin Sakeenah) رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ سے پوچھا ہے:

”ابا قاسم! کیا تمہیں کوئی جن یا انسان قرآن کی تعلیم دیتا ہے؟“

رسول اللہ: ”اللہ کی قسم! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ قرآن اللہ کریم کی طرف سے ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم یہ بات تورات میں بھی پاتے ہو جو تمہارے پاس موجود ہے۔“

رسول اللہ کے اس جواب کے بعد یہودیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم بھی قرآن جیسا کلام بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا ہے:

”اللہ جب کوئی نبی بھیجتا ہے تو اُس کی مدد کے لیے وہ سب کچھ کرتا ہے جو اُس کا نبی چاہے۔ پس تم اپنے رب سے کہو کہ وہ ایک کتاب نازل کر دے جسے ہم پڑھ سکیں ورنہ ہم بھی تمہارے پاس ایسا کلام لے آئیں گے جیسا تم سناتے ہو۔“

اس کا جواب ایک بار پھر اللہ کریم نے دیا ہے: (سورۃ ابن ہشام: 570/2)

قُلْ لِّمَنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَا وَكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (القرآن۔)

(الاسرا- 88:17)

پیارے رسول! آپ کہہ دیں: یہ اللہ ہی کا کلام ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت (Proof) یہ ہے کہ اگر انسان اور جن اکٹھے ہو جائیں (Join together) کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے چاہے وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

یہودی قرآن مجید کے مقابلہ میں ایسا کلام نہیں لاسکتے۔ یہودیوں نے رسول اللہ سے ذوالقرنین (Dhul Qarnain / Cyrus) کے متعلق سوال کیا ہے۔ رسول اللہ نے کہا کہ میرے رب کا حکم ہے:

”بے شک ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں اقتدار (Rule) بخشا اور ہر قسم کے وسائل اور اسباب (Resources) عطا کئے۔ (چنانچہ (Thus) اُس نے تیاری (Preparation) کی) اور ایک راہ پر چل نکلا، یہاں تک کہ جب وہ مغربی جانب (West) پہنچا تو اُس نے محسوس کیا کہ سورج (Sun) ایک گد لے چشمے (Blackish Muddy Water) (غالباً بکیرہ اسود۔ Black sea) میں غروب (Sets) ہو رہا ہے۔ وہاں اُس نے ایک (انکار کرنے والی) قوم پائی۔ ذوالقرنین نے اُس قوم پر فتح حاصل کی۔ ہم نے کہا: ذوالقرنین! یا تو ان کے حق بات کا انکار کرنے کی وجہ سے انہیں عذاب (Punish) دیا پھر ان کے ساتھ بھلا سلوک (Good treatment) کرو۔ ذوالقرنین نے عرض کی: جس نے انکار کیا اور ایمان نہ لایا اُسے تو ہم عذاب (Chastise) دیں گے پھر وہ اپنے رب کے حضور پیش کیا جائے گا تو وہ انہیں ہولناک (Horriying) عذاب دے گا کیونکہ انہوں نے اپنے پیدا کرنے والے کا انکار کیا۔ اس کے برعکس (Opposite) جو ایمان لایا اور اچھے اعمال کئے تو اُس کے لیے اچھی جزا

(Reward) ہے۔ ہم اُسے اپنی طرف سے ایسا حکم دیں گے جس میں اُس کے لیے سہولت (آسانی) ہوگی۔

اس کے بعد وہ آگے بڑھا، یہاں تک کہ جب وہ مشرق (East) کی جانب (بلخ - Balkh) پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ عروج ایک ایسی قوم پر طلوع (Rise) ہو رہا ہے جس کے آگے ہم نے عروج سے بچاؤ کے لیے کوئی آڑ (Shield) نہیں بنائی۔ صورتِ حال بالکل ایسی ہی تھی اور جو کچھ اُس کے پاس تھا وہ سب ہمارے علم میں تھا۔ پھر اُس نے وسائل جمع کئے اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان (کاکیشیا - Kakashi) پہنچا تو وہاں ایک قوم کو پایا جن کی بات (زبان) اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اُنہوں نے ترجمان (Interpreter) کے ذریعے ذوالقرنین کو بتایا! یا جوج ماجوج نے (Yajooj Majooj / Gog Magog) بڑے ہی تخریب کار (Terrorist) ہیں جن کی وجہ سے ہم سخت مصیبت (Trouble) میں مبتلا (Suffering) ہیں۔ وہ بڑے جنگجو (Warrior) ہیں، ہم اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ ہمارے ملک میں آکر لوٹ مار (Looting) کرتے ہیں۔ کیا ہم آپ کے لیے اخراجات (Expenses) کا بندوبست (Arrangements) کریں تاکہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک دیوار (Wall) بنا دیں؟ ذوالقرنین نے کہا: اللہ نے مجھے جو اقتدار (Power) بخشا ہے، وہ بہت ہی بہتر ہے تم صرف جسمانی قوت (Labour) کے ساتھ میری مدد کرو تو میں تمہارے اور اُن (یا جوج ماجوج) کے درمیان ایک دیوار (Rampart) بنا دوں گا۔ اب تم یہ کرو کہ لوہے کے پترے (Ingots of iron) لاؤ۔ یہاں تک کہ جب انہیں دونوں پہاڑوں کے

درمیان چُن (Fix) دیا تو ذوالقرنین نے کہا: اب ان لوہے کے پتروں کو آگ دو، یہاں تک کہ جب انہیں پگھلا (Melted) دیا اور وہ آگ بن گئے تو کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ (Molten copper) لاؤ تا کہ میں اس پر اُنڈیل دوں (Pour)۔ وہ دیوار اتنی مضبوط اور بلند (Tall) ہو گئی کہ یا جوج ماجوج کے لیے ممکن (Possible) نہ رہا کہ اس دیوار پر چڑھ سکیں (Climb)۔ نہ ہی یا جوج ماجوج کے لیے اس دیوار میں سوراخ (Pierce) کرنا ممکن رہا۔ ذوالقرنین نے اُن سے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (Blessing) ہے، پس جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے پاش پاش (Level the rampart with ground) کر دے گا۔ بے شک میرے رب کا وعدہ برحق (Truthful)

ہے۔“ (القرآن۔ العنکب۔ 83-87:18)

یہودیوں کو اُن کے سوالوں کے جواب مل گئے تو انہوں نے کمال چالاکی

(Cleverness) سے رسول اللہ سے کہا ہے:

”ابا قاسم! تم جانتے ہو کہ ہم یہودیوں کے عالم (Scholars) اور

عزّت دار لوگ ہیں۔ ہم اپنی قوم کے سردار ہیں۔ اگر ہم نے تمہاری پیروی

(Following) کر لی تو تمام یہودی تم پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کے بعد

کوئی یہودی تمہارا مخالف نہیں رہے گا۔

بات کچھ یوں ہے کہ ہمارے اور ہماری قوم کے کچھ لوگوں کے

درمیان جھگڑا (Dispute) ہے۔ ہم یہ جھگڑا تمہارے پاس لے آئیں تو کیا تم

ہمارے حق (Favour) میں فیصلہ دے دو گے؟ اگر تم نے ہمارے حق میں

فیصلہ دے دیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔“

کیا تم ہمارے حق میں فیصلہ دو گے؟

رسول اللہ نے ان لوگوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے

رسول کی تائید (Support) کے لیے جبریل کو پیغام دے کر بھیجا ہے: (سیرت ابن ہشام: 567/2)

وَأِنْ أَحْكَمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ
وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا
مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ
مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (القرآن - المائدہ: 50-49)

پیارے رسول! جو کچھ اللہ نے آپ پر اتارا (Reveal) ہے آپ
اُسی کے مطابق فیصلے کریں اور ان یہودیوں کی خواہشوں کی پیروی نہ
کریں۔ محتاط (Careful) رہیں کہ یہ لوگ فتنہ (Mischief) میں ڈال کر کہیں
آپ کو قرآن سے جو اللہ نے اتارا ہے پھیر نہ دیں۔ ان تمام باتوں کو سن کر بھی
جو آپ اللہ کریم کے حکم سے انہیں پہنچاتے ہیں اگر یہ منہ پھیریں اور
باطل (False) پر ڈٹے رہیں تو آپ سمجھ لیں کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں
کی سزا دینا چاہتا ہے۔ بے شک! ان میں بہت سے لوگ فاسق و نافرمان
(Transgressors, immoral and disobedient) ہیں۔ یہ لوگ خدا
کے قانون (Law / principle) سے منہ موڑ کر کیا اب بھی قرآن سے پہلے کا
فیصلہ (Judgment) چاہتے ہیں؟ حالانکہ یقین و ایمان سے سرشار
(Overflowing) قوم کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے؟

رائع بن حریمہ (Raafay bin Hareemlah) نے رسول اللہ سے

مطالبہ (Demand) کیا ہے:

”ابا قاسم! اگر تم اللہ کے رسول ہو تو اپنے رب سے کہو کہ وہ ہم سے

ہم کلام (Talk to us) ہو، تا کہ ہم اُس کی بات سنیں۔“

اس بار بھی اللہ کریم نے جواب میں حکم بھیجا ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ
كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ
قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (القرآن- البقرہ- 118:2)

پیارے رسول! ان نہ ماننے والوں (Disbelievers) میں سے

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو اگر ہماری رہنمائی (Guidance) مقصود

(Desired) ہے تو وہ ہم سے براہ راست (Direct) باتیں کیوں نہیں کرتا؟ وہ

کہتے ہیں کہ خدا ہمارے سامنے کوئی ایسی نشانی (Sign) کیوں نہیں بھیجتا جس

سے ہمیں یقین ہو جائے کہ یہ وحی خدا کی طرف سے ہے؟ ان سے پہلے لوگ

بھی ایسی باتیں کرتے رہے ہیں۔ ان سب اگلے پچھلے نہ ماننے والوں کی

ذہنیت (Mentality) ایک جیسی ہے۔ جبکہ حقیقت (Reality) یہ ہے کہ ہم نے

اہل یقین (Believers) کے لیے نشانیاں خوب کھول کر بیان کر دی ہیں۔ کھلے

ذہن (Open mind) کے ساتھ دیکھنے والوں کے لیے اللہ کی نشانیاں

(Allah's signs) خوب ہیں۔ پیارے رسول! آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں

کہ ان کی خواہش کے مطابق انہیں معجزے (Miracles) اور نشانیاں

دکھائیں۔

تنگ آمد، جنگ آمد ❶

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ

اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (القرآن- البقرہ- 190:2)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم اللہ کے راستہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور تمہارے لیے جنگ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں چھوڑتے۔ جنگی اصولوں (War principles) کی پاس داری (Observance) کرتے ہوئے کسی سے زیادتی (Transgress) نہ کرو۔ بے شک! اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (Transgressors)

عروہ بن زبیر (644-713,70) (Urwah bin Zubayr) روایت کرتے ہیں کہ جہاد (Jihad) کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہی آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر: 431/5)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق جہاد کی اجازت کا سب سے پہلا حکم سورہ الحج میں نازل ہوا۔ (القرآن- الحج- 39:22)

رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ (13) سال مکہ میں گزارے۔ اس سارے عرصہ میں آپ اور ایمان لانے والوں نے بہت سے ظلم سہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آنا پڑا۔ اس سارے دور (Era) میں مسلمانوں کو اللہ کریم نے لڑائی کرنے کی اجازت (Permission) نہیں دی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد مسلمانوں کو لڑائی کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اس حکم کا نازل ہونا اشارہ (Indication)

❶ تنگ آمد، جنگ آمد (القرآن- البقرہ- 190:2) تنگ آکر انسان جنگ کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ (فارسی)

ہے کہ اب جلد لڑائی (جنگ) ہوگی۔

قریش مکہ کے مدینہ منورہ کے اقتصادی بائیکاٹ (Economic boycott) نے مسلمانوں کے لیے مدینہ منورہ میں زندگی مشکل کر دی ہے۔ یہ عرصہ تقریباً چھ (6) مہینے پر مشتمل (Consist of) ہے۔

سعد بن معاذ (S'ad bin M'uaadh) (d:627) کا اُمیہ بن خلف کے ساتھ تجارتی معاہدہ (Trade agreement) ہے۔ اُمیہ، مدینہ منورہ سے گزرے تو سعد کا مہمان ہوتا ہے۔ اسی طرح سعد مکہ جا کر اُمیہ بن خلف کے پاس ٹھہرتے ہیں۔ سعد، اُمیہ کے ساتھ دوپہر کے وقت بیت اللہ کا طواف (Circumambulation) کرنے کے لیے نکلے ہیں (صحیح بخاری: 3950)۔ عمر بن ہشام (ابو جہل) (Amr bin Hishaam (Abu Jahl)) (572-624, 53) سعد بن معاذ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھ کر کہہ رہا ہے:

”عیب بات ہے کہ میں تمہیں مکہ میں امن و اطمینان سے طواف کرتے دیکھ رہا ہوں جبکہ تم نے ہمارے بھگڑوں (Fugitives) کو پناہ دے رکھی ہے۔ تم علانیہ (Publicly) اُن کی مدد کرتے ہو۔ خدا کی قسم! اگر تم اس وقت ابوصفوان (Abu Safwaan) (اُمیہ بن خلف) کے ساتھ نہ ہوتے تو صحیح سلامت بیڑب واپس نہ جاتے۔“ (صحیح بخاری: 3950، مستد احمد: 10714)

سعد بن معاذ: ”اگر تم نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا تجارتی راستہ (Trade route) بند کر دوں گا جو مدینہ منورہ سے ہو کر گزرتا ہے پھر تمہیں ہماری طاقت کا اندازہ ہوگا۔“ (صحیح بخاری: 3632)

اُمیہ بن خلف: ”سعد! ابوالحکم (Abul Hakam) مکہ کی وادی کا سردار ہے۔ اس کے ساتھ اونچی آواز میں بات نہ کرو۔“ (صحیح بخاری: 3950، مستد احمد: 10714)

سعد بن معاذ اور ابو جہل کے درمیان ہونے والی گفتگو سے اندازہ لگانا مشکل

نہیں کہ قریش مکہ مسلمانوں کے لیے مشکلات کھڑی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے خاموش بیٹھے رہنے سے حالات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہونے جارہی۔ مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ (Economic Siege) شدت اختیار کر گیا ہے۔ رسول اللہ نے اس کے حل کے لیے اقدام (Measures) کیے ہیں۔ آپ کے سامنے دو (2) راستے ہیں، ایک سیاسی (Political) اور دوسرا جنگی حکمت عملی (War Strategy)۔ مدینہ منورہ کے تمام لوگ رسول اللہ کے زیر اثر (Under control) نہیں، اس لیے سیاسی طور پر کچھ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ رسول اللہ نے دفاعی جنگی حکمت عملی کو اپنایا (Opted) ہے۔ رسول اللہ نے قریش کو پیغام بھجوایا ہے:

”تم لوگوں نے مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ جاری رکھا تو ہم تمہارے تجارتی قافلوں کو اپنے علاقوں سے گزرنے نہیں دیں گے۔ اگر تم لوگوں نے اس راستے سے گزرنے کی کوشش کی تو ہم مزاحمت (Resistance) کریں گے۔“

عرب میں تجارتی راستوں کے اعتبار سے مدینہ منورہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ شام اور عراق کی تجارت کے لیے مدینہ منورہ سے گزرنے والا راستہ سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ شمال (North) میں سارا علاقہ صحرا اور سخت موسم والا ہے۔ شام اور عراق سے آنے والے قافلے مدینہ منورہ پہنچ کر آرام کرنے کے بعد اپنے آپ کو آسانی میں محسوس کرتے ہیں۔ مصر سے سمندر کے راستے عرب آنے والے بھی مدینہ منورہ سے ہوتے ہوئے مکہ اور دوسرے علاقوں کو جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ، عرب میں جنکشن (Junction) کا کام کرتا ہے۔ مدینہ منورہ کی اہمیت سے سب واقف ہیں۔

مدینہ منورہ میں کھجوریں، پھل، آنا اور دوسری چیزیں وافر (In abundance) مقدار میں موجود ہونے کی وجہ سے تجارتی قافلے یہاں رُکنا پسند کرتے ہیں۔ عرب میں

موجود دوسرے راستے بہت دشوار (Difficult) اور لمبے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان راستوں میں پانی کی کمی سفر کو مشکل سے مشکل تر بنا دیتی ہے۔ قریش مکہ اگر مدینہ منورہ کے لوگوں سے دشمنی لیں تو ان کی تجارت مشکل ہو جائے گی۔ مدینہ منورہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے سے قریش کا منافع کم ہوگا اور وقت بھی زیادہ لگے گا۔

رسول اللہ اور آپ کے دادا کا نھیل (Maternal relatives) ہونے کی وجہ سے آپ کو اُمید ہے کہ مدینہ منورہ کے لوگ آپ کی حفاظت کرنے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ رسول اللہ کا مدینہ منورہ کو اپنی ہجرت گاہ (Place of migration) بنانا وقت کے ساتھ ثابت کر رہا ہے کہ یہ اہم فیصلہ ہے جو بہت غور و فکر (Well thought) کے بعد لیا گیا۔ مدینہ منورہ، مکہ اور شام کے درمیان تجارتی گزرگاہ (Trade route) پر واقع ہے۔ مسلمان جب چاہیں قریش کے لیے مسائل (Problems) پیدا کر سکتے ہیں۔ مدینہ منورہ ہجرت کے فوری بعد ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا جس سے قریش مکہ کو نقصان ہو لیکن قریش نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی اہمیت اور طاقت کا مظاہرہ (Exhibit) کریں۔ رسول اللہ نے یہ واضح (Clear) کرنا ضروری سمجھا ہے کہ مسلمان اتنے کمزور نہیں جتنا قریش سمجھتے ہیں۔ اب قریش کو بھی ہجرت مدینہ منورہ کی اہمیت سمجھ میں آنے لگی ہے۔

رسول اللہ کے مدینہ منورہ کو حرم (City) قرار دینے سے یہ شہر مرکزی نظام کے تحت کام کرنے لگا ہے۔ اب اس شہر پر مسلمانوں کا اثر صاف نظر آتا ہے۔ رسول اللہ نے حرم کی حدود متعین (Limits defined) کر دی ہیں۔ اب ان حدود سے تجارتی قافلوں کو گزرنے کے لیے اجازت لینا ضروری ہو گیا ہے۔ قریش مکہ کے علاوہ کسی بھی تجارتی قافلہ کو مسلمانوں سے اجازت لینے یا مدینہ منورہ کی حدود سے گزرنے میں کوئی مسئلہ (Problem) نہیں ہے۔ قریش نے اسے مسلمانوں کی بالادستی (Superiority) سمجھتے ہوئے دوسرے تجارتی راستے استعمال کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ قریش کسی بھی قیمت پر

مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ اور مسلمانوں پر دباؤ برقرار (Maintain) رکھنا چاہتے ہیں۔
اب رمضان کا مہینہ ہے۔ رسول اللہ کو ہجرت کئے پانچ (5) مہینے گزر چکے
ہیں (الغازی للوالی: 9/1، سورت ابن ہشام: 281/2، طبقات الکبریٰ: 2/6)۔ رسول اللہ نے تیس (30)
رضاکاروں (Volunteers) کا انتخاب کیا اور ان کی کمان (Command) حمزہ بن
عبدالطلب کو سونپی ہے۔ رسول اللہ نے اس دستہ (Unit) کا علم (Flag) عبیدہ بن حارث
بن عبدالطلب (d:624) (Ubaydah bin Haarith bin 'Abdul Mut-talib) کو
دیا ہے۔ یہ تاریخ اسلام کا سب سے پہلا علم ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق علم ابومرشد
غنوی (Abu Murthad Ghanvite) کو دیا گیا ہے۔ اس لشکر (Army) میں شامل تمام
لوگ مہاجر ہیں۔ اس مہم کو "سیریہ سیف البحر" (Siryah Saif ul Bahr) کہتے ہیں۔
(ایسی لڑائی جو رسول اللہ کے حکم پر لڑی گئی لیکن آپ نے بذات خود شرکت (Personal
participation) نہیں کی، سیریہ (Siryah) کہلاتی ہے۔) انصار کو اس مہم
(Expedition) میں اس لیے شامل نہیں کیا گیا کہ ان کے ساتھ معاہدہ یوں ہے کہ بیرونی
طاقت (External power) کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی صورت میں ہی انصار رسول
اللہ کا دفاع (Defence) کریں گے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر لڑنے کے بارے میں
ان سے کسی قسم کا معاہدہ موجود نہیں ہے۔

اس مہم میں شامل تمام رضاکار اُونٹوں پر سوار ہیں۔ گھوڑا، جنگلی اُمور (War
tasks) کے لیے ایک اہم جانور ہے۔ چھوٹی لڑائیوں اور نگرانی (Surveillance) کے لیے
اسے بہترین سمجھا جاتا ہے۔ عرب میں دُنیا کے بہترین گھوڑے پائے جاتے ہیں۔ مسلمان
چونکہ دولت مند (Rich) نہیں اس لیے ان کے پاس گھوڑے نہیں ہیں۔

بحیرہ احمر (Red sea) اور مدینہ منورہ کی درمیانی پٹی (Belt) ایک سوتیس
(130) کلومیٹر چوڑی (Wide) ہے۔ اس علاقہ کا واحد تجارتی راستہ یہی ہے۔ ملک شام کی

تجارت اسی راستہ سے ہوتی ہے۔ حمزہ اور ان کے رضا کار اس راستہ کی نگہبانی (Watch) کر رہے ہیں۔ حمزہ اور ان کے ساتھی عیص (Ees) کے مقام تک گئے ہیں۔ اس علاقہ میں ایک کنواں ہے جس کے ارد گرد کیکر (Acacia) کے درخت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں جس وجہ سے اسے عیص کہا جاتا ہے۔ عیص کے معنی ہیں ”اچھے درخت اُگنے کی جگہ“ زرخیز زمین (Fertile land)۔ کچھ دن بعد انہیں مکہ کا ایک تجارتی کارواں نظر آیا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اس کارواں کا سالار (Leader) ابو جہل اور قافلہ تین سو (300) افراد پر مشتمل ہے۔ مسلمان اس اطلاع کے بعد کارواں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ کارواں بنی جہینہ کے علاقہ میں خیمہ زن (Camped) ہے۔ اس سے پہلے کہ لڑائی شروع ہو، بنی جہینہ کا سردار مجدی بن عمر و (Majdi bin 'Amr) مسلمانوں کے پاس آیا ہے۔ مجدی کہہ رہا ہے:

”قریش کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے کہ ہم اپنے علاقہ میں ان کے قافلوں کی حفاظت کے پابند (Bound) ہیں۔ اس کے بدلہ میں ہم قریش سے سال میں دو (2) بار خراج (Tax) لیتے ہیں۔ ہم کسی کو اجازت نہیں دے سکتے کہ قریش کے کارواں پر حملہ کرے۔ ہم اہل یثرب سے بھی معاہدہ رکھتے ہیں کہ ان کے کارواں کو ہمارے علاقہ سے گزرتے ہوئے پناہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بدلہ میں ہم یثرب کے لوگوں سے خراج لیتے ہیں۔ ہر معاہدہ کا احترام (Respect) کیا جانا چاہئے۔ اگر ہمارے علاقہ سے قریش کے کارواں کو گزرنے نہ دیا گیا تو اہل یثرب بھی یہاں سے نہیں گزر سکیں گے۔“

مسلمان بنی جہینہ کے ساتھ خود بھی امن معاہدہ میں پابند ہیں (معد رسول لفظ: 127/2)۔ حمزہ اور ان کے ساتھی بغیر کسی لڑائی کے واپس آ گئے ہیں۔ (الغزالی للواقفی: 9/1، سیرت ابن ہشام: 281/2) اس مہم (Expedition) کا مقصد قریش مکہ کو مسلمانوں کی اہمیت اور طاقت دکھانا

ہے نہ کہ لوٹ مار (Looting) کرنا۔ اس مہم کا ایک مقصد قریش میں مسلمانوں کا خوف پیدا کرنا ہے۔ مسلمانوں کی یہ حکمت عملی (Strategy) صرف قریش کے بارے میں ہے باقی کسی بھی کارواں سے انہیں کوئی غرض (Concern) نہیں۔ قریش کو پہلی بار اس بات کا احساس ہوا ہے کہ مسلمانوں کا مدینہ منورہ ہجرت کرنا ان کے لیے خطرہ ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔ ابو جہل اس بارے میں فکر مند (Worried) ہے۔

چند دن بعد رسول اللہ نے شوال 1 ہجری میں ایک مہم روانہ کی ہے۔ اس مہم میں ساٹھ (60) رضا کار شامل ہیں۔ یہ قافلہ بھی اونٹوں پر ہی سوار اور سارے رضا کار مہاجر ہیں۔ اس لشکر کے سربراہ (Commander) رسول اللہ کے چچا زاد (Paternal cousin) بھائی عبیدہ بن حارث ہیں۔ قریش کا ایک تجارتی کارواں مدینہ منورہ کے قریب سے گزرنے والا ہے۔ قریش کے کارواں کا سردار عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل) (598-636, 39) (Ikramah bin 'Amr bin Hisham (Abu Jahl)) ہے۔ قریش کا کارواں ایک سو چالیس (140) لوگوں پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کا سامنا (Faces) اس کارواں سے ثنیۃ البرہہ (Thania tul Marah) کے مقام پر ہوا، جو مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو (200) کلومیٹر دور ہے۔ اس معرکہ میں قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان تیر اندازی (Exchange of Archery) ہوئی ہے۔ اسلامی تاریخ کا پہلا تیرسعد ابن ابی وقاص نے چلایا ہے (فتح الباری: 142/15، المغازی للوالدی: 10/1، طبقات الکبریٰ: 7/2)۔ مکہ میں رہتے ہوئے بھی سعد ابن ابی وقاص نے ہی سب سے پہلے ایک دشمن کا خون بہایا تھا (محدث رسول اللہ: 410/1)۔ اس مرتبہ بھی آپس میں لڑائی نہیں ہوئی البتہ ایک قابل ذکر واقعہ (Notable incident) ضرور ہوا ہے۔ قریش کے قافلہ میں شامل دو (2) افراد (Persons) شام سے واپسی پر مکہ جانے کی بجائے مدینہ منورہ رک گئے ہیں۔ یہ دونوں لمبے عرصہ سے مکہ میں مقیم (Reside) اور رسول اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ انہیں مکہ سے آزادی کے ساتھ

مدینہ منورہ ہجرت کرنے نہیں دیا گیا۔ یہ کارواں میں شامل ہی اس نیت سے ہوئے کہ حفاظت سے مدینہ منورہ پہنچ سکیں (طبقات الكبرى: 7/2، المغازی للوالدی: 10/1، سیرت ابن ہشام: 276/2)۔ ان کے نام ہیں:

1 - Miqdaad bin 'Amr مقدااد بن عمرو

2 - 'Utbah bin Ghazwaan Maznife عتبہ بن غزوہ ان مازنی

اس کارروائی کے پانچ (5) مہینے بعد ربیع الاول میں رسول اللہ بذات خود ساٹھ (60) مہاجرین کو لے کر ایک مہم پر نکلے ہیں۔ اس مہم میں بھی کوئی انصاری شامل نہیں ہے۔ رسول اللہ نے سعد بن عبادہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب (Deputy / acting) مقرر کیا اور خود لشکر کی قیادت کرتے ہوئے ”ابو“ کے مقام تک گئے ہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ ”وڈان“ (Wad-daan) کے مقام تک گئے۔ اس لیے اسے غزوہ وڈان (ابواء) کہتے ہیں۔ یہ تاریخ اسلام کا پہلا غزوہ (Ghazwah) ہے (سیرت ابن ہشام: 275/2، المغازی للوالدی: 8/2)۔ ایسی جنگ جس میں رسول اللہ بذات خود شریک ہوئے، اُسے غزوہ کہتے ہیں۔ یہ غزوہ ربیع الاول 2 ہجری میں ہوا ہے (سیرت ابن ہشام: 276/2)۔ یہ مہم ہجرت مدینہ کے تیرہ (13) مہینے بعد شروع ہوئی ہے یعنی رسول اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت کے ایک (1) سال بعد۔ رسول اللہ کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ جاننا چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے اردگرد رہنے والے قبیلوں میں سے کون مسلمانوں کے خلاف اور کس قبیلہ سے اتحاد کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ایسے قبیلوں کے بارے میں بھی جاننا چاہتے ہیں جو جنگ کی صورت میں غیر جانبدار (Neutral) رہیں گے۔ رسول اللہ نے اس مہم کے دوران ہی بنی ضمیرہ (Bani Damrah) کے مخشی بن عمرو (Makhshi bin 'Amr) سے ایک معاہدہ کر لیا ہے۔ بنی ضمیرہ، بنی کنانہ کی ایک شاخ اور مخشی اپنی قوم کا سردار ہے۔ معاہدہ کی شرطیں (Conditions) یہ ہیں:

1 - مسلمان بنی ضمیرہ پر حملہ نہیں کریں گے

2- بنی ضمرہ مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے

3- بنی ضمرہ مسلمانوں پر حملہ کرنے والے کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔

یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا (Written document) ہے (طبقات الکبریٰ: 275/1)۔

رسول اللہ نے بنی ضمرہ سے معاہدہ میں کسی بھی جنگ کی صورت میں اُن سے غیر جانبدار رہنے کا وعدہ لے لیا ہے۔ یہ اس سلسلہ میں رسول اللہ کی پہلی کامیابی ہے۔ اس مہم پر رسول اللہ دو (2) ہفتے مدینہ منورہ سے باہر رہے ہیں۔ ان مہمات اور معاہدوں سے رسول اللہ زمینی حقائق (Ground reality) سے براہ راست (First hand / direct) واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ تین (53) سال مکہ میں گزارنے کے باوجود رسول اللہ کا مدینہ منورہ اور اس کے مضافات (Suburbs) کے بارے میں علم بھرپور (Full) ہے۔

رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں ایسا نظام قائم کر دیا ہے کہ آپ کی غیر موجودگی (Absence) میں بھی اُمن و امان (Peace) رہتا ہے۔ لوگ آپ کے نائب (Deputy) کے احکامات (Orders) پر عمل درآمد (Implementation) کرتے ہیں۔ قبائلی معاشرہ میں ایسا ضبط (Discipline) قائم کر لینا بہت بڑی کامیابی ہے۔ مدینہ منورہ آہستہ آہستہ ایک ریاست (State) کی شکل اختیار کر رہا ہے۔

امیہ بن خلف ایک بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام جا رہا ہے جس میں پچیس سو (2,500) اونٹ ہیں۔ رسول اللہ کے علم میں آیا تو آپ دوسو (200) صحابہ کو لے کر اس قافلہ کے تعاقب (Chase) میں نکلے ہیں۔ یہ پہلی مہم ہے جس میں انصار بھی شریک ہیں۔ اس بار بھی رسول اللہ نے سعد بن عبادہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا ہے۔ رسول اللہ بواط (Buwaaf) کے مقام تک گئے ہیں۔ بواط مدینہ منورہ اور ینبع (Yanb'u) سے ایک سو (100) کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس غزوہ میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔ اسے غزوہ بواط (Ghazwah Buwaaf) کہا جاتا ہے۔ (طبقات الکبریٰ: 908/2، سیرت ابن ہشام: 284/2، المغازی

(لواءی: 12/1)

قریش مکہ کو مسلمانوں کا سکون سے رہنا کسی طور گوارا (Acceptable) نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی بہانے سے پریشان رکھنا چاہتے ہیں۔ بنی فہر (قریش مکہ) سے تعلق رکھنے والا گرز بن جابر (Kurz bin Jaber) مدینہ منورہ کی سرکاری چراگاہ (State controlled pasture) پر حملہ کر کے چھ (6) اونٹ لوٹ کر مکہ واپس چلا گیا ہے۔ یہ واقعہ ربیع الاول 2 ہجری میں پیش آیا ہے (سیرت ابن ہشام: 288/2)۔ رسول اللہ کے علم میں آیا تو آپ نے زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا اور گرز کا پیچھا کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ عرب میں ایک آزاد کردہ غلام کو ریاست کا عبوری سربراہ (Interim head of state / care taker) بنایا جانا ایک ایسی روایت ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس سلسلہ میں بھی رسول اللہ نے ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ آپ اس مہم میں بدر کے قریب سفوان (Safwan) تک آئے ہیں۔ اس مہم میں رسول اللہ کے ساتھ ستر (70) صحابہ ہیں۔ گرز بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اسے غزوہ سفوان (Ghazwah Safwan) اور غزوہ بدر لاونی (Ghazwah Badar ul Oola / First war of Badar) کہا جاتا ہے۔

(سیرت ابن ہشام: 288/2، طبقات الکبریٰ: 9/2، المغازی للواءی: 12/1)

رسول اللہ بنی ضمہرہ کے ساتھ ساتھ بنی مدلیج (Bani Mudlej) سے بھی مسلمانوں کی لڑائی میں غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ نہایت سمجھ داری سے آہستہ آہستہ مدینہ منورہ کے آس پاس رہنے والوں سے معاہدے کر رہے ہیں۔ اس طرح مدینہ منورہ کے قریب بسنے والے قبیلوں سے کسی بھی نقصان کا خطرہ کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ رسول اللہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی قسم کی لڑائی یا جنگ کی صورت میں دشمن صرف قریش کے قبیلے ہوں۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کو کسی اور قوم یا قبیلہ سے خطرہ نہ ہو۔

رسول اللہ جانتے ہیں کہ مسلمان مکہ پر حملہ کرنے کی پوزیشن (Position) میں نہیں ہیں۔ نہ تو ابھی اسباب (Resources) اتنے ہیں نہ ہی مسلمانوں کی تعداد۔ رسول اللہ ان اقدامات (Steps) سے قریش کو اس بات کا احساس دلانا چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ ایک ریاست (State) ہے جس پر مسلمانوں کا اختیار ہے۔ اب قریش کے لیے مسلمانوں پر زندگی تنگ کرنا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ نے چھوٹی چھوٹی مہمیں (Expeditions) بھیج کر اپنے لوگوں کو ارد گرد کے علاقوں سے اچھی طرح واقفیت (Familiarity) دلوائی ہے تاکہ جنگ یا لڑائی کی صورت میں ان کے ساتھی ہر چیز سے واقف ہوں۔ اس کے علاوہ مشکل راستوں، غاروں، پہاڑوں، جنگلوں، بستیوں (Settlements) اور پناہ گاہوں (Shelters) کا علم جنگ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ مہارت (Expertly) سے اپنے ساتھیوں کی اخلاقی، معاشرتی اور عسکری (جنگی) تربیت کر رہے ہیں۔

ان دستوں کو بھیجنے کا مقصد صرف دفاعی (Defensive) ہے۔ رسول اللہ نے فتح مکہ (8 ہجری) سے پہلے قریش کے ساتھ کوئی جنگ شروع نہیں کی۔ حملہ ہر بار قریش مکہ کی طرف سے کیا گیا۔ رسول اللہ نے قریش کے ساتھ تمام جنگیں اپنے دفاع (Defence) میں لڑیں۔

چار سوال ①

یہودیوں نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ سے ایک ہی وقت میں زیادہ اور مشکل سوال پوچھنے چاہئیں۔ اب یہ چار (4) سوال لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے:

”ابا قاسم! ہم تم سے چار (4) سوال پوچھیں گے، اگر تم نے ہمارے سوالوں کے جواب دے دیئے تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔“

رسول اللہ: ”اگر میں تمہارے سوالوں کے جواب دے دوں تو تم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہو کہ تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟“

یہودی: ”یقیناً۔ ہم تمہاری تصدیق (Affirmation) کرتے ہوئے ایمان لے آئیں گے۔“ (مسند احمد: 10677)

پہلا (1st) سوال: ”کچھ بچے ماں پر اور کچھ اپنے باپ کی شکل و صورت (Features) پر کیوں ہوتے ہیں؟“

رسول اللہ: ”شکل و صورت میں کچھ بچے ماں پر اور کچھ باپ پر اس لیے ہوتے ہیں کہ اس کا تعلق ان کے نسب (Genes) سے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے شکل و صورت بنتی ہے۔“

دوسرا (2nd) سوال: ”آپ ہمیں اپنی نیند (Sleep) کے بارے میں بتائیں۔“

رسول اللہ: ”میں تمہیں اللہ کا واسطہ (Affinity) اور بنی اسرائیل پر کی جانے والی نعمتوں

(Blessings) کا واسطہ دے کر پُوچھتا ہوں، کیا تمہیں علم نہیں کہ وہ نیند جس کا تمہیں گمان (Conceit) ہے وہ میری نیند نہیں بلکہ میری آنکھیں سوتیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔“

یہودی: ”اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ نبی کی آنکھیں سوتیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔“

تیسرا (3rd) سوال: ”ہمیں بتائیں کہ بنی اسرائیل نے کون سی حلال (Halaal / allowed) چیز خود پر حرام (Haraam / banned) کر لی تھی؟“

رسول اللہ: ”میں تمہیں اللہ اور اُن نعمتوں کا واسطہ دے کر پُوچھتا ہوں جو بنی اسرائیل پر کی گئیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے نبی یعقوب کے نزدیک سب سے پسندیدہ (Favourite) کھانا اُونٹ کا گوشت اور اُس کا دودھ تھا۔ اُنہیں ایک بیماری نے آ لیا۔ جسے عروق نساء کہتے ہیں۔ اللہ کریم نے اُنہیں اس بیماری سے شفا (Healing) دی۔ اُنہوں نے اللہ کریم کا شکر (Thanking) ادا کرنے کے لیے اپنا سب سے محبوب کھانا اُونٹ کا گوشت خود پر حرام (Forbidden) کر لیا۔“ (مسند

احمد: 10677, 8541)

یہودی: ”اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔“

چوتھا (4th) اور آخری سوال: ”ہمیں روح الامین (Rooh ul Ameen) کے بارے میں بتائیں۔ ہمیں بتائیں کہ آپ پر کون سا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔“ (مسند

احمد: 10677)

رسول اللہ: ”میں تمہیں اللہ کا اور اُن نعمتوں کا واسطہ دے کر پُوچھتا ہوں جو بنی اسرائیل پر کی گئیں، کیا تم نہیں جانتے کہ وہ جبریل ہے۔ جبریل ہی میرے پاس (وحی لے کر) آتا ہے۔“

یہودی: ”اللہ کی قسم! ہاں، لیکن جبریل ہمارا دشمن ہے۔ وہ فرشتہ ہم پر خون بہانے اور

تختیوں (Hardships) کے معاملہ کے ساتھ ہی آتا ہے۔ اگر جبریل (روح الامین) ایسا نہ ہوتا تو ہم آپ کی پیروی ضرور کرتے۔ اگر آپ میکائیل کا نام لیتے جو رحمت، نباتات (Vegetables) اور بارش لے کر آتا ہے تو پھر بات بنتی۔ پھر ہم آپ پر ایمان لے آتے۔“ (مسند احمد: 10677)

اللہ کریم نے ان یہودیوں کے متعلق یہ آیات نازل کی ہیں۔ (سورہ ابن ہشام: 543/2،

مسند احمد: 10677, 8541)

فَلَنْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ
اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ
عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ
لِلْكَافِرِينَ ۝

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا
الْفَاسِقُونَ ۝ أَوْ كَلِمَاتٍ عَهْدُوا عَهْدًا ثَبَاتًا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بَلَى أَكْثَرُهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ
نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ الْكِتَابَ ۖ كَتَبَ اللَّهُ وَرَأَى ظُهُورَهُمْ
كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (القرآن - البقرہ - 2: 97-101)

پیارے رسول! قرآن کی دشمنی میں یہ لوگ جبریل کے بھی دشمن ہو گئے ہیں۔ آپ کہہ دیں: اگر کوئی جبریل کا دشمن ہے تو ہوتا رہے۔ اس عالی شان (Glorified) فرشتہ نے تو اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن اتارا جو پہلے نازل ہونے والی کتابوں (Previously revealed scriptures) کی تصدیق (Confirms) کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ لوگ جبریل کے نہیں، اللہ

کے دشمن ہیں۔ یہودیوں کا اعتراض صرف جبریل پر ہی نہیں بلکہ اللہ کریم پر بھی ہے جس نے نبوت کے لیے آپ کو اپنا رسول چنا ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت (Right path) اور خوش خبری (Tidings) ہے۔ اگر جبریل سے ان کی دشمنی کی وجہ یہی ہے تو آپ کہہ دیں کہ جو شخص اللہ کا، اُس کے فرشتوں، رسولوں اور جبریل و میکائیل (Mikaa-eel / Mikaal / Michael) کا دشمن ہے تو وہ حق کا انکار کرنے والا ہے۔ پس اللہ خود ایسے انکار کرنے والوں کا دشمن ہے۔

پیارے رسول! بے شک ہم نے آپ کی طرف صاف صاف حق (سچ) کا اظہار کرنے والی آیات اُتاری ہیں۔ صرف فاسق لوگ (Followers of evil) ہی ان آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب بھی یہ لوگ کوئی عہد (Covenant) کرتے ہیں تو ان میں سے ایک فریق (Party) اُسے پرے پھینک (Discard) دیتا ہے؟ ان کی اکثریت (Majority) تو سرے سے (At all) ایمان لاتی ہی نہیں۔ ان کے لیے وعدہ یا عہد پر قائم رہنا ضروری (Mandatory) نہیں ہے۔

جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے عالی شان (Glorious) رسول آیا جو ان کے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق (Confirmation) کرتا ہے، وہ کتاب (تورات) جس میں میرے رسول کا ذکر واضح (Clear mention) موجود ہے تو کتاب رکھنے والوں میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنی پشت پیچھے پھینک (Cast aside) دی، گویا وہ اُس کتاب تورات کو جانتے ہی نہ ہوں۔

یہودی ہر سوال پر لاجواب (Speechless) ہو گئے ہیں۔ اُن میں سے کچھ

لوگ ان سوالوں کے جواب ملنے پر رسول اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔ یہودیوں کی بہت بڑی تعداد اس کے بعد بھی رسول اللہ پر ایمان نہیں لائی۔ ایمان تو میرے مالک کی مہربانی سے ملتا ہے۔

اللہ کریم کا فرمان ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (القرآن۔ العنید۔ 11:57)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن (Soft loan) دے گا؟ اللہ اس قرض کو کئی گنا (Manifold) بڑھا کر واپس دے گا۔ یہ بہت ہی اچھا اجر (Reward) ہے۔

اس حکم سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ اس طرح کے حکم اللہ کریم نے اور بھی موقعوں پر دیئے ہیں۔ (القرآن۔ العنید۔ 18:57، 84:17)

یہودی: ”ہم اللہ کے محتاج (Dependent) نہیں بلکہ وہ ہمارا محتاج ہے کیونکہ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔“

فخاص نامی یہودی ان میں پیش پیش (On the front) ہے۔ یہودی اس بات پر اللہ اور دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔

بنی خزرج کے سردار سعد بن عبادہ بیمار ہیں۔ رسول اللہ گدھے پر سواری کر رہے ہیں۔ اُسامہ بن زید رسول اللہ کے پیچھے سوار ہیں۔ راستہ میں ہی جبلی کا محلہ آیا ہے جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ان کے پاس رُک گئے ہیں۔ آپ انہیں اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس مجلس میں مسلمان، مشرک اور یہودی موجود ہیں۔ رسول اللہ کی باتیں سن کر عبداللہ بن ابی اپنی ناک پر کپڑا رکھتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”اے شخص! اس سے اچھی بات نہیں ہو سکتی کہ تم جو باتیں کر رہے ہو، وہ اُن سے کرو جنہوں نے تمہیں یثرب آنے کی دعوت دی ہے۔ ہمیں اپنی باتیں سنا کر تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ہم میں سے جو شخص تمہارے پاس آئے، اُسے ایسی باتیں سنایا کرو۔“

رسول اللہ جو اب میں خاموش ہیں۔ اب رسول اللہ سعد بن عبدادہ کے گھر پہنچ گئے ہیں۔ رسول اللہ، سعد سے کہہ رہے ہیں:

”ابا قیس! کیا تم نے سنا جو ابو حباب (عبداللہ بن ابی) نے کہا ہے؟“

سعد: ”رسول اللہ! اُس نے کیا کہا ہے؟“

رسول اللہ نے سعد کو ساری بات سنائی ہے۔

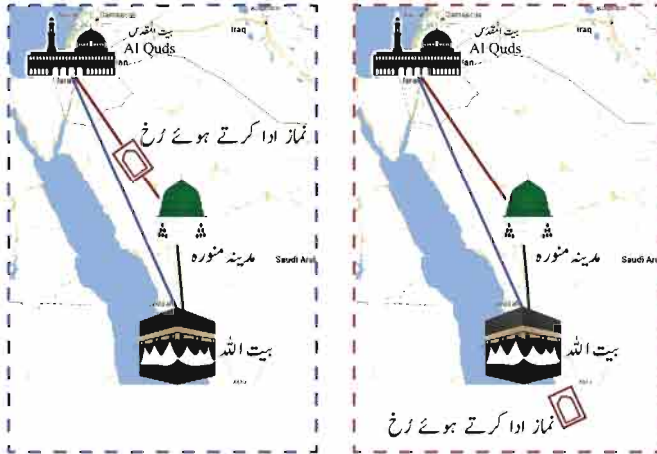
سعد: ”اللہ کے رسول! آپ اُسے معاف کر دیں۔ ہم آپ کی مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے ابو حباب کو بادشاہت کا تاج (Crown of kingship) اور شاہی عمامہ پہنانے والے تھے۔ آپ کے آجانے سے اُس کی بادشاہت ختم ہو گئی جس کا اُسے دُکھ ہے۔ یہ فیصلہ اُس کے گلے کا پھندا بنا ہوا ہے۔ اُس نے آپ سے ایسا برتاؤ (Treatment) اِسی وجہ سے کیا ہے۔ (صحیح بخاری: 8254، صحیح مسلم: 1798/4659، محمد رسول اللہ: 108/2)

اب پھیر لیجئے اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف ❶

ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ مکہ میں بیت اللہ (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز اس طرح ادا کرتے تھے کہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں ایک ہی سمت (Direction) میں ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ، بیت المقدس اور بیت اللہ کے درمیان واقع ہے۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اللہ نماز ادا کرتے ہیں تو آپ کا رخ (منہ) بیت المقدس کی جانب اور پشت (Back) بیت اللہ کی طرف ہوتی ہے۔

بیت المقدس، مدینہ منورہ کے شمال (North) میں جبکہ بیت اللہ جنوب (South) میں واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے بیت المقدس تین سو تیس ڈگری ($332^{\circ}T$) پر اور بیت اللہ ایک سو پچھتر ڈگری ($175^{\circ}T$) پر واقع ہے۔ ❷

A- مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے قبلہ B- مدینہ منورہ ہجرت کے بعد قبلہ (پہلے 16 مہینے)



Map / Illustration is not according to the scale

❶ اب پھیر لیجئے (Turn towards) اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف۔ (القرآن - البقرہ - 144:2)

● With reference to Geographical North

رسول اللہ کو مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے سولہ (16) مہینے گزر گئے ہیں (صحیح بخاری: 40,4488، صحیح مسلم: 525/1176، المعجم الکبیر للطبرانی: 68/12، مسند احمد: 1451)۔ یہودی مسلمانوں کے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کو اپنے دین کی پیروی (Follow) کرنا سمجھتے اور فخر کرتے ہیں (مسند احمد: 1449)۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں سمت (Direction) کا فیصلہ دن میں سورج کو دیکھ کر اور رات میں ستاروں کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ یعنی سمت کا فیصلہ کرنے کے لیے بار بار آسمان کی طرف دیکھا جاتا ہے۔

بیت اللہ، اللہ کے نبی ابراہیم کا قبلہ (Direction) ہے۔ اس وجہ سے رسول اللہ کی دلی خواہش (Heartfelt desire) ہے کہ بیت اللہ ہی مسلمانوں کا قبلہ ہو۔ رسول اللہ اس کے لیے دُعا مانگتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ اسی اُمید سے دُعا مانگتے ہوئے آسمان کی طرف بار بار دیکھتے ہیں۔ 15 رجب 2 ہجری، پیر کے دن رسول اللہ بصر بن براء بن معرور (Bishar bin Bara bin M'arur) کے گھر موجود ہیں۔ بصر نے رسول اللہ کو کھانے کی دعوت پر بلایا ہے۔ نماز ظہر (Namaaz Zuhar / Prayer at noon) کا وقت ہوا تو رسول اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بنی سلمہ (Bani Salmah) کی مسجد میں تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نماز کی امامت (Leading) کر رہے ہیں۔ نماز کی دو (2) رکعتیں (Raka'ah / Iteration) بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کر چکے ہیں۔ اللہ کریم کو رسول اللہ کا بار بار آسمان کی طرف دیکھنا اتنا پسند آیا کہ جبریل، اللہ کا حکم لے کر حاضر ہیں:

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَإِذْ مَا كُنْتُمْ قَوْلُوا وَجُوهَكُمْ شَطْرًا (القرآن- البقرہ- 144:2)

پیارے رسول! ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا بار بار اپنا چہرہ اس

خواہش سے آسمان کی طرف اٹھانا (Raise) کہ قبلہ کا رخ (Direction) مکہ میں موجود بیت اللہ کی طرف ہو، تو آپ فکر مند (Worried) نہ ہوں۔ آپ کا رخ بیت اللہ کی طرف ضرور پھیر (Turn towards) دیں گے جس میں آپ کی خوشی (Satisfaction) ہے۔ لہذا آپ ابھی اپنا چہرہ اپنی خواہش کے قبلہ مسجد حرام (Masjid e Haraam) کی طرف پھیر (Turn towards) لیں۔ میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم جہاں کہیں بھی ہو، نماز میں اپنا چہرہ اُدھر (بیت اللہ کی طرف) پھیر لو، جدھر میرے رسول (Beloved) نے اپنا چہرہ پھیر لیا ہے۔

نماز شروع ہوئی تو رسول اللہ کی پشت (Back) نماز ادا کرنے والے صحابہ کی طرف تھی جبکہ آپ کا چہرہ (رخ) بیت المقدس کی طرف۔ نماز کے دوران ہی رسول اللہ نے اللہ کریم کے حکم کے مطابق اپنا رخ بیت اللہ کی طرف موڑ لیا ہے (القرآن البقرہ: 141:2)۔ اس حکم کے بعد رسول اللہ کا چہرہ صحابہ کی طرف ہو گیا ہے۔ رسول اللہ کے ساتھیوں نے یہ غیر معمولی (Extraordinary) صورت حال دیکھی تو فوراً نماز کے دوران ہی چل کر رسول اللہ کے پیچھے صفیں (Rows) باندھ لی ہیں (تفسیر الطبری: 142/2، تفسیر الدر المنثور: 142/2، الباہہ والنہاہ: 276/3)۔ رسول اللہ اپنی جگہ پر ہی موجود رہے صرف اپنا رخ (Direction) موڑا ہے۔ اب صحابہ ایک مرتبہ پھر رسول اللہ کے پیچھے صفیں باندھے نماز ادا کر رہے ہیں۔ لیکن اب ان کا رخ بیت اللہ کی طرف ہے۔

صحابہ کا ایمان (Belief) رسول اللہ پر ایسا ہے کہ بغیر کسی سوال جواب یا وضاحت (Explanation) کے انہوں نے رسول اللہ کی اتباع (Follow) کی ہے۔ صحابہ کو رسول اللہ کے عمل کی وضاحت (Explanation) نہیں چاہئے، انہوں نے تو دل اور جان رسول اللہ کے حکم اور پیروی (Follow) میں لگا دیئے ہیں۔ رسول اللہ کے اشاروں پر جان دینا ہی ان کے لیے ایمان ہے۔ اب پھر رسول اللہ کی پشت صحابہ کی طرف ہے۔ اس زمانہ میں مسجد میں

محراب (Arch) نہیں بنائی جاتی۔

رسول اللہ نے نماز ادا کرنا شروع کی تو آپ کا رخ (Direction) شمال (North) کی طرف تھا اور تیسری رکعت میں وحی نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنا رخ جنوب (South) کی طرف موڑ لیا ہے۔ اسے ”تحویل قبلہ“ (Tehweel Qiblah) Changing of direction to offer Salah کہا جاتا ہے۔ 15 رجب 2 ہجری پیر کے دن نماز عصر (Namaaz 'Asar / Prayer at afternoon) پہلی نماز ہے جو آغاز (Beginning) سے اختتام (End) تک بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ادا کی گئی ہے (صحیح بخاری: 4486، مسند احمد: 1449)۔

اللہ کریم نے اپنے رسول کی خواہش پر بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کر دیا ہے۔ اس حکم کے بعد مسجد نبوی کا رخ بیت اللہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ مسجد بنی سلمہ جس میں یہ وحی نازل ہوئی، اس کے بعد مسجد قبلتین (دو (2) قبلوں والی مسجد۔ Masjid Qiblatain / Mosque of Two Qiblah) کہلائی۔ اس مسجد میں ایک ہی نماز دو مخالف سمت (Opposite direction) میں ادا کرتے ہوئے مکمل کی گئی ہے (القرآن - البقرہ - 141:2)۔ آنے والے دنوں میں تمام مسجدوں کا رخ بیت اللہ کی طرف کر دیا گیا۔

مسجد نبوی میں صحن (Courtyard) کی طرف (جنوب (South) میں) کھلنے والا دروازہ بند کیا جا رہا ہے کیونکہ اب یہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ بنائی جا رہی ہے۔ اب مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لیے مشرق (East) اور مغرب (West) کی سمت دروازے باقی رہ گئے ہیں۔ بعد کے زمانہ میں شمال (North) میں بھی دروازہ بنا دیا گیا۔ مدینہ منورہ اور اس کے اطراف (Around / suburbs) میں اعلان (Announce) کروا دیا گیا ہے کہ اب مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ ہے۔

قبلہ تبدیل ہونے کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایسا کرنا منع (Forbidden) ہے۔ بیت المقدس کا اپنا رخ (قبلہ) بیت

اللہ کی طرف ہے۔

عباد بن بشر (606-632,27) (Ubad bin Bishar) بیان کرتے ہیں:

”ہم نے ظہر کی نماز رسول اللہ کے ساتھ مسجد بنی سلمہ میں ادا کی۔

میں اُس دن بنی حارثہ کی مسجد میں گیا تو عصر کی نماز ادا کی جا رہی تھی۔ لوگ

رکوع (Ruk'u / Bending down while offering prayer) کی

حالت (State) میں تھے کہ میں نے بلند آواز (Loud voice) سے کہا:

”اللہ کے نام سے گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ

ظہر کی نماز بیت اللہ کی طرف منہ کر کے (Facing) ادا کی ہے۔ بنی حارثہ کی

مسجد میں نماز ادا کرنے والوں نے رکوع کی حالت میں ہی اپنا رخ بیت اللہ

کی طرف موڑ لیا۔“ (صحیح بخاری: 7252, 399، صحیح مسلم: 525/1176)

مدینہ منورہ کی گلیوں (Streets) میں اعلان کیا جا رہا ہے:

”اللہ کریم نے بیت اللہ کو قبلہ مقرر کر دیا ہے۔ اب نماز بیت اللہ کی

طرف منہ کر کے ادا کی جائے گی۔“

یہودیوں کو قبلہ کی تبدیلی کا علم ہوا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ وہ تو

پہلے ہی مسلمانوں سے حسد (Jealousy) کرتے ہیں (مسند احمد: 10680)۔ انہیں باتیں

بنانے کا موقع مل گیا ہے۔ یہودی کہتے ہیں:

”یہ لوگ پھر سے مکہ والوں کی طرف مائل (Attract) ہو گئے

ہیں۔ اب آہستہ آہستہ بت پرستی (Idol worship) بھی شروع کر دیں گے۔

لوگو! دیکھو، یہ کس طرح اپنا ایمان بدلتے ہیں۔ اگر انہوں نے بیت اللہ کو اپنا

قبلہ بنا تا تھا تو پہلے ہی بنا لیتے، بیت المقدس کو اپنا قبلہ کیوں بنایا؟ اس میں بھلا

کون سی حکمت (Wisdom) ہے؟“ (صحیح بخاری: 399)

یہودیوں نے باقاعدہ ایک مہم (Organized campaign) چلائی ہے کہ مسلمان کسی طور قابل اعتبار (Trustworthy) نہیں، مہاجر مسلمان انصار کو چھوڑ کر واپس مکہ چلے جائیں گے۔ اسلام بطور دین باقی (Survive) نہیں رہے گا۔ یہودی، اوس اور خورج کو سمجھا رہے ہیں:

”اب بھی وقت ہے مسلمانوں سے تعلق توڑ لو۔ ہم صدیوں (Centuries) سے تمہارے ساتھ ہیں، ہمارا اور تمہارا وطن ایک ہے۔ مسلمان زیادہ دیر یہاں رکنے والے نہیں۔ تمہیں جلد ہماری ضرورت پڑے گی۔ جتنی جلدی سمجھ جاؤ گے اتنا ہی بہتر ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنا نقصان کیوں کر رہے ہو؟“

یہودیوں کو اس بات کا جواب اللہ کریم نے یوں دیا ہے:

وَكذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوْا شٰهَدًا عَلٰى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شٰهِيْدًا
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعِ
الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يُّنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلٰى الَّذِيْنَ
هَدٰى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ (القرآن- البقرہ: 143:2)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جس طرح ہم نے اپنے رسول کو قبلہ (Direction to pray) عطا کیا ہے اسی طرح ہم نے تم کو افضل اُمت (Superior Ummah) بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول اللہ تمہارے نگہبان و گواہ (Guardian & witness) ہوں۔

پیارے رسول! آپ پہلے جس قبلہ (بیت المقدس) پر تھے وہ ہم

نے اسی لیے بنایا کہ دکھا دیں (Distinguish) کہ کون آپ کی پیروی کرتا اور کون اُلٹے پاؤں پھرتا (Turn on their heels) ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کے لیے میرے رسول کا حکم ماننا ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ قبلہ کی تبدیلی کا یہ عمل مؤمن اور منافق (Hypocrite) کی پہچان (Recognition) کروا دے گا۔ بے شک یہ تبدیلی منافقوں کے ذہنوں پر بہت گراں (Difficult) اور بھاری (Burdensome) ہے مگر ان لوگوں پر نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت (Guided) دی۔ یہ اللہ کی شان نہیں کہ ایسی آزمائش سے ماننے والوں کا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ کریم لوگوں پر بہت ہی مہربان اور رحم (Mercy) کرنے والا ہے۔

یہودیوں کا ایک وفد (Delegation) رسول اللہ کے پاس آیا ہے۔ اس وفد میں

شامل لوگوں کے کے نام ہیں:

- 1 - Rafa'ah bin Qays رفاعہ بن قیس
- 2 - Fardam bin 'Amr فردم بن عمرو
- 3 - K'ab bin Ashraf کعب بن اشرف
- 4 - Raafay ibn Abu Raafay رافع ابن ابورافع
- 5 - Hajjaaj bin 'Umar حجاج بن عمر
- 6 - Rab'i ibn Abu Rab'i ربیع ابن ابوربیع
- 7 - Kinaanah bin Rab'i کینانہ بن ربیع
- 8 - Sons of Abil Huqeeq ابی الحقیق کے بیٹے

انہوں نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ اللہ کے نبی ابراہیم کی ملت (Nation) اور

اُنہی کے دین پر ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے اپنا قبلہ کیوں بدلا ہے جس کی

طرف منہ کر کے آپ نماز ادا کرتے ہیں؟ آپ پھر سے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنا لیں۔ اگر آپ ایسا کریں تو ہم سب یہودی قبیلے آپ کی پیروی اور آپ کی نبوت کی تصدیق (Confirmation) کریں گے۔“

اللہ کریم نے رسول اللہ کو بتا دیا ہے کہ یہودیوں کی یہ پیشکش خلوص (Sincerity) سے نہیں ہے۔ وہ تو رسول اللہ کو آزما رہے (Testing) ہیں:

وَأَنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ
وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (القرآن- البقرہ: 144:2)

پیارے رسول! بے شک! وہ لوگ جنہیں کتاب (Scriptures) دی گئی، وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ قبلہ کی یہ تبدیلی ان کے رب کی طرف سے برحق (Right) ہے۔ لیکن یہودی آپ سے تعصب (Prejudice) رکھتے ہوئے اس پر اعتراض (Objection) کرتے رہیں گے۔ اللہ ان کے کاموں سے بے خبر (Heedless) نہیں ہے۔

پھر اللہ کریم نے اعلان کیا ہے:

وَلَيُنَآئِبَتِ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ
وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ
وَلَيُنَآئِبَتِ أَهْوَاءَهُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (القرآن- البقرہ: 145:2)

پیارے رسول! اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر طرح کی نشانیاں لے آئیں تو وہ پھر بھی آپ کے قبلہ بیت اللہ کی پیروی نہیں کریں گے۔ نہ ہی یہ

ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے جو علم آپ کے پاس آچکا ہے، اس کے بعد آپ اُن کے قبلہ بیت المقدس کی پیروی کریں۔ ان کی یہ ضد (Stubbornness) صرف آپ کے ساتھ نہیں بلکہ یہودی اور مسیحی (عیسائی) (Jews and Christians) ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں۔

میرے رسول پر ایمان لانے والو! اگر تم نے (قرآنی) علم آجانے کے بعد، اُن (یہودیوں) کی خواہشوں کی پیروی کی تو تم ظالموں (Wrongdoers) میں سے ہو جاؤ گے۔

قبلہ کی تبدیلی

- ①۔ ظہر کی نماز شروع ہوئی تو رسول اللہ کا منہ بیت المقدس (North) کی طرف تھا۔
 - ②۔ رسول اللہ کی امامت میں نماز ادا کرنے والوں کا منہ بھی بیت المقدس کی طرف تھا۔
 - ③۔ دو (2) رکعت ادا کرنے کے بعد وحی نازل ہونے پر رسول اللہ نے گھوم کر اپنا چہرہ بیت اللہ (South) کی طرف موڑ لیا۔ (صفحہ نمبر A - 208 پر نقشہ (Box C))
 - ④۔ نماز کی تیسری (3rd) اور چوتھی (4th) رکعت میں رسول اللہ کا منہ بیت اللہ کی طرف ہے۔
 - ⑤۔ رسول اللہ کی امامت میں نماز ادا کرنے والوں نے چل کر ایک بار پھر رسول اللہ کے پیچھے کھڑے ہو کر صفیں بنالی ہیں۔
 - ⑥۔ وحی نازل ہونے کے بعد رسول اللہ کی امامت میں نماز ادا کرنے والوں کا منہ بھی بیت اللہ کی طرف ہو گیا ہے۔ نماز کی باقی دو (2) رکعتیں اسی رُخ پر ادا کی گئی ہیں۔
- اس طرح ایک ہی نماز دو (2) مختلف سمتوں (Directions) میں ادا کرتے ہوئے مکمل ہوئی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر (Worth mentioning) ہے کہ قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر اللہ کریم نے رسول اللہ سے پوچھے جانے والے سوالوں کے جواب خود دیئے ہیں۔ اس طرح اللہ کریم، رسول اللہ کی عظمت کا اظہار (Express) فرما رہا ہے۔

2 ہجری میں ہی رمضان کے روزے (Fasting) فرض کئے گئے ہیں (معنی

بخاری: 3943)۔ اسی سال عید الفطر (Eid ul Fitr / Muslim Festival of celebration

at the end of Fasting month Ramadaan) منائی اور عید کی نماز پہلی مرتبہ ادا کی

گئی ہے۔ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر (Sadqah Fitr / Helping poor on

celebration of Eid) ادا کرنے کا حکم اسی سال نافذ (Implement) ہوا ہے۔ نماز کی

رکعتوں کی تعداد اسی سال بڑھائی (Increase) گئی ہے۔ زکوٰۃ کا جامع نظام

(Comprehensive System of Zakah) (2.5% of saving / profit annualy)

اسی سال سے شروع ہوا ہے۔ قصاص (قتل کا بدلہ Qisaas / Punishment for

Murder) اور دیت کا قانون (Di-yat / Law for Blood Money) بھی اسی سال

اُپنایا گیا ہے۔ اللہ کریم نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ قتل کا بدلہ قتلِ اصل میں زندگی کی ضمانت

(Guarantee) ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(القرآن-البقرة: 179:2)

عقل اور سمجھ رکھنے والو! (قصاص) خون کا بدلہ (Retribution) لینے

میں تمہاری اجتماعی زندگی (Life of whole Society) کا تحفظ (Protection)

ہے۔ اللہ نے قصاص فرض (Obligation) کیا ہے تاکہ تم قتل و خونریزی

(Bloodshed) سے بچو اور لا قانونیت (Lawlessness) پر قابو پایا جاسکے۔

رسول اللہ کے زمانہ سے ایک ہزار (1,000) سال پہلے تبع شاہ یمن - Tubb'a

(King of Yamen) یثرب آیا تو اُس نے وادی عقیق (Aqeeq valley) میں قیام (Stay) کیا۔ یہاں قیام کے دوران اُس نے ایک کنواں کھدوایا۔ رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے اِس کنویں کو بھیر الملک (Be-ar ul Malik) کہا جاتا تھا۔ بعد میں اِسے بھیرِ رومہ (Be-ar Romah) کہا جانے لگا۔ رسول اللہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اِس کنویں کی ملکیت ایک یہودی کے پاس ہے جو پانی بیچتا ہے۔ رسول اللہ نے کہا ہے:

”جو (بھیر رومہ) کنواں خرید کر وقف (Dedicate) کرے گا،

اللہ کریم اُس کی مغفرت (Salvation) کرے گا۔ (سنن نسائی: 3636، مستند

(احمد: 12272)

رسول اللہ کی ہدایت پر عثمان بن عفان نے یہ کنواں پینتیس ہزار (35,000) درہم میں خرید کر لوگوں کے لیے وقف (Dedicated for charity) کر دیا ہے (سنن نسائی: 3636, 3184)۔ اب لوگ اِس کنویں سے پانی مفت حاصل کرتے ہیں۔ اب اِس کنویں کو بھیرِ عثمان (Be-ar 'Uthmaan) کہا جانے لگا ہے۔ یہ کنواں مسجد قبلتین کے شمال مغرب (Northwest) میں واقع ہے۔ (آج کل یہ کنواں خشک ہے البتہ (However) اِس کے بالکل قریب ایک ٹیوب ویل (Tube well) موجود ہے)

یہ خط دودن بعد کھولنا ①

رسول اللہ ﷺ کو علم ہے کہ قریش مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ آ کر جاسوسی کا ایک نظام تشکیل (Establish) دیا ہے جو اردگرد کے علاقوں اور مکہ کے بارے میں معلومات (Information) جمع کرتا رہتا ہے۔ یہ اطلاعات رسول اللہ تک پہنچائی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ان اطلاعات کی بنیاد (Basis) پر فیصلے کرتے ہیں۔ آپ کبھی مدینہ منورہ میں رہ کر، کبھی شہر سے باہر نکل کر اور کبھی اپنے ساتھیوں کو بھیج کر مطلوبہ قدم (Required action) اٹھاتے ہیں۔

مسلمان مدینہ منورہ میں قریش کے ظلم و ستم سے محفوظ ضرور ہیں لیکن قریش نے انہیں کبھی سکون لینے نہیں دیا۔ پہلی (1st) ہجری کے رمضان سے لے کر دوسری (2nd) ہجری کے رمضان تک یہ معاملات ایسے ہی چلتے رہے ہیں۔ یوں ہجرت کے بعد گزرے اٹھارہ (18) میں سے تیرہ (13) مہینوں میں قریش نے مسلمانوں کے لیے کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کئے رکھی۔ اس عرصہ میں قریش نے مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو بیت اللہ آنے سے روکا، مدینہ منورہ والوں کا اقتصادی بائیکاٹ (Financial boycott) کیا، مسلمانوں کے جانور (اونٹ اور بھیڑ بکریاں) چھینے اور یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں۔

رسول اللہ کے جاں نثاروں میں سے ایک کا بیان ہے:

”اللہ کے رسول نے عشاء کی نماز کے وقت بلایا اور کہا کہ عبد اللہ صبح کی

نماز ادا کرنے کے لیے آؤ تو اسلحہ (Weapon) ساتھ لے کر آنا اور مجھے ملانا۔“
 صبح نماز ادا کرنے کے لیے گیا تو میں اپنے ساتھ تلوار،
 کمان (Bow) اور ترکش (Quiver) بھی لے گیا۔ میں نماز کے بعد رسول
 اللہ کے گھر کے دروازہ پر کھڑا انتظار کرتا رہا۔ رسول اللہ واپس آئے اور اپنے
 گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ نے اُبی بن کعب (Ubayy bin
 K'ab) کو بلایا اور انہیں ایک خط لکھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے
 مجھے اپنے گھر کے اندر بلایا۔ رسول اللہ نے مجھ سے کہا:

”عبداللہ! یہ خط اپنے پاس رکھو اور سفر کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ دو
 (2) راتیں سفر کرنے کے بعد خط کھولنا اور اس پر عمل کرنا۔ تمہارے ساتھ کچھ
 لوگ بھی بھیج رہا ہوں اور تمہیں ان پر امیر (Leader) مقرر کرتا ہوں۔“

رسول اللہ اس طرح اپنے ساتھیوں کو نقل و حرکت (Movement) راز میں رکھنے
 کا پابند (Bound) بنا رہے ہیں۔ کسی بھی فوجی مہم کی کامیابی کے لیے یہ نہایت ضروری ہے۔
 میں: ”اللہ کے رسول! میں کس سمت (Direction) میں سفر شروع کروں؟“
 رسول اللہ: ”نجدیہ (Najdiah) کی طرف چل پڑو۔“

اس حکم کے بعد میں گیارہ (11) لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر مہم (Expedition)
 پر روانہ ہو گیا۔ میرے ساتھیوں کے نام یہ ہیں:

- 1 - ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ Abu Hudhayfah bin 'Utbah bin Rab'iah
- 2 - عکاش بن محسن 'Ukaashah bin Mohsin
- 3 - عتبہ بن غزووان 'Utbah bin Ghizwaan
- 4 - سہیل بن بیضا Suhayl bin Baydaa

- 5 - Safwaan bin Baydaa صفوان بن بیضاء
- 6 - S'ad ibn Abi Waqqaas سعد ابن ابی وقاص
- 7 - 'Aamir bin Rab'iah عامر بن ربیعہ
- 8 - Waaqid bin 'Abdullah Tamimite واقد بن عبد اللہ تمیمی
- 9 - Khalid bin Bakeer خالد بن بکیر
- 10 - 'Aamir bin Ayaas عامر بن ایاس
- 11 - Miqdaad bin 'Amr مقداد بن عمرو

اس مہم کے لیے رسول اللہ نے مہاجروں کے آٹھ (8) مختلف خاندانوں سے لوگ شامل کئے۔ ایسا کرنے سے رسول اللہ پیغام دے رہے ہیں کہ مہاجروں کی اکثریت اس مہم میں ان کے ساتھ ہے۔

”ہمارے پاس چھ (6) اُونٹ تھے۔ دو (2) لوگ ایک اُونٹ پر باری باری (Turn by turn) سواری کرتے ہوئے سفر کرتے رہے۔ دو (2) راتیں سفر کرنے کے بعد ہم نے تقریباً اسی کلومیٹر (80 KM) سفر طے کر لیا۔ ہم ابن ضمیرہ (Ibn Damirah) کے کنوئیں (Well) پر پہنچے اور رسول اللہ کا خط کھولا۔ خط میں لکھا تھا:

”اللہ کے نام اور برکت سے اپنا سفر جاری رکھو (Continue) حتیٰ کہ تم نخلہ (Nakhlah) پہنچ جاؤ۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور (Compel) نہ کرنا۔ جب تم اور تمہاری پیروی (Follow) کرنے والے ساتھی نخلہ پہنچ جائیں تو وہاں قریش کے قافلہ کا انتظار کرنا۔ اُس قافلہ کی نگرانی (Surveillance) کرنا اور ہمیں اُن کے بارے میں اطلاع دینا۔“

(الاکٹاء: 321/1، الروض الاثاب: 53/5، السیرة الجلیہ: 218/3، السیرة النبویہ لابن کثیر: 366/2، البلاہ و

النبأه: 305/3، تاریخ الطبری: 411/2)

خط پڑھتے ہی میں نے کہا:

”اللہ کے رسول! میں آپ کے حکم پر دل و جان سے عمل کرنے کے لیے حاضر ہوں۔“

میں نے اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ کے خط میں دی ہوئی ہدایات (Instructions) سنائیں اور انہیں کہا:

”میں تم میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے مجبور نہیں کرتا۔ تم میں سے جو شہادت کی آرزو (Desire) رکھتا ہے وہ میرے ساتھ چلے، جسے زندگی پیاری ہے وہ واپس لوٹ جائے۔“

میرے ساتھی: ”ہم دل و جان سے رسول اللہ کے حکم پر حاضر ہیں۔“

ہم سب ابن ضمیرہ کے کنوئیں سے نخلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ مقام طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ سعد ابن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوآن (Utbah bin Ghizwaan) ایک (1) اونٹ پر سوار تھے۔ ہم لوگ نخلہ کے راستے میں آرام کرنے کے لیے رُکے تو اُن کا اونٹ گم (Lost) ہو گیا۔ وہ اونٹ کی تلاش میں ہم سے پیچھے رہ گئے (جمع الرائد: 66/6)۔ اس طرح نخلہ پہنچنے پر دونوں ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ ہم نخلہ پہنچے تو دیکھا کہ قریش کا قافلہ اور اُن کا تجارتی سامان یہاں موجود تھا۔ یہ قافلہ یمن سے تجارت کے سفر پر تھا۔ یہاں موجود فریشیوں میں:

1- 'Amr bin Hadrami

1- عمر و بن حضرمی

2- Hakam bin Keesaan Makhzumite

2- حکم بن کیسان مخزومی

3- *Nawfal bin 'Abdullah Makhzumite* 3- نوفل بن عبد اللہ مخزومی

4- *'Uthmaan bin 'Abdullah Makhzumite* 4- عثمان بن عبد اللہ مخزومی

شامل تھے۔ انہیں دیکھتے ہی مکہ میں ہم پر ڈھائے جانے والے مظالم کے زخم تازہ ہو گئے۔ ہم لوگ آپس میں مشورہ (Discussion) کرنے لگے کہ کیا کیا جائے؟ یہ رجب (Rajab) کا آخری دن تھا جو حرام مہینوں (Sacred months) میں شامل اور اس میں لڑنا منع (Forbidden) ہے۔ اگر ہم ان پر حملہ نہ کرتے تو اگلے دن وہ حرم کی حدود میں داخل ہو جاتے اور ہم ان پر حملہ نہ کر سکتے۔ حرم کی حدود (Limits) میں قتل و غارت (Bloodshed) منع ہے۔ ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ زیادہ لوگوں کی رائے (Viewpoint) یہی تھی کہ موقع جانے نہ دیا جائے اور اس قافلہ پر حملہ کر دیا جائے۔

واقف بن عبد اللہ (Waaqid bin 'Abdullah) زبردست (Exceptional) تیر انداز تھے۔ واقف نے نشانہ (Target) باندھ کر عمر و بن حضرمی (Amr bin Hadrami) پر تیر پھینکا جو جان لیوا (Killing) ثابت ہوا۔ میرے باقی ساتھیوں نے قریش پر حملہ کر دیا۔ نوفل بن عبد اللہ (Nawfal bin 'Abdullah) ہمارے ہاتھ نہ آیا اور بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہم نے عثمان بن عبد اللہ ('Uthmaan bin 'Abdullah) اور حکم بن کيسان (Hakam bin Keesaan) کو قیدی (Captive) بنا لیا۔ اس قافلہ کا سارا سامان ہم نے قبضہ میں لے لیا۔ اس سامان میں زبیب (Zabeeb)، خشک میوہ (Dry fruit)، چمڑا اور تجارت کا دوسرا سامان تھا۔ ہم لوگ دونوں قیدی، نقیمت (Booty) کا مال لے کر مدینہ منورہ واپس پہنچے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہم نے اپنی کامیابی (Achievement) کی داستان سنائی تو رسول اللہ ناراض

ہوئے اور کہا:

”میں نے تمہیں حُرمت والے مہینے (Sacred months) میں

لڑنے کے لیے نہیں کہا تھا۔“ (الاکٹاء: 322/1، الروض الاتف: 55/5، المواہب اللسیہ: 204/1،

السیرة العلیہ: 220/3، السیرة النبویہ لابن کثیر: 368/2)

رسول اللہ نے قیدی اور غنیمت کا سامان لینے سے انکار کر دیا۔

جسے ہم اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے وہ رسول اللہ کی ناراضگی

(Unhappiness) کی وجہ بنا۔ ہماری توجان پر بن (Distressed) آئی۔

صحابہ بھی ہم سے ناراض تھے۔ ہم سب لوگوں کے طعنے (Taunts) سن رہے

تھے۔ دوسری طرف قریش مکہ اس بات پر ہنگامہ (Hue and cry) کر رہے

تھے کہ رسول اللہ اور آپ کے ماننے والوں نے حرام مہینوں کی حُرمت

(Sacredness) ختم کر دی ہے۔ اب مسلمانوں سے حرام مہینوں میں بھی

کوئی نہیں بچ سکے گا۔ جبریل وحی لے کر رسول اللہ کے پاس آئے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ

فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ^١

وَآخِرَاجِ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ^٢

وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِن

اسْتَقَاعُوا^٣

وَمَنْ يَزِدْكُمْ مِّنْكُمْ عَن دِينِهِ فَيَبُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ

فِيهَا خَالِدُونَ (القرآن - البقرة: 217)

پیارے رسول! لوگ آپ سے حرام مہینوں (Sacred months) میں لڑنے کے بارے میں حکم پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں: حرام مہینوں میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ دوسری طرف یہ بات بھی اہم ہے کہ اللہ کے راستے سے روکنا (Barring)، اللہ پر ایمان نہ لانا، ایمان والوں کو مسجد حرام سے روکنا اور حرم کے رہنے والوں (Inhabitants) کو وہاں سے نکال دینا (Expelling)، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ایسا کرنا فتنہ (Mischief) پھیلانا ہے۔ فتنہ و فساد (Persecution) تو قتل سے بھی زیادہ سنگین (Heinous) ہے۔

پیارے رسول! انکار کرنے والے ہمیشہ آپ سے لڑتے اور آپ پر ظلم کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر اُن سے بن پڑے (If they can) تو آپ کو آپ کے دین سے پھیر دیں۔ یہ بات بھی واضح (Clear) ہے کہ آپ دین پر عمل کرنے والے نہ ہوتے تو انکار کرنے والے آپ سے کبھی نہ لڑتے۔

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا (Turn away)، انکار کرنے والا ہو کر مرا تو تمہارے تمام اعمال (Deeds) دنیا اور آخرت میں کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہی لوگ دوزخی ہیں (Destined for fire) اور اُس میں ہمیشہ رہیں (Dwell / reside) گے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ نے قیدی اور مالِ غنیمت قبول کر لیا۔ یوں ہماری جان میں جان (Felt relieved) آئی۔ یہ پہلی غنیمت تھی جس میں سے رسول اللہ نے خُمس (20% - Khums) لیا جو بعد میں فرض (Obligatory) کر دیا گیا۔ سعد ابن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوہ، ابھی مدینہ منورہ نہیں پہنچے تھے۔ (مجمع الزوائد: 66/6)

قریش کے وفد نے مدینہ منورہ آ کر اپنے قیدیوں کی رہائی (Release) کے لیے بات چیت (Dialogue) شروع کی تو رسول اللہ نے انہیں کہا:

”قیدیوں کی رہائی کی بات چیت ہمارے دو (2) ساتھیوں سعد ابن ابی وقاص اور عتبہ بن غزو ان کی مدینہ منورہ واپسی کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔“

رسول اللہ کو ڈرتھا کہ قریش کہیں سعد اور عتبہ کو قتل نہ کر دیں۔ رسول اللہ نے قریش سے کہا:

”اگر تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کر دیا تو میں تمہارے ساتھیوں کو قتل کر دوں گا۔“ (صحیح الرواۃ: 66/6)

سعد اور عتبہ ہمارے بچنے کے تین (3) دن بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ دونوں کے خیریت (Safely) سے مدینہ منورہ واپس آنے پر رسول اللہ نے قریش کے قیدیوں کو چالیس (40) اوقیہ چاندی فی کس (Per person) لے کر آزاد کر دیا۔ قریش کے مرنے والے عمر و بن حضرمی کا خون بہا رسول اللہ نے اپنے پاس سے ادا کیا ہے۔ یہ بات رسول اللہ کے معاشی معاملات کے بارے میں ہمیں اہم معلومات دیتی ہے۔ سعد سے کسی نے پوچھا:

”ابا اسحاق (Abaa Is-haaq)! تم نے تین (3) دن کس طرح گزارے؟“

سعد: ”جب ہمیں بھوک نے ستایا تو ہم نے گھاس کھائی اور پانی پی لیا۔“ (الغازی للوالدی: 32/1)

”اس معرکہ کو بعد میں میرے نام (عبداللہ بن جحش) پر سیریہ

عبداللہ بن جحش (Siryah 'Abdullah bin Jahsh) اور سیریہ

نخلہ (Siryah Nakhlah) کہا جانے لگا۔“ (المازی للواقعی: 28/1، شرح الزرقانی علی

المواہب: 237/2)۔

یہ واقعہ رسول اللہ کی ہجرت کے سترہ (17) مہینے بعد ہوا جو بعد میں جنگ بدر کی ایک وجہ بنا۔ عمرو بن حفص کی قتل نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے جلتی پرتیل کا کام (Added fuel to the fire) کیا۔ اس واقعہ کے ڈیڑھ (1.5) مہینے بعد 2 ہجری کے رمضان میں مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ ہوئی۔

عرب اور جنگ

مدینہ منورہ آنے کے ایک (1) سال بعد سے رسول اللہ ﷺ کے وصال (Death) تک آپ کی زندگی میں جنگیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عرب میں اس زمانہ میں جنگ اور اس سے جڑے معاملات (Affairs)، روایات اور اصول کیا ہیں۔ اس سے ہمیں رسول اللہ کی زندگی سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

میدانِ جنگ (Battlefield) میں بہادری عرب میں کسی مرد کی سب سے بڑی خوبی (Attribute) ہے۔ اپنی عزت اور دفاع کے لیے ہر وقت تیار رہنا عربوں میں مردانگی (Manhood) کی بنیادی خوبی سمجھی جاتی۔ اس بات کی تربیت (Training) انہیں بچپن (Childhood) سے ہی دی جاتی۔ عرب میں کسی سے یہ توقع (Expectation) نہیں کی جاتی کہ وہ بدلہ لینے سے انکار کر دے۔ وہ شخص بدلہ لے یا خون بہا (Diyat / Blood money)، یہ اُس کی مرضی پر منحصر (Dependent) ہے۔ ایسا نہ کرنا اُسے دوسروں کی نظروں میں کمزور (Weak) اور بے غیرت (Dishonoured) بنا دیتا ہے۔ عرب میں ضروری ہے کہ ہر عزت دار شخص اپنے دوستوں کے لیے نرم اور مہربان ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اُسے دشمنوں کے لیے سخت اور تلخ (کڑوا۔ Hard and harsh) ہونا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنے دوستوں کی عزت کرنے والا اور دشمنوں کے لیے ہیبت ناک (Frightful) ہو۔

بدلہ لینے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امرأ القیس (Imraa ul Qays) اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے نکلا۔ اُس نے تیروں کے ساتھ فال نکالی کہ جان سکے

کہ اُسے بدلہ لینے کے لیے کیا رہنمائی (Guidance) ملتی ہے۔ تین (3) مرتبہ فال نکالنے پر بھی فال بدلہ لینے کے خلاف نکلی تو فال والے تیر توڑ کر بت کی طرف پھینکتے ہوئے اُس نے کہا:

”اگر تیر باپ قتل ہوا ہوتا تو کیا تو مجھے بدلہ لینے سے منع کرتا؟“

اسلام سے پہلے عرب میں باقاعدہ فوج (Organised army) نہیں تھی۔ فوج کے لیے ضروری ہے کہ اس میں شامل لوگ کسی نظم و ضبط (Discipline) کے پابند ہوں، جنگی علوم (War skills) میں مہارت رکھتے اور ایک کمان (Command) کے نیچے کام کرتے ہوں۔ عرب عام طور پر قبیلوں کو جمع کر کے جنگ کرتے جو اپنے اپنے سردار کی کمان میں ہوتے۔ اُن سب کے اہداف (Target) اور مقاصد (Objectives) بھی اپنے اپنے ہوتے۔ اسی طرح جنگ میں ملنے والا مال غنیمت بھی ہر قبیلہ اور فرد کا اپنا اپنا ہوتا۔ جنگ جاری رکھنا یا ختم کرنا بھی ہر قبیلہ کا اپنا فیصلہ ہوتا۔ جنگیں کھلے میدانوں میں لڑی جاتیں۔ عورتوں کو میدان جنگ میں لے کر جانے کا رواج بھی پایا جاتا تھا۔ ایسا کرنے کا مقصد فوجی جوانوں کا جوش (Passion) بڑھانا اور اُنہیں غیرت دلانا ہوا کرتا تھا۔ فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صفیں بناتیں۔ ایک فریق (Party) یا اُس کے کچھ فوجی میدان کے درمیان میں آ کر دوسری فوج کے بہادروں کو لاکارتے (Calling out loudly)۔ وہ اس دوران اپنے خاندان اور قبیلہ کی بڑائی (Praise) بیان کر کے دشمن کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتے۔ دوسری فوج سے بھی اُسنے ہی فوجی مقابلہ کے لیے نکلتے، اپنی فوج، قبیلہ اور انفرادی (Individual) کامیابیاں (Achievements) گنواتے۔ اسے مبارزت (Mubaarzat) / Dual کہا جاتا ہے۔ یہی عمل بار بار دہرایا (Repeat) جاتا۔ بعض اوقات کسی سردار یا بہادر کے مارے جانے پر ہی جنگ ختم ہو جاتی۔ جس فریق کا نقصان زیادہ ہوتا وہ میدان چھوڑ کر چلا جاتا۔ میدان چھوڑ کر جانے والے فریق کا تعاقب (Chase) نہیں کیا جاتا تھا۔

جنگ زیادہ دنوں تک نہیں لڑی جاتی۔ لمبی جنگیں (Long wars) شاید ہی کبھی لڑی جاتیں۔ زیادہ تر جنگوں کا فیصلہ ایک (1) ہی دن میں ہو جایا کرتا تھا۔ عرب میں جنگیں بغیر کسی حکمت عملی (Strategy) یا منصوبہ بندی (Planning) کے لڑی جاتی تھیں۔ عرب کے لوگ آپس میں ہی جنگ کرتے تھے اس لیے دوسرے فریق کی جنگی چال (War tactics) کو اچھی طرح جانتے تھے۔ عرب کا زیادہ حصہ ریگستان (Desert) ہونے کی وجہ سے باہر سے حملہ کرنے والے بہت کم تھے۔ اگر کسی نے کبھی حملہ کیا تو اُسے نقصان اٹھانا پڑا۔ ریگستان میں جنگ کے لیے جوصلے کے ساتھ ساتھ بھوک پیاس برداشت کرنا بہت اہم ہے۔ ریگستان میں جانور بھی جلدی مر جاتے ہیں۔ عرب میں بہادری، طاقت یا غیرت کا اظہار (Express) کرنے کا جنگ کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں تھا۔

بدلہ لینے کا رواج (Tradition) اس قدر مضبوط اور موثر (Effective) تھا کہ کمزور سے کمزور شخص بغیر کسی ادارہ (Institution) کے وجود (Existence) کے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا۔ بعض اوقات بدلہ کی جنگیں بار بار ہوتیں یہاں تک کہ نسل در نسل (Generation to generation) چلتیں۔ کسی شخص کو قتل کرنے سے پہلے خوب سوچنا پڑتا کیونکہ بعد کے حالات بہت خطرناک (Dangerous) ہوتے تھے۔ عرب جنگ میں اپنے عزیز یا ساتھی کو مارنے والے کو کبھی نہیں بھولتے تھے۔ جنگ میں مارے جانے والوں کا بدلہ دشمن کو قتل کر کے یا دیت لے کر ہی ختم ہوتا تھا۔ انتقام (Revenge) لینے کا جذبہ اُس وقت تک قائم رہتا جب تک وہ قاتل دشمن کو قتل نہ کر لیتے۔ دشمن سوتے میں بھی قتل کر دیئے جاتے تھے۔ زہر دے کر یا ظلم کا نشانہ بنا کر جان سے مار دیا جاتا تھا۔

عرب چھوٹی موٹی لڑائیوں میں (جنگ کے علاوہ) اخلاقی اقدار (Moral values) رکھتے تھے۔ ان روایات کا خیال دشمن بھی رکھتے تھے۔ زخمی دشمن کو بے وجہ قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ قیدیوں یا زنجیوں کو زندہ رکھنے کا ایک مقصد (Purpose) اُن کے بدلہ میں

تاوان (Ransom) حاصل کرنا تھا۔ یہ اقدار جنگ کے لیے نہیں بلکہ آپس کی لڑائیوں کے لیے تھیں۔ دشمن پر احسان کرنے کا ایک (1) طریقہ یہ تھا کہ اُس کی پیشانی (Forehead) کے بال کاٹ کر اُسے چھوڑ دیا جاتا تھا۔

عرب چونکہ جنگ جو (Warrior) تھے اس لیے وہ اپنے ہتھیاروں اور اسلحہ کی بہت قدر (Value) کرتے تھے۔ جہاں ممکن ہوتا وہ اپنے ہتھیار قلعوں میں محفوظ رکھتے۔ اس کا نگران (Custodian) اُن کے قبیلہ کا سردار ہوتا۔ کبھی کبھار یہ اسلحہ اینٹوں اور پتھروں سے بنے قلعہ کے میناروں (Minarets) میں محفوظ کیا جاتا۔ یہ جگہیں کسی بھی قسم کے حملہ سے محفوظ اور دشمن کی پہنچ سے دُور ہوتیں۔ عرب میں مقامی طور پر (Locally) غنیل (Sling)، ڈھالیں (Shields)، چھوٹے نیزے جنہیں حربہ (Harbah) کہا جاتا، برچھیاں، کمائیں اور تیر بنائے جاتے۔ یہ وہ ہتھیار تھے جنہیں بنانے کے لیے بہت زیادہ مہارت (Expertise) کی ضرورت (Required) نہیں تھی۔ مدینہ منورہ عرب میں اپنے تیروں کے لیے مشہور (Famous) تھا۔ یہاں رہنے والا ایک یہودی قبیلہ ہتھیاروں (Weapons) کے لیے پورے عرب میں جانا جاتا تھا۔

وہ ہتھیار جنہیں بنانے کے لیے صنعت (Industry) اور دھات (Alloy) کی ضرورت تھی دوسری جگہوں سے درآمد (Import) کئے جاتے تھے۔ ان میں تلواریں، لوہے کا خود (Iron helmet)، دھات سے بنی ڈھال (Alloy shield)، لمبا نیزہ (Long spearhead)، نیزہ کا پھل (Sharp edge) اور زنجیریں (Iron chains) شامل تھیں۔ عرب میں نیزے کا تصور (Concept) حبشہ سے آیا۔ بڑے نیزے جو وزنی (Heavyweight) ہوا کرتے، عرب میں حبشی غلام ہی انہیں پھینکنے کا ہنر (Skill) اور طاقت رکھتے تھے۔

گھوڑا جنگ کے لیے نہایت اہم جانور تصور کیا جاتا ہے۔ گھوڑوں کے لیے پانی

اور خوراک کی ضرورت اُونٹ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ ایک گھوڑے کو روزانہ بارہ سے سولہ (12-16) پاؤنڈ (Pound) سبز گھاس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اسے چودہ سے سولہ (14-16) پاؤنڈ (Pounds) اناج (Grains) کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ گھوڑا ایک دن میں پندرہ سے تیس (15-30) لیٹر (Liter) پانی پیتا ہے۔ گرم موسم اور گرم علاقہ میں گھوڑے کی پیاس اس سے بھی بڑھ جاتی ہے (Roman Army by Ruth:61)۔ گھوڑے پر موسمی اثرات بھی بہت جلد اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے گھوڑا صحرائی جنگ کے لیے نازک جانور تصور ہوتا ہے۔ اس کے باوجود گھوڑا اس زمانہ کی جنگ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ گھوڑے کی رفتار، اُونٹ کے مقابلہ میں زمین سے کم اونچائی اور گھڑسوار کا اسے آسانی سے کسی بھی طرف موڑ لینا، گھوڑے کی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔ انسانی جسم کا گھوڑے پر بیٹھنا اور بیٹھے بیٹھے دشمن پر حملہ کر سکتا، گھڑسوار فوج کی اُونٹ پر برتری واضح کرتا ہے۔ عرب جنگ میں استعمال کرنے کے لیے گھوڑے اپنے ساتھ لے کر جاتے تو راستہ میں ان پر سواری نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں اُونٹوں کے ساتھ بغیر سوار کے لے کر چلتے تاکہ یہ تازہ دم رہیں اور جنگ میں اپنی پوری صلاحیت دکھا سکیں۔

اُونٹ جنگوں میں سفر کرنے اور مال بردار جانور کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اُونٹ کا سخت موسم میں صبر اور مال اٹھانے کی طاقت کے ساتھ لمبا سفر طے کرنا بہت اہم ہے۔ اُونٹ تقریباً ہر قسم کا چارہ کھا اور اسے ہضم (Digest) کر سکتا ہے۔ اس میں کانٹے دار درخت سے لے کر خشک گھاس، سب شامل ہے۔ اُونٹ دس (10) منٹ میں ایک سو چھ (106) لیٹر تک پانی پی لیتا ہے۔ قدرتی طور پر اُونٹ میں پانی ذخیرہ (Stock) کرنے کی صلاحیت حیران کن (Surprising) ہے۔ اُونٹ دو (2) دن تک پانی اس طرح محفوظ رکھتا ہے کہ یہ انسان کے پینے کے قابل رہتا ہے۔ سفر میں پانی کی قلت (Scarcity) کی صورت میں اُونٹ کو ذبح کیا جاتا۔ اُس کے معدہ میں موجود پانی دوسرے جانوروں اور انسانوں

کے پینے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اُونٹ کا گوشت ٹوے سے سو (100-90) لوگوں کے کھانے کے لیے کافی ہوتا ہے (History of Arabs : 21)۔

پیدل فوج کا ہتھیار غلیل (Sling)، تیر کمان اور چھوٹے نیزے (حرہ) تھے۔ گھڑ سوار دستوں (Cavalry) کے ہتھیار تلواریں اور لمبے نیزے تھے۔ عرب میں گھڑ سوار نیزوں کو ’گھٹھ‘ (Kahat) کہا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ کہ ایسے ہتھیار بحرین کی بندرگاہ (Seaport) الگھٹھ (Al Kahat) میں تیار ہوتے تھے۔ نیزوں کے لیے لکڑی کے دستے (Handle) (بانس۔ Bamboos) ہندوستان سے درآمد (Import) کئے جاتے تھے۔ گھڑ سواروں کا سب سے کارگر داؤ (Effective trick) یہ ہوتا کہ وہ دشمن کو نیزہ مار کر گراتے یا زخمی کرتے اور تلوار سے اُسے قتل کر دیتے تھے۔ عرب کے لوگ بھاگتے گھوڑے سے دشمن پر تیر پھینکنے میں مہارت رکھتے تھے۔

اچھی قسم کی کمان (Bow) کے کنارے اندر (Inward) کی طرف مڑے (Turn) ہوئے ہوتے تھے۔ یہ کمانیں بھی درآمد (Import) کی جاتی تھیں کیونکہ ایسی کمانوں کی تیاری کے لیے مطلوبہ لکڑی (Required wood) عرب میں پائی ہی نہیں جاتی تھی۔ یہ کمان اپنی اہمیت اور معیار (Standard) کی وجہ سے مہنگی ہوا کرتی تھی۔ عرب میں تیاری کی جانے والی کمانیں کھجور اور ببول (Acacia wood) سے بنائی جاتی تھیں۔ مقامی طور پر (Locally) تیاری کی جانے والی کمانیں کم فاصلہ تک تیر پھینکتی تھیں۔ دوسرے یہ جلدی جلدی تیر پھینکنے (Strike with a spear) کی صلاحیت (Ability) نہیں رکھتی تھیں۔ اس لیے مقامی بنائی جانے والی کمان اُن کے لیے جنگی ہتھیار کے طور پر مفید (Useful) نہیں تھی۔ ایسی کمانیں شکار (Hunting) اور اِکا دُکا (Hardly one) دشمن سے لڑائی میں استعمال ہوتیں۔ عرب میں تیر انداز (Archer) ایک ایک تیر پھینکنے کی بجائے تیروں کی بوچھاڑ (Burst) کرتے تھے۔

جنگ میں دست بدست (Hand to hand combat) لڑائی کو جنگی مہارت (War expertise) کی معراج (Height) سمجھا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے اُن کے لیے تلوار سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ حملہ روکنے اور تلوار سے بچنے کے لیے زنجیریں استعمال کی جاتی تھیں۔ عرب میں استعمال ہونے والی لوہے کی زرہ (Armour) باقی علاقوں کی نسبت (Comparatively) لمبی ہوا کرتی تھیں۔ زیادہ تر فوجی پیدل (On foot) لڑتے تھے۔ جب عرب میں گھوڑے پر بیٹھ کر جنگ لڑی جانے لگی تو زرہ چھوٹی طرز کی بنائی جانے لگی۔

دُشمن کی صفیں دُور ہونے کی صورت میں نیزے پھینکے جاتے اور قریب آنے پر تلواروں سے حملہ کیا جاتا۔ دُشمن کی طرف سے پھینکے جانے والے نیزے اور تیراگر استعمال کے قابل ہوتے تو انہیں پھینکنے والوں کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا۔

عرب یہ ایمان رکھتے ہیں کہ موت میدان جنگ میں نہیں۔ یہ ایمان ان کو بے خوف اور بہادر بنا دیتا ہے۔ ایسے دُشمن سے لڑنا آسان نہیں جسے موت کا ڈر نہ ہو۔ جنگ میں مارے جانے والوں کے جسم کی بے حرمتی (Desecration) کی جاتی۔ قتل کرنے کے بعد گردن کاٹ کر سر لے جانا عام تھا۔ فوجی اہم دُشمن کا سر کاٹ کر فخریہ (With pride) اپنے سپہ سالار (Commander) یا سردار کے پاس لے کر جاتے۔ کٹے ہوئے سر کو درمیان میں رکھ کر فتح کا جشن منایا جاتا۔ اپنے خاندان اور بہادروں کی تعریف کی جاتی اور مارے جانے والے دُشمن اور اُن کی بُرائیاں کی جاتیں۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد میدان جنگ میں موجود دُشمن کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جاتے تاکہ اُن کے جسم گھوڑوں کے وزن اور پاؤں سے مسلے (Crush) جاسکیں۔ اس طرح اپنی فتح کا جشن منایا جاتا۔ یہ سب دُشمن کے قیدیوں کے سامنے کیا جاتا ہے تاکہ اُن کی اذیت (Agony) بڑھے۔

پکڑے جانے والے قیدیوں کو جنگ ختم ہونے کے بعد قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس

کے مختلف طریقے تھے۔ خندقیں (Moats) کھود کر آگ جلائی جاتی اور قیدیوں کو زندہ ان میں پھینک دیا جاتا۔ قیدیوں کو باندھ کر تیر انداز انہیں تیر مار مار کر جان سے مار دیتے۔ اسی طرح قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر نیزے مار مار کر نہایت بے دردی (Cruelly) سے مار دیا جاتا۔ اذیت (Torture) دینے بغیر قیدی کو قتل کرنے کا تصور ہی نہیں تھا۔ عورتوں کو قیدی ہونے کی صورت میں قتل نہیں کیا جاتا تھا لیکن ان کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر (Worse) ہوتی۔

رسول اللہ روایتی (Traditional) جنگی سپہ سالار (Commander in Chief) نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ جنگوں میں رسول اللہ نے ایک باقاعدہ فوج کی صورت میں اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور اس کی کمان (Command) خود سنبھالی۔ اس طرح رسول اللہ نے عرب میں جنگ کا تصور اور لڑنے کا انداز بدل دیا۔

دھوکے بازو! اپنی قتل گاہ کی طرف دوڑ کر آؤ ❶

رسول اللہ ﷺ نے ایک نظام (System) ترتیب دیا ہے جس کے تحت مسلمانوں کا دستہ تجارتی راستہ کی نگرانی (Watch) کرتا اور قریش مکہ کے متعلق اطلاعات بھیجتا رہتا ہے۔ رسول اللہ کو خبر ملی ہے کہ قریش مکہ کا بہت بڑا قافلہ ملک شام سے واپسی پر کچھ دنوں میں مدینہ منورہ سے گزرنے والا ہے۔ یہ وہی قافلہ ہے جو ربیع الاول میں شام کے سفر پر جاتے ہوئے مدینہ منورہ کے پاس سے گزرا تھا۔ اُس وقت یہ قافلہ مکہ سے سامان تجارت لے کر شام جا رہا تھا۔ اب یہ شام سے سامان تجارت خرید کر واپس آ رہا ہے۔ قریش نے ہجرت کے وقت مسلمانوں کے گھروں اور مال پر قبضہ کر لیا تھا۔ ابوسفیان کے قافلہ میں مہاجرین سے چھینا گیا مال بھی شامل ہے۔ اس قافلہ میں تقریباً دو ہزار (2,000) اونٹ ہیں۔ رسول اللہ نے سعید بن زید (Sa'eed bin Zayd) اور طلحہ بن عبید اللہ (Talhah bin Ubaydullah) کو قریش کے قافلہ کی جاسوسی (Spying) کے لیے بھیجا ہے (طبقات ابن سعد: 11/2)۔ یہ دونوں قافلہ کے متوقع (Expected) راستہ میں تجھار (Tehbaar) کے علاقہ میں ایک بلند جگہ پر بنی جُہینہ کے سردار کشد جہنی (Kashd Jehnite) کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بنی جُہینہ، رسول اللہ سے معاہدہ رکھتے ہیں (محمد رسول اللہ: 127/2)۔ یہاں انہوں نے قافلہ کا غور سے جائزہ لیا اور اس کی اطلاع رسول اللہ کو پہنچا دی ہے۔

اس قافلہ کی مالیت (Value) پچاس ہزار (50,000) دینار (دوسو پینسٹھ کلوگرام (265 KG) سونا ❶ کے برابر) ہے (سنن ابی داؤد: 18/4)۔ اس طرح قریش کے قافلہ کی قیمت

❶ دھوکے بازو! اپنی قتل گاہ کی طرف دوڑ کر آؤ۔ (المستدرک للحاکم: 4297)

❷ 1 SAR=60.71 PKR، ایک ٹولہ سونا = (11.600 mg) = PKR 144,000

❸ آکٹوبر 2022ء سوسی

آج کی مالیت (Value) کے اعتبار سے تقریباً دو (2) ارب روپے بنتی ہے۔ اس قافلہ کے ساتھ چالیس (40) مسلح لوگوں کا حفاظتی دستہ (Armed security guards) بھی ہے۔ مکہ کے رہنے والوں میں سے شاید ہی کوئی گھر ایسا ہے جس کا سامان اس قافلہ میں نہ ہو۔ ابوسفیان اس قافلہ کی قیادت (Lead) جبکہ مخرمہ بن نوفل (Makhramah bin Nawfal) اور عمرو بن عاص (577-664,88) (Amr bin 'Aas) اس قافلہ کے ساتھ ہیں۔ ابوسفیان تیل (Oil) اور چمڑے (Leather) کی تجارت کرتا ہے (طبقات ابن سعد: 11/2)۔ سعید بن زید اور طلحہ بن عبید اللہ کو اس قافلہ کی خبر لینے کے لیے گئے ہوئے دس (10) دن گزر چکے ہیں۔

رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہے:

”قریش کا تجارتی قافلہ آ رہا ہے۔ اس میں بڑی مقدار (Quantity) میں مال ہے، اسے روکنے کے لیے نکلو، شاید اللہ کریم تمہیں اس سے مالِ غنیمت (Booty) عطا فرمادے۔“ (سیرت ابن ہشام: 607/2، تفسیر

طبری: 398/13، صحیح مسلم: 1901، طبقات الکبریٰ: 24/2، الاکفاء: 324/1، الروض الاصف: 60/5)

مدینہ منورہ کے اقتصادی محاصرہ (Economic siege) کے جواب میں رسول اللہ قریش کو پیغام بھجووا چکے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ کی حدود (Limits) سے گزرنے والا راستہ استعمال نہیں کر سکتے۔ اگر وہ راستہ استعمال کرنا چاہیں تو مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ ختم کریں۔ قریش کے پاس مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ کرنے کا کوئی جواز (Reason) نہیں ہے۔ یہ مدینہ منورہ اور اس کے قریب رہنے والے لوگوں سے زیادتی ہے (معد رسولہ: 160/2)۔ قریش نے رسول اللہ کے پیغام کو اہمیت نہیں دی۔ رسول اللہ دفاعی (Defensive) حکمت عملی اپناتے (Adopt) ہوئے قریش کا قافلہ روکنے میں حق بجانب (Justified) ہیں۔

اس قسم کے واقعات اور اقدامات (Moves) ظاہر کرتے ہیں کہ رسول اللہ مدینہ کی ریاست (State) کو اصل میں مکہ کی جائز (Legitimate) جلاوطن (Exile) حکومت سمجھتے ہیں، ان کا خیال اس بارے میں ٹھیک ہے۔ اس کی تائید اللہ کریم نے یوں کی ہے:

وَمَا لَهُمْ آلَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۗ إِنَّا أَوْلِيَاءُ الْغُلَامَةِ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (القرآن۔ الانفال۔ 34:8)

پیارے رسول! اب انکار کرنے والے اہل مکہ کو کیا عذاب کا پڑ
(To be extraordinary) لگ گیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب (Chastise) نہ
دے جبکہ وہ مسلمانوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہیں۔ وہ مشرک ہونے کی وجہ
سے مسجد الحرام کے کچھ نہیں لگتے۔ اس کے حقیقی (Real) والی وارث
(Legitimate Custodian) تو صرف میرے رسول پر ایمان لانے والے
اور اللہ سے ڈرنے والے (God fearing / Pious) ہیں لیکن ان دشمنوں
میں سے اکثر لوگ یہ بات نہیں سمجھتے۔

رسول اللہ نے کچھ صحابہ کو ساتھ لیا اور اس تجارتی قافلہ کے تعاقب (Chase)
میں نکلے ہیں (صحیح بخاری: 4418)۔ رسول اللہ نے اس مہم پر جاتے ہوئے صرف ان لوگوں کو
ساتھ لیا ہے جن کی سواریاں مدینہ منورہ شہر میں موجود ہیں۔ جن لوگوں کی سواریاں
چراگا ہوں (Pastures) میں ہیں، رسول اللہ نے ان کا انتظار نہیں کیا (صحیح
مسلم: 1901/4915)۔ کچھ لوگ جن کی سواریاں بالائی (Upper) مدینہ منورہ میں ہیں، رسول اللہ
سے سواریاں لانے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ رسول اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔

وہ لوگ اس مہم میں شامل نہیں ہو سکے (صحیح مسلم: 1901/4915)۔ یہ مہم ابوسفیان کے قافلہ کو روکنے کے لیے نکلی ہے کسی جنگ کے لیے نہیں۔ آپ نے عبد اللہ ابن اُمّ مکتوم (d:636) ('Abdullah ibn Umm Maktum) کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا ہے (سیرت ابن ہشام: 38/2)۔ رسول اللہ نے سعد بن خیشمہ (S'ad bin Khaythmah) کو لشکر کے دائیں طرف (Right) کا امیر (Leader) مقرر کیا ہے۔ مقداد بن اسود (Miqdaad) (590-652,63) کو بائیں طرف (Left) کا اور لشکر کے آخری حصہ کا امیر قیس بن ابوصعصعہ (Qays bin Abu S'as'ah) کو بنایا ہے۔ یہ پہلی مہم ہے جس میں انصار بھی شامل ہیں۔ رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہے:

”اپنے اُونٹوں کے گلے (Neck) میں بندھی ہوئی گھنٹیاں (Bells)

اُتار دو۔“ (صحیح ابن حبان: 554/10)

رسول اللہ کا مقصد رازداری (Secrecy) ہے تاکہ قافلہ کے گزرنے کی آواز کم

سے کم ہو۔

مدینہ منورہ میں رہنے والے مشرکوں اور یہودیوں نے اپنا قاصد (Messenger) بھیج کر ابوسفیان کو مسلمانوں کے ارادوں (Intentions) کی خبر کر دی ہے۔ ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو غنفری (Damdam bin 'Amr Ghiffarite) کو مکہ میں خبر پہنچانے کے لیے بھجوایا ہے۔ ابوسفیان نے ضمضم کے ہاتھ پیغام بھیجا ہے:

”قافلہ کی مدد کے لیے نکلو۔ اس سلسلہ میں فال کے تیروں کے چکر

میں نہ پڑ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ تم فال کے تیروں کی وجہ سے قافلہ بچانے کے لیے

نہ نکلو اور ہم نقصان اٹھائیں۔“ (الغازی للوالدی: 44/1)

ابوسفیان نے ضمضم کو اس کام کی اجرت (Wages) بیس (20) مثقال سونا

(Gold) دی جو کہ اس زمانہ میں ایک بڑی رقم ہے۔ آج کے زمانہ کے مطابق یہ تقریباً دس

لاکھ باسٹھ ہزار (PKR 1,062,000) روپے بنتی ہے۔^۱ ضمضم کو مکہ بھیجنے کے بعد ابوسفیان نے اپنے تجربہ (Experience) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں سے بچنے کے لیے معروف (Popular) راستہ چھوڑ کر اپنا قافلہ مغرب (West) کی طرف موڑ کر ساحل (Coastal line) کے ساتھ ساتھ راستہ اختیار کر لیا ہے۔ کمال سمجھ داری سے ابوسفیان نے اگلے دو (2) دن اور دو (2) راتیں مسلسل (Continuous) سفر کیا ہے۔ اب اسے یقین ہے کہ قافلہ مسلمانوں سے محفوظ ہو گیا ہے۔

انہی دنوں رسول اللہ کی پھوپھی سیدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب (Sayyedah

'Aatikah bint 'Abdul Mut-talib) نے مکہ کے لوگوں کو خبردار (Warn) کیا ہے:

”مکہ والوں کو بڑی بدبختی (Misfortune) پیش آنے والی ہے اور یہ

چند، شاید تین (3) دنوں میں واقع (Occur / take place) ہو سکتی ہے۔“

عاتکہ نے خواب دیکھا جس سے وہ ڈر گئی ہیں۔ وہ اپنے بھائی عباس بن

عبدالمطلب (568-653,86) ('Abbaas bin 'Abdul Mut-talib) کو بلا کر کہہ رہی

ہیں:

”بھائی! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا، جس نے مجھے

خوفزدہ (Frightened) کر دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہماری قوم پر کوئی آفت

(Calamity) آنے والی ہے۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ میرا راز (Secret)

کسی پر افشا (Reveal) نہیں کریں گے تو میں آپ کو اپنا خواب سناتی

ہوں۔“

عاتکہ: (عباس کے وعدہ کرنے پر): ”میں دیکھتی ہوں کہ ایک شخص اُونٹ پر سوار مکہ کی

وادی میں کھڑا ہے۔ وہ بلند آواز میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے:

۱ اکٹوبر 2022ء: ایک ٹولہ سونا = 11.800 گرام = (PKR 144,000) 20 سقٹال = 87.48 گرام

”دھوکے بازو (Deceivers)! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین (3) دن

کے اندر دوڑ کر آؤ۔“

میں نے دیکھا کہ اُس شخص کے ارد گرد بہت لوگ جمع ہیں۔ وہ شخص مسجد میں داخل ہوا، پھر میں نے اُسے اپنے اُونٹ کے ساتھ کعبہ کی چھت پر کھڑے نعرہ (Chanting a slogan) لگاتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے اُس اُونٹ سوار کو جبل ابوقبیس (Mount Abu Qubays) پر دیکھا۔ اُس نے ایک بڑی چٹان (Rock) نیچے لڑھکا (Slide) دی۔ وہ چٹان لڑھکتی ہوئی (Sliding down) آئی اور نیچے آ کر پھٹ (Explode) گئی۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں اس چٹان (Rock) کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔“ (سیرت ابن ہشام:

296/2، المستدرک للعالم: 4297)

عباس: ”خدا کی قسم! یہ بہت ہی ڈراؤنا (Frightening) خواب ہے، تم کسی سے اس خواب کا ذکر نہ کرنا۔“

عباس خواب سننے کے بعد گھر سے نکلے تو انہیں ان کا دوست ولید بن عتبہ (Walid bin 'Utbah) (d:624) ملا ہے۔ عباس سے اپنی بہن کا خواب راز (Secret) نہیں رکھا گیا۔ انہوں نے رازداری (Secrecy) کے وعدہ پر یہ خواب ولید کو سنایا ہے۔ ولید نے اپنے والد عتبہ (Utbah) کو اس خواب کا بتایا ہے۔ شام تک یہ خواب مکہ میں سب کی زبان (Talk of the town) پر ہے۔ عباس، شام میں کعبہ کا طواف کرنے آئے ہیں۔ ابو جہل ان سے کہہ رہا ہے:

”عبدالمطلب کے بیٹے! تم میں نبیہ (Prophetess) کب سے

پیدا ہو گئی ہے؟“

عبّاس: ”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

ابو جہل: ”میں عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کا ذکر کر رہا ہوں۔ کیا تم لوگ اس پر مطمئن نہیں کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے۔ اب تمہاری عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں عاتکہ کے خواب کا انکار کرتا ہوں۔ تین (3) دن میں اگر اُس کا خواب سچا نہ ہو تو ہم تمہارے گھر کے باہر لکھ کر چسپاں (Paste) کر دیں گے کہ عرب میں تمہارا گھر انہ سب سے جھوٹا (Liar) ہے۔“ (المصدر: للعالم: 4297)

عبّاس کے لیے ابو جہل کی بات بہت تکلیف دہ ہے۔ اگلے تین (3) دن مکہ میں کوئی دوسری بات نہیں ہو رہی۔ سب کی زبان پر عاتکہ کا خواب اور اس کے ممکنہ اثرات (Outcome) ہیں۔ عاتکہ کی پیشین گوئیاں (Prophecies) عام طور پر پوری ہوتی ہیں۔

مکہ کے تاجروں کی روایت (Tradition) ہے کہ مکہ کا فاصلہ تین، چار (3-4) دن یعنی تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر (150 KM) باقی رہ جائے تو ایک شخص کو اطلاع دینے کے لیے مکہ پہلے (In advance) بھیج دیا جاتا ہے۔ اسے ”نعاَف“ (Nataaf) کہا جاتا ہے۔ نعاَف کو اس لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ قافلہ کا استقبال (Reception) کیا جاسکے۔ مال و اسباب کو ذخیرہ (Store) کرنے کا انتظام ہو سکے۔ خریدار بھی مکہ آسکیں اور سامان جلد بیچا جاسکے۔ خاندان کے لوگ بھی اس کے لیے تیار ہوں۔ اس کے علاوہ عورتیں بن سنور کر (Zaiena) تیار ہوتیں تاکہ اپنے شوہروں کو اچھی صورت میں مل سکیں۔

عاتکہ کے خواب کے تیسرے (3rd) دن عبّاس کعبہ آئے اور ابو جہل کی طرف بڑھے ہیں۔ ابو جہل، عبّاس کو دیکھ کر تیزی سے (Briskly) باہر کی طرف جا رہا ہے۔ عبّاس اُس کے پیچھے گئے تو مضمم بن عمر کو لوگوں سے فریاد (Crying out for help) کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مضمم بن عمر نے مکہ پہنچ کر عجیب و غریب ٹھیلے (Getup) بنا لیا ہے۔ اُس نے

مکہ داخل ہونے سے پہلے اپنے اُونٹ کے کان کاٹ دیئے اور اُس کی ناک چیر (Cut) دی ہے۔ اُونٹ کا کجاوہ (Saddle) اُلٹا کر لیا، اپنا لباس اُلٹا پہن لیا، اپنے کپڑے پھاڑ (Tore) لیے اور اپنے سر پر خاک (Dust) ڈال لی ہے۔ مصمصم نے ایسا منظر (Scene) بنا دیا ہے کہ اُس کے حلیہ سے ہی وحشت (Horror) ٹپک رہی ہے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے:

”مکہ والو! اپنا قافلہ لٹنے سے بچالو۔ تمہارے خریدے ہوئے

کپڑے، خوشبو (Fragrance)، تمہارا مال، محمد اور اُس کے ساتھی لوٹ لیں

گے۔ کیا تم اتنا نقصان برداشت (Bear) کر لو گے؟ وہ تمہارا سونا (Gold)

لوٹ لیں گے۔ وہ تمہیں کجگال (Penniless) کر دیں گے۔ نکلو، دوڑو،

اپنا مال بچالو۔ محمد اور اُس کے ساتھیوں نے تمہارے قافلہ پر حملہ کر دیا ہے۔

کیا تم اُسے بچانے کے لیے نہیں نکلو گے؟ مدد، مدد، مدد.....“ (السیدک للعاکم:

4287، مسرت ابن ہشام: 298/2 الاکتفاء: 326/1، الروض الالف: 63/5، سبل الہدی والرشاد: 21/4)

پڑے سوتے ہو تم، سونا تمہارا لٹ گیا ہوگا

تمہارا کارواں، سارے کا سارا لٹ گیا ہوگا ❶

عاتکہ کے خواب کی وجہ سے مکہ کے لوگ پہلے ہی ڈرے ہوئے ہیں کہ اُن کے

ساتھ کچھ بڑا ہونے والا ہے۔ اِن کے لیے سب سے بڑی بدبختی (Misfortune) تجارت کا

نقصان ہے۔ یہ لوگ بدبختی کو اپنے قافلہ سے جوڑ (Associate / relate) رہے ہیں۔

اس قافلہ کی مالیت (Worth) شام سے واپسی پر ایک لاکھ (100,000) دینار ہے یعنی

❶ 6.44 Billion PKR = 107.79 Million SAR = 28.64 Million USD

مکہ سے تجارت کے لیے نکلتے ہوئے پچاس ہزار (50,000) دینار کے علاوہ

❶ تم لوگ قافلہ کو پیش آنے والے حالات سے بے خبر ہو۔ اگر تم مدد کو نہ پہنچے تو تمہارا قافلہ لوٹ لیا جائے گا۔ (حقیقاً جانندہ رہی)

❶ اکتوبر 2022ء عیسوی: 1 تولد سوا = 11.600 gm, = 85.74 Tola PKR 144,000 = 60.71 SAR, 1 USD = 228.45 PKR

اب اس میں ملکِ شام میں کی جانے والی تجارت سے حاصل ہونے والا اتنا ہی منافع بھی شامل ہے۔ عرب اس زمانہ میں سو فیصد (100%) منافع پر تجارت کرتے ہیں (معد رسول: 2701)۔ مکہ کے ہر خاندان کا تجارت میں حصہ ہونے کی وجہ سے اس قافلہ کی اہمیت عام قافلوں سے زیادہ ہے۔ یہ تجارتی قافلہ چھ (6) مہینے پہلے ملکِ شام کے لیے روانہ (Departed) ہوا اور اسے واپس آنے میں ضرورت سے زیادہ وقت لگ چکا ہے۔

مکہ میں ایک نظام ہے جو لوگوں کو اطلاع دینے کا کام کرتا ہے۔ اس میں ایسے لوگ شامل ہیں جو اعلان کرنے کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ اہم خبریں پہنچاتے اور اعلان کرتے ہیں۔ بڑی خبر کے لیے یہ لوگ اپنا لباس اتار کر ننگے (Nude) ہو کر اعلان کرتے ہیں۔ اعلان کرنے والوں کو بے لباس دیکھ کر لوگوں کو اندازہ ہو جاتا کہ خبر بہت بڑی ہے۔

ضمضم بن عمرو کا حلیہ (Attire)، اونٹ کے کانوں اور ناک سے بہتا خون (Bleeding)، پھٹے ہوئے کپڑے اور خاک آلود چہرہ (Dejected face) دیکھ کر اعلان کرنے والوں نے بھی اپنے لباس اتار دیئے ہیں۔ اب کیا ہے، مکہ میں ایک ہنگامی (Emergency) صورت حال ہے۔ ہر طرف وحشت (Fright) ہے۔ اعلان کیا جا رہا ہے:

”قریش کے لوگو! تمہیں خبر ہو کہ تمہارا تجارتی کارواں تباہ کن خطرے

(Extreme danger) میں ہے۔ محمد نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے قافلہ پر حملہ

کردے۔ ہر وہ شخص جس میں غیرت (Honour) ہے، وہ اس کا بدلہ لینے اور

مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔ جلدی سے نکلو اور محمد کو قافلہ پر حملہ

کرنے کی مہلت (Time) نہ دو۔“

یہ اعلان بار بار کیا جا رہا ہے۔ عرب غیرت کے نام پر قتل کرنا اپنے لیے عزت محسوس کرتے ہیں۔ حالات بہت بڑی صورت حال پیش کر رہے ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے

مسلمانوں نے تجارتی قافلہ لوٹ لیا اور اس قافلہ میں شامل لوگوں کو قتل بھی کر دیا ہے۔ تمام لوگ اس بات پر ایک دوسرے کو ترغیب (Motivate) دے رہے ہیں کہ نکلو اور مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں تباہ کر دو۔ اپنی تجارت کے لیے خطرہ بننے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دو۔

قریش مکہ کے لیے قافلہ کاٹ جانا جہاں مالی نقصان (Financial loss) کرے گا وہاں ان کی طاقت کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ اس سے ان کا رعب اور دبدبہ (Majesty) علاقہ میں کم ہوگا۔ وہ تو عرب میں جنگ جو (Warrior) اور ناقابل شکست (Undefeatable) سمجھے جاتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اس بات کی اجازت (Permission) کیسے دیں؟ قریش کے سرداروں کا غصہ ناقابل بیان (Unexplainable) ہے۔ ضمضم بن عمرو کی اطلاع نے ان کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

بے دین لوگوں کو ختم کرنے کے لیے نکلو

ضمیمہ کا اعلان سن کر لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی ہے۔ اب کیا ہے، قریش کے سرداروں کا ہنگامی اجلاس (Emergency meeting) بلایا گیا ہے۔ سب لوگ دار الندوۃ (Dar un Nadwah - Assembly) میں جمع ہیں۔ قریش مکہ کو اپنی تجارت مستقل طور پر (Permanently) خطرہ میں محسوس ہو رہی ہے۔ اسے بچانے کے لیے وہ کوئی بھی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔ دوسرے وہ اس جنگ سے مسلمانوں کا وجود (Existence) بھی مٹانا (Eradicate / expunge) چاہتے ہیں۔ انہیں مسلمانوں کے مکہ سے بچ کر نکل جانے کا غصہ ہے اور سکون سے مدینہ منورہ میں زندگی گزارنے کا بھی۔ ان کے لیے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ ہر کوئی اپنی ماہرانہ رائے (Expert Opinion) دے رہا ہے۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ تمام لوگ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ قریش کے لیے اس جنگ کی بنیادی وجہ معاشی (Economic) اور سیاسی (Political) ہے۔

جنگ کی تیاری کے لیے مالی مدد کرنے میں سہیل بن عمرو (Suhayl bin 'Amr) (556-639, 84)، نوفل بن معاویہ (563-680, 118) (Nawfal bin Mu'aawiah)، حویطب بن عبدالمعز (Huwaytab bin 'Abdul Uzzaa)، عبد اللہ ابن ابی ربیعہ (Ta'eemah bin 'Adi) (d:624) اور طیمہ بن عدی (Abdullah ibn Abi Rab'iah) آگے آگے ہیں۔ طیمہ بن عدی نے بیس (20) اونٹ، ساز و سامان (Weapons and equipment) دیا اور جنگ پر جانے والوں کے گھروں میں پیسے بکھوائے ہیں۔ ابو سفیان کے بیٹے حنظلہ (Hanzalah) اور عمر و گھر گھر جا کر لوگوں کو جنگ پر جانے کے لیے تیار کر

رہے ہیں۔ نوفل بن معاویہ لوگوں میں منہ مانگے درجہ تقسیم کر رہا ہے (الغازی للوالدی: 24)۔ سہیل بن عمرو مکہ کے امیر ترین (The richest) لوگوں میں سے ایک ہے۔ سہیل، گفتگو اور لوگوں میں جذبہ بڑھانے میں کمال رکھتا ہے۔ اسے ”خطیبہ قریش“ (Khatieb Quraysh - Voice of Quraysh) کہا جاتا ہے۔ سہیل کہہ رہا ہے:

”کیا تم محمد اور یثرب کے بے دین (Faithless) لوگوں کو اس بات کی اجازت دو گے کہ وہ تمہارا مال لوٹ کر لے جائیں۔ اُن سے جنگ کرنے کے لیے نکلے۔ جسے پیسوں کی ضرورت ہے وہ مجھ سے رقم لے۔ جسے ضرورت ہے وہ میرے اسلحہ خانہ (Arms depot) سے اسلحہ لے جائے لیکن محمد اور دوسرے بے دین لوگوں کو ختم کرنے کے لیے نکلے۔“

تھوڑی ہی دیر میں نو سو پچاس (950) مرد، سات سو (700) اونٹ اور سو (100) گھوڑے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ دو لاکھ پچاس ہزار (250,000) دینار نقد (Cash) یعنی

● 16.36 Billion PKR = 269.47 Million SAR = 71.61 Million USD

جمع ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے اتنی بڑی رقم کبھی جمع نہیں ہوئی۔ جو خواتین بنی سنوری (Zaiena) اپنے شوہروں کے انتظار میں تھیں، وہ بھی اس لشکر (Army) کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ میدان جنگ (Battlefield) میں مردوں کو جوش دلانے (Excite) اور لڑنے کے لیے اُکسائیں گی۔ قریش نے فرات بن حیان نجلی (Furaat bin Hayaan Najlite) کو ابوسفیان کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ قریش پوری جنگی تیاری کے ساتھ قافلہ کی حفاظت کے لیے نکل پڑے ہیں۔

جنگ کی تیاریوں کے دوران عتبہ بن ربیعہ (Utbah bin Rab'iah)

● اکتوبر 2022ء: سوی 13 تول سونا = 11.600 gm = PKR 144,000 PKR = 60.71 SAR , 1 USD = 228.45 PKR

بے دین لوگوں کو ختم کرنے کے لیے نکلو

(567-624,58) اور شیبہ بن ربیعہ (560-624,65) (Shaybah bin Rab'iah)

نے اپنے غلام عداس (Adaas) سے جنگ کے لیے ساتھ چلنے کو کہا تو عداس نے اُن سے پوچھا ہے:

”کیا تم اُس شخص کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے ہو جسے میں نے

وادی طائف (Taa-if valley) میں تمہارے انگوروں کے باغ میں دیکھا

تھا؟“ (معد رسول اللہ: 576/1)

عتبہ اور شیبہ: ”ہاں، ہم اُسے اور دوسرے تمام بے دین لوگوں کو ختم کرنے جا رہے ہیں۔“

عداس (اپنے آقا (Master) کے پاؤں پکڑتے ہوئے): ”خدا کی قسم! اُس کے سامنے تو پہاڑ (Mountains) بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔ میرا مشورہ (Advice) ہے اُس سے جنگ نہ کرنا۔“

عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کا تعلق بنی اُمیہ (Bani Umayyah) سے ہے۔ مکہ میں امارہ (Emaarah) (جنگی قائد) کا عہدہ (Designation) بنی اُمیہ کے پاس ہے۔ اس قبیلہ کا سردار ابوسفیان اس وقت مکہ میں موجود نہیں۔ اس وجہ سے عتبہ قریش مکہ کی فوج کا سپہ سالار (Commander in Chief) ہے۔ اُس نے عداس کی بات پر توجہ (Attention) نہیں دی اور اُسے کہا ہے:

”محمد کی باتوں کا جاؤ (Charisma) تم پر بھی چل گیا ہے۔“

حکیم بن حزام (Hakim bin Hazaam) (557-674,118) یہیں موجود

ہیں۔ حکیم دیکھ رہے ہیں کہ عداس رورہا ہے۔ متبہ بن حجاج (Munabbah bin Hajjaaj)

(d:624) کے بیٹے عاص بن متبہ (Aas bin Munabbah) نے عداس کو روتا دیکھ کر

پوچھا ہے:

”تم کیوں رو رہے ہو؟“

عداس: ”مجھے میرے اور مکہ کی وادی کے سرداروں نے رُلا یا ہے۔ وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کے لیے اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔“

عاص: ”کیا محمد، اللہ کا رسول ہے؟“

عداس کے جسم پر کپکپی (Shivering) طاری ہے۔ اُس کے روٹگئے کھڑے

(Goosebump) ہو گئے ہیں۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”خدا کی قسم! وہ (محمد بن عبد اللہ) تمام لوگوں کے لیے اللہ کے

رسول ہیں۔“

مکہ میں جنگ کی تیاریاں زور و شور (Full swing) پر ہیں، بنی زہرہ کے لوگوں نے باقی سب کو جنگ سے روکنے کی بھرپور (Utmost) کوشش کی اور خود جنگ میں حصہ لینے سے انکار کرتے ہوئے فوج سے الگ ہو گئے ہیں۔ بنی زہرہ کا فوج سے الگ ہونے کا فیصلہ اس وجہ سے نہیں کہ رسول اللہ کی والدہ کا تعلق اس قبیلہ سے ہے۔ تاریخ دان اس کا سہرا (Credit) اخنس بن شریق (Akhnas bin Shurayq) کے سر باندھتے ہیں۔ اخنس کو ابو جہل سے تنہائی (Privacy) میں ہونے والی گفتگو (Discussion) یاد ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ ابو جہل صرف اپنے قبیلہ اور بنی ہاشم کے درمیان برتری (Preference) کی وجہ سے رسول اللہ کی مخالفت (Opposition) کرتا ہے۔ اس دشمنی یا مخالفت کا تعلق حقیقت سے نہیں (معد رسول اللہ: 552/1)۔ اخنس کے خیال میں جنگ اس وجہ سے مناسب (Appropriate) نہیں۔ بنی زہرہ کے تین سو (300) فوجی اس لشکر میں شامل نہیں ہوئے۔ اسی طرح بنی عدی (Bani 'Adi) کا بھی کوئی شخص اس جنگ میں شامل نہیں ہے (سیرت ابن

بشام: 311/2، البدایہ و النہایہ: 311/2)۔ بنی عدی کے اس جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ عمر بن خطاب کا اثر و رسوخ (Influence) ہے۔ بنی زہرہ اور بنی عدی کے علاوہ مکہ میں رہنے والے قریش کے تمام قبیلے اس جنگ میں شامل ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 45/2)

قریش مکہ نے بڑے جوش و خروش (Passion) سے جنگ کی تیاری کی ہے۔ جو کوئی خود جنگ میں شامل نہیں ہو رہا اُس نے اپنی جگہ کسی دوسرے کو تیار کیا ہے۔ ابولہب بن عبدالمطلب اس فوج میں شامل نہیں۔ ابولہب اپنی بہن عاتکہ کے خواب کی وجہ سے شدید خوف میں ہے۔ اُسے یقین ہے کہ عاتکہ کا خواب سچا ہے (الغازی، اللوادی: 42)۔ اُس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ (Aas bin Hishaam bin Mughayrah) کو بھیجا ہے۔ عاص اس وقت ابولہب کا مقروض (Under debt) ہے۔ اُس کے ذمہ چار ہزار (4,000) درہم کی بھاری رقم قرض (Loan) ہے۔ ابولہب نے اس جنگ میں شمولیت (Participation) کے بدلہ میں عاص کا قرض معاف (Write off) کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 288/2، البدایہ و النہایہ: 284/3)

کچھ عرصہ پہلے سعد بن معاذ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل نے اُن سے تلخ کلامی (Bitter talk) شروع کر دی۔ سعد اُس وقت اُمیہ بن خلف کے مہمان تھے (محمد رسول اللہ: 184/2)۔ اُمیہ نے ان دونوں کے درمیان تلخ کلامی ختم کروائی تو سعد نے اُمیہ سے کہا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ابوالحکم (ابو جہل) ہی اُمیہ کو قتل

کروائے گا۔“ (صحیح بخاری: 3950)

اُمیہ یہ بات سن کر پریشان (Upset) ہو گیا۔ اُسے یقین (Certain) ہے کہ رسول اللہ کی کبھی ہوئی بات پوری ہو جاتی ہے (السنن، الکرام: 3633، سند احمد: 10714)۔ اُمیہ نے اُسی وقت سوچ لیا (Decided) کہ وہ ابوالحکم کے کہنے پر ایسے کسی کام میں حصہ

(Participate) نہیں لے گا جس میں لڑائی ہو۔ اُمیہ بن خلف نے قسم اٹھائی کہ وہ مکہ سے باہر نہیں جائے گا تا کہ وہ قتل ہونے سے بچ جائے (صحیح بخاری: 3920)۔ اُمیہ بن خلف جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہتا۔ عقبہ بن ربیعہ بیت اللہ میں بیٹھے اُمیہ بن خلف کے سامنے بخورات (Perfumed) کی انگیٹھی (Brazier) رکھتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”یہ لو! عورتوں کی طرح اس کی دُھونی (خوشبو - Smoke) لو، تم

میں مردوں والی کوئی بات نہیں ہے۔“

ابو جہل: ”اباصفوان! آپ جیسا رئیس سردار (Important chief) اگر جنگ کے لیے نہ نکلا تو باقی لوگ کیوں جائیں گے؟ آپ ہمارے ساتھ چلیں، دو تین (2-3) دن بعد راستہ (Midway) سے واپس آجائے گا۔“ (صحیح بخاری: 3632، مستدرک: 10714)

ابو جہل کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کے طعنے (Taunts) سننے کے بعد اُمیہ بن خلف جنگ پر جانے کو تیار ہو گیا ہے۔ قریش سفر کرنے یا کوئی بھی اہم کام کرنے سے پہلے ہُبل (Hubal) کے سامنے جا کر فال (Casting lots) نکالتے ہیں (محمد رسول اللہ: 56/1)۔ اگر فال اُس کام کے حق میں نہ نکلے تو وہ رُک جاتے ہیں۔ اُمیہ بن خلف، عقبہ، شیبہ، زمعہ بن اَسود (Zam'ah bin Aswad)، عمیر بن وہب (Umayr bin Wahb) اور حکیم بن حزام، ہُبل کے سامنے حاضر ہیں۔ ان لوگوں نے کعبہ کے فال نکالنے والے (Caster of lots) سے فال نکالنے کو کہا ہے۔ فال نکالی گئی تو فال جنگ نہ لڑنے کے حق (Favour) میں نکلی ہے۔ اس کے باوجود ابو جہل نے سب کو مجبور (Compel) کیا ہے کہ جنگ کے لیے جانا ہی پڑے گا۔ اُس نے عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث (Nawfal bin Haarith)، طالب ابن ابی طالب (57، 58-62، 567) (Taalib ibn Abi Taalib) اور عقیل ابن ابی طالب (Aqeel ibn Abi Taalib) کو بھی جنگ پر جانے کے لیے مجبور (Comple) کیا ہے۔ یہ لوگ نہ چاہتے ہوئے مکہ کے لشکر میں شامل ہوئے ہیں۔ جنگ پر جانے سے پہلے

رسول اللہ کے چچا عباس اپنی بیوی اُمّ الفضل (Umm ul Fadal) سے رازداری (Secretly) سے کہہ رہے ہیں:

”یہ مال (Valuables) میں گھر کے اندر مٹی میں دبا (Bury) رہا ہوں، تم اس بات کا ذکر کسی سے مت کرنا۔ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو یہ مال فضل (Fadal)، عبد اللہ (‘Abdullah) اور قتیم (Qathim) کے کام آجائے گا۔ اگر میں زندہ واپس آ گیا تو میں اسے خود دیکھ لوں گا۔“

اُمّ الفضل کا پورا نام لُبَابہ بنت حَارِث (Lubaabah bint Haarith) ہے۔ (d:650)

قریش کی فوج بہت تیار اور شان و شوکت کے ساتھ مکہ سے نکل رہی ہے۔ گھڑ سوار دستہ (Cavalry unit) ایک سو (100) گھوڑوں پر مشتمل ہے۔ یہ دستہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ فوج کے آگے پیچھے دَف (Arabian drum) اور بگل (Bugle) بجائے جا رہے ہیں۔ قریش کے معزز لوگوں کی بیویاں اور بیٹیاں بھی جنگ کا جوش بڑھانے کے لیے فوج کے ساتھ ہیں۔ ان کی کنیزیں گانے گا رہی ہیں۔ انہیں خوش کرنے کے لیے ناچ رہی (Dancing) ہیں۔ ایک جشن (Festivity) کا سماں ہے۔ یہ فوج ایسے جا رہی ہے جیسے جنگ جیت چکی ہے۔ اگر کوئی قریش کی فوج کو دیکھ لے تو مرعوب (Impress) ہو جائے۔ اس فوج کو دیکھ کر کہے:

”یہ فوج جس قوم پر حملہ کرے گی اُسے تباہ و برباد کر دے گی۔“

ابو جہل: ”محمد کا خیال ہے کہ وہ اور اُس کے ساتھی ابوسفیان کے قافلہ کا مال اب بھی ایسے ہی حاصل کر لیں گے جیسے انہوں نے نخلہ میں حاصل کر لیا تھا (محمد رسول اللہ: 215/2)۔ اُسے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہم اپنے قافلے کی حفاظت کیسے کرتے ہیں۔“

بے دین لوگوں کو ختم کرنے کے لیے نکلو

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِثَاءَ النَّاسِ وَ
يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (القرآن۔ الانفال۔ 47:8)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! ان کی طرح نہ ہو جانا جو لوگوں کو
کو دکھا دکھا (Flaunt) کر بہت اتراتے ہوئے (Boastfully) مسلمانوں کو
اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے مکہ سے نکل رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے
ہیں اللہ کی قدرت انہیں گھیرے (Surrounded) ہوئے ہے۔

کچھ عرصہ پہلے قریش کے ایک فرد نے بنی کنانہ کے ایک بوڑھے شخص کو قتل کر دیا
تھا۔ موقع (Chance) ملنے پر بنی کنانہ نے قریش کے مکرز بن حفص بن اخیف (Makraz
bin Hafs bin Akhif) کو اپنے علاقہ سے گزرتے ہوئے بدلہ (Revenge) میں قتل
کر دیا۔ قتل ہونے والے مکرز کے بھائی نے بنی کنانہ کے سردار عامر (Amir) کو اپنے
بھائی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور اس کی تلوار فخریہ (With pride) اپنی فتح کے نشان کے طور
پر کعبہ کے غلاف (Cover) کے ساتھ لٹکا (Hang) دی۔ یہ واقعہ بنی کنانہ اور قریش میں
دُشمنی کی وجہ بن گیا۔ عرب میں ایسا ان کی روایات اور ثقافت (Culture) کے مطابق ہے۔
قریش کی طرف سے بدلہ لینے والے کو اندازہ نہیں تھا کہ اس قتل کے تھوڑے ہی عرصہ بعد
انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے مکہ سے اتنی بڑی تعداد میں نکلنا پڑے گا۔ قریش کی
فوج کے مسلمانوں سے جنگ کے لیے مکہ سے نکلنے ہی انہیں فکر ہوئی۔ عتبہ بن ربیعہ اپنے
تجربہ (Experience) کی بنیاد پر کہہ رہا ہے:

”اِسْتَنْزِلْ لِي لَشْكْرِي كَيْفَ نَكَلْتَهُ بَعْدَ كَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ اِسْ مَوْقِعِ سِ”

فائدہ اٹھاتے ہوئے مکہ پر حملہ نہ کر دیں۔ ایسا ہوا تو وہ ہماری عورتوں، بچوں
کو قیدی (Captives) بنا لیں گے اور ہمارا مال لوٹ لیں گے۔“ (الحجازی)

(لوالدی: 48/1)

اُسی لمحہ ایلیس (Iblees) بنی مدج کے سردار صراقہ بن مالک (Suraaqah bin Maalik) (d:645) کی شکل میں ظاہر (Appear) ہو کر قریش مکہ سے کہہ رہا ہے:

”میں تمہیں اس بات کی ضمانت (Guarantee) دیتا ہوں کہ بنی کنانہ تمہاری غیر موجودگی (Absence) میں ایسی کوئی حرکت (Move) نہیں کریں گے جو تمہیں پسند نہ ہو۔ بنی کنانہ تو مسلمانوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے آنے کی تیاری کر رہے ہیں، تم اُن کی فکر نہ کرو، وہ تمہارے ساتھ ہیں۔“

(سیرت ابن ہشام: 301/2، الاکتفاء: 328/1، الروض الانف: 67/5، السیرة النبویہ لابن کثیر: 386/2، المغازی

(لوالدی: 38/1)

اللہ کریم نے شیطان کی اس مکاری (Wickedness) کا ذکر یوں کیا ہے:

وَإِذْ زَيَّنْ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنَّ جَارَكُمْ

(القرآن- الانفال- 48:8)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! وہ وقت یاد کرو (Recall)، جب شیطان نے انکار کرنے والوں کے اعمال (Deeds) انہیں مڑین و آراستہ (Decorated and glorified) (خوبصورت انداز میں پیش) کر کے دکھائے اور بولا: آج لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب (Overcome) نہیں آسکتا۔ تم لوگ اطمینان رکھو میں تمہارا مددگار اور ذمہ دار ہوں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا عبداللہ بن سہیل (Abdullah

bin Sohayl) (594-632,39) رسول اللہ پر ایمان لا چکا ہے۔ وہ ابھی مکہ میں رہتا

ہے۔ سہیل بن عمر و اُس کی نگرانی کرتا ہے کہ عبد اللہ کہیں مدینہ منورہ نہ چلا جائے۔ اس خیال سے کہ عبد اللہ، سہیل کی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ جاسکتا ہے، عبد اللہ کو زبردستی (By force) قریش کی فوج کے ساتھ لے جایا جا رہا ہے۔

جنگی ساز و سامان (Weapons) کے ساتھ فوج ابھی مکہ سے کچھ ہی دُور گئی تو خیر ملی کہ ابوسفیان تجارتی قافلہ سارے سامان کے ساتھ بچا کر لانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ابوسفیان مسلمانوں کی پہنچ سے دُور نکل آیا تو اُس نے قیس بن امرؤ القیس (Qays bin Imraa ul Qays) کو پیغام دے کر مکہ کی طرف بھیجا ہے:

”ہم مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہیں۔ اب قافلہ کی حفاظت

(Protection) اور امداد (Support) کے لیے لشکر بھیجنے کی ضرورت

نہیں۔“ (سیرت ابن ہشام: 308/2)

ابو جہل (پیغام سنتے ہی): ”خدا کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے، یہاں تک کہ ہم بدر کے میدان میں پہنچیں۔ ہم وہاں تین (3) دن قیام (Stay) کریں گے، اُونٹوں کو ذبح (Slaughter) کریں گے، کھانے کھائیں گے اور شراب نوشی (Drinking) کریں گے۔ ہماری کنیزیں ناچیں گی تاکہ ہم خوش ہوں۔ سارے عرب کو پتا چلے گا کہ ہماری طاقت کیا ہے۔ وہ ہم سے خوف زدہ ہوں گے۔ دوستو! بڑھتے چلو۔“ (سیرت ابن ہشام: 310/2، الاکضاء: 330/1، الروض الانب: 75/5، السیرۃ النبویہ لابن کثیر: 398/2،

البدایہ والنہایہ: 37/4)

بدر کے میدان کی اہمیت سے سب واقف ہیں۔ بدر کا مقام اس لیے چُنا (Selected) گیا ہے کہ یہاں سے راستے مختلف سمتوں (Directions) میں جاتے ہیں۔ مکہ، شام اور مدینہ منورہ جانے والے راستے (Routes) بدر میں آ کر ملتے (Junction) ہیں۔ یہاں تجارتی قافلے موجود ہوتے ہیں۔ اس سے قریش کی فوج کے بارے میں خبریں

پورے عرب میں پھیل (Spread) جائیں گی۔ اس کے علاوہ ابوسفیان کا راستہ بدلنا قریش کے لشکر میں سے کسی کے علم میں نہیں ہے۔ مسلمان فوج بھی اس خیال سے کہ قافلہ روکنا ہے، بدر سے گزرنے والے راستے کی طرف ہی آئے گی۔

ابوسفیان کا پیغام ملنے کے بعد کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ مکہ واپس چلیں لیکن زیادہ لوگوں کی رائے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے حق میں ہے۔ یہ فوج بدر کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ حنفہ کے مقام سے قریش کے معزز خاندانوں کی عورتیں جو لشکر کے ساتھ مکہ سے آئیں، انہیں واپس مکہ بھیج دیا گیا ہے۔ قریش کی لونڈیاں اور کنیزیوں (Bond women) لشکر کے ساتھ ہی ہیں۔

یہ تیر تو خواہ مخواہ جھوٹی فال نکالتے ہیں

رسول اللہ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو تین (3) لوگوں کے لیے ایک اُونٹ مختص (Assign) کیا ہے۔ چار چار (4,4) اور پانچ پانچ (5,5) لوگوں کے لیے بھی ایک (1) ہی اُونٹ میسٹر (Available) ہے۔

سعد بن زید (S'ad bin Zayd)، سلمہ بن سلامہ (Salmah bin Salaamah)، عبداد بن بشر (Ubaad bin Bisher)، رافع بن زید (Raafay bin Yazid) اور حارث بن خزیمہ (Haarith bin Khazaymah) پانچ (5) لوگوں کے لیے ایک (1) اُونٹ ہے۔ باقی قافلہ بھی اسی طرح باری باری (Turn by turn) اُونٹوں پر سواری کر رہا ہے (الغازی اللوالی: 37)۔ سعد ابن ابی وقاص مدینہ منورہ سے بدر جاتے اور واپس مدینہ منورہ آتے ہوئے مکمل راستہ پیدل چلتے رہے ہیں۔ سعد ایک لمحہ (Moment) کے لیے بھی اس سفر میں اُونٹ پر سوار نہیں ہوئے (الغازی اللوالی: 38)۔ مدینہ منورہ سے بدر کا فاصلہ تقریباً ایک سو چھپن کلومیٹر (156 KM) ہے۔

آج اتوار کا دن اور رمضان کی بارہ (12) تاریخ ہے۔ مرج النظیبہ (Marj uz Zabiah) مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ (1.5) کلومیٹر باہر ہے۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ سے نکلتے ہی مرج النظیبہ کے مقام پر اپنے قافلہ کا جائزہ (Inspect) لیا اور کم عمر (Minor) بچوں کو واپس مدینہ منورہ بھجوا دیا ہے۔ رسول اللہ نے پندرہ (15) سال سے کم عمر نوجوانوں کو واپس بھیجا ہے۔ واپس بھیجے جانے والوں میں:

1 - 'Abdullah bin 'Umar

1- عبد اللہ بن عمر

- 2 - Usaamah bin Zayd
- 3 - Raafay bin Khareej
- 4 - Baraa bin 'Aazab
- 5 - Zayd bin Arqam
- 6 - Zayd bin Thaabit Ansarite

شامل ہیں۔ سعد ابن ابی وقاص بتاتے ہیں:

”رسول اللہ قافلہ میں شامل کم عمر لوگوں کو تلاش کر رہے تھے تو میرا چھوٹا

بھائی عمیر ابن ابی وقاص (609-624, 16) (Umayr ibn Abi Waqqaas)

چھپ رہا تھا۔“

میں: ”تم چھپ کیوں رہے ہو؟“

عمیر: ”مجھے ڈر ہے کہیں رسول اللہ مجھے دیکھ نہ لیں۔ مجھے کم عمر ہوتے ہوئے واپس نہ بھیج

دیا جائے۔ میں اس قافلہ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔“

رسول اللہ (عمیر سے): ”تم بھی مدینہ منورہ واپس لوٹ جاؤ۔“

یہ سن کر عمیر نے رونا شروع کر دیا ہے۔ عمیر کا جذبہ (Passion) دیکھ کر رسول

اللہ نے اسے ساتھ جانے کی اجازت دے دی ہے۔ عمیر کی عمر سولہ (16) سال ہے۔

(طبقات ابن سعد: 2/12، سیرت ابن ہشام: 2/612، مجمع الزوائد: 298/5، الاماہ: 135/3)

ایک خاتون اُمّ ورتہ (Umm Warqah) بھی اس مہم میں شامل ہونا چاہتی ہیں

کہ زخمیوں کی مرہم پٹی (Nursing) کر سکیں۔ شہادت (Martyrdom) ان کی خواہش

ہے۔ رسول اللہ نے غیر یقینی (Uncertain) صورت حال اور خطرات کی وجہ سے انہیں قافلہ

میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ یہ خوش خبری (Glad tidings) ضرور سنائی ہے کہ اُمّ

یہ تیر تو خواہ مخواہ جھوٹی فال نکالتے ہیں

ورقہ شہادت پائیں گی۔ اسی طرح ایک اور خاتون اُمّ کبشہ عذریہ (Umm Kibshah Azrite) کو بھی اس لشکر میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ ان دونوں خواتین کو واپس مدینہ منورہ بھیج دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لشکر میں کوئی عورت شامل نہیں۔

ابو امامہ (d:700) (Abu Amaamah) جہاد کے شوق میں اپنی بیمار (Sick) والدہ کو چھوڑ کر چلے آئے ہیں۔ رسول اللہ کے علم میں آیا تو آپ نے ابو امامہ کو واپس جا کر اپنی والدہ کی خدمت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ابو امامہ واپس چلے گئے لیکن مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کی والدہ وفات پا گئیں۔

خوات بن جُہیر (d:626) (Khawaat bin Jubayr) اور حارث بن صمہ (d:626) (Haarith bin Sammah) راستہ میں زخمی ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ نے ان دونوں کو مدینہ منورہ واپس بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ نے اپنے اُونٹ کے لیے علی ابن ابی طالب اور ابولبابہ بن عبدالمنذر (Abu Labaabah bin 'Abdul Mundhir) کو شامل کیا ہے (السندبرک للعاکم: 4298، سیرت ابن ہشام: 303/2)۔ رسول اللہ نے سفر کے دوران روحا (Rohaa) کے مقام پر ابولبابہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنا کر بھیجا تو مرشد ابن ابو مرشد (Murthad ibn Abu Murthad) کو اپنے ساتھ اُونٹ کی سواری میں شامل کر لیا ہے (سیرت ابن ہشام: 612/2، الاستیعاب: 837)۔ اس علاقہ میں مارچ (March) کے مہینہ میں درجہ حرارت (Temperature) اوسطاً (Average) اکتیس ڈگری سینٹی گریڈ (31°C) ہوتا ہے۔ مقررہ فاصلہ (Fixed distance) طے کرنے کے بعد رسول اللہ اترتے اور اپنے ساتھیوں کو باری باری اُونٹ پر سوار کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کی پیشکش (Offer) قبول نہیں کی کہ رسول اللہ اُونٹ پر سوار اور وہ پیدل چلتے رہیں۔ رسول اللہ محبت اور شفقت (Kindness) سے اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”تم مجھ سے زیادہ طاقت ور ہونہ میں اللہ کی رحمت سے بے

نیاز (Indifferent) ہوں۔“ (المستدرک للحاکم: 4209، سند احمد: 411/1، المغازی

للوالدی: 38/1)۔

رسول اللہ نے بچپن (55) سال کی عمر میں گرمی کے موسم میں ایک سو دس کلومیٹر (110 KM) کا فاصلہ پیدل طے کیا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق مدینہ منورہ سے نکل کر بدر پہنچنے میں پانچ (5) دن کا وقت لگا ہے۔ ابھی تک کسی کو گمان بھی نہیں کہ یہ مہم قافلہ روکنے کی بجائے جنگ میں بدل جائے گی۔

بیرسقیما (Be-ar Suqyaa / Suqyaa Well) سے رسول اللہ نے پانی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پانی پینے کے لیے کہا ہے۔ اسی مقام (Point) پر بڑا بہادر اور لڑنے کا ماہر حُیب بن آساف خزرجی (Khubaib bin Asaaf Khazrajite) مال غنیمت کے لالچ (Greed) میں مسلمانوں سے آ ملا ہے۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر بہت خوش ہیں۔ وہ ابھی تک رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ اس نے رسول اللہ سے لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی ہے۔ رسول اللہ نے اسے اجازت نہیں دی۔

قریش مکہ اور مسلمانوں کی تیاری میں کوئی مقابلہ (Comparison) نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ قریش جنگ کرنے کے لیے نکلے ہیں جب کہ مسلمان ابوسفیان کے قافلہ کو روکنے کے لیے۔ مسلمانوں کے پاس ستر (70) اونٹ اور دو (2) گھوڑے ہیں (سیرت ابن ہشام: 302/2)۔ ایک (1) گھوڑا زبیر بن عوام (Zubayr bin 'Awaam)

(596-656,61) کے پاس اور دوسرا (2nd) مقداد بن اسود گندی کے پاس ہے (المستدرک للحاکم: 4298، المغازی للوالدی: 38/1)۔ یہ پہلا موقع (Occasion) ہے کہ کارروائی کے لیے مسلمانوں کے پاس گھوڑے ہیں۔ مسلمانوں کی کل (Total) تعداد تین سو تیرہ (313) ہے (جامع ترمذی: 1598، سند احمد: 10715)۔ اس قافلہ میں انصار کے ایک سو چالیس (140) (بنی خُزرج کے ستر (70) اور بنی اُوس کے بھی ستر (70)) افراد اور ایک سو تہتر (173)

مہاجرین شامل ہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق مسلمانوں کی تعداد تین سو انیس (319) ہے (صحیح بخاری: 3956-3957، صحیح مسلم: 1763/4588)۔ اگر مسلمان ابوسفیان کا قافلہ روکنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے لیے ان کی تعداد اور تیاری کم نہیں ہے۔

قریش کی فوج رواں دواں ہے۔ ان کے کئی سردار جگہ جگہ رُک کر واپس جانے کا مشورہ دے رہے ہیں لیکن ابو جہل مان نہیں رہا۔ حنفہ کے مقام پر جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب (Jaheem bin Salat bin Makhramah bin Mut-talib) نے ایک خواب دیکھا ہے۔ جہیم بتا رہا ہے:

”میں نیند اور بیداری (Awakening) کے درمیان تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار اور اُس کے ساتھ اُونٹ بھی ہے۔ وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

”عُتْبَةُ بن رُبَيْعَةَ، شَيْبَةَ بن رُبَيْعَةَ، زَمْعَةَ بن اَسْوَدَ، اُمِّيَةَ بن خَلْفِ، ابوالنختری (Abul Bakhtari)، ابوالحکم (ابو جہل) اور نوفل بن خویلد (Nawfal bin Khuwaylid) قتل ہو گئے ہیں۔ سُہَيْلُ بن عَمْرٍو قید ہو گیا اور حارث بن ہشام (Haarith bin Hishaam) (ابو جہل کا بھائی) اپنے بھائی کو چھوڑ کر میدان سے بھاگ گیا ہے۔“

اُس شخص نے اپنے اُونٹ کی گردن پر نیزہ (Lance) مارا اور اُس سے ہمارے لشکر میں چھوڑ دیا ہے۔ لشکر کا کوئی خیمہ (Tent) نہ بچا جس پر اُونٹ کا خون نہ لگا ہو۔“

جہیم بن صلت کا خواب فوراً ہی پورے لشکر میں پھیل گیا ہے۔ ابو جہل جہیم سے

کہہ رہا ہے:

یہ تیر تو خواہ مخواہ جھوٹی فال نکالتے ہیں

”یہ لو! بنی مطلب (Bani Mut-talib) میں ایک اور نبی آگیا

ہے۔ بہت جلد سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون مرنے والا ہے، ہم یا محمد اور

اُس کے ساتھی۔ تم اپنا خواب اپنے پاس رکھو۔“

قریشی سردار: ”شیطان تمہاری نیند میں تم سے کھیل رہا ہے۔ تم سب کچھ اس سے الٹ

(Opposite) دیکھو گے۔ محمد کے بڑے بڑے ساتھی قتل ہوں گے اور قیدی بھی۔“

(المغازی للوالدی: 49)

مکہ سے بدر جاتے ہوئے ایک شخص نے طالب ابن ابی طالب سے کہا ہے:

”خدا کی قسم! ہم جانتے ہیں کہ تم بظاہر (Apparently) تو

ہمارے ساتھ ہو لیکن دل سے تم محمد کے ساتھ ہو۔“

طالب یہ بات سُن کر اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ واپس چلے گئے ہیں۔ بنی ہاشم

کے باقی لوگ بھی واپس جانا چاہتے ہیں لیکن ابو جہل نے ان میں سے کسی کو واپس جانے

نہیں دیا (مسیرت ابن ہشام: 818/2، البدایہ والنہایہ: 264/3، الروض الاتق: 130/3)۔

زمعہ بن اسود نے جنگ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں ذی طوی (Dhu

Tawaa) کے مقام پر ایک مرتبہ پھر تیر کے ذریعہ فال نکالی ہے۔ اس مرتبہ بھی تیر جنگ

کرنے کے خلاف نکلا ہے۔ زمعہ نے غصہ کرتے ہوئے وہ تیر ہی توڑ دیا ہے۔ سہیل بن عمرو

کو اس بات کا پتا چلا تو وہ کہہ رہا ہے:

”عمیر بن وہب نے بھی فال نکالی تو تیر جنگ کرنے کے خلاف

نکلا تھا۔ یہ تیر تو خواہ مخواہ (For no reason) جھوٹی فال نکالتے ہیں۔ ہمیں

جنگ پر ضرور جانا چاہئے۔“ (المغازی للوالدی: 48/1)

قریش بڑی شان و شوکت (Glory and Honour) اور جوش کے ساتھ بدر کی

یہ تیر تو خواہتا اچھوٹی فال نکالتے ہیں

طرف بڑھ رہے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ وہ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ قریش مکہ کی فوج میں ایک ہزار (1,000) فوجی اور سات سو (700) اُونٹ موجود ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے عرد اور عورتیں ملا کر بھی مسلمانوں کی تعداد اس فوج سے کم ہے۔

قریش کے سردار باری باری فوج کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ابو جہل نے دس (10) اُونٹ قربان کئے اور کھانے کا انتظام کیا ہے۔ اگلے دن امیہ بن خلف نے غسان (Ghussaan) کے مقام پر نو (9) اُونٹ قربان کئے ہیں۔ سہیل بن عمرو نے قدید کے مقام پر پہنچ کر دس (10) اُونٹ قربان کئے ہیں۔ اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ نے نو (9) اُونٹ قربان کئے ہیں۔ جحفہ کے مقام پر عتبہ بن ربیعہ نے دس (10) اُونٹ قربان کئے ہیں۔ ابواء پہنچ کر منبہ بن حجاج اور نبیہ بن حجاج (Nubayyah bin Hajjaaj) نے نو (9) اُونٹ قربان کر کے کھانے کا اہتمام (Arrangement) کیا ہے۔ عباس بن عبدالمطلب نے اگلے دن دس (10) اُونٹ اسی مقصد سے قربان کئے ہیں۔ بدر پہنچ کر ابوالخثری نے نو (9) اُونٹ قربان کئے ہیں (البداہ و النباہ: 259/3، انساب الاشراف 3471)۔ یہ لشکر جہاں بھی رکتا ہے، ان کی کنیزیں گانے گا کر اور ناچ کر ان کے دل بھاتی (Entertain) ہیں۔

جبریل، اللہ کریم کا پیغام لے کر آئے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ
اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُخْسِرُونَ ۝ لِيَبَيِّنَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ
يَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي
جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (القرآن- الانفال- 36-37)

پیارے رسول! بے شک جن لوگوں نے آپ کا انکار کیا ہے، وہ

بے دریغ (Readily) اپنی دولت اللہ کے راستہ سے روکنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان کی دولت اور اس کا خرچ کرنا (بدر کی شکست کے بعد) ان کے لیے حسرت و ندامت کا باعث (Reason) بن جائیں گے۔ یہ لوگ بدر میں شکست کھائیں گے۔ ایسے انکار کرنے والوں کا ٹھکانہ (Abode) جہنم ہے۔ اللہ کریم چاہتا ہے کہ ناپاک اور پاک (Pure) الگ الگ کر دیئے جائیں۔ اللہ ان نہ ماننے والوں کی بُرائیاں اور آپ کے دشمن جمع کر کے ڈھیر (Pile) کی صورت میں جہنم میں پھینک دے گا۔ یقیناً یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (تفسیر البیہقی: 291/2، سیرت ابن ہشام:

84/3، اسباب نزول القرآن للواحدی: 240، البدایہ والنہایہ: 41/4)

وادی بدر کے دونوں سروں (Ends) یعنی شمال مغرب (Northwest) اور جنوب مشرق (Southeast) پر ریت (Sand) اُڑا کر جمع (Deposit) ہوتی رہتی ہے۔ اس وجہ سے یہاں ریت کے دو (2) ٹیلے (Mounds) بن چکے ہیں۔ سورہ الانفال میں الْعُدْوَةُ الدُّنْيَا یعنی قریبی (Nearby) ٹیلہ اور الْعُدْوَةُ الْقُصْوَى یعنی دُور (Far) والا ٹیلہ یہی ٹیلے، (جو اب تک موجود) ہیں۔ ان دونوں ٹیلوں کے درمیان جنوب مغرب (Southwest) میں ایک اونچا پہاڑ ہے جو جبل آسفل (Jabal Asfal) کہلاتا ہے۔ اس پہاڑ کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے (الرائد: الانفال: 8: 42)۔ سمندر یہاں سے سولہ (16) کلومیٹر دُور لیکن جبل آسفل کی چوٹی (Peak) پر جا کر نظر آتا ہے۔

قریش مکہ بدر پہنچ گئے ہیں۔ بدر کا میدان اس وقت خالی ہے۔ قریش نے اپنے خیمے اُس ٹیلہ کے پاس لگا کر پڑاؤ کیا ہے جسے عِدْوَةُ الْقُصْوَى کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عِدْوَةُ الدُّنْيَا کے پاس زمین ریتلی ہے۔ اس جگہ پر چلنا پھرنا مشکل ہے۔ قریش نے اس میدان کے بہتر حصہ پر پڑاؤ کیا ہے۔ قریش کا حلیف ایما غفاری (Eama)

(Ghiffarite) لشکر کے لیے دس (10) اونٹ ساتھ لے کر کھانے کی دعوت کے لیے میدان بدر آیا ہے۔ اُس نے اپنے والد کی طرف سے ابو جہل کو پیغام دیا ہے کہ وہ اسلحہ اور فوج کے ساتھ مدد کے لیے بھی تیار ہے۔ ابو جہل کا جواب ہے:

”جہاں تک دوستی کا تعلق ہے، تم نے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ ہم

بہت بڑی فوج لے کر دشمن پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ہمیں اسلحہ اور فوج کی

صورت میں کسی مدد کی ضرورت نہیں۔“

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے ①

رسول اللہ ﷺ نے وڈان کے مقام پر پہنچ کر قیام کیا ہے۔ اس جگہ پر رسول اللہ کو خبر ملی ہے کہ قریش کا لشکر جنگ کے ارادہ سے بڑی شان و شوکت (Splendour) سے بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ ابھی تک مسلمان ابوسفیان کا قافلہ روکنے کے لیے نکلے ہوئے تھے، اس خبر نے صورت حال یکسر (Altogether) بدل ڈالی ہے۔ رسول اللہ کے علم میں آیا ہے کہ قریش بدر تک پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ بدر میں قیام کریں گے، لوگوں پر اپنی دھاک بٹھائیں گے اور واپس لوٹ جائیں گے۔ یہ معلومات رسول اللہ تک اُس نظام (System) کے تحت پہنچی ہیں جو آپ نے دشمن پر نظر رکھنے کے لیے قائم کیا ہوا ہے۔ رسول اللہ نے بدلی ہوئی صورت حال پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے (صحیح مسلم: 1779/4621، مسند احمد: 10697)۔ رسول اللہ نے سب کو حالات سے آگاہ (Update) کیا اور خطرات بھی بتائے ہیں۔ رسول اللہ کا خیال ہے:

”اگر قریش کے لشکر کو یونہی دندنا تا (Exhibit power) چھوڑ دیا گیا تو وہ پورے علاقہ میں اپنی بالادستی (Superiority) قائم کر لیں گے۔ اس کے نتیجے میں اردگرد کے قبیلے مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور اُمن کے معاہدے نہیں کریں گے۔ ہر قبیلہ مسلمانوں کے خلاف جنگ یا لڑائی کرنا بہت آسان سمجھ لے گا۔ اس کے علاوہ اگر قریش بدر کی بجائے اپنا ارادہ بدلتے ہوئے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو گئے تو کیا ہوگا۔“

مہاجرین میں سے ابو بکر اور عمر نے باری باری گفتگو کی اور رسول اللہ سے جاں

① ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے۔ (مسند احمد: 10697)

نثاری کا وعدہ کیا ہے۔ مہاجرین کا رسول اللہ کے لیے سب کچھ قربان کر دینا کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ یہ لوگ تو اپنا وطن، گھر بار، کاروبار، عزیز رشتہ دار اور تمام معاملات رسول اللہ کی خاطر مکہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ ان کے لیے تو بس رسول اللہ کا حکم ہی زندگی ہے اور آپ کی ناراضگی موت۔ سب مہاجر جو یہاں موجود ہیں، رسول اللہ کے اشارہ (Signal) کے انتظار میں ہیں۔ رسول اللہ انصار کی طرف سے جواب کا انتظار کر رہے ہیں کیونکہ انصار سے ہونے والے معاہدہ کے مطابق وہ صرف مدینہ منورہ کے اندر رہ کر رسول اللہ کی حفاظت کے پابند ہیں (محمد رسول اللہ: 651/1)۔ انصار میں سے مقداد بن عمرو (Miqdaad bin 'Amr) (590-652, 63) اٹھ کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ ویسے ہی چلیں جیسا آپ کو اللہ کریم نے حکم دیا ہے۔ خدا کی قسم! ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو بنی اسرائیل نے اللہ کے نبی موسیٰ (Musa / Moses) کو دیا تھا کہ جائیے آپ اور آپ کا خدا جنگ کیجئے، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ (القرآن المائدہ: 24:5، صحیح بخاری: 3952، مسند

احمد: 10697، 11898، سیرت ابن ہشام: 305/2، الروض الاضواء: 71/5، الاکتفاء: 327/1)

ہم تو آپ سے کہیں گے کہ آپ جائیں، چاہے نہ جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے دائیں (Right)، بائیں (Left)، آگے (Front) اور پیچھے (Rear) لڑیں گے۔ اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں برک الغمام (Bark ul Ghamaad) (سمندر کا نام) تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔“ (صحیح بخاری: 4609، سیرت ابن

ہشام: 615/2)

مقداد بن عمرو کی باتیں سن کر رسول اللہ کا چہرہ کھل (Bloomed) اٹھا ہے (صحیح

بخاری: 3952، مسند احمد: 10697)۔ رسول اللہ کا فیصلہ کہ بدر پہنچ کر قریش کا مقابلہ کیا جائے، بہت

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے

جرات مندانہ (Courageous) ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمان جنگ کی تیاری سے نہیں نکلے۔ اگر مدینہ منورہ سے نکلنے ہوئے جنگ ہونے کا اندازہ ہوتا تو مسلمانوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی اور اسلحہ بھی۔ ایسی صورت میں کوئی مسلمان بھی مدینہ منورہ میں نہیں رکتا۔ اس لشکر میں شامل مہاجرین اور انصار رسول اللہ کے ساتھ جان دینے کو تیار ہیں۔ اُن کو اس سے غرض نہیں کہ قافلہ روکنا ہے یا قریش سے جنگ کرنی ہے (صحیح مسلم:

1779، مسند احمد: 10697، سیرت ابن ہشام: 615/2، صحیح بخاری: 3952، البدایہ و النہایہ: 287/3)۔ سعد بن عبد باہ

انصاری رسول اللہ پر ایمان کا اظہار (Express) کرنے کے بعد کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! ہم آپ پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی

دی کہ آپ جو کچھ لائے وہ حق ہے۔ ہم مدینہ منورہ سے کسی اور ارادہ سے

نکلے تھے، اب حالات بدل گئے ہیں۔ آپ کی جو مرضی ہو آپ وہی کریں۔

جس سے چاہیں تعلق رکھیں، جس سے چاہیں تعلق توڑیں۔ ہمیں اس سے کوئی

غرض (Concern) نہیں ہے۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں ہماری

جان ہے، ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارا مال آپ کے لیے ہے۔

جتنا چاہیں آپ لیں، جتنا چاہیں تقسیم کر دیں۔ آپ جو مال ہم سے لیں گے

ہمیں وہ اُس سے زیادہ پسند ہوگا جو آپ نہ لیں۔

اللہ کے رسول! آپ سمندر میں تشریف لے جائیں، ہم آپ کے

پیچھے سمندر میں چھلانگ (Jump) لگا دیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی

پیچھے نہیں رہے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ جب آپ ہمیں دشمن کے مقابلہ میں لڑتا

ہو ادیکھیں گے تو خوشی سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ آپ اللہ کریم کے

نام کے ساتھ آگے بڑھیں۔“ (صحیح مسلم: 1779/4621، البدایہ و النہایہ: 351/3)

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے

رسول اللہ اپنے ساتھیوں کے جذبات (Emotions) اور ان کی جاں نثاری دیکھ کر کہہ رہے ہیں:

”آگے بڑھو (Move forward) اور خوش ہو جاؤ، یقیناً اللہ کریم

نے مجھے تجارتی قافلہ یا جنگی گروہ، دونوں میں سے ایک پر فتح (Victory) کا

وعدہ کیا ہے۔ اللہ کی قسم! گویا کہ میں قریش مکہ کی قتل ہونے کی جگہ ہیں

(Spots) دیکھ رہا ہوں۔“ (سعیح بخاری: 1779، الاکتفاء: 328/1، الروض الانف: 72/5، المسیرة

النوبہ لابن کثیر: 393/2، سبل السبل والرشاد: 28/4)

یہ بات صاف صاف بتا رہی ہے کہ اب قریش سے جنگ ہی ہوگی۔ رسول اللہ کو بھروسہ (Trust) اور یقین ہے کہ اللہ کریم مسلمانوں کی مدد ضرور کرے گا۔ رسول اللہ کے وعدہ کے بعد تو صحابہ زندگی سے زیادہ موت کی تمنا (Desire) رکھتے ہیں۔ مسلمان رسول اللہ کے حکم پر جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ وہ اپنی بہادری (Bravery) اور شہرت (Fame) کے لیے نہیں، اللہ اور اُس کے رسول کے لیے لڑنے آئے ہیں۔ قرآن مجید ہمیں اس بارے میں یوں بتاتا ہے:

وَإِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ
أَنَّ غَزَاةَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحَقِّقَ الْحَقَّ
بِكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (المران- الانفال- 7:8)

پیارے رسول! یاد کریں جب اللہ نے آپ سے انکار کرنے والوں کے دو (2) گروہوں (Groups) میں سے ایک (1) پر فتح کا وعدہ کیا۔ آپ چاہتے ہیں کہ اُس گروہ پر فتح ملے جو اُسلحہ کے بغیر (تجارتی قافلہ) ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ حق کو واضح (Clear) کر دے۔ آپ کو ان کے لشکر پر جو جنگ

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے

کرنے آیا ہے فتح دے کر انکار کرنے والوں کو جڑ (Root) سے اکھاڑ

دے (Uproot)۔

بدر بیضوی شکل (Oval shape) کا ریگستانی میدان (Desert) ہے۔ اس کی لمبائی (Length) تقریباً نو کلومیٹر (9 KM) اور چوڑائی (Width) تقریباً ساڑھے چھ کلومیٹر (6.5 KM) ہے۔ قریش مکہ اور مسلمان سب اس بات کو جانتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ کے درمیان یہی مقام ہے جہاں ان کا ٹکراؤ (Clash) ہو سکتا ہے۔ بدر میں ایک مشہور کنواں بھی ہے جو وادی الصفراء (Safraa Valley) اور الجبار (Al Jaar) کے درمیان واقع (Situating) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وادی بدر بن مخلم بن نصر بن کنانہ (Badar bin Yakhlad bin Nadar bin Kinaanah) کے نام پر ہے۔ بدر بن مخلم، بنی ضمرہ کا ایک شخص ہے۔ اس جگہ بنی ضمرہ آباد ہیں۔ بنی ضمرہ کی شاخ بنی غفار (Bani Ghiffar) بھی اسی علاقہ کے اردگرد رہتے ہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق بدر کا کنواں چاند کی طرح گول (Round) ہے جس وجہ سے اس کنویں کو بدر کہا جاتا ہے (صحیح الباری: 356/7، الوصایہ اللہیہ: 348/1)۔ اس مقام پر پانی کافی مقدار (Quantity) میں دستیاب (Available) ہے۔ بدر سے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر (1.5 km) پہلے ایک عجیب و غریب شکل کی چٹان (Rock) ہے جو بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ عرب کے لوگ اس کی پوجا (Worship) کرتے ہیں۔

بدر کی وادی کے چاروں طرف (All sides) بلند پہاڑ ہیں۔ اس وادی میں آنے جانے کے تین (3) راستے ہیں۔ ایک راستہ مدینہ منورہ سے، دوسرا مکہ سے اور تیسرا شام سے آتا ہے۔ بدر پر انا تجارتی شہر ہے۔ یہاں بہت مدت (Since long) سے تجارتی قافلے آکر رکتے ہیں۔ یہیں خرید و فروخت (Sale / purchase) ہوتی ہے۔ یہاں ہر سال 1 ذی القعدہ سے 8 ذی القعدہ تک تجارتی میلہ (Trade fair) لگتا ہے۔ یہاں گھی،

کھالیں، اونٹ، بکریاں، عبائیں (Cloak) اور اُونی کمبل (Woolen balnket) بیچنے کے لیے لائے جاتے ہیں۔ شاعر جمع ہوتے، داد و وصول (Appreciation) کرتے اور انعام سمیٹتے ہیں۔

وادئ بدر پہنچنے سے کچھ پہلے رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب، سعد ابن ابی وقاص، زبیر بن عوام اور کچھ دوسرے ساتھیوں کو بدر کی طرف حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ قریش کے کچھ غلام پانی لے جانے والے اُونٹوں کے ساتھ پانی بھر رہے ہیں کہ اس دستہ نے انہیں پکڑ لیا ہے (سیرت ابن ہشام: 42/2)۔ عجمیر (Ajeer) نامی غلام مسلمان فوج کے ہاتھ نہیں آیا اور بیچ کر قریش کی فوج کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس وقت قریش اُونٹ کا گوشت بھون (Broll) رہے ہیں۔ عجمیر نے انہیں بتایا کہ محمد اور اُس کے ساتھی بھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی قریش کو کھانے کی فکر نہیں رہی اور وہ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں رات بھر پہرہ دینا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد ہم پر رات ہی میں حملہ کر دے۔

پانی لے جاتے ہوئے پکڑے جانے والوں میں سعید بن حاص کا غلام یسار (Yasaar)، مُنتبہ بن حجاج کا غلام اسلم (Aslam) اور اُمیہ بن خلف کا غلام ابورافع (Abu Raafay) شامل ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ مکہ کی فوج میں کتنے لوگ ہیں تو جواب ملا ہے: بہت زیادہ اور ان کے پاس جنگ کا سامان بھی بہت ہے۔ انہیں رسول اللہ کے سامنے لایا گیا تو بھی ان کا جواب یہی ہے (مسند احمد: 106/95)۔ رسول اللہ ان سے پوچھ رہے ہیں:

”مکہ والوں کی فوج کے لیے روزانہ کتنے اُونٹ قربان کئے جاتے

ہیں؟“

غلام: ”دس (10) اُونٹ روزانہ“

رسول اللہ: ”مکہ کی فوج کی تعداد ایک ہزار (1,000) ہے۔ ایک اُونٹ سو (100) لوگوں

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے

کے لیے کافی (Sufficient) ہوتا ہے۔“ (مسند احمد: 10695)

مسلمان فوجی ان غلاموں کو دُور لے گئے ہیں۔ مُدبہ بن ججاج کے غلام اسلم سے معلومات لینا چاہیں تو اُس نے انکار کر دیا ہے۔ دوسرے غلام سے ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا تو وہ کہہ رہا ہے:

”ابوسفیان کا تو پتہ نہیں البتہ ابوالحکم (ابوجہل)، اُمیہ بن خلف، ربیعہ کے دونوں بیٹے، ابوالخثری بن ہشام، حکیم بن حزام، حارث بن عامر (Haarith bin 'Aamir)، نضر بن حارث، طبعہ بن عدی، نوفل بن خویلد، زمعہ بن اَسود وغیرہ یہاں موجود ہیں۔“

اس خیال سے کہ غلام حقیقت (Reality) چھپا رہا ہے، اُسے مارا پیٹا گیا ہے۔

اب غلام کہہ رہا ہے:

”ابوسفیان بھی اُن کے ساتھ ہے۔“

اس پر مسلمانوں نے غلام کو مارنا چھوڑ دیا ہے۔ غلام کو رسول اللہ کے سامنے

لایا گیا تو آپ کہہ رہے ہیں:

”جب یہ غلام سچ بولتا ہے تو تم اسے مارتے ہو، جب یہ جھوٹ بولتا

ہے تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو۔“ (مسند احمد: 10697، صحیح مسلم: 1779/4621، سیرت ابن

بشام: 42/2)

قریش کے غلاموں سے جنگ کے لیے آنے والے سرداروں کا علم ہونے پر

رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”لو! مکہ نے مقابلہ کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے سامنے

ڈال دیئے ہیں۔“ (سیرت ابن بشام: 43/2، الاکتفاء: 328/1، الروض الاصف: 174/5، السیرة

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے

(العنبر: 209/2، السيرة النبوية لابن كثير: 398/2)

یوں مسلمانوں کو قریش کی تیاریوں، اُن کی فوج کی تعداد اور اس میں شامل بڑے بڑے سرداروں کے بارے میں معلومات مل گئی ہے۔ ظاہری اعتبار سے یہ صورت حال مسلمانوں کے لیے اچھی نہیں ہے۔ اب انہیں اندازہ ہوا ہے کہ قریش جنگ کے لیے کس قدر تیار ہیں جبکہ مسلمان قافلہ روکنے کے لیے نکلے ہیں۔ اسی لیے مسلمانوں کی تیاری بھی جنگ کے لیے نہیں ہے۔ ان معلومات کے بعد بھی رسول اللہ کا حوصلہ (Courage / morale) بلند ہے۔

رسول اللہ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر وادی بدر پہنچ گئے ہیں۔ رسول اللہ نے **عدوة القُصویٰ** کے قریب پڑاؤ (Camped) ڈالا ہے۔ قریش مکہ کی فوج پہلے ہی یہاں پہنچ کر **عدوة الدنيا** کے قریب پڑاؤ کر چکی ہے۔ مسلمان لشکر کے لیے اس کے سوا کوئی دوسری جگہ باقی نہیں ہے (مسند احمد: 10695)۔

مسلمان فوج نے بدر کی وادی کے کنارے (Bank) پر اپنے خیمے نصب (Fix) کر لیے ہیں۔ میدان بدر میں رسول اللہ **عدوة الدنيا** کی جانب سے داخل ہوئے ہیں۔ رسول اللہ پہلے کنوئیں کے قریب پہنچے تو یہاں پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ کیا ہے۔ حباب بن مُنذر (Habaab bin Mundhir) نے رسول اللہ سے پوچھا ہے:

”اللہ کے رسول! یہاں رُکنے کا حکم اللہ کریم کی طرف سے ہے یا

ایسا جنگی حکمتِ عملی (War strategy) کی وجہ سے ہے؟“ (تاریخ ابن خلدون: 428/2)

(عالم النبیین لابی زہرہ: 612/2)

رسول اللہ: ”اس کا تعلق جنگی حکمتِ عملی سے ہے۔“

حباب: ”اللہ کے رسول! پھر یہ جگہ مناسب (Suitable) نہیں۔ ہم آگے بڑھیں اور ایسی جگہ رُکیں جہاں کنوئیں ہمارے پیچھے ہوں۔ ہم سارے کنوئیں بند کر دیں اور صرف

ہم آپ کے پیچھے سمندر میں بھی گود جائیں گے

ایک کنواں کھلا (Open / accessible) رہنے دیں۔ وہاں ہم ایک حوض (Water pond) بنالیں اور سارے پانی اُس میں جمع کر لیں۔ جنگ کے دوران پانی ہماری پہنچ (Access) میں ہوگا۔ ہم جب چاہیں پانی پی سکیں گے جبکہ دشمن اس سے محروم (Deprived) ہوگا۔“ (سیرت ابن ہشام: 620/2، دلائل النبوة للبیہقی: 35/3)

رسول اللہ: ”تم نے نہایت عقلمندی (Wisdom) سے مشورہ (Advice) دیا ہے۔“
اس کے بعد رسول اللہ نے حباب کے مشورہ پر عمل (Implement) کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 312/2، الاماہ: 302/1، الباہہ والنہاہ: 283/3، المستدرک للحاکم: 482/3)

عرب باقاعدہ فوج اور کمان (Command) کے تحت نہیں لڑتے، اسی لیے قریش نے بدر میں پڑاؤ ڈالتے ہوئے ان باتوں کا خیال نہیں رکھا۔ اُن کے نزدیک ذاتی بہادری، میدان جنگ میں نکل کر دشمن کو لاکرنا (Challenging) اور دشمن کے بہادروں کو قتل کر کے اُن کے حوصلے توڑ کر جنگ جیتنا ہی سب کچھ ہے۔ اُنہیں کسی قسم کی جنگی تربیت (War training) حاصل نہیں۔ وہ صرف اپنے ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں، جنگی چالیں (War tactics) نہیں۔

سعد بن عبادہ انصاری نے ایک اور تجویز دی ہے کہ لشکر اسلام کے پیچھے اونچی جگہ پر رسول اللہ کے لیے ایک چبوترہ (Flat platform) اور اُس پر ایک سایہ دار (Shaded) جگہ بنا دی جائے۔ تیز رفتار اونٹنی وہاں موجود ہو۔ اگر اللہ کریم ہمیں فتح نصیب کرے تو بہت بہتر ورنہ رسول اللہ اُس اونٹنی پر بیٹھ کر مدینہ منورہ چلے جائیں جہاں موجود مسلمان ہم سے زیادہ جاں نثار ہیں۔ وہ رسول اللہ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

سعد کے مشورہ پر رسول اللہ کے لیے سایہ دار جگہ بنا دی گئی ہے۔ سعد بن عبادہ تلوار لے کر رسول اللہ کے لیے بنائی گئی سایہ دار جگہ کے باہر پہرے دار (Security Guard) کے طور پر خود کھڑے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 313/2، الاکتفاء: 212)

یہ ٹوٹا پھوٹا لشکر ہم سے جنگ کرے گا؟

دونوں فوجیں میدان بدر میں شام کے وقت آمنے سامنے (Face to face) ہوئیں، اس لیے 16 رمضان بروز جمعرات (Thursday) کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ ایک دلچسپ واقعہ (Interesting incident) ضرور ہوا ہے۔ سہیل بن عمرو اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ اس لیے لایا ہے کہ مکہ سے اُس کی غیر موجودگی میں عبداللہ مدینہ منورہ نہ چلا جائے۔ مسلمان فوج کے میدان بدر میں پہنچتے ہی عبداللہ بن سہیل مسلمان فوج سے آ ملا ہے۔ اس طرح عبداللہ نہایت آسانی سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جنگ بدر ہجرت سے اُنیس (19) مہینے بعد لڑی جا رہی ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پچپن (55) سال ہے۔

قریش مکہ نے مسلمانوں کی طاقت اور تعداد (Number) کا اندازہ کرنے کے لیے عمیر بن وہب کو بھیجا ہے۔ عمیر نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اندازہ لگایا اور واپس اپنی صفوں میں آ کر بتا رہا ہے:

”مسلمانوں کی تعداد اڑھائی تین سو (250-300) سے زیادہ نہیں ہے۔ اُن کے پاس تلواروں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (عرب تلوار کو جنگی ہتھیار Weapons) نہیں سمجھتے)۔ میں نے محمد کی فوج کے لیے کوئی کمک (Reinforcement) نہیں دیکھی، اُس کی گُل فوج یہی ہے جو میدان میں موجود ہے۔ اس فوج کے پاس حفاظت کا سامان ہے نہ ہی کوئی پناہ گاہ (Shelter) لیکن میں نے اُن لوگوں کے چہروں پر ڈر خوف (Fear) نہیں

یوٹا پھوٹا لشکر ہم سے جنگ کرے گا؟

دیکھا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ مرنے کے لیے تیار لیکن مرنے سے پہلے ہر شخص کم از کم ایک آدمی کو ضرور قتل کرے گا۔ اگر ہمارے اتنے لوگوں کے قتل ہونے کے بعد ہمیں فتح مل بھی گئی تو وہ کس کام کی ہوگی۔“ (سیرت ابن ہشام: 315/2)

اس کے بعد قریش نے ابوسلمہ جثمی (Abu Salmah Juthmite) کو بھیجا ہے۔
واپس آ کر ابوسلمہ مسلمان فوج کے بارے میں بتا رہا ہے:
”خدا کی قسم! میں نے مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت دیکھی نہ
اُن کے پاس اسلحہ کے ڈھیر (Piles) ہیں، نہ ہی گھڑ سوار (Horse
riders)۔“

عمر بن خطاب کا خاندان مکہ میں سفارت کاری (Diplomacy) کا ذمہ دار ہے۔ رسول اللہ نے عمر کو سفیر (Ambassador) بنا کر قریش کی طرف بھیجا ہے کہ جنگ روکی جاسکے۔ قریش مکہ اس پر تیار نہیں اور جنگ کرنے پر ہی قائم (Persisting) ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ انہیں مسلمانوں کی تعداد اور اسباب دیکھ کر اپنی جیت یقینی نظر آرہی ہے۔ قریش تو سوچ رہے ہیں کہ فتح کا جشن (Celebration) کیسے منایا جائے۔ اپنے اپنے طور پر طے کر رہے ہیں کہ میں نے کس کو قتل کرنا اور کس کو قیدی بنا کر اپنے غلاموں جیسا سلوک (Treatment) کرنا ہے۔ عورتیں اُن کے آباؤ اجداد کی بہادری کی داستاںیں (Stories) سن رہی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی ہجو (دُشمن کے خلاف شاعری۔ Derogatory poetry) کر رہی ہیں۔ اُن کے شاعر کلام سنا کر انہیں فتح کی خوش خبری (Good news) دے رہے ہیں۔ بحث (Arguments) ہو رہی ہے کہ فتح کا جشن میدان بدر میں منایا جائے یا یثرب میں۔ انہیں یقین ہے کہ جنگ چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں چلے گی۔ رسول اللہ نے میدان بدر کا معائنہ (Inspection) کیا ہے۔ اس دوران رسول

اللہ نے مختلف جگہوں کی نشاندہی (Point out) کی ہے کہ کل یہاں قریش کا فلاں (So & so) سردار قتل ہوگا۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”گویا میں قریش مکہ کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں وہ کل

گرے پڑے ہوں گے۔“ (صحیح مسلم: 1779/4621، 2873/7222)

اس زمانہ کے رواج کے مطابق جنگ میں مارے جانے والے لوگوں کے جسم کے اعضاء (Body parts) کاٹ لیے جاتے ہیں۔ قتل کرنے والا فوجی انہیں اپنے پاس اعزاز (Honour) کے طور پر رکھ لیتا ہے۔ لاشوں (Dead body) کے کان، ناک، بازو کاٹ لینا برا نہیں سمجھا جاتا۔ جنگ کے بعد دشمن کا سر کاٹ کر لے جانا بھی عام ہے۔ قیدیوں کو جنگ ختم ہونے کے بعد قتل کر دیا جاتا ہے۔ قیدیوں کو آگ لگا کر زندہ جلایا (Bum alive) جانا بھی اس زمانہ میں عام ہے۔ قیدی عورتوں کو کنیز بنا لیا جاتا ہے۔

16 رمضان 2 ہجری (12 مارچ 624 عیسوی) کی شام رسول اللہ اپنی فوج سے

خطاب (Address) کر رہے ہیں:

”ہم لوگ اپنی ذات (Self) کے لیے جنگ لڑنے نہیں آئے، ہماری

جنگ اللہ کے لیے ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم انفرادی (Individual) کامیابی اور بہادری دکھانے کی بجائے متحد (United) ہو کر لڑیں۔ تم میں سے کوئی بھی شخص دشمن کے مارے جانے والوں کے جسم کے اعضاء (Body parts) اپنے پاس یادگار (Souvenir) رکھنے کی غرض سے نہ کاٹے۔ جس طرح زندہ انسان کا احترام کیا جاتا ہے اسی طرح مردہ (Dead) لوگوں کا احترام کیا جائے۔

یاد رکھو! کسی کی ناک یا کان نہ کاٹنا کہ تم اپنی فتح کا اظہار کر سکو۔ اللہ

کریم نے ہر چیز کے ساتھ اچھا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے جب تم

کسی کو (جنگ یا بدلہ میں) قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو۔“ (صحیح مسلم:

(1955/5055)

تم میں سے کوئی اپنی صف (Row) سے باہر نہ نکلے، اپنی صف میں رہنا۔ اگر ہم اس جنگ میں مارے جائیں تو اللہ کریم ہمیں انعام میں جنت عطا کرے گا۔ اگر ہم میدان چھوڑ کر بھاگے تو دشمن ہمارا پیچھا کرتا ہوا مدینہ منورہ بھی آجائے گا۔ وہاں رہنے والے یہودی اور مشرک ہمیں گرفتار (Arrest) کر کے دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ دشمن ہمیں قتل کر دے گا۔ اس لیے اللہ کی خاطر بہادری سے میدان جنگ میں لڑنا۔“

لڑے تھے ملک کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر
فقط اسلام کی خاطر، فقط اسلام کی خاطر ①

رسول اللہ نے ہدایت دی ہے:

”تم لوگ قریش کی فوج میں شامل بنی عبدالمطلب کو قتل نہ کرنا۔

انہیں قید کر لینا۔ وہ جنگ میں مجبور ہو کر نکلے ہیں۔“ (مسند احمد: 5098)

قریش مکہ کی فوج کے تین (3) جھنڈے ہیں۔ ایک (1) ابو عزیز (Abu Aziz) کے پاس، دوسرا (2nd) نصر بن حارث بن علقمہ کے پاس جبکہ تیسرا (3rd) جھنڈا طلحہ ابن ابوطلحہ (Talha ibn Abu Talha) نے سنبھال رکھا ہے (طبقات ابن سعد: 152)۔ ان تینوں علم برداروں کا تعلق بنی عبدالمطلب (Bani 'Abd ud Daar) سے ہے۔
مسلمان فوج کے علم بردار مصعب بن عمیر (Mus'ab bin 'Umayr) ہیں۔
اس جھنڈے (Flag) کا رنگ سفید (White) ہے۔ ان کا تعلق بھی بنی عبدالمطلب سے ہے۔

● مسلمان فوج کی لڑائی کسی ذاتی فائدہ یا شہرت کے لیے نہیں ہے۔ وہ تو اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر لڑنے آئے ہیں۔ (حفظ جلالہ ص ۱۰)

انہیں اس کام کے لیے رسول اللہ نے منتخب (Choose) کیا ہے۔ بنی عبداللہ ار مکہ میں روایتی طور پر علم برداری (Flag holding) کے فرائض (Responsibilities) ادا کرتا ہے۔ رسول اللہ نے کہا ہے:

”ہمیں اس خاندان (بنی عبداللہ) کے حق (Right) کا خیال

(Care) اُس سے زیادہ کرنا چاہئے جتنا مشرک کرتے ہیں۔“

مسلمان فوج کے پڑاؤ کا فیصلہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ سورج (Sun) سامنے نہ ہوتا کہ لڑتے ہوئے آنکھوں کو سورج تنگ نہ کرے۔ مسلمان فوج کی صف بندی (Line up) یوں ہے کہ ان کے چہرے مغرب (West) کی طرف ہیں۔ یوں قریش کے پاس اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں بنی کہ ان کے چہرے سورج کی طرف یعنی مشرق (East) کی سمت میں ہوں۔

فوج کی صف بندی (Lineup) کچھ یوں ہے کہ سب سے پہلی صف میں نیزہ بردار (Spearhead holders)، ان کے پیچھے والی صف (File / line) میں تیر انداز (Archers) اور سب سے پیچھے تکون (Triangle) کی شکل میں تلواریں لیے سپاہی کھڑے ہیں۔ مسلمان فوج کا دفاع تین (3) تہوں (Layers) میں ہے۔ اس طرح رسول اللہ نے اپنی فوج کو زیادہ جسمانی (جانی) نقصان سے بچانے کا انتظام کر لیا ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نعرہ ہے ”یا منصور اُمت“ یعنی اُمت کی مدد کرو۔

رسول اللہ نے ایک ماہر کمانڈر (Commander) کی طرح اپنی فوج کو جنگ کی حکمت عملی سمجھائی ہے۔ رسول اللہ نے جنگ کی تربیت (Training) کسی جنگی ادارہ (War Institution) سے حاصل نہیں کی، وہ تو اللہ کریم کی رہنمائی (Guidance) پر ہی زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ کے رسول کی رہنمائی اللہ کی طرف سے ہے۔

قریش مکہ نے مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر دیکھ کر خوشیاں منانا شروع کر دی ہیں۔

یوٹا پھوٹا لشکر ہم سے جنگ کرے گا؟

اُن کے سامنے بے سروسامان (Without resources) فوج جس کی تعداد اُن کی نسبت (Relatively) ایک تہائی (One third) ، مقابلہ کرنے آئی ہے۔ اُن کے سردار آپس میں سر جوڑ کر کہہ رہے ہیں:

”آج ہم محمد کے دین اور اِس کے ماننے والوں کو آسانی سے ختم کر دیں گے۔ کیا یہ یوٹا پھوٹا لشکر (Shattered) ہم سے جنگ کرے گا؟“

ابو جہل مسلمانوں کی تھوڑی تعداد اور بے سروسامانی (Scarcity of resources) دیکھ کر غرور سے کہہ رہا ہے:

”لات و عزیٰ کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے، جب تک محمد اور اِس کے ساتھیوں کو ان پہاڑوں میں بتر بتر (Disperse) نہ کر دیں۔ دوستو! قتل کرنے کی ضرورت نہیں، انہیں پکڑ کر رسیوں سے باندھتے رہنا۔“

ایک قریشی سردار: ”مسلمان اُوٹنی کا ایک نوالہ (Bite) ہیں۔“

رات کا اندھیرا (Darkness) چھا جانے کے بعد دونوں فوجیں اپنے اپنے خیموں میں موجود ہیں۔

مٹھی بھر جاں نثار اگر مٹ گئے تو..... ①

یہ رات دونوں فوجوں کے لیے بہت اہم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ پہرے داروں (Watchmen) کے علاوہ سب لوگ سو جائیں تاکہ صبح تازہ دم (Fresh) ہو کر لڑ سکیں۔ رات گہری ہو گئی ہے۔ رسول اللہ جانتے ہیں کہ شکست (Defeat) ہوئی تو مسلمان اور اسلام دونوں ہی ختم ہو جائیں گے۔ رسول اللہ نے رات عبادت میں گزاری ہے جبکہ باقی مسلمان گہری نیند (Deep sleep) سوتے رہے ہیں (تفسیر قرطبی، الانفال: 11:8، مسند احمد: 10695)۔ رسول اللہ ساری رات اپنے رب سے دُعا مانگتے رہے ہیں۔ دُعا کے بعد رسول اللہ نے اپنا چہرہ موڑا تو یہ چاند (Moon) کی طرح روشن (Glowing) ہے۔ عبداللہ بن مسعود (d:650) ('Abdullah bin Mas'ud) روایت کرتے ہیں:

”جس طرح رسول اللہ بدر کی رات اللہ کریم کو واسطہ (Request)

دے رہے تھے، میں نے اس شدت (Severity) اور قوت سے کسی کو اپنا حق مانگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ رسول اللہ کہہ رہے تھے:

”یا اللہ! اگر تو نے ان مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد نہ کی تو قیامت تک

تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔“ (البداية و النہایہ: 275/3، صحیح مسلم: 1763، سنن

ترمذی: 3081، مسند احمد: 10695، صحیح ابن حبان: 4753، سنن نسائی: 8574)

رسول اللہ بہت دیر سے سجدہ میں اپنے رب کے حضور رو رو کر دعائیں مانگ

• اگر مٹھی بھر جاں نثار مٹ گئے تو (صحیح مسلم: 54588/1763)

رہے ہیں۔

کون جانے ، کون سمجھے ، کون سمجھائے نصیر
عابد و معبود کی جو گفتگو سجدے میں ہے ❶

رسول اللہ رور و کر اللہ سے مدد مانگ رہے ہیں۔ آپ کی چادر کندھوں سے گر گئی ہے۔ ابو بکر ابن ابوقحافہ نے چادر رسول اللہ کے کندھوں پر پھیلادی ہے۔ ابو بکر، رسول اللہ سے لپٹ کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! اپنے رب کو پکارنا اور اُس سے مانگنا کافی ہو گیا ہے۔ یقیناً اللہ آپ کی مدد فرمائے گا۔“ (صحیح مسلم: 1763/4588)

جبریل، اللہ کریم کا پیغام لے کر آئے ہیں:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ أَنِّي مُبْدئُكُمْ بِالْقِ
مِّنَ الْمَلَكَةِ مُرَدِّفِينَ (القرآن- الانفال- 8:8)

پیارے رسول! آپ اپنے رب سے دعا مانگ رہے ہیں کہ وہ آپ کو انکار کرنے والے دشمنوں پر بدر کی جنگ میں فتح عطا کر دے۔ آپ کے رب کا فیصلہ ہے کہ وہ ایک ہزار (1,000) فرشتوں سے آپ کی مدد کرے گا جو آگے سے اور پیچھے سے آپ کی مدد کریں گے۔

رسول اللہ اپنے خیمہ سے باہر آئے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے انہیں کہہ رہے ہیں:

”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! آج جو بھی اللہ کی رضا کے لیے دشمنوں سے لڑتے ہوئے میدان سے نہ بھاگا اور

❶ اللہ کریم اپنے پیارے بندے کی سجدوں میں مانگی گئی دعائیں رد نہیں کرتا۔ یہاں تو بات اللہ اور اُس کے رسول کی ہے۔ (پیر نصیر الدین نصیر)

مارا گیا تو اللہ کریم اُسے جنت میں داخل کرے گا۔“ (صحیح بخاری: 3953، البیہدہ و

البیہدہ: 337/3، تاریخ الطبری: 448/2، تاریخ لابن جوزی: 108/3)

رات میدانِ بدر میں خوب بارش ہوئی ہے (مسند احمد: 10695)۔ مسلمانوں کے خیمے ریتلی زمین (Sandy soil) پر ہیں۔ بارش کی وجہ سے ریتلی زمین سخت اور مضبوط ہوگئی ہے۔ مسلمان فوج نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا پڑاؤ اُس میدان میں کر لیا ہے جسے بارش نے ہموار (Level) کر دیا ہے۔ قریش مکہ کے خیمے مٹی والی (Clay ground) زمین پر ہیں۔ بارش ہونے سے وہاں کچھ (Mud) اور پھسلن (Slippery) ہوگئی ہے۔ اُن کے لیے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے۔ قریش کے مال بردار اُونٹ دلدل (Quicksand) میں پھنس گئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 312/2، البیہدہ والبیہدہ: 292/3)

اِذْ يُغَشِّيكُمْ النَّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُكَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (القرآن- الانفال: 8-11)

پیارے رسول! وہ وقت یاد کریں جب اللہ نے میدانِ بدر میں اپنی طرف سے اَمْن و سکون (Peace and security) اور بے خونئی (Fearlessness) عطا کرنے کے لیے آپ کی فوج پر غنودگی (Drowsiness) طاری کر دی۔ آسمان سے بارش کی صورت میں پانی اُتارا (Poured rain upon you) تاکہ آپ پر ایمان لانے والوں کو اُس کے ساتھ پاک (Cleanse) کر دے اور شیطانی (وسوسے۔ Whispers کی) ناپاکی (Pollution) دُور کر دے۔ انہیں کچھ دیر سلا کر ان کے دلوں کو مضبوط کر دے اور ان کے قدم جما دے (Steadfastness)۔

جنگ میں دونوں طرف عرب ہیں۔ روایتی طور پر (Traditionally) عرب اپنے قبیلہ کے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے، یہ ایک ہی جگہ کے رہنے والے، زبان، لہجہ (Dialect) اور شکل صورت میں بھی ایک جیسے ہیں۔ انصار کی بھی مکہ میں قبیلوں سے رشتہ داریاں (Relationship) ہیں۔ اس جنگ میں دوسری (2nd) اہم بات یہ کہ ایک ہی گھر کے لوگ مخالف (Opponent) فوج میں ہیں۔ کہیں بھائی کا مقابلہ بھائی سے ہے تو کہیں باپ بیٹا آمنے سامنے ہیں۔ چچا اپنے بھتیجے اور بھانجا اپنے ماموں کے خلاف لڑنے والا ہے۔ رسول اللہ نے اس صورت حال میں فیصلہ کیا ہے کہ مسلمان اپنے سروں پر ایسا نشان (Identification) رکھیں جس وجہ سے وہ ایک دوسرے کو پہچان (Distinguish) سکیں۔ اس کی تاکید (Endorsement) اللہ کریم نے بھی کی ہے (القرآن - آل عمران - 125:3)۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمان کسی غلطی کی صورت میں بھی نقصان نہ اٹھائیں۔ مسلمان فوج کی ایک صف نے اپنے سروں پر سفید (White) عمامہ (Turban) باندھ لیا ہے۔ علی نے سفید رنگ کی اُون (Wool) نشان کے طور پر لگا رکھی ہے۔ دوسری صف نے اپنے سروں پر پیلے (Yellow) رنگ کا کپڑا نشان کے طور پر رکھ لیا ہے۔ زبیر بن عوام نے پیلے رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ تیسری صف نے اپنے سروں پر باندھے ہوئے (عمامہ) پر پرندوں (Birds) کے پر (Feather) لگالیے ہیں۔ حمزہ نے اپنے عمامہ میں شتر مرغ (Turkey) کے پر لگائے ہیں جو ہوا چلنے سے ہلنے ہیں۔ ابو دجانہ (Abu Dajaanah) کے سر پر سرخ (Red) رنگ کی پگڑی ہے۔ اللہ کریم مسلمان فوجیوں کے بارے میں فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ

بُنْيَانٌ مَّرْصُومٌ (القرآن - الصلہ - 4:61)

میرے رسول پر ایمان لانے والو: بے شک! اللہ اُن مجاہدوں

(Fighters) سے بڑی ہی محبت فرماتا ہے جو اللہ کے راستے میں صفیں باندھ کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار (Molten lead) کی طرح جم (Determined) کر لڑتے ہیں۔

آج رمضان کی 17 تاریخ (13 مارچ 624 عیسوی) جمعہ (Friday) کا دن اور سال 2 ہجری ہے (مسند احمد: 10715، سیرت ابن ہشام: 21/2، تاریخ طبری: 418/2، التلخیص الکبیر: 100/4)۔ مسلمان فوج پہلے میدان جنگ میں صف آرا (Ready to fight) ہوئی ہے۔ اس کے لیے رسول اللہ نے مضبوط دفاعی جگہ کا انتخاب (Selection) کیا ہے۔ رسول اللہ نے ریت کے ٹیلوں (Dune) کے آخر میں صف بندی کی ہے تاکہ فریش مکہ حملہ کریں تو انہیں ریت کے ٹیلوں کو عبور (Cross) کرنا پڑے جس وجہ سے گھوڑے اور پیدل فوجی تھک (Tired) جائیں جبکہ مسلمان فوجی تازہ دم (Fresh) رہیں۔ مسلمان فوج کا منہ مغرب (West) کی سمت (Direction) ہے۔ عرب میں جنگ عمومی طور پر (Normally) صبح میں لڑی جاتی ہے۔ اس طرح دشمن کی فوج سورج آنکھوں کے سامنے ہونے پر تنگی محسوس کرے گی۔ رسول اللہ نے اس جنگ میں دفاعی حکمت عملی (Defensive strategy) اپنائی ہے۔

رسول اللہ نے اپنی فوج کو سمجھایا ہے کہ دشمن کو کسی طرح بھی اپنی پشت (Back) سے حملہ کرنے کا موقع نہیں دینا۔ آپ نے مسلمان فوج کو تین حصوں میں تقسیم (Divide) کیا ہے۔ تین صفوں کو ایک ٹکون (Triangle) کی شکل (Shape) میں کھڑا کر دیا ہے۔ اس طرح کہ ان کا چہرہ ٹکون کی باہر والی سمت (Direction) میں ہے۔ حملہ کرنے کی صورت میں دشمن کو مسلمان فوج کا سامنا کرنا ہوگا۔ ان کی پیٹھ (Back) سے حملہ ممکن نہیں ہوگا۔ یہ سب سے اہم قدم ہے جس وجہ سے ایک چھوٹی سی فوج دشمن کے مقابلہ میں مضبوط ہو گئی ہے۔ رسول اللہ نے دوسری (2nd) اہم بات یہ سمجھائی ہے کہ کسی مسلمان کے شہید ہونے کی صورت میں دوسرا اُس کی جگہ لے لے۔ اس طرح یہ صفیں

مٹھی بھر جاں نثار اگر مٹ گئے تو

ایک دیوار کی طرح ہو جائیں گی۔ تیسری (3rd) ہدایت یہ دی ہے کہ انفرادی لڑائی (Individual fight) یا جنت کی تمنا (Desire) میں اپنی صف چھوڑ کر دشمن کی صف میں نہ گھسنا (Enter)، دشمن تعداد میں بہت زیادہ ہے، ایسا کرنے کا نتیجہ (Result) موت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا (جامع الاصول: 182/8)۔ عرب کے لوگوں نے جنگ کی ایسی حکمت عملی (Strategy) اس سے پہلے نہیں دیکھی۔ جمعہ کا سورج طلوع (Rise) ہو رہا ہے۔ دونوں اطراف (Sides) کی فوجیں صف بندی کر رہی ہیں۔

مارچ کے مہینہ میں بدر کی وادی میں درجہ حرارت (Temperature) چالیس ڈگری سینٹی گریڈ (40°C) سے بڑھ جاتا ہے۔ وادی میں اس موسم میں ہوا (Wind) شمال مشرق (Northeast) سے جنوب مغرب (Southwest) کی طرف تقریباً (Estimated) دس کلومیٹر فی گھنٹہ (10 KM / hour) کی رفتار (Speed) سے چلتی ہے۔ اس پہاڑی دامن کی ریت بہت باریک ہے۔ یہاں جگہ جگہ ریت کی دلدلیں (Quicksand) ہیں۔ لڑائی میں یہ دلدلیں بہت خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔ گھوڑے ایسی زمین پر چل نہیں سکتے۔ انسان بھی یہاں مشکل سے چل پاتے اور بہت جلدی تھک جاتے ہیں۔ اس کا فائدہ مسلمان فوج کو یوں ہو رہا ہے کہ میدان سے اٹھتی ہوئی باریک ریت اور مٹی قریش کی آنکھوں میں پڑتی ہے۔ رسول اللہ نے مسلمان فوج کو پتھر (Stones) اکٹھے کرنے کا حکم دیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر دفاع کے کام آسکیں۔ یہ پتھر مسلمان فوجیوں کے پاس پڑے ہیں جو دفاعی تکلون (Defensive triangle) کی صفوں میں کھڑے ہیں۔ مسلمان چونکہ دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں اس لیے یہ اپنی جگہ پر ہی کھڑے ہیں۔

دفاعی تکلون (Triangle) کی ایک صف جس کا منہ دشمن کی طرف ہوگا، اس کے علم بردار علی ہیں۔ علی کے پاس سیاہ (Black) رنگ کا علم ہے۔ تکلون کی دوسری (2nd) صف کا علم سفید (White) رنگ ہے۔ یہ علم مصعب بن عمیر کے پاس ہے۔ تکلون کی تیسری

(3rd) صف کا علم سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے۔ اس علم کا رنگ بھی سیاہ (Black) ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یہ علم حباب بن مُنذر کے پاس ہے۔ سعد اور حباب دونوں

انصار ہیں (سیرت ابن ہشام: 812/2، موسوعة الغزوات الکبریٰ: 80/1، سبل الہدیٰ والرشاد: 24/4)۔

رسول اللہ نے بدر کے میدان میں عقبہ بن ربیعہ کو دیکھ کر کہا ہے:

”اس تو تم کے کسی شخص میں بھلائی (Goodness) ہے تو وہ سرخ

اُونٹ پر سرخ پگڑی والا خوبصورت سوار ہے۔ اگر یہ لوگ اس کی بات سن اور

مان لیں تو تباہی (Loss) سے بچ جائیں گے۔“ (مسند احمد: 10695)

جنگ شروع ہونے کو ہے۔ فوجیں اپنی صف بندی (Line up) مکمل کر چکی

ہیں۔ حکیم بن حزام اس وقت تک ایمان نہیں لائے اور قریش مکہ کی فوج میں شامل ہیں۔

حکیم کوشش کر رہے ہیں کہ جنگ نہ ہو اور قریش واپس چلے جائیں۔ جنگ کی صورت میں

دونوں طرف کے قبیلے رشتہ دار ہیں۔ دشمن کی موت کسی کو سکون نہیں دے گی۔ حکیم نے عقبہ کو

مشورہ دیا ہے کہ وہ عمرو بن حفص کی دیت (Blood money) خود ادا کر دے اور یہ جنگ

روکنے کی کوشش کرے۔ حکیم کی کوشش پر عقبہ بن ربیعہ اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے:

”جماعت قریش! تم محمد اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کر کے کیا

حاصل کرنا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! اگر تم قتل ہو گئے یا تم نے ان لوگوں کو قتل

کر دیا تو ساری زندگی ایک دوسرے سے آنکھیں نہیں ملا پاؤ (Face) گے۔

کسی نے اپنا بھائی قتل کیا ہوگا تو کسی نے اپنا چچا۔ ایک دوسرے کو دیکھو گے تو

تمہارا خون کھولے گا (Furious)۔ واپس مکہ چلو اور محمد کو باقی عرب قبیلوں پر

چھوڑ دو۔ اگر انہوں نے محمد کو ختم کر دیا تو تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔

اگر محمد اور اس کے ساتھی باقی عرب پر غالب (Victorious) آگئے تو ہماری

عزت بڑھے گی۔ تم اچھے سُلوک کی وجہ سے ان کے ساتھ شامل ہو سکو گے۔

ہمارے لیے یہی بہتری کا راستہ ہے۔ عرب تمہیں بزوری (Cowardness)

کا طعنہ (Taunt) دیں تو تم میرا نام لے لینا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں

ڈر لوک نہیں ہوں۔“ (مسند احمد: 10695، سیرت ابن ہشام: 622/2، دلائل النبوة لیبی: 64/3، مجمع

الروائد: 76/6، تاریخ طبری: 433/2، البلاء والنہاہ: 285/3)

حکیم اور عتبه ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ قریش کے پاس اس جنگ کا کوئی جواز (Reason) نہیں ہے۔ قریش اپنے قافلہ اور مال و دولت کو بچانے کے لیے نکلے تھے جو حفاظت سے مسلمانوں سے بہت دُور جا چکا ہے۔ مسلمانوں نے قریش کا کوئی نقصان کیا ہے نہ لوٹ مار۔ قریش پہلے ہی مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ (Economic siege) کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ زیادتی (Aggression) کر رہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں پر جنگ مسلط (Impose) کرنا صرف اور صرف ظلم ہے۔ اس جنگ میں دونوں طرف کا نقصان ہوگا۔ عرب کی روایات کے مطابق قریش مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ عرب کی تاریخ میں ایسی بہت سی لڑائیاں ہیں جن میں دشمن فوجیں میدان میں صف بندی کر لینے کے بعد بھی کسی عقل مند کی کوشش سے لڑے بغیر واپس ہو گئیں۔

(معد رسول اللہ: 263/1)

ابو جہل، عتبه کی باتیں سن کر کہہ رہا ہے:

”عتبه بزور (Coward) ہے۔ اسے ڈر ہے کہ اس کا بے دین بیٹا

ابو حذیفہ (Abu Hudhayfah) جو محمد پر ایمان لا کر یثرب ہجرت کر چکا اور

اس وقت جنگ کے میدان میں موجود ہے، مارا نہ جائے۔

محمد، عتبه کے چچا کا بیٹا ہے۔ اسے ڈر ہے کہ اس کا چچا زاد محمد نہ مارا

جائے۔ اللہ کی قسم ابا صفوان! جب دو (2) دلیر (Fearless) جنگ کے لیے

آمنے سامنے ہیں تو تم بزور ہو گئے ہو۔ اب تم ہمیں واپس جانے کا کہہ رہے

ہوتا کہ ہم دُنیا میں رُسوا ہو جائیں۔

اللہ کی قسم! ہم اُس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک

ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے۔“

ابو جہل نے عامر بن حضرمی (Aamir bin Hadrami) کو بھڑکایا (Incite)

ہے:

”تمہارا ڈر پوک (Coward) حلیف (Ally) عتبہ چاہتا ہے کہ ہم محمد

سے تمہارے بھائی کا بدلہ نہ لیں اور واپس چلے جائیں۔ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے

بھائی کی دیت (Blood money) قبول کر لو۔ کیا تمہیں دیت قبول کرتے

ہوئے شرم (Shame) نہیں آئے گی جبکہ تم اپنے بھائی کے قاتلوں سے بدلہ لینے

کی طاقت رکھتے ہو۔ اٹھو اور اپنا عہد (Commitment) پورا کرو۔“

عمر و بن حضرمی، سر یہ عبد اللہ بن جحش میں مارا گیا جس پر رسول اللہ نے

ناراضی کا اظہار (Expression of displeasure) بھی کیا تھا (معد رسول اللہ: 215/2)۔ رسول

اللہ عمر و کا خون بہا بھی ادا کر چکے ہیں (معد رسول اللہ: 218/2)۔ عرب کی روایت کے مطابق خون

بہا وصول (Receive) کر لینے کے بعد اُسی وجہ سے لڑائی کرنا یا بدلہ لینا بد عہدی (Break

of commitment) ہے لیکن قریش تو اس وقت ہر چیز بھلا کر مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے

ہیں۔ عام حالات میں اپنے وعدہ پر قائم نہ رہنے والے کو تمام عرب میں شرمندگی

(Embarrassment) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُسے ہر شخص طعنہ دیتا (Taunt) ہے۔

قریش کو اپنی روایات کا پاس نہیں۔

عامر بن حضرمی نے اپنے کپڑے پھاڑ کر اپنے سر پر خاک ڈال کر چیخ چیخ کر دُہائی

دینا (Calling for help) شروع کر دی ہے۔ وہ لوگوں کو جنگ پر اُکسا (Incite) رہا

ہے۔ اُنہیں شرمندہ (Embarrass) کر رہا ہے کہ میرے بھائی کا بدلہ نہیں لینا چاہتے اور

مٹھی بھر جاں نثار اگر مٹ گئے تو

جنگ کے بغیر واپس ہونا چاہتے ہیں۔ اُس نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ اب واپس نہیں جائے گا یہاں تک کہ محمد کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دے۔ ابو جہل اور عامر بن حضرمی کی باتیں سن کر قریش کی فوج میں لڑائی کے لیے جوش بڑھ گیا ہے۔ ان کا بس نہیں چل رہا کہ فوراً ہی مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیں۔

جنگ میں سب سے پہلی کارروائی قریش مکہ کی فوج سے رسول اللہ کی پھوپھی

(Paternal aunt) کے بیٹے اَسود بن عبدالاسد مخزومی (Aswad bin 'Abdul Asad

Makhzumite) نے کی ہے۔ اُس نے اعلان کیا ہے:

”میں نے خدا سے وعدہ کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے کنویں سے پانی

پی کر اُسے تباہ کر کے آؤں گا۔ چاہے اس میں میری جان ہی چلی جائے۔“

اَسود پانی کے کنویں کی طرف بڑھا تو اُس کا سامنا اپنے ماموں حمزہ سے ہو گیا ہے۔ اَسود نے پانی پینے کی اجازت مانگنے کی بجائے حمزہ پر تلوار کھینچ لی ہے۔ کنویں کے بالکل قریب دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ حمزہ کے وار سے اَسود کی پنڈلی (Calf) زخمی ہو گئی اور اس سے خون کا فوارہ (Fountain) پھوٹا ہے۔ اَسود زمین پر پیٹھ کے بل (On his back) گرا اور رینگ (Crawling) کر کنویں کی طرف جانے کی کوشش میں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ پانی کو خون آلود (Bloody) کر دے تاکہ یہ استعمال کے قابل نہ رہے۔ حمزہ نے اس پر دوسرا (2nd) وار کیا جس سے وہ مارا گیا ہے۔ جنگ بدر میں مارا جانے والا پہلا شخص قریش کی فوج سے اَسود بن عبدالاسد ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 318/2)

قریش کے لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی شامل ہیں، پانی پینے کے لیے کنویں کے پاس آئے ہیں۔ مسلمان فوج نے انہیں روکنا چاہا لیکن رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں پانی پینے دیا جائے۔

مسلمان فوج کے سب سے پہلے شہید مجمع (Mahj'a) ہیں۔ مجمع، عمر بن خطاب

کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ پانی پینے کے لیے تالاب (Pond) کے پاس ہیں کہ انہیں دشمن کا تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد بنی عدی بن نجار (Bani 'Adi bin Najaar) کے حارثہ بن سراقہ (Haarithah bin Suraaqah) شہید ہوئے ہیں۔ وہ بھی تالاب (Water tank) سے پانی پی رہے تھے کہ دشمن نے نشانہ باندھ کر (Target lock) تیر پھینکا جو ان کی گردن (Neck) میں لگا۔ (جامع ترمذی: 3174، السلسلہ

الصحيحہ: 1519، سیرت ابن ہشام: 6272)

ابھی باقاعدہ جنگ شروع نہیں ہوئی۔

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو ①

عرب میں جنگ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فوج کا بہادر میدان کے درمیان میں آکر اپنی تعریف کرتا ہے۔ اپنے خاندان کی خوبیاں (Qualities) اور بہادری بیان کرتا ہے۔ دشمن کو ڈرانے اور کمزور کرنے کے لیے اُن کے خلاف شعر و شاعری (Poetry) سناتے ہوئے اپنے مقابل (Opponent) کو لڑائی کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ سب لوگ اپنی ذاتی بڑائی (Personal stature) اور بہادری دکھانے کے لیے لڑتے ہیں۔ ان کے لیے انفرادی (Individual) بہادری سب سے اہم ہے۔ کوئی سپہ سالار (Commander in Chief) جب دیکھے کہ انفرادی لڑائی میں اُس کا نقصان زیادہ ہو رہا ہے تو دشمن پر حملہ کر دیتا ہے۔ اس زمانہ میں عرب میں لڑائی تلوار، تیر اور نیزے سے لڑی جاتی، جس میں جانی نقصان (Collateral damage) زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح دشمن کو قیدی بنا یا جانا بہت آسان ہے۔ اس قسم کی لڑائی میں فوج کی تعداد بہت اہمیت رکھتی ہے۔ فوج کی تعداد اگر دشمن کے برابر نہ ہو تو جویت (Victory) کا تصور (Imagine) بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مسلمان فوج کی تعداد قریش مکہ کے مقابلہ میں تیسرا حصہ (1/3rd) ہے جو عام لڑائی کی صورت میں شکست (Defeat) ہی کھاتی۔ جنگی اسلحہ اور ہتھیار (Equipment and Weapon) دشمن کے پاس مسلمانوں کی نسبت کئی گنا (Ten times) زیادہ ہیں۔ مال اور اسباب میں کوئی مقابلہ (Comparison) نہیں ہے۔ قریش مکہ بزدل نہیں اور جنگیں لڑنا ان کے لیے عام ہے۔ یہ لوگ تلواروں کے سائے میں ہی پلے بڑھے ہیں۔ موت سے نہیں

① ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو۔ (سنن ابی داؤد: 2665)

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھی جو

ڈرتے، ہر وقت مرنے اور مارنے کو تیار رہتے ہیں۔ ان سے جنگ کرنا کسی طور آسان نہیں ہے۔

مکہ کے لوگ اس بات کے لیے مشہور ہیں کہ جنگ میں جوش (Passion) کی بجائے دماغ (Brain) اور صلاحیت (Ability) سے کام لیتے ہیں۔ موت کے بارے میں عرب یہ عقیدہ (Belief) رکھتے ہیں کہ موت انسان کے ہاتھ میں نہیں، خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے کوئی میدان جنگ میں آئے گا تو وہ مارا نہیں جائے گا اگر اُس کی موت کا وقت نہ آچکا ہو۔ جنگوں میں بہادری دکھانے میں اس یقین کا بہت دخل (Role) ہے۔ اس وجہ سے عرب میدان جنگ میں موت کا خیال تک اپنے دماغ میں نہیں لاتے۔ وہ بڑے ٹھنڈے (Cool) دل اور دماغ سے لڑتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ مسلمان فوج کے پیچھے اونچے ٹیلے (Mound) پر موجود ہیں۔ ان کے لیے ایک سایہ دار جگہ بنائی گئی ہے۔ یہ جگہ کھجور کی شاخوں اور پتوں سے سایہ کئے ہوئے ہے۔ عرب اسے ”عریش“ (Areesh) کہتے ہیں۔ (اب اس جگہ پر ”مسجد عریش“ Masjid 'Areesh موجود ہے)

عتبہ بن ربیعہ، حکیم بن حزام اور مُتبہ بن حجاج کی جنگ سے بچنے کی کوششیں (Efforts) ناکام (Fail) ہو گئی ہیں۔ ابو جہل اور دوسرے قریشی سردار جنگ پر ٹلے ہوئے ہیں ابو جہل نے عتبہ کو مٹھنہ کرنے کے لیے کہا ہے:

”عتبہ کو بھوک لگی ہے، اسے ستو (Barley husk) پلاؤ۔“

یہ سن کر بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی عتبہ کو یہی بات کہی ہے۔ عتبہ غصہ میں آ گیا ہے۔ زرہ بکتر (Armour) پہنی اور سر پر پہننے کے لیے خود (Iron helmet) ڈھونڈ رہا ہے۔ عتبہ کا سر کافی بڑا ہے اسے کسی کا خود پورا (Fit) نہیں آیا۔ عتبہ نے خود پہننے کی بجائے اپنے سر پر پگڑی (Turban) باندھ لی ہے۔

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو

سورج نکلنے ہی قریش مکہ کی طرف سے تین (3) فوجی میدان میں آ کر اپنی اور اپنے باپ دادا کی بہادری بیان کرنے لگے ہیں۔ ان اشعار (Couplets) کا مقصد جنگ کا جوش بڑھانا اور مسلمانوں پر رعب (Terror) قائم کرنا ہے۔ قریش کی طرف سے آنے والے بہادر ہیں:

- 1 - 'Utbah bin Rab'iah 1- عتبہ بن ربیعہ
- 2 - Shaybah bin Rab'iah 2- شیبہ بن ربیعہ
- 3 - Walid bin 'Utbah 3- ولید بن عتبہ

عتبہ اور شیبہ آپس میں بھائی جبکہ ولید عتبہ کا بیٹا ہے۔ اس طرح تینوں کا تعلق بنی امیہ سے ہے۔ عتبہ اپنی فوج کا سپہ سالار (Commander in Chief) ہے۔ اپنی بہادری دکھانے کے لیے سب سے پہلے میدان میں آیا ہے کیونکہ ابو جہل نے اسے بڑوئی کا طعنہ (Taunt) دیا ہے۔ میدان کے درمیان (Middle) میں پہنچ کر انہوں نے جنگ کا نعرہ لگایا ہے:

هَلْ مِنْ مُبَارَزٍ (Hull Min Mubaaraz)

کون ہے جو ہم سے مقابلہ کرے گا؟ (مسند احمد: 10865)

جنگ میں اپنی صف (لائن۔ Row / line) سے آگے نکل کر جنگ کے لیے لڑنا (One on one fight) اور لڑائی کرنا مبارزت کہلاتا ہے۔ مسلمان فوج سے بھی تین (3) بہادر میدان جنگ میں ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ ان کے نام ہیں:

- 1 - 'Awf ibn 'Iffraa 1- عوف بن عفراء
- 2 - Mu'aadh (Mu'awadh) ibn 'Iffraa 2- معاذ (معوذ) ابن عفراء
- 3 - 'Abdullah bin Rawaahah 3- عبد اللہ بن رواحہ

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو

عبداللہ بن رواحہ، ذہین (Intelligent) شاعر ہیں۔ شاید ان کا میدان میں اس وقت نکلنا اپنی فوج کو جوش دلانا اور اس محاذ (Front) پر اپنے کلام سے دشمن کی برابری کرنا ہو۔ عوف ابن عفرأ (عوف بن حارث) ان چھ (6) انصار میں شامل ہیں جنہوں نے مکہ جا کر سب سے پہلے ایمان قبول کیا۔

قریش: ”تم لوگ کون ہو؟ ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔“

مسلمان مجاہد: ”ہم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔“

قریش: ”ہم تمہیں نہیں جانتے اور تم سے نہیں لڑیں گے۔ ہم مکہ کے اشراف (Elite) ہیں اور اپنے برابر کے لوگوں سے ہی لڑیں گے۔ ہمارے مقابلہ (Encounter) میں مکہ

کے اشراف کو بھیجو۔“ (مسند احمد: 10695، سنن ابی داؤد: 2665، السورة العلیہ: 170/2)

عمر بن خطاب (گرج دار (Roaring) آواز میں): ”سب مسلمان برابر ہیں۔ ان میں کسی کو دوسرے پر برتری (Preference) نہیں۔“

قریش: ”ہم نے مکہ کے رہنے والوں کو لڑنے کی دعوت دی ہے اور ہم انہیں پہچانتے ہیں۔ ہم انہی سے لڑیں گے۔ وہ ہمارے برابر کے لوگ ہیں۔“

عُتبہ نہایت سمجھدار (Wise) سردار ہے۔ اپنی قوم کے لوگوں سے لڑنے کے مطالبہ میں سمجھ داری یہ ہے کہ انصار سے جنگ، قتل و غارت سیاسی (Political) اور دفاعی (Defence) اعتبار سے مدینہ منورہ کے قبیلوں سے براہ راست (Direct) دشمنی کا باعث بن سکتی ہے۔ خون اور خون کا بدلہ شروع ہو سکتا ہے جو اپنی قوم سے لڑنے کی صورت میں نہیں ہوگا۔ رسول اللہ نے ہدایت دی ہے:

مسلمانوں کی طرف سے علی ابن ابی طالب جائیں اور ولید سے مقابلہ کریں۔

حمزہ بن عبدالمطلب شیبہ سے مقابلہ کریں اور عبیدہ بن حارث، عُتبہ کا مقابلہ کریں۔ (مسند

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو

اس وقت علی کی عمر پچیس (25)، حمزہ کی پچپن (55) اور عبیدہ کی پینسٹھ (65) سال ہے۔ عتبہ کی عمر اٹھاون (58)، شیبہ کی پینسٹھ (65) سال جبکہ ولید کی عمر تاریخ میں محفوظ (Recorded) نہیں۔ علی اور عبیدہ، رسول اللہ کے چچازاد، حمزہ آپ کے چچا ہیں۔ جنگ کی ابتدا میں رسول اللہ نے اپنے گھر کے لوگ سب سے پہلے بھیجے ہیں۔ مسلمان فوج کی طرف سے مقابلہ کے لیے نکلنے والے تینوں بہادروں نے خود (Iron helmet) پہن رکھے ہیں جس وجہ سے ان کی پہچان نہیں ہو رہی۔

عتبہ: ”تم لوگ ہم سے بات کرو تاکہ ہم پہچان سکیں تم کون ہو۔ اگر تم ہمارے برابر کے لوگ ہوئے تو ہم تم سے لڑیں گے۔“

حمزہ: ”میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں، بنی ہاشم کا شیر۔“

عتبہ: ”میں اپنے سب حلیفوں کا شیر ہوں۔ تم ہمارے برابر کے ہو لیکن تمہارے ساتھ کون ہے؟“

حمزہ: ”میرے بھتیجے علی ابن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث۔“

عتبہ: ”اب ٹھیک ہے۔ ہمارا مقابلہ ہمارے برابر کے لوگوں سے ہے۔“

جنگ بدر میں سب سے پہلے میدان میں آکر لڑنے والوں کے متعلق اللہ کریم

نے پیغام بھیجا ہے (صحیح بخاری: 3966, 3966, 4743, صحیح مسلم: 3033/7582, سنن ابن ماجہ: 2835):

هٰذِهِ خَصْمِيں اَخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۗ فَاَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
قَطَعَتْ لَهُمْ نِيَابَ مَنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ النَّحِيْمُ
(الفران۔ الحج۔ 19:22)

یہ دو (2) گروہ یعنی ایمان والے اور انکار کرنے والے اپنے رب

کے بارے میں لڑ رہے ہیں۔ انکار کرنے والوں کے لیے اللہ نے آگ کا

لباس (عذاب) تیار کر رکھا ہے۔ اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی (Boiling)

water) سزا کے طور پر اُنڈیا (Pour) جائے گا۔

ابو ذر غفاری قسم اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت قریش کے چھ (6) لوگوں کے لیے نازل ہوئی یعنی حمزہ بن عبدالمطلب، عبیدہ بن حارث اور علی ابن ابی طالب تین قریشی مسلمانوں کی طرف سے اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ قریش مکہ کی طرف سے۔ جنگ کی ابتدا میں اپنے بہترین فوجیوں کو بھیجا جاتا ہے تاکہ دشمن پر رعب (Awe) قائم کیا جاسکے۔

علی کے مقابلہ میں ولید بھی بہت بہادر اور پھرتیلا (Agile) ہے، مقابلہ سخت ہوگا۔ لڑائی شروع ہوئی ہے۔ تینوں بہادر اپنے اپنے دشمن سے تلواروں سے لڑائی کر رہے ہیں۔ دونوں طرف کی فوجوں کی نظریں میدان میں ہونے والی لڑائی پر ہیں۔ اس لڑائی کا نتیجہ بہت اہم ہے۔ یہ کیا؟ علی نے اپنی تلوار سے ولید کا خاتمہ (Killed) کر دیا ہے۔ علی کی تلوار سے ولید کا سر کٹنے (Behead) کے بعد زمین پر آگرا ہے۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ ایسے لگ رہا ہے جیسے ولید مقابلہ کئے بغیر ہی مارا گیا ہے۔ حمزہ نے بھی اپنے مخالف کو قتل کر دیا ہے۔ ان تینوں میں سے عبیدہ بن حارث زیادہ عمر کے ہیں۔ ان کا اور عتبہ کا مقابلہ جاری ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کیا ہے۔ عبیدہ کی ٹانگ عتبہ کے وار سے کٹ گئی ہے۔ علی اور حمزہ اپنے دشمن سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اس وقت کے جنگی اصولوں (War

principles) کے مطابق انہوں نے عبیدہ کی مدد کرتے ہوئے عتبہ کو بھی مار ڈالا ہے۔ یہ مقابلہ تین (3) فوجیوں کا دشمن کے تین (3) فوجیوں کے درمیان تھا۔ قریش مکہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔ ان کا سپہ سالار مارا گیا ہے۔ ان کے بہادر ایک لمحہ میں جان گنوا چکے ہیں۔ جنگ کی ابتدا (Beginning) ہی عجیب و غریب ہے۔ انہوں نے بے شمار جنگیں لڑی ہیں پہلے ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ اس معرکہ (Battle) میں مسلمانوں کا پلہ (Side) واضح طور پر بھاری رہا جس نے مسلمانوں کے حوصلے (Profile / spirits) مزید

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو

بلند کر دیئے ہیں۔ حمزہ اور علی، عبیدہ کو اٹھا کر لائے اور رسول اللہ کے پاس لٹا دیا ہے (مسند احمد: 10695، فتح الباری: 371/7، سنن ابی داؤد: 2865، سیرت ابن ہشام: 624/2)۔ عبیدہ بن حارث رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اگر آج چچا ابی طالب زندہ ہوتے اور مجھے اس حالت میں دیکھتے

تو انہیں پتہ چلتا کہ اُن کے اشعار (Poetry) کا حق دار (Deserving) میں ہوں۔“

ابی طالب کے اشعار کچھ یوں ہیں:

خدا کے گھر کی قسم!

تم نے جھوٹ بولا ہے کہ

ہم محمد کو چھوڑ دیں گے

ایسا اُس وقت تک نہیں ہوگا

جب تک نیزوں (Spearheads) اور تیروں سے

تم ہم پر حملہ آور نہیں ہوتے

محمد کو تمہارے حوالے کرنے سے پہلے

ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو

بھول چکے ہوں گے

ہماری لاشیں (Dead bodies)

محمد کے ارد گرد

خاک آلود (Buried in dust) پڑی ہوں گی۔

مٹی ہمارا بچھونا (Bed linen) ہوگی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: 56/4، معہد رسول اللہ: 505/1)

عبیدہ نے رسول اللہ سے پوچھا ہے:

ہم انہیں نہیں پہچانتے، ہمارے برابر کے لوگ بھیجو

”اللہ کے رسول! کیا میں شہادت سے محروم (Deprive) رہا؟“

رسول اللہ: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔“

عبیدہ بن حارث زنجی ہیں۔ ان کی مرہم پٹی (Dressing) کی جا رہی ہے۔ عبیدہ، رسول اللہ کی بات سن کر اطمینان سے لیٹے ہوئے ہیں۔ (سنن ابی داؤد: 2665، سیرت ابن ہشام: 624/2)

عبدالرحمن ابن ابوبکر ابھی ایمان نہیں لایا۔ وہ اس وقت قریش کی فوج کے ساتھ میدان بدر میں موجود ہے۔

ایک زمانہ بعد عبدالرحمن ابن ابوبکر نے اپنے والد سے کہا:

”بابا جان! بدر کی جنگ میں آپ کئی بار میری تلوار کی زد

(Range) میں تھے۔ میں نے آپ پر تلوار نہیں چلائی۔“

ابوبکر: ”بیٹا! اگر تم میری تلوار کی زد میں ایک بار بھی آجاتے تو میں اپنا ہاتھ کبھی نہ روکتا۔ میرے لیے حق اور سچ، رسول اللہ سے محبت اور دشمنی میں کوئی رشتہ اہم نہیں ہے۔ میں تمہیں دشمن کی طرف سے لڑتے ہوئے رسول اللہ کی محبت میں بیٹا سمجھ کر معاف نہ

کرتا۔ (السننک للعاکم: 475/3، نوادر الاسول: 496/1)

جو تیرا محبوب بندہ ہے تو اُس کی مدد کر

جنگ میں سپہ سالار (Commander in Chief) کا مارا جانا بہت بڑا واقعہ ہے۔ ابو جہل اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہہ رہا ہے:

عُتْبَہ، شیبہ اور ولید کے قتل سے تم لوگ پریشان نہ ہو، وہ اپنی جلد بازی (Haste) کی وجہ سے مارے گئے، اس میں مسلمانوں کا کوئی کمال نہیں۔ اگر سنبھل (Settle) کر مقابلہ کرتے تو مسلمانوں کو قتل کر دیتے۔ یہ مٹھی بھر بے دین لوگ (Handful) تمہارا ایک بھرپور حملہ (Fierce attack) بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کو قتل کرنے کی بجائے قیدی بناؤ۔ ہم انہیں لات و عزیٰ کے سامنے لے کر جائیں گے۔ انہوں نے اپنا دین چھوڑ کر جو غلطی کی ہے اُس پر شرمندہ (Ashamed) ہوں اور ہمارے خداؤں سے معافی (Forgiveness) مانگیں۔“

اب جنگ کی کمان ابو جہل کے پاس ہے۔ قریش کی فوج نے فیصلہ کیا ہے کہ ابو جہل کی حفاظت کا خصوصی انتظام (Special arrangements) کیا جائے۔ وہ نہیں چاہتے کہ اُن کا نیا سپہ سالار بھی مارا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک جنگی چال (War tactic) چلی ہے۔ ابو جہل کی زرہ اور جنگی ساز و سامان بنی مخزوم (Bani Makhzum) کے عبد اللہ بن منذر ابن ابورفاعہ ('Abdullah bin Mundhir ibn Abu Rafa'ah) کو پہنایا گیا ہے تاکہ مسلمان فوج اسے ابو جہل سمجھے۔ ابو جہل نے اپنے فوجیوں کا حوصلہ بڑھانے (Morale) کے لیے نعرہ لگایا ہے:

”ہمارا مددگار عزّی ہے اور دشمن کے پاس عزّی نہیں“

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا ہے کہ اس کے جواب میں نعرہ

لگائیں:

”ہمارا مددگار اللہ کریم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ ہمارے مقتول

(Martyrs) جنت میں جائیں گے اور تمہارے دوزخ کا ایندھن (Fuel of

Hell) بنیں گے۔“ (سبل الہدیٰ والرشاد: 36/4)

رسول اللہ (اپنی فوج سے): ”دشمن کے حملہ کرنے پر انہیں قریب آنے دینا۔ دشمن کے

قریب آنے پر ان پر تیر برسانا۔ دشمن کے مزید قریب ہونے پر ان پر پتھر پھینکنا۔

اُس کے بعد نیزوں اور تلواروں سے حملہ کرنا۔“ (مسند احمد: 10695)

رسول اللہ نے اپنی فوج کا ایک دستہ زبیر بن عوام کی کمان میں جس میں علی ابن

ابی طالب، حمزہ بن عبدالمطلب، ابودجانہ اور دوسرے بہادر شامل ہیں، باقی فوج سے علیحدہ

کر دیا ہے۔ رسول اللہ نے اس دستہ کو حکم دیا ہے:

”جب دشمن ہماری فوج سے لڑ رہا ہو تو تم لوگ ان پر پیچھے سے حملہ

کر دینا۔“

اس طرح رسول اللہ نے دشمن کو دو (2) طرف سے نشانہ بنانے کی ہدایت دی

ہے۔ اب ہر طرف لڑائی ہے۔ قریش کے لوگ اپنی انفرادی کامیابی (Individual

success) اور بہادری منوانے کے لیے لڑ رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ منتشر

(Dispersed) ہیں۔

اللہ کریم نے مسلمان فوجیوں کے لیے ہدایت بھیجی ہے:

اِذْ يُرِيحُ رِيْلُكَ اِلَى الْمَلِكَةِ اَنِي مَعَكُمْ فَتَبِعْتُمَا الَّذِيْنَ اَمَنُوا ۝

سَأَلْتَنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَأَضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ
وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (العران۔ الاصل: 8: 12) ط

پیارے رسول! آپ کے رب نے (میدان بدر میں) آپ کی مدد کے لیے فرشتے بھیجے ہیں جو آپ کے ساتھ دشمن کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ان فرشتوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ ایمان والوں کو ثابت قدم (Steadfast) رکھیں اور انکار کرنے والوں کے دلوں میں رعب (Awe) ڈال دیں۔ اس طرح دشمن بے بس ہو جائے گا۔ ایمان والوں کو چاہئے کہ دشمن کی گردنوں اور اُن کے جوڑوں (Joints) پر اپنی تلواروں سے چوٹ (Hit) لگائیں۔

ابو جہل نے مزید انفرادی (Individual) لڑائی لڑنے کی بجائے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ قریش مکہ نے اپنے نیزے بلند (Raise) کر دیئے ہیں۔ یہ اس بات کا نشان (Indication) ہے کہ اب ساری فوج دشمن پر حملہ کر دے۔ اب قریش مکہ میدان جنگ میں اپنے نیزے اور تلواریں ہاتھ میں لیے نعرے لگاتے مسلمانوں پر حملہ آور ہیں۔ رسول اللہ نے دشمن فوج کو حملہ کرتے دیکھا تو عریش چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے درمیان آگئے ہیں۔ رسول اللہ اب اپنے جاں نثاروں (Devotees) کے درمیان خود اس ٹکون (Triangle) کے اندر موجود ہیں۔ علی ابن ابی طالب بتاتے ہیں:

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جنگ بدر کے دن ہم رسول اللہ کی

اوٹ (Cover) لیتے تھے۔ رسول اللہ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب

تھے۔ اُس دن آپ نے ہم سب سے بڑھ کر شجاعت (Bravery)

اور بہادری کا مظاہرہ (Exhibit) کیا۔“ (مسند احمد: 10701)

رسول اللہ نے قرآن کریم کی وہ آیات (Verses) جن میں جہاد (Jihad /

Fighting for the cause of Allah کا حکم دیا گیا، تلاوت (Recite) کرنا شروع کر دی

ہیں۔ اللہ کریم کے احکام سن کر مسلمانوں میں جنگ کا جوش اور شہادت کا شوق بڑھ گیا ہے۔

دونوں فوجیں لڑنے کے لیے قریب آگئیں تو ابو جہل نے کہا ہے:

”اے خدا! یہ شخص محمد بہت زیادہ قطع رحمی (Breaking ties with

relatives) کرنے اور رشتہ داریاں توڑنے والا ہے۔ ہمارے پاس

غیر معروف (Unpopular) اور نئی نئی چیزیں لے کر آیا ہے، تو اُسے دو پہر

تک ہلاک (Kill) کر دے۔ اے خدا! ہم میں سے جو تیرا محبوب

(Beloved) اور تیرے ہاں پسندیدہ ہے، اُس کی مدد کر۔“ (مسند احمد: 10721،

دلائل النبوة: 74/3)

اسی بارے میں اللہ کریم کا فرمان ہے:

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْهُمْ

فَسَبِّحُوا لَهُمْ وَإِنْ تَعُوذُوا نَعُدْ وَلَنْ نُغْفِرَ عَنْكُمْ فِتْنَتَكُمْ إِذْ لَوْ

كُفِّرْتُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (القرآن- الاحقاف- 19:8)

پیارے رسول! انکار کرنے والوں سے کہہ دیں: اگر تم (حق و

صداقت (Truth) کا فیصلہ چاہتے ہو تو اللہ کا فیصلہ تمہارے پاس آ گیا ہے۔

اگر تم اب بھی جنگ سے رُک جاؤ (Desist) تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم نے

دوبارہ یہی حرکت کی تو میرا رب تمہیں دوبارہ یہی سزا دے (Punish) گا۔ تمہارا

جتنھا (Manpower) تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا خواہ اس کی تعداد زیادہ ہو۔

اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

رسول اللہ کے ہاتھ میں غضب (Adab) نام کی تلوار ہے۔ مسلمانوں کی تلواروں کی

اکٹھے ہی مقابلہ کر رہی ہے۔ یہ تگنوں اس طرح حرکت (Move) کر رہی ہے جیسے تین (3) مضبوط قلعے (Forts) ہوں۔ قریش کی فوج کسی طرح بھی مسلمانوں کے عقب (Rear) میں نہیں جاسکتی۔ وہ جدھر سے بھی حملہ کریں انہیں مسلمانوں کے ساتھ سامنے سے لڑنا پڑتا ہے۔ اس جنگی حکمت عملی (War Strategy) کی وجہ سے قریش بھاری فوج (Heavy army) کے باوجود مسلمانوں کا زیادہ نقصان نہیں کر پا رہے۔ وہ اس جنگ میں بے بس (Helpless) نظر آرہے ہیں۔ قریش نے اتنی بے بسی میں اس سے پہلے کبھی کوئی جنگ نہیں لڑی۔ اُن کی سمجھ سے باہر ہے کہ اتنی کم تعداد ہونے کے باوجود مسلمان ان پر حاوی (Dominating) کیوں ہیں؟

رسول اللہ کی جنگی حکمت عملی کامیاب رہی ہے۔ وہ دستہ جسے رسول اللہ نے باقی فوج سے علیحدہ رکھا، دشمن کا سب سے زیادہ نقصان کر رہا ہے۔ دشمن کو ایسی چال کی توقع ہی نہیں تھی۔ دو طرف سے حملہ اور گھڑسواروں کا ریتیلی زمین پر دلدلوں میں پھنس جانا، اُن کے لیے شدید پریشانی کا سبب ہے۔ اس وجہ سے اُن کا جانی نقصان بھی زیادہ ہو رہا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ

اللَّهِ وَالْآخَرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ

مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (القرآن-آل عمران-13:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! بے شک! تمہارے لیے دو

(2) گروہوں (Groups) میں واضح نشانی موجود ہے جو حق اور باطل کو صاف

صاف واضح (Differentiate) کر رہی ہے۔ میدان بدر میں لڑنے والا ایک

(1) گروہ اللہ کے رستے پر چلتے ہوئے جہاد کر رہا ہے اور دوسرا گروہ انکار

کرنے والا ہے۔ اللہ کی راہ پر چلنے والا گروہ اپنی آنکھوں سے دو گنا (Two

times) دشمن دیکھ کر بھی مطمئن (Satisfied) اور سکون میں ہے (At

peace)۔ اللہ کریم جسے چاہتا ہے اپنی مدد سے نوازتا اور قوت (Force) عطا

کرتا ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں (Wise) کے لیے نشانیاں ہیں۔

عوف ابن عفرہ (Awf ibn 'Iffraa) نے رسول اللہ سے پوچھا ہے:

”اللہ کے رسول! اللہ کریم اپنے بندے کے کس عمل (Act) پر ہنستا

(Laughs at) ہے؟“

رسول اللہ: ”اُس آدمی پر جو جنگ میں زرہ بکتر (Armour) اور سر پر لوہے کا خود (Iron

helmet) رکھے بغیر دشمن پر چھپٹ (Attack) پڑے۔“

یہ بات سنتے ہی عوف نے زرہ بکتر اور فولادی خود اتار پھینکی اور دشمن کی صفوں

میں گھس گئے ہیں۔ عوف تلوار چلاتے چلاتے شہید (Martyr) ہو گئے ہیں۔ (صحیح

مسلم: 1901/4915، طبقات الکبریٰ: 25/2، سنن الکبریٰ للبیہقی: 43/8، سیرت ابن ہشام: 827/2)

عمیر ابن ابی وقاص نے شہادت کے شوق میں اپنی جگہ چھوڑی اور بلند آواز سے

”میرے اور جنت کے درمیان فاصلہ چند قدم ہے،“ کہتے ہوئے دشمن فوج کے درمیان

گھس (Enter deep into files of enemy) گئے ہیں۔ قریش مکہ کی فوج نے انہیں

گھیرے میں (Surrounded) لے لیا اور عمیر شہید ہو گئے ہیں (امد الغابہ: 440/3)۔ عمیر کو سعید

بن عاص نے قتل کیا ہے (مسند احمد: 6607، صحیح مسلم: 1901/4915)۔ رسول اللہ عمیر کو دیکھ کر کہہ

رہے ہیں:

”میری ہدایات کو نہ بھولو (Forget)۔ جنت کی تمنا (Desire) میں اپنی

صف (لائن) نہ چھوڑو۔ اگر تم نے اپنی جگہ چھوڑی اور صف سے نکلے تو بڑت پرست

(Idol worshiper) تم پر غالب (Victorious) آجائیں گے۔“

نوفل بن خویلد قریش کی فوج میں شامل ہے۔ جنگ شروع ہوئی تو نوفل لوگوں کو

مسلمانوں کے قتل پر اُکسا (Incite) رہا ہے۔ وہ جنگ کی آگ بھڑکانے (Flare) کے لیے

پورا زور (Effort) لگا رہا ہے۔ وہ بلند آواز میں کہہ رہا ہے:

”قریش کی جماعت! آج برتری اور طاقت دکھانے کا دن ہے۔“

جلدی حملہ کرو اور دشمن کو سبق سکھا دو (Teach them a lesson)۔“

رسول اللہ نے یہ دیکھتے ہوئے اللہ کریم سے دُعا مانگی ہے:

”یا اللہ! تو مجھے نوفل بن خویلد کے لیے کافی ہے۔“ (المعازی

للوالدی: 96/1)

لڑائی کے دوران یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ گرز بن جابر المحاربی (Kurz bin Jaabir Al Mahaarbi) قریش کی مدد کے لیے مُکک (Reinforcement) لے کر بدر پہنچ

رہا ہے۔ یہ بات سن کر مسلمان پریشان ہیں۔ رسول اللہ اپنی فوج سے کہہ رہے ہیں:

”کیا ہوا اگر گرز قریش کی مدد کے لیے مُکک لے کر آ رہا ہے۔ اللہ

کریم تمہاری مدد (مُکک) کے لیے تین ہزار (3,000) فرشتے بھیج رہا ہے۔

اگر تم ایمان اور استقامت (Steadfastness) کے ساتھ لڑتے رہے تو میرا

رہ پانچ ہزار (5,000) فرشتوں سے ہماری مدد کرے گا۔“

اللہ کریم اپنے رسول کی تائیدیوں فرما رہا ہے:

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّن الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (القرآن-آل عمران-3: 125)

پیارے رسول! یاد کریں جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے:

کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار (3,000) فرشتوں سے

تمہاری مدد کرے جو اسی مقصد سے زمین پر اتارے گئے ہوں؟ کیوں نہیں:

اگر مسلمانوں نے صبر و استقامت (Endurance and persistence)

سے کام لیا، تقویٰ (Piety) پر قائم رہے اور کافروں نے اُسی دم حملہ کر دیا تو آپ کا رب، مسلمانوں کی مدد کے لیے (تین ہزار (3,000) نہیں بلکہ) پانچ ہزار (5,000) نشان والے (Marked) فرشتے بھیجے گا۔

علی ابن ابی طالب نے ابو جہل کو دیکھ کر اُس پر حملہ کیا ہے۔ علی نے اپنے خیال میں ابو جہل کو قتل کر دیا ہے۔ ابو جہل کی زرہ، جنگی ساز و سامان تو عبداللہ بن منذر ابن ابورفاعہ نے پہن رکھا ہے۔ اب ابو قیس بن ناکہ بن مغیرہ (Abu Qays bin Naakah bin Mughayrah) ابو جہل کی زرہ اور جنگی ساز و سامان پہنے ہوئے ہے۔ اس بار حمزہ بن عبدالمطلب نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا ہے۔ وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ قتل ہونے والا ابو جہل ہے۔ اب حرمہ بن عمرو (Harmalah bin 'Amr) اپنے سپہ سالار ابو جہل کا لباس اور زرہ کے ساتھ میدان میں موجود ہے۔ حرمہ بھی علی کا شکار ہو گیا ہے۔ قریش نے ابو جہل کا سامان اب خالد بن اعلم (Khalid bin A'alam) کے حوالے کیا ہے۔ خالد نے اسے پہننے سے انکار کر دیا ہے۔ ان سب لوگوں کا تعلق ابو جہل کے قبیلہ بنی مخزوم سے ہے۔ خالد کے انکار کے بعد زرہ اور جنگی سامان خود ابو جہل نے پہنا ہے۔ یوں ابو جہل اپنی فوج کی کمان اپنی زرہ پہن کر میدان میں خود کر رہا ہے۔ ابو جہل کے اردگرد سخت پہرہ (Gaurd) ہے۔ (الغازی للوالی: 80/1)۔

حمزہ اس جنگ میں بڑی بہادری سے لڑ رہے ہیں۔ حمزہ نے طعیمہ بن عدی (Mut'im bin 'Adi) (d:624) کو قتل کر دیا ہے۔ طعیمہ، مطعم بن عدی (Mut'im bin 'Adi) کا بھائی، جُجیر بن مطعم (Jubayr bin Mut'im) (d:679) کا چچا اور بنی نوفل کا سردار ہے۔

اس جنگ میں اللہ کریم نے فرشتوں کے ذریعے مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ فرشتے مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہیں۔ جبریل نے زرد (Yellow) رنگ کا عمامہ

باندھ رکھا ہے۔ جبکہ باقی فرشتے سفید (White) رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی مسلمانوں کے ساتھ قریش کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ابلیس جو سراقہ بن مالک کی شکل میں قریش کو مکہ سے نکلتے ہوئے ملا اور بنی کنانہ کی طرف سے یقین دلایا تھا کہ تم مسلمانوں پر حملہ کرو، تمہارے گھر والے محفوظ رہیں گے، میدان بدر میں موجود ہے۔ اُس نے فرشتوں کو مسلمان فوج کی مدد کرتے دیکھا تو چیخ کر (Crying loudly) کہہ رہا ہے:

”مسلمانوں کے لیے اللہ کی مدد آگئی، اپنی جان بچاؤ اور میدان

سے بھاگ جاؤ۔“

ابلیس نے میدان جنگ سے بھاگنے میں ہی خیریت (Safety) جانی ہے۔ ابو جہل کے بھائی حارث بن ہشام (Haarith bin Hisham) (d:634) نے اُسے بھاگتے دیکھا تو اُس کا بازو (Arm) پکڑ کر کہہ رہا ہے:

”ہمیں جنگ میں دھکیل (Push) کر اب تم کہاں بھاگ رہے

ہو؟“

حارث اُسے سراقہ بن مالک ہی سمجھ رہا ہے۔ ابلیس نے حارث کو ایک مٹکا (Punch) مارا اور بھاگتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ اور اُس کے

شدید عذاب (Torment) سے ڈرتا ہوں۔“ (تفسیر ابن کثیر: الانفال۔ 48:8، دلائل النبوة

لیبیہی: 79/3، المغازی للوالدی: 79/1، سیرت ابن ہشام: 10/3)

ابو جہل کو سراقہ (ابلیس) کے بھاگنے کا علم ہوا تو اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہہ رہا ہے:

”سراقہ کے بھاگ جانے سے ہمت نہ بارو (Not to lose

(courage، اُس نے تو پہلے ہی محمد سے ساز باز (Understanding) کر رکھی ہے کہ عین جنگ (In the middle of war) میں بھاگ جاؤں گا تا کہ قریش کے لوگ بھی میدان جنگ سے بھاگنے لگیں۔ اُسے اپنا انجام اُس وقت معلوم ہوگا جب ہم جنگ جیت کر قید پہنچیں گے۔ پھر ہم سراقہ کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے جسے لوگ دیر تک یاد رکھیں گے۔“

میرے دوست کا کیا ہوگا؟

قریش مکہ میں ایک سردار سعید بن عاص (Sa'eed bin 'Aas) ہے۔ اُس کے رُعب اور دببہ (Awe) کا عالم یہ ہے کہ سعید جس رنگ کا عمامہ باندھے مکہ میں کسی اور کو اُس رنگ کا عمامہ باندھنے کی اجازت (Permission) نہیں ہے (معد رسول اللہ: 329/1)۔ سعید بن عاص کا بیٹا عبیدہ بھی جنگ میں شامل ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو لوہے کی زرہ سے اس طرح چھپا رکھا ہے کہ اُس کی آنکھوں کے سوا کوئی اور چیز نظر نہیں آ رہی۔ گویا کہ عبیدہ پوری طرح لوہے میں محفوظ ہے۔ اُس کا سامنا زبیر بن عوام سے ہوا ہے۔ زبیر بتاتے ہیں:

” بدر میں میرا سامنا عبیدہ بن سعید بن عاص (Ubaydah bin

Sa'eed bin 'Aas) سے ہوا۔ وہ لوہے میں ڈھکا (Cover) ہوا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر کہا:

” ابا عبد اللہ! میں ابو ذات الکرش (Abu Zat Al Karsh)

(لشکر کا باپ۔ عبیدہ کی کنیت۔ Teknonymic) ہوں۔ اگر ہمت

(Courage) ہے تو میرے مقابلہ میں آؤ۔“ (صحیح بخاری: 3998)

میں نے اُس کی دعوت (Invitation) قبول کر لی۔ میں نے اپنی

برچھی (Spear) تاک کر (Pointing) اُس کی آنکھ میں اس زور سے دے

ماری کہ برچھی اُس کے چہرے میں پیوست (Pierced) ہو گئی۔ اُس ایک وار

نے ہی عبیدہ کا کام تمام کر دیا۔ میں نے اُس کے مرنے کے بعد برچھی نکالنا

چاہی تو وہ باہر نہ نکلی۔ میں نے اُس کے چہرہ پر پاؤں رکھا اور پوری طاقت سے

برچھی کھینچی، مجھے بار بار اسے کھینچنا (Pull) پڑا۔ برچھی بڑی ہی مشکل سے نکلی

لیکن برچھی کا پھل (Sharp razor head) ٹیڑھا ہو گیا۔“ (صحیح بخاری: 3998)

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برچھی زبیر بن عوام سے منگوائی اور اپنے پاس رکھ لی۔ رسول اللہ کے وصال تک یہ برچھی آپ کے پاس

ہی رہی۔ (صحیح بخاری: 3998، الاستیعاب: 453، التاریخ الإسلامی للعمیدی: 154/4)

ہجرت سے پہلے ابوالبختری بن ہشام (Abul Bakhtari bin Hishaam)

(d:624) کا رویہ (Attitude) رسول اللہ اور دوسرے مسلمانوں سے بڑا شریفانہ

(Reasonable) رہا۔ اس نے رسول اللہ کو اذیت (Persecution) دی نہ کبھی ایسی بات

کہی جس سے آپ کی دل آزاری (Hurt) ہوئی ہو۔ شعب ابی طالب (Sh'ayb Abi

Taalib) میں بنی ہاشم کے خلاف بائیکاٹ (Boycott) کے معاہدہ کو ختم کرنے والوں میں اس

کا کردار (Role) اہم تھا۔ رسول اللہ نے تمام صحابہ کو حکم دیا کہ جنگ کے لیے آنے کے باوجود

ابوالبختری کو قتل نہ کریں۔ ابوالبختری کا سامنا (Faced) مجذربن زیاد بلوی (Majdhar bin

Zyad Balwite) سے ہوا ہے۔ مجذربن ابوالبختری کو بتایا کہ رسول اللہ نے اُسے قتل کرنے

سے منع کیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اُس کا دوست جنادہ بن مالیحہ (Junaadah bin

Maleeha) مکہ سے جنگ کرنے کے لیے آیا ہے۔ ابوالبختری نے مجذربن زیاد سے پوچھا ہے:

”میرے دوست کا کیا ہوگا؟“

مجذربن زیاد: ”بخدا (Swear to God) ! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ نے ہمیں

صرف تمہارے بارے میں ہی حکم دیا ہے۔“

ابوالبختری: ”خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ اگر مرنا ہے تو ہم دونوں مریں گے تاکہ مکہ کی

عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے جان بچانے کے لیے اپنے

دوست کی زندگی کی پرواہ (Care) نہیں کی۔“

ابوالبختری عرب کی روایات کے مطابق اپنے دوست کی حفاظت کرتے ہوئے

میرے دوست کا کیا ہوگا؟

بہادری اور وفاداری (Loyalty) کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اس کے بعد ابوالخیر نے تلوار پکڑی اور یہ شعر پڑھتے ہوئے مجذّر پر حملہ کر دیا ہے:

”کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو نہیں چھوڑے گا
یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اُسے اپنا راستہ نظر آجائے“

اس لڑائی میں مجذّر کاپلہ بھاری رہا (Have upper hand) ہے۔ مجذّر نے نہ

چاہتے ہوئے ابوالخیر کی قتل کر دیا اور اُس کے دوست کو بھی۔ (ند الغابہ: 587/2، 47/4)

جنگ بدر:

①۔ وہ راستہ جس سے ابوسفیان کا قافلہ شام سے مکہ واپس گیا۔ یہ قافلوں کے گزرنے کا عام راستہ نہیں ہے۔

②۔ رسول اللہ کے لیے خیمہ (عریش)

③۔ پانی کے کنوئیں جو مسلمان فوج کے کنٹرول (Control) میں ہیں۔

④۔ دفاعی کٹون (Triangle)

⑤۔ زُبیر بن عوام کا دستہ جسے رسول اللہ نے باقی فوج سے علیحدہ رکھا۔

⑥۔ قافلوں کا شام سے مکہ سے جانے والا راستہ جسے روکنے کے لیے مسلمان نکلے۔

⑦۔ خشک کنواں جہاں قریش کے مرنے والوں کو دفن کیا گیا۔

⑧۔ قریش کی فوج۔

⑨۔ جنگ ہارنے کے بعد قریش کی فوج اس راستہ سے مکہ واپس گئی۔

عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے:

”جنگ بدر میں میری دائیں (Right) اور بائیں (Left) طرف دو

نوجوان (Young) انصاری لڑکے تھے۔ میں نے ان لڑکوں کو دیکھا تو خیال کیا

کہ اگر ان کی جگہ تجربہ کار (Experienced) اور آزمودہ کار (Tested) بہادر

مجاہد (Warrior) ہوتے تو بہت اچھا ہوتا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان

میں سے ایک نوجوان نے مجھ سے پوچھا:

”چچا! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے (Recognise) ہیں؟“

(عرب میں کسی بڑے کو بلانے کے لیے چچا کہہ کر مخاطب

(Address) کرتے ہیں)

میں: ”ہاں بیٹا! میں اُسے خوب پہچانتا ہوں۔ تمہیں اُس سے کیا کام ہے؟“

نوجوان: ”مجھے پتا چلا ہے کہ وہ دشمن اسلام، رسول اللہ کو برا بھلا (Reproach) کہتا

ہے۔ خدا کی قسم! میں اُسے دیکھ لوں تو میرا جسم اُس کے جسم سے اُس وقت تک جدا

(Separate) نہیں ہوگا جب تک ہم میں سے وہ نہ مر جائے جسے مرنے کی جلدی

ہے۔“ (صحیح مسلم: 1752/4569، سند احمد: 10704)

ابھی وہ اپنی بات پوری بھی نہیں کر پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے توجہ حاصل

کرنے کے لیے میری چنگلی (Pinch) لی اور مجھ سے وہی سوال کیا جو پہلے نوجوان نے کیا

تھا۔ میں نے دشمن فوج کی طرف دیکھا تو مجھے ابو جہل نظر آیا جو لوگوں کے درمیان چکر کاٹ

رہا (Moving around) تھا۔ ابو جہل اپنی فوج کو لڑنے کے لیے جوش (Excitement)

دلا رہا تھا۔ میں نے اُنکی کا اشارہ کرتے ہوئے اُنہیں بتایا کہ ابو جہل وہ ہے جس کے

بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میرا یہ کہنا تھا کہ دونوں بجلی کی تیزی سے ابو جہل کی

طرف بھاگے اور اُس پر حملہ کر دیا۔ ان نوجوانوں نے ابو جہل کو تلواروں سے گھائل

(Wounded) کر دیا اور اُس تیزی سے اپنی فوج میں واپس آگئے۔“ (صحیح مسلم:

1752/4569، سند احمد: 10704، صحیح بخاری: 4020)

ابو جہل پر حملہ کرنے کے بعد دونوں نوجوان رسول اللہ کے سامنے کھڑے اُنہیں

بتا رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! ہم نے آپ کے دشمن ابو جہل کو قتل کر دیا ہے۔“

رسول اللہ: ”تم میں سے کس نے ابو جہل کو قتل کیا ہے۔“

دونوں نوجوان: ”اللہ کے رسول! ابو جہل کو میں نے مارا ہے۔“

رسول اللہ: ”جس تلوار سے تم نے ابو جہل کو قتل کیا ہے اُسے ابھی صاف تو نہیں کیا؟“

دونوں نوجوان (ایک ہی وقت میں): ”نہیں۔ ہم نے ابھی اپنی تلوار سے اُس کا خون

صاف نہیں کیا۔“

رسول اللہ (تلواریں دیکھ کر): ”تم دونوں نے اُسے مارا ہے۔“ (صحیح بخاری: 3141-3988)

صحیح مسلم: 1752/4569، سیرت ابن ہشام: 634/2، مسند احمد: 10704)

ان نوجوانوں کا خیال ہے کہ یہ ابو جہل کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جبکہ

وہ ابھی زندہ اور زخمی ہے۔ ان نوجوانوں کا نام مُعاذ (Mu'aadh) اور معوذ

(Mu'awadh) (d:624) ہے۔ یہ دونوں بھائی ہیں۔ ان کے والد کا نام حارث ہے۔

ان کی والدہ کا نام عفرہ (Ifraa) ہے۔ عفرہ کا پورا نام عفرہ بنت عبید (Ifraa bint 'Ubayd

'Ubayd) ہے۔ معاذ، معوذ اور عوف اپنے والد کی بجائے اپنی والدہ کے نام سے پہچانے

جاتے ہیں۔ عفرہ کی پہلی شادی مکہ میں کبیر بن عبد یلیل (Abd Bakeer bin

Layl) سے ہوئی۔ کبیر سے ان کے چار (4) بیٹے ہیں جو مکہ میں پلے بڑھے۔ عفرہ کی

دوسری شادی مدینہ منورہ میں حارث سے ہوئی۔ دوسری شادی سے عفرہ کے تین (3) بیٹے

ہیں۔ عفرہ، رسول اللہ کے ہجرت کرنے سے پہلے بیعت عقبی ثانی (Aqabah Second

pledge) میں ایمان لائیں اور وفاداری (Loyalty) کا عہد کیا۔ اس طرح عفرہ کے

چار (4) بیٹے مہاجر اور تین (3) بیٹے انصار ہیں۔ عفرہ کو یہ اعزاز (Honour) بھی حاصل

ہے کہ ان کے ساتوں (All seven) بیٹوں نے جنگ بدر میں حصہ لیا۔ عفرہ کے

دو (2) بیٹے معوذ اور عوف جنگ بدر میں شہید ہوئے ہیں۔

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کوئی سردار قتل کرے؟ ①

دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی (Fierce fighting) ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی ابن ابی طالب سے کہا ہے کہ وہ انہیں ایک مٹھی خاک (Handful dust) دیں۔ رسول اللہ نے وہ مٹھی خاک قریش مکہ کی طرف پھینکتے ہوئے (Throw) کہا ہے:

”یا اللہ! ان کے دلوں پر رعب (Terror) چھا جائے اور ان کے قدموں پر لرزہ (Shivering) طاری ہو جائے۔ ان کے چہرے بگڑ جائیں۔“ (الغازی للوالدی: 88/1، صحیح الروالد: 84/6، سیرت ابن ہشام: 323/2)

اس کے ساتھ ہی قریش کی فوج میں افراتفری (Chaos) پھیل گئی ہے۔ میرے رب کو رسول اللہ کی یہ ادا (Act) اتنی پسند آئی کہ جبریل پیغام لائے ہیں:

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (القرآن۔ الانفال۔ 17:8)

پیارے رسول! حقیقت (Reality) یہ ہے کہ اس جنگ میں انہیں آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔ جوڑا تہ خاک (Particles of dust) آپ نے پھینکے (Throw)، وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکے ہیں۔ اللہ نے آپ پر ایمان لانے والوں کو اس جنگ میں حصہ لینے کا حکم دیا تاکہ انہیں شاندار اجر سے نوازے (Glorious reward)۔ بے شک اللہ خوب سننے اور

① کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کوئی سردار قتل کرے؟ (صحیح بخاری: 4020)

جاننے والا ہے۔

افزاتفری پھیلنے کے بعد قریش مکہ کی فوج نے مزید جنگ کرنے کی بجائے میدان سے بھاگنے میں خیریت جانی ہے۔ قریش کی فوج میں سب سے پہلے میدان چھوڑ کر بھاگنے والے کا نام خالد بن اعلم ہے۔ خالد ہی نے ابو جہل کی زرہ بکتر اور ہتھیار پھینکے سے انکار کیا تھا۔ حارث بن ہشام بھی اپنے بھائی ابو جہل کو شدید زخمی حالت میں چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔ قریش میں سے کسی نے یہ فکر نہیں کی کہ اپنے زخمی سپہ سالار کو اٹھا کر لے جائے۔ انہیں اپنے مقتولوں کی فکر (Worry) ہے نہ اس بات کی کہ ہمارے لوگ قیدی بنا لیے جائیں۔

عمر بن خطاب: ”قریش مکہ میدان سے بھاگ رہے تھے تو میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ آپ اپنی تلوار لہراتے ہوئے قریش کا تعاقب کر رہے ہیں۔ آپ کی زبان پر یہ آیات تھیں:

سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيَوْلُونَ الدُّبَيْرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَىٰ وَأَمْرٌ (القرآن۔ العنبر۔ 48:54)

پیارے رسول! بہت جلد آپ کے دشمنوں کی جماعت (Legion) کو شکست (Defeat) دے دی جائے گی۔ وہ پیٹھ پھیر کر (Turn their backs and flee) بھاگ جائیں گے۔ انکار کرنے والوں سے وعدہ پورا ہونے کا اصل وقت تو قیامت (Hour of doom) ہے۔ اُن کے لیے قیامت بڑی ہی دہشت ناک (Calamitous) اور تلخ ترین (Bitter) ہے۔ (صحیح بخاری: 3953، مستند احمد:

(129401)

عمر بن خطاب: ”ان آیات کا مطلب (Meanings) مجھے جنگ بدر کے دن سمجھ میں آیا۔“

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کوئی سردار قتل کرے؟

قریش مکہ میدان بدر سے بھاگتے ہوئے اپنی زرہ بکتر (Armour) اُتار کر پھینک (Throwing away) رہے ہیں تاکہ انہیں بھاگنے میں آسانی ہو۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کئی لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ قیدیوں کو رسیوں سے باندھا (Tie) گیا ہے۔

قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا میدان سے بھاگ رہے ہیں۔ مسلمان فوج ان کا تعاقب کر رہی ہے۔ علی کو نوفل بن خویلد نظر آیا ہے۔ علی کے علم میں ہے کہ رسول اللہ نے نوفل کے بارے میں میدان جنگ میں دُعا مانگی ہے۔ نوفل نے علی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پوچھا ہے:

”یہ کون ہے؟ لات وعزىٰ کی قسم! یہ مجھے قتل کرنے کے لیے آرہا ہے۔“

جبّار (ایک صحابی): ”ان کا نام علی ابن ابی طالب ہے۔“

نوفل: ”میں نے آج تک اس شخص سے بڑھ کر برق رفتار (Quick) آدمی نہیں دیکھا۔“

اتنی دیر میں علی نے نوفل پر حملہ کر دیا ہے۔ پہلا وار کرنے پر علی کی تلوار نوفل کی ڈھال میں پھنس گئی۔ دوسرے حملہ میں علی کی تلوار نوفل کی زرہ بکتر کو کاٹی ہوئی اُس کی پنڈلیوں تک پہنچ گئی ہے۔ علی کے تیسرے (3rd) وار نے نوفل کا کام تمام کر دیا ہے۔

رسول اللہ کچھ دیر بعد پوچھ رہے ہیں:

”کسی کو نوفل بن خویلد کے بارے میں علم ہے؟“

علی: ”جی ہاں! اللہ کے رسول! اُسے میں نے قتل کر دیا ہے۔“

رسول اللہ: ”تمام تعریفیں اللہ کریم کے لیے ہیں جس نے نوفل کے بارے میں میری دُعا

قبول کی۔“ (العزازی للوالدی: 96/1، محمد رسول اللہ: 298/2)

رسول اللہ کا ایک جاں نثار جنگ کے بارے میں یوں بتا رہا ہے۔

”بنی اُمیہ کے سردار ابوعلی (’Abu ’Ali) اور میرے درمیان مُعاہدہ (Written

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کوئی سردار قتل کرے؟

agreement) تھا کہ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد وہ مکہ میں میرے گھر والوں کا خیال رکھے اور حفاظت کرے گا۔ میں اس کے بدلہ (In return) میں اُس کے تجارتی قافلہ کی مدینہ منورہ کے علاقہ میں حفاظت کا ذمہ دار ہوں گا۔

مُعابہہ تحریر کیا جانے لگا تو میں نے اپنا نام عبدالرحمن لکھا۔ اُس نے ضد (Insist) کی کہ میں اپنا (ایمان لانے سے پہلے والا) نام عبدوَد (Abd Wudd) لکھوں تو مُعابہہ کیا جائے گا۔ میں نے اُس کی بات مان لی (صحیح بخاری: 2301)۔ اس کے علاوہ جب میرا دوست مجھے عبدوَد کے نام سے پکارتا تو میں اُسے جواب نہیں دیتا تھا۔ عبدالرحمن کے نام سے وہ مجھے پکارنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ہم دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ وہ مجھے عبداللہ کہہ کر پکارے گا۔ بدر کی لڑائی ختم ہوئی تو مجھے ابوعلی اور اُس کا بیٹا نظر آئے۔ میں نے اپنے دوست کی آواز سنی:

”عبداللہ! میں یہاں ہوں۔ میری مدد کرو۔ خدا امیری مدد کرو۔“

ابوعلی اور اُس کا بیٹا دونوں قریش کی فوج میں شامل تھے۔ میں دوڑتا ہوا ابوعلی کے پاس پہنچا۔ میں اپنے دوست کو بچانے کی خاطر اُسے پہاڑ کی دوسری جانب لے کر جانا چاہتا تھا۔ ابھی ہم کچھ دُور ہی گئے تھے کہ ہمیں بلال حبشی، عمار بن یاسر، حباب بن مُنذر، ضعیب بن یساف (Khubaib bin Yasaaf) اور چند انصاری مسلمان نظر آئے۔ بلال نے ابوعلی کو دیکھتے ہی کہا:

”یہ ہے ہمارا دشمن، اسے پکڑو، یہ بچ کر جانے نہ پائے! اگر یہ بچ

گیا تو میں نجات (Salvation) نہیں پاؤں گا۔ یہی ہے قریش کا ظالم سردار،

یہ کمزور مسلمانوں پر ظلم کرنے میں سب سے بڑھ کر تھا۔“ (صحیح بخاری: 2301)

میں نے اپنے دوست کو بچانے کے لیے اُس کو وہاں سے بھگانے کی کوشش کی۔ اُس کے بیٹے علی کو پیچھے چھوڑ دیا تاکہ انصاری اُس کے بیٹے کے ساتھ اُلجھیں

(Engage) اور اس کا فائدہ اٹھا کر میرا دوست بچ جائے، لیکن ایسا ہوا نہیں۔ انہوں نے علی کو فوراً ہی قتل کر دیا، جس کے بعد وہ میرے دوست کی طرف دوڑے۔ ابھی ہم چند قدم دور گئے تھے کہ انہوں نے ہمیں آلیا۔ ابوعلی زمین پر لیٹ گیا۔ میں ابوعلی کو بچانے کے لیے اُس کے اوپر لیٹ گیا (صحیح بخاری: 2301، سیرت ابن ہشام: 329/2، فتح الباری: 49/10)۔ انہوں نے ابوعلی پر حملہ کر دیا۔ حباب نے اسی حالت میں ابوعلی کی ناک (Nose) کاٹ دی۔ اس دوران حباب کی تلوار سے میرا بھی پاؤں زخمی ہو گیا۔ ابوعلی نے مجھے کہا:

”عبداللہ! تم ہٹ جاؤ۔ میں ان سے نمٹ (Deal) لوں گا۔“

میں: ”ابوعلی! میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا، بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ مگر آج بھاگنے کی گنجائش (Possibility) بھی نظر نہیں آتی۔“

اپنی جان بچانے کے لیے ابوعلی زخمی حالت میں وہاں سے بھاگا۔ بھاری بھر کم ہونے کی وجہ سے وہ ابھی کچھ دُور ہی گیا تھا کہ خبیب بن یساف نے اُسے جالیا۔ ابوعلی، خبیب پر مکہ میں ظلم کیا کرتا تھا اور بلال حبشی پر بھی۔ وہ مکہ میں غلاموں پر ظلم کرنے میں بدنام (Notorious) تھا۔ خبیب نے ابوعلی پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ ڈھیر (Killed) ہو گیا۔“ (سیرت ابن ہشام: 631/2)

یہ بھاری بھر کم (Heavyweight) قریشی سردار ابوعلی اُمیہ بن خلف تھا جو بلال حبشی کو پتی ریت (Burning sand) پر ننگے بدن لگاتا اور اُن کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ یہی اُمیہ، بلال حبشی کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا جو بلال کو مکہ کی گلیوں اور پہاڑوں پر گھسیٹتے (Drag) تھے۔ (صحیح بخاری: 2301، سیرت ابن ہشام: 631/2، محمد رسول اللہ:

(378/1)

زنجیر قفس ٹوٹ بھی جائے تو پرندے

صیاد کے نوچے ہوئے پر یاد رکھیں گے ①

عبداللہ بن مسعود (*'Abdullah bin Mas'ud*) مہاجر ہیں۔ مکہ میں اسلام لانے کے جرم (Crime) میں ابو جہل، عبداللہ کے سر کے بال پکڑ کر ان کے منہ پر تھپڑ مارا (Slap) کرتا، انہیں گالیاں دیا کرتا اور مختلف طریقوں سے انہیں ستایا (Tease) کرتا تھا۔ عبداللہ غریب تھے اور قبیلہ کے لحاظ سے کمزور ہونے کی وجہ سے بے یار و مددگار (Helpless) بھی۔ ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ ابو جہل کے خلاف جوابی کارروائی (Retaliate) کر سکتے (معد رسول اللہ: 564/1)۔ جنگ ختم ہونے کے بعد رسول اللہ نے صحابہ کو ابو جہل کی تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود بھی اسی ارادہ سے نکلے ہیں۔ انہیں ابو جہل نظر آ گیا جو ابھی زندہ ہے۔ وہ زمین پر گرا پڑا ہے۔ ابو جہل اپنے جسم کے کسی حصہ کو حرکت (Movement) نہیں دے پا رہا۔ اُس کا سارا جسم لوہے کی زرہ میں چھپا ہوا ہے۔ تلوار اُس کے ہاتھ میں ہے جسے اُس نے اپنی ٹانگوں کے اوپر رکھا ہوا ہے۔

عبداللہ نے ابو جہل کے ارد گرد چکر کاٹا، اپنی تلوار سے اُس کا سر کاٹنے (Behead) کا ارادہ کیا لیکن انہیں خیال آیا کہ ان کی تلوار پرانی ہے، شاید ابو جہل کی گردن نہ کاٹ سکے۔ انہیں یاد آ گیا کہ مکہ میں ابو جہل ان کے بالوں کو کھینچتا کرتا تھا۔ عبداللہ نے ابو جہل کے سر سے لوہے کا خود (Iron helmet) اُتارا اور اپنی تلوار کے دستے (Handle) سے ابو جہل کے سر پر ضربیں (Hitting) لگانا شروع کر دی ہیں۔ اس کے نتیجے میں ابو جہل کی گرفت (Grip) اُس کی تلوار پر کمزور پڑ گئی ہے۔ عبداللہ نے ابو جہل کی تلوار اُٹھالی ہے۔ اس جاں کنی (Dying moments) کے عالم میں ابو جہل نے عبداللہ سے پوچھا ہے:

”کیا تم لوگوں نے مجھ سے بڑا کوئی سردار قتل کیا ہے؟ فتح کس کی

① عالم کاظم ختم بھی ہو جائے تو مظلوم کو گزر رہا وقت اور اٹھانی گئی انٹینس نہیں بھولیں

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کوئی سردار قتل کرے؟

ہوئی؟“ (صحیح بخاری: 3962, 3963)

عبداللہ: ”اللہ اور اُس کے رسول کی فتح ہوئی ہے۔ اللہ نے تمہیں رُسوا (Disgrace) کر دیا ہے۔“

ابوجہل: ”اس میں رُسوائی والی کیا بات ہے۔ جنگ میں سردار زخمی اور قتل ہوتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی کو میرا پیغام دینا کہ عُمر بھر میں اُس کا دشمن رہا اور اس وقت بھی میرا دشمنی کا جذبہ بہت شدید (Intense) ہے۔“

عبداللہ اُس کی چھاتی (Chest) پر چڑھ کر بیٹھ گئے ہیں۔ ابوجہل، عبداللہ کو پہچانتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”او بکریوں کے نکلے چرواہے (Useless shepherd)! تُو نے

بڑے دُشوار (Difficult) زینہ (Step) پر پاؤں رکھا ہے۔ تاریخ میں یہ پہلا (1st) موقع نہیں کہ ایک غلام اپنے آقا کو قتل کر رہا ہے۔ مجھے دکھ صرف اس بات کا ہے کہ مجھے تم قتل کر رہے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے تمہارا کوئی سردار قتل کرے؟“ (سیرت ابن ہشام: 636/2، تاریخ الاسلامی للعبیدی: 158/4، المغازی

للوالدی: 82/1)

عبداللہ نے ابوجہل کی تلوار سے وار کر کے اُس کی گردن جسم سے جدا (Separate) کر دی ہے۔ (صحیح بخاری: 4020، فتح الباری: 369/7) عبداللہ نے ابوجہل کا پیغام رسول اللہ کو پہنچایا تو آپ کہہ رہے ہیں:

”فرعون (Pharaoh) کو ڈوبتے ہوئے موت نظر آئی تو کہہ اٹھا

کہ میں موسیٰ کے خدا پر ایمان لاتا ہوں لیکن اس اُمت کے فرعون (ابوجہل) کی اسلام دشمنی میں مرتے وقت بھی کمی نہ ہوئی بلکہ اضافہ ہو گیا۔“ (سنن ابی داؤد:

2709، مستند احمد: 444، 403، البدایہ والنہایہ: 289/3، سیرت ابن ہشام: 636/2)

رسول اللہ نے ابو جہل کی تلوار عبد اللہ بن مسعود کو دے دی ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ایک مسلمان مجاہد جو مجاہد ہے میدان جنگ میں یہ دیکھنے کے لیے کہ قریش مکہ میں سے کون کون مارا گیا، ایک لاش کے قریب سے گزرا ہے۔ اس نے لاش کو غور سے دیکھا تو غم زدہ (Sad) اور پریشان ہو گیا ہے۔ رسول اللہ نے اسے اس حال میں دیکھ کر پوچھا ہے:

”تم آج غمزدہ کیوں ہو؟ آج تو اللہ نے ہمیں فتح دی ہے۔“

نوجوان: ”اللہ کے رسول! میرا والد سمجھ دار (Sensible) اور جہاں دیدہ (Experienced) انسان تھا۔ اُس کی نرم طبیعت اور اچھی صفات (Attributes) کی وجہ سے مجھے بڑی اُمید تھی کہ وہ ایمان لے آئے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہ بغیر ایمان لائے ہی مارا گیا ہے۔ میں اسی وجہ سے غمگین (Sad) ہوں۔“ (سیرت ابن کثیر: 262)

(سیرت ابن ہشام: 629/2)

یہ نوجوان قریش کی نوج کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ کا بیٹا ابو حذیفہ ہے۔ ابو حذیفہ ابتدائی دنوں (Early days) میں ہی رسول اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔ اسی وجہ سے بہت سختیاں (Hardships) دیکھیں۔ حبشہ کے لیے ہجرت بھی کی (محمد رسول اللہ: 450/1)۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے ابو جہل نے عتبہ کو اسی بیٹے کے بارے میں طعنہ دیا تھا۔ (محمد رسول

اللہ: 260/2)

جنگ بدر میں لڑائی صرف ایک دن ہی ہوئی۔ جنگ میں اللہ کریم کی مدد سے فتح حاصل ہوئی ہے۔ ظاہری اسباب میں مسلمانوں کی بہادری بھی کمال لیکن جنگ جیتنے کی بنیادی وجہ (Basic reason) رسول اللہ کی جنگی حکمت عملی (War strategy) ہے۔

کس کا وعدہ سچا نکلا؟ ①

قریش کی فوج کے میدان جنگ سے چلے جانے کے بعد مسلمانوں کو احساس ہوا کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار مارے گئے ہیں۔ عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں:

”قسم ہے اُس ذات کی جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا! رسول اللہ نے جنگ سے پہلے میدان بدر میں قریشی سرداروں کے مارے جانے کی جگہوں کی نشاندہی (Marked) کی، سب کے سب اُنہی جگہوں پر مارے گئے جو رسول اللہ نے جنگ سے پہلے بتائی تھیں۔“ (صحیح

مسلم: 2873/7222)

عبداللہ بن مسعود: ”مکہ میں رہتے ہوئے عقبہ ابن ابو معیط نے بیت اللہ میں رسول اللہ کے سجدہ میں جانے پر آپ کے کندھوں اور گردن پر اونٹ کی گندگی سے بھری اوجھڑی (Rumen) رکھ دی تھی۔ رسول اللہ اس وزن کے نیچے بے بس ہونے کی وجہ سے اُٹھ نہیں پا رہے تھے۔ اُمیہ اور دوسرے قریشی سردار یہ منظر دیکھ کر قہقہے (Laughter) لگا رہے تھے۔ سیدہ فاطمہ نے اپنے بابا کی جان اس مصیبت سے چھڑائی۔ رسول اللہ نے بیت اللہ سے واپس جاتے ہوئے جن لوگوں کے نام لیے، میں نے اُن تمام قریشی سرداروں کو میدان بدر میں قتل ہوتے دیکھا۔“ (صحیح

بخاری: 6520، صحیح مسلم: 1794/4649، سنن نسائی: 308، السلسلہ صحیحہ: 2840، محمد رسول اللہ: 563/1، سیرت

ابن ہشام: 644/2)

● کس کا وعدہ سچا نکلا؟ (مسند احمد: 10709)

مسلمان شہدا کو دفن کرنے کے بعد رسول اللہ نے قریش مکہ کے مقتولین (Killed) کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایسا جنگی روایات (War customs) کے برعکس (Contrary) کیا جا رہا ہے۔ فاتح فوجیں (Victorious armies) اپنے دشمن کے مقتولین کی لاشوں کی بے حرمتی (Desecration) کرتی ہیں۔ قتل کرنے والے مقتولین کے جسم کے اعضاء (Parts) اپنی فتح کے نشان (Victory souvenir) اور یادگار کے طور پر کاٹ لیتے ہیں۔ دشمن کی لاشوں کو جانوروں اور گلنے سڑنے (Rotting) کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ نشان عبرت (Lesson) بنیں۔ رسول اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ رسول اللہ نے قریش مکہ کی لاشوں کو ایک گڑھے (Pit) میں ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

تیسرے (3rd) دن رسول اللہ نے مدینہ منورہ واپس جانے کا حکم دیا ہے۔ آج پیر (Monday) کا دن ہے اور 20 رمضان المبارک۔ رسول اللہ کی سواری تیار ہے۔ رسول اللہ پیدل چلتے ہوئے اُس گڑھے (کنوئیں) کی طرف جا رہے ہیں جس میں دشمن کی لاشیں دفن کی جا رہی ہیں۔ اُمیہ بن خلف بھاری بھرم (Heavyweight) ہے۔ اُس کے جسم کو ٹانگ سے پکڑ کر کھینچا گیا تو اُس کی ٹانگ جسم سے علیحدہ (Separate) ہو گئی ہے۔ بازو سے پکڑ کر کھینچا گیا تو وہ بھی جسم سے علیحدہ ہو گیا ہے (صحیح مسلم: 1794/4650)۔ اب اُس کے جسم کو دھکیل کر گڑھے (Pit) میں پھینکا جا رہا ہے۔ ابو جہل کو اس گڑھے میں پھینکا گیا تو رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اگر آج چچا ابی طالب زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ ہماری تلواروں

نے سردارانِ قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔“

ابی طالب کے اشعار (Verses) کچھ یوں ہیں:

”اللہ کے گھر کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے کہ

ہم محمد کو چھوڑ دیں گے

ایسا اُس وقت تک نہیں ہوگا
جب تک نیزوں اور تیروں سے
تم ہم پر حملہ آور نہیں ہوتے
ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو
بھول چکے ہوں گے
ہماری لاشیں
محمد کے ارد گرد
خاک آلود (Buried in dust) پڑی ہوں گی
مٹی ہمارا بچھونا (Bed linen) ہوگی
اللہ کی قسم! جو میں دیکھ رہا ہوں
اگر ایسا ہی ہوا
تو ہماری تلواریں
تمہارے سرداروں کی گردنیں (Necks)

کاٹ رہی ہوں گے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: 56/4، معبد رسول اللہ: 1/505)

صحابہ بھی رسول اللہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ گڑھے کے کنارے (Edge)
کھڑے ہو کر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”عمر و بن ہشام (ابو جہل)، اُمیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ
بن ربیعہ، اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت (Follow) کرتے تو
کیا آج مسرور (Happy) نہ ہوتے؟ اللہ اور اُس کے رسول نے تم سے جو
وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اُس وعدہ کو سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو
وعدہ کیا تھا، میں نے اُسے سچا پایا ہے۔ تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا،

کیا تم نے اُسے سچا پایا؟

تم اپنے نبی کے بہت بُرے رشتہ دار تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا
(Denied) اور لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے گھر سے نکالا اور لوگوں
نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔“

(مسند احمد: 10709، فتح الباری: 377/7)

عمر بن خطاب حیرانی (Surprise) کا اظہار کرتے ہوئے رسول اللہ سے پوچھ
رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! انہیں مرے ہوئے تین (3) دن گزر چکے ہیں،
آپ انہیں آج آواز دے (Calling) رہے ہیں۔ بغیر روح (Soul) کے جسم
کیسے سُن (Hear) سکتے ہیں؟“

رسول اللہ: ”اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں تم لوگ
ان (دشمنوں) سے زیادہ نہیں سُن رہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں یہ سُن رہے ہیں لیکن
جواب دینے کی قوت (Ability) سے محروم (Deprived) ہیں۔“ (صحیح بخاری:

3976, 1370، فتح الباری: 377/7، مسند احمد: 6145، صحیح ابن حبان: 6525، المستدرک للحاکم: 4995، البدایہ و

النبایہ: 357/3، المغازی للوالدی: 112/1)

اس گڑھے میں قریش کے چوبیس (24) بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں موجود
ہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق قریش کے سرداروں کی لاشیں ایک بند (اندھے۔ Dry)
کنوئیں میں ڈال دی گئی ہیں۔ ایسا بھی تاریخ میں پہلی بار ہوا۔

رسول اللہ جنگ کے بعد تین (3) دن میدان بدر میں قیام کرنے کے بعد
مدینہ منورہ آگئے ہیں۔ قریش کے ستر (70) قیدی، رسول اللہ کے واپس پہنچنے کے ایک

(1) دن بعد مدینہ منورہ پہنچے ہیں (مسند احمد: 8608)۔ دوسرے دن رسول اللہ کے سامنے قیدی پیش کئے گئے ہیں۔ اس زمانہ میں جنگی قیدی (Prisoners Of War - POW) انہیں کہا جاتا ہے جو میدان جنگ (Battlefield) میں پکڑ لیے جائیں۔ جنگی قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا یا آگ جلا کر انہیں اس میں زندہ پھینک دیا جاتا ہے۔ تیسری صورت (3rd option) یہ ہے کہ انہیں غلام بنا لیا جائے یا غلاموں کی منڈی (Market) میں بیچ دیا جائے۔

رسول اللہ نے اپنے صحابہ سے قیدیوں کے بارے میں رائے لی ہے۔

ابو بکر: ”اللہ کے رسول! یہ لوگ ہمارے چچا زاد ہیں۔ قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح جو سرمایہ (Funds) اکٹھا ہوگا وہ مسلمانوں کے کام آئے گا۔ اللہ کی رحمت (Blessing) سے کوئی بعید (You never know) نہیں کہ ان میں سے کئی لوگ ایمان لے آئیں۔“ (صحیح مسلم: 1763/4588، مسند احمد: 10695)

(بعد کے زمانہ میں بدر کے ستر (70) قیدیوں میں سے اٹھارہ (18) لوگ

رسول اللہ پر ایمان لے آئے)

عمر: ”اللہ کے رسول! یہ سب قریش کے اہم لوگ ہیں اور ہمارے سخت دشمن۔ عقیل ابن ابی طالب کو علی کے حوالے کریں، فلاں کو میرے حوالے کریں وہ میرا رشتہ دار ہے۔ فلاں کو حمزہ بن عبدالمطلب کے حوالے کریں۔ ہم اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کی گردنیں اڑائیں۔ یہاں تک کہ اللہ دیکھ لے کہ ہمارے دلوں میں ان مشرک دشمنوں کے لیے رحم نہیں ہے (مسند احمد: 8613)۔ ہر قیدی کو اُس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالے کر دیا جائے اور انہیں حکم دیا جائے کہ وہ ان کی گردنیں اڑادیں کیونکہ یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ رشتہ دار کے قتل کرنے کی وجہ سے کوئی خون بہا (Blood money) نہیں مانگ سکتا گا۔ اگر آج ان قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا تو یہ اسلام دشمنی پر قائم اور ہمیں مزاحمت (Resistance) دیتے رہیں گے۔“ (صحیح مسلم: 1763/4588، مسند

(احمد: 10895)

سعد بن معاذ: ”اللہ کے رسول! یہ پہلی جنگ ہے جس میں دشمن کو شکست ہوئی ہے۔ ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔“

عبداللہ بن رواحہ: ”اللہ کے رسول! ایک وادی میں بڑی مقدار (Quantity) میں ایندھن (Fuel) اکٹھا کیا جائے۔ اس میں آگ جلائی جائے، پھر اس بھڑکتی ہوئی آگ (Flaming fire) میں سارے جنگی قیدیوں کو جلا دیا جائے۔“

رسول اللہ نے ابو بکر کی رائے کو پسند کیا اور اس پر عمل کیا گیا ہے۔ اللہ کریم نے اس فیصلہ کی تائید (Approve) یوں کی ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثَخَّنَ فِي
الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ (القرآن- الانعام- 67:8)

پیارے رسول! نبی کے لیے مناسب یہی ہے کہ انکار کرنے والوں کا زور توڑنے کے لیے پہلے زمین میں جنگ کرتے ہوئے خوب خون بہا دے، پھر بے شک انکار کرنے والے لوگ اُس کے قیدی بن جائیں۔ اے لوگو! یہ تم ہو کہ دُنیا کا سامان چاہتے ہو جبکہ اللہ تمہارے لیے آخرت (Eternal life) چاہتا ہے۔ اللہ بڑی ہی عزت اور حکمت والا (All-wise) ہے۔

-ہے-

اُسے فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیتا

جنگی قیدیوں میں دو (2) لوگ ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو مکہ میں بہت تکلیفیں دی تھیں۔ ان میں سے ایک نضر بن حارث بن علقمہ جبکہ دوسرا عقبہ ابن ابو معیط ہے۔ یہ دونوں جنگ میں قید کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ نے انہیں قتل کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔ انہیں سزا (Punishment) جنگ میں قید ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ مسلمانوں پر بے پناہ (Extraordinary) ظلم کرنے اور مکہ میں مسلمانوں کو اذیتیں (Torture) دے کر قتل کرنے کی وجہ سے سزا سنائی گئی ہے۔ عقبہ کو قتل کیا جانے لگا تو اُس نے پُوچھا ہے:

”آپ جو سلوک میری قوم کے باقی لوگوں کے ساتھ کریں، وہی میرے ساتھ کریں۔ اگر انہیں قتل کریں تو مجھے بھی قتل کر دیں۔ اگر آپ ان پر احسان (Favour) کریں تو مجھ پر بھی احسان کریں۔ سب قریشیوں کو چھوڑ کر صرف مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟“

عاصم بن ثابت: ”اللہ اور اُس کے رسول سے تمہاری دشمنی کی وجہ سے۔“

رسول اللہ: ”تمہیں اللہ اور اُس کے رسول سے دشمنی کی سزا میں قتل کیا جا رہا ہے۔“

عقبہ ابن ابو معیط کو عاصم بن ثابت (d:625) (Aasim bin Thaabit) نے قتل کیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت (Explanation) ضروری ہے کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے والے بہت سے قریشی سردار جنگ بدر میں مارے گئے۔ رسول اللہ کا عقبہ ابن ابو معیط اور نضر بن حارث کے قتل کا حکم ذاتی انتقام (Personal revenge) کے لیے نہیں بلکہ اُن کے مکہ میں دوسرے مسلمانوں پر کئے جانے والے ظلم کا بدلہ ہے۔

نضر بن حارث ایک شاعر اور طبیب (Physician) ہے۔ کمزور مسلمانوں پر ظلم کرنے میں نضر پیش پیش (In the front) رہا۔ نضر کی مصعب بن عمیر سے قریبی رشتہ داری ہے۔ نضر نے مصعب سے کہا ہے:

”اپنے صاحب سے میری سفارش کرو کہ وہ مجھے قتل نہ کرے۔“

مصعب: ”مجھے تمہارے ظلم یاد ہیں جو تم کمزور مسلمانوں پر ڈھاتے رہے ہو۔ میں تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔“

نضر کو علی ابن ابی طالب نے قتل کیا ہے۔ نضر کی بہن ثقیلہ بنت حارث (Qutaylah bint Haarith) کو بھائی کے قتل کی خبر ملی تو اُس نے ایک دردناک (Painful) مرثیہ (Elegy) لکھا ہے:

اے سوار (Rider)

منزل اُٹیل (Uthayl) کا سفر

پانچ (5) دن میں طے ہوتا ہے

وہاں سوائے ہوئے ایک شخص کو

میرا پیغام پہنچانا کہ

جب تک اُونٹنیاں

آتی جاتی رہیں گی

تمہیں سلام پہنچتا رہے گا

میری طرف سے اُسے

ایک ڈپکا (Dropping) ہوا

اور

• مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام

گلے میں اُٹک (Stuck) جانے والا آنسو

نذر ہو

اگر میں آواز دوں

تو

کیا نضر میری آواز

سُن لے گا؟

وہ تو

ابدی نیند (Eternal sleep) سو رہا ہے

وہ کیا سُنے گا؟

محمد! تم اپنی قوم کی

بہترین ماں کے بیٹے ہو

اگر احسان (Favour) کرتے

تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوتا

بعض وقت انسان

غصّہ بھی

احسان سے بدلتا ہے

اگر تم فدیہ (Ransom) لیتے

تو ہم قیمتی (Precious)

اور عزیز ترین (The dearest) چیزیں

تمہاری نذر (Vow) کرتے

جو لوگ تمہارے قیدی ہوئے

نظر اُن میں

تمہارا قریبی (Close) تھا

اگر آزادی کسی کا حق تھا

تو نظر

اِس کا سب سے زیادہ حقدار (Deserving) تھا

کیسے کیسے رشتے ختم کر دیئے گئے

اُس کے قریشی بھائیوں نے

اپنی تلواریں

اُس کے خون سے

سُرخ (Red) کیں

قیدی بنا کر

اُسے سختی (Harshly) کے ساتھ

کھینچا (Drag) گیا

اُسے

موت کی طرف کھینچا گیا

وہ تو ایک

بے بس قیدی تھا،

بے بس قیدی (سیرت ابن ہشام: 45/3، البدایہ والنہایہ: 306/3)

رسول اللہ یہ مرثیہ سن کر بھیگی (Wet) ہوئی آنکھوں کے ساتھ کہہ رہے ہیں:

”اگر یہ اشعار (Verses) میں نے نظر کے قتل سے پہلے نے

ہوتے تو میں اُسے فدیہ (Ransom) لیے بغیر آزاد کر دیتا۔“ (اسد الغابہ: 379/5)

یقین آئے بھی تو کیسے؟

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران-3:169)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جو لوگ جنگ کے دوران اللہ کے راستے میں قتل (Slain) کر دیئے گئے انہیں ہرگز مُردہ (Dead) خیال (Consider) نہ کرو۔ وہ مُردہ نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، انہیں اُن کے رب کی طرف سے رزق بھی دیا جاتا (Sustenance) ہے۔

مسلمان مجاہدین (Mujahideen / Warriors) میں سے چودہ (14) لوگوں نے شہادت پائی ہے (البدایہ والنہایہ: 330/3)۔ ان میں سے تیرہ (13) لوگ میدان بدر میں ہی دُفن کر دیئے گئے ہیں۔ عبیدہ بن حارث مدینہ منورہ واپسی کے راستے میں صُفراء (Sufraa) کے مقام پر شہادت کے رُتبہ (Honoured status) پر فائز ہوئے (سنن ابی داؤد: 2665، مسند ابن ہشام: 624/2)۔ انہیں وہیں دُفن کیا گیا ہے۔

اے راہِ حق کے شہیدو، وفا کی تصویر
تمہیں وطن کی ہوا میں سلام کہتی ہیں
لگانے آگ جو آئے تھے آشیانے کو
وہ شعلے اپنے لہو سے بجھا دیئے تم نے
بچا لیا ہے تیبی سے کتنے پھولوں کو

سہاگ کتنی بہاروں کے رکھ لیے تم نے
تمہیں چمن کی فضا میں سلام کہتی ہیں

شہدائے بدر کے نام ہیں:

مہاجر شہداء کے نام

- 1 - 'Ubaydah bin Haarith bin 'Abdul Mut-talib عُبَیْدَہ بن حارِث بن عبدالمطلب
- 2 - 'Umair ibn Abi Waqqaas عُمَیْر ابن ابی وقاص
- 3 - Dhu Shamalain bin 'Abd 'Amr ذُو شَمَالِیْن بن عبدعمر و
- 4 - 'Aaqil bin Abubakar عاقل بن ابوبکر
- 5 - Mahj'a bin Saaleh مَجْع بن صالح
- 6 - Safwaan bin Bidaa صَفْوَان بن بیضا

انصار شہداء کے نام

- 1 - S'ad bin Khaythmah سعد بن خیشمہ
- 2 - Mubashir bin 'Abdul Mundhir مبشر بن عبدالمذہر
- 3 - Haarithah ibn Suraaqah حارِثہ ابن سُرَاقَہ
- 4 - M'uawadh ibn 'Ifraa معوذہ ابن عفرہ
- 5 - 'Awf ibn 'Ifraa عوف ابن عفرہ
- 6 - Raaf'ay bin M'alaah رافع بن معلی
- 7 - 'Umair bin Hamaam عُمَیْر بن حمام
- 8 - Yazid bin Haarith یزید بن حارِث

یقین آئے بھی تو کیسے؟

میدان بدر سے کامیابیاں سمیٹتا ہوا لشکرِ اسلام (Islamic army) مدینہ منورہ کی طرف رواں دواں ہے۔ قریش کے قافلہ کو روکنے کے لیے نکلنے والا لشکر، جنگ کی بھرپور تیاری کے ساتھ نکلنے والی خود سے تین گنا (3 times) بڑی فوج کو ہرا کر واپس آ رہا ہے۔ جب یہ لشکر اُٹیل کے مقام پر پہنچا تو رسول اللہ نے زید بن حارثہ، عبد اللہ بن رواحہ کو حکم دیا ہے کہ وہ لشکر سے پہلے مدینہ منورہ پہنچیں اور لوگوں کو فتح کی خوشخبری (Good news) سنائیں۔ عبد اللہ بن رواحہ محلّہ عالیہ (Upper) پہنچ کر اعلان کر رہے ہیں:

”گروہ انصار! سب لوگوں کو رسول اللہ کی سلامتی (Safety) کی خوشخبری ہو۔ بہت سے مشرک قتل کر دیئے گئے ہیں۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے، حجاج کے دونوں بیٹے، عمرو بن ہشام (ابو جہل)، زمعہ بن اسود، امیہ بن خلف مارے گئے۔ سعید بن عاص اور اُس کا بیٹا عبیدہ مارے گئے۔“

سہیل بن عمرو، عمرو ابن ابوسفیان، عبد اللہ بن اُبی بن خلف، وہب بن عمیر اور عباس بن عبدالمطلب سمیت (Including) بہت سے لوگ قیدی بنا لیے گئے ہیں۔“

عاصم بن عدی (Aasim bin 'Adi): ”میں نے عبد اللہ بن رواحہ کو اعلان کرتے سنا تو مجھے یقین نہ آیا۔ میں نے عبد اللہ کو لوگوں سے الگ لے جا کر پوچھا: ”ابن رواحہ! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟“

عبد اللہ: ”خدا کی قسم! میں سچ بتا رہا ہوں۔ کل صبح رسول اللہ تشریف لے آئیں گے، تم خود دیکھ لینا۔ مکہ کے قیدی زنجیروں (Chains) میں ہوں گے۔“

اس کے بعد عبد اللہ بن رواحہ انصار کے گھر گھر جا کر فتح کی خوشخبری سنارہے ہیں۔ یہ خبر سن کر بچے گلیوں میں دیوانہ وار (Crazily) دوڑ رہے ہیں۔ وہ خوشیاں منا رہے

(Celebrating) ہیں۔ اُٹیل کے مقام سے زید بن حارثہ رسول اللہ کی اُوٹنی (قصویٰ) پر سوار مدینہ منورہ فتح (Victory) کی خبر دینے کے لیے آئے ہیں۔ زید شہر کے نشیبی (Low lying) محلوں میں اعلان کر رہے ہیں:

”سب کو مبارک ہو (Congratulations)، دشمن کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ عمرو بن ہشام مارا گیا، عتبہ مارا گیا، شیبہ مارا گیا، ولید مارا گیا، ابوالہختری مارا گیا، زمعہ مارا گیا، امیہ بن خلف مارا گیا، کنظلہ ابن ابوسفیان مارا گیا، عامر بن حضرمی مارا گیا، سعید بن عاص مارا گیا، عبیدہ بن سعید بن عاص مارا گیا، عقبہ ابن ابومعیط مارا گیا، طعیمہ بن عدی مارا گیا، نضر بن حارث مارا گیا، عاص بن ہشام مارا گیا۔ قریش کے ستر (70) لوگ مارے گئے ہیں۔“ (مسند احمد: 8608)

زید بن حارثہ کی بات پر منافقوں (Hypocrites) کو یقین نہیں آ رہا۔ منافق ہی کیا، مدینہ منورہ میں موجود کسی کو بھی زید بن حارثہ کی بات پر یقین نہیں آ رہا۔ یہودیوں کا خیال بھی منافقوں سے مختلف نہیں ہے۔ زید نے کہا ہے:

”بڑے بڑے سردار قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ ابو یزید سہیل بن عمرو، عبداللہ بن اُبی بن خلف، عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان کا بیٹا عمر و قیدی بنا لیے گئے ہیں۔“

اب تو زید بن حارثہ کی بات پر مدینہ میں رہنے والے مسلمانوں کو بھی یقین نہیں آ رہا۔ کچھ لوگوں نے زید سے کہا ہے:

”تم جنگ سے بھاگ کر آئے ہو اور ہمارے سامنے بڑی بڑی باتیں بنا رہے ہو۔“

یقین آئے بھی تو کیسے؟

اسامہ بن زید: ”مجھے اپنے والد کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے سردار مارے اور اتنے قیدی بنا لیے جائیں۔ اس بات پر یقین اُس وقت آیا جب میں نے اپنی آنکھوں سے قیدی دیکھے۔“

ایک منافع: ”ان لوگوں کا لشکر تتر بتر (Disperse) ہو گیا ہے اور اب اس کے دوبارہ جمع (Gather) ہونے کا بھی کوئی امکان (Chance) نہیں، بہت سے مسلمان مارے گئے ہیں۔ محمد کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ میدان چھوڑ کر بھاگ آیا ہے۔ جس اونٹنی پر زید سوار، یہ محمد کی اونٹنی ہے۔ ہم اسے خوب پہچانتے ہیں۔ زید اہل مکہ کے خوف (Fear) سے ایسے بڑے بڑے اعلان (Announcement) کر رہا ہے۔ ابھی کچھ دیر میں قریش مکہ بھی یہاں پہنچ رہے ہوں گے پھر تم لوگوں کو میری بات کا یقین آئے گا۔“

اسامہ بن زید: ”رسول اللہ واپس آئیں گے تو میں انہیں بتاؤں گا، وہ مسلمانوں میں مایوسی اور بددلی پھیلانے پر تمہارا سر قلم (Behead) کروادیں گے۔“

منافع: ”میں نے تو وہی کہا جو سنا ہے۔“ (سیرت ابن ہشام: 624/2، البیہ و النہایہ: 304/3، سبل الہدی و

الرشاد: 57/4)

دوسری طرف، قریش مکہ میدان بدر سے بھاگے اور سفر کرنے لگے ہیں۔ قریش مکہ کا لشکر جو اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کرنے اور مسلمانوں کو سبق سکھانے (Teach them a lesson) نکلا تھا، اُسے کافی دن گزر چکے ہیں۔ مکہ میں موجود لوگوں کو کچھ خبر نہیں کہ بدر میں کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ بار بار شہر سے باہر نکل کر یثرب سے آنے والے راستہ پر جاتے اور اپنے عزیزوں (Relatives) کے بارے میں کسی خبر کا انتظار کرتے ہیں۔ اُن میں بے چینی (Anxiety) بڑھ رہی ہے۔ وہ طرح طرح کے خیالات (Thoughts) میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کبھی انہیں خیال آتا ہے کہ ہمارے لشکر (Army) نے مسلمانوں کا

خاتمہ (End) کر دیا ہوگا۔ اب وہ مسلمانوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لا رہے ہوں گے۔ کبھی سوچتے ہیں کہ فتح کے بعد ہماری فوج جشن منا رہی ہوگی۔ انہیں یہ خیال بھی آتا ہے کہ ہمارے بہادروں نے مسلمانوں کو ختم کر دیا ہوگا اور اب یثرب میں کارروائی کر رہے ہوں گے، جیسا کہ انہوں نے اپنے خط میں اہل مدینہ کو دھمکی (Threat) دی تھی۔

جنگ بدر میں قریش کے ستر (70) لوگ مارے اور ستر (70) ہی قیدی بنا لیے گئے ہیں (صحیح مسلم: 1763/4588، مسند احمد: 10695)۔ جنگ بدر میں مارے جانے والے قریش کے اہم لوگوں کے نام ہیں:

- 1 - 'Utbah bin Rab'iah - عتبہ بن ربیعہ
- 2 - Walid bin 'Utbah bin Rab'iah - ولید بن عتبہ بن ربیعہ
- 3 - Shaybah bin Rab'iah - شیبہ بن ربیعہ
- 4 - Umayyah bin Khalf - اُمیہ بن خلف
- 5 - 'Ali bin Umayyah bin Khalf - علی بن اُمیہ بن خلف
- 6 - 'Amr bin Hishaam (Abu Jehl) - عمرو بن ہشام (ابو جہل)
- 7 - 'Aas bin Hishaam - عاص بن ہشام
- 8 - Sa'eed bin 'Aas bin Umayyah - سعید بن عاص بن اُمیہ
- 9 - 'Ubaydah bin Sa'eed bin 'Aas - عبیدہ بن سعید بن عاص
- 10 - Mas'ud ibn Abu Umayyah - مسعود ابن ابو اُمیہ
- 11 - Hanzlah ibn Abu Sufyan - حنظلہ ابن ابوسُفیان
- 12 - Haarith bin 'Amir bin Nawfal - حارث بن عامر بن نوفل
- 13 - Ta'eemah bin 'Adi - طیعمہ بن عدی

- 14 - Nawfal bin Khauwaylid bin Asad - نوافل بن خویلد بن اسد
- 15 - Zam'ah bin Aswad bin Mut-talib - زمعہ بن اسود بن مطلب
- 16 - 'Aqeel bin Aswad bin Mut-talib - عقیل بن اسود بن مطلب
- 17 - Abu Qays bin Walid - ابو قیس بن ولید
- 18 - Nubayyah bin Hajjaaj - نُبیہ بن حجاج
- 19 - Munabbah bin Hajjaaj - مُنبہ بن حجاج
- 20 - 'Amr bin 'Uthmaan - عمرو بن عثمان
- 21 - Qays bin Faakah - قیس بن فاکہ
- 22 - Aswad bin 'Abdul Asad - اسود بن عبد الاسد
- 23 - Abul 'Aas bin Qays bin 'Adi - ابو العاص بن قیس بن عدی
- 24 - Umaymah bin Rafa'a ibn Abu Rafa'a - اُمیمہ بن رفاعہ ابن ابورفاعہ
- 25 - Abul Bakhtari 'Aas bin Hishaam - ابوالبختری عاص بن ہشام
- 26 - 'Aamir bin Hadrami - عامر بن حضرمی

جنگ بدر میں سب سے زیادہ نقصان ابوسفیان بن حرب کی بیوی ہندہ بنت عتبہ (Hindah bint 'Utbah) کا ہوا ہے۔ اس جنگ میں ہندہ کا والد (عتبہ)، چچا (شیبہ)، بھائی (ولید بن عتبہ) اور ابوسفیان کا بیٹا (حظلمہ) مارے گئے ہیں۔

یہ پاگل ہو گیا ہے

بدر سے مکہ واپس آنے والا پہلا شخص حسیمان بن عبد اللہ خُزاعی (Heesmaan bin 'Abdullah Khuza'ite) ہے۔ لوگوں نے اُسے آتے دیکھا تو اُن کے چہرے پر خوشی اور مسکراہٹ (Smile) پھیل گئی ہے۔ اُس کے قریب آنے پر اُنہوں نے پوچھا ہے:

”لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا؟ تم اپنے پیچھے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟“

حسیمان: ”عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابو الحکم (ابو جہل)، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، عقبہ ابن ابو معیط، زمعہ بن أسود، عبیدہ بن ججاج، مُذنبہ بن ججاج، ابو البختری بن ہشام، طیمہ بن عدی، سعید بن عاص، عبیدہ بن سعید بن عاص، کنظلہ ابن ابوسفیان اور کئی دوسرے سردار مارے گئے ہیں۔ میں نے ابویزید (سہیل بن عمرو)، عبد اللہ بن اُبی بن خلف، ابوعمارہ عباس بن عبدالمطلب اور عمرو ابن ابوسفیان کورسیوں میں جکڑا (Tied) ہوا دیکھا ہے۔“

سننے والے لوگوں کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا۔ اُن کا خیال ہے کہ حسیمان جھوٹ بول رہا ہے۔ صفوان بن امیہ اس وقت حجر (حطیم) میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے یہ بات سنی تو کہہ رہا ہے:

”یہ پاگل (Insane) ہو گیا ہے، اس کے ہوش و حواس

(Senses) ٹھکانے نہیں ہیں۔ اس سے میرے بارے میں پوچھو تو بے معنی

(Meaningless) اور بے بنیاد (Baseless) جواب دے گا۔“

حسیمان سے صفوان بن امیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ کہہ رہا ہے:

یہ پاگل ہو گیا ہے

”وہ دیکھو صفوان حجر میں بیٹھا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے اس کے

والد اور بھائی کی لاشوں کو اپنی آنکھوں سے میدان بدر میں دیکھا ہے۔“

اس کے بعد بھی حسیمان کی باتوں کا کوئی یقین نہیں کر رہا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے قریشی سردار مارے جائیں۔ وہ پہلی دفعہ جنگ لڑنے تو نہیں گئے۔ حسیمان کے بعد رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد ابوسفیان بن حارث مکہ واپس پہنچا ہے۔ ابولہب اپنے بھتیجے (Nephew) سے جنگ کا حال پوچھنے آیا ہے۔ ابوسفیان کہہ رہا ہے:

”خدا کی قسم! ہمارا مقابلہ ایک ایسی قوم سے ہوا کہ ہم نے اپنی

گردنیں (Necks) اور کندھے (Shoulders) اُن کے حوالے کر دیئے۔

وہ جیسے چاہتے تھے ہمیں قتل کرتے اور قیدی بناتے رہے۔ خدا کی قسم! اُن

کے فوجی سفید چمک دار (White glittering) گھوڑوں پر زمین کے درمیان

معلق (Suspended) تھے۔ ہم اُن کا مقابلہ کیسے کرتے؟“ (مسند احمد: 10695)

جیسے جیسے لوگ مکہ پہنچ رہے ہیں مکہ میں سوگ (Mourning) کی کیفیت

(State) طاری ہوتی جا رہی ہے۔ گھر گھر سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آنے لگی ہیں۔

عورتوں نے غم اور غصہ میں اپنے سروں سے بال اُتراوا (Shave) دیئے ہیں۔ گھر کی خواتین

مرنے والے کی سواری کے ارد گرد جمع ہو کر سینہ پیٹتی ہیں (Beating their chest)۔ پھر

اُس سواری کو لے کر مکہ کی گلیوں میں گھومتی (Roam around) اور فریاد (Cry) کرتی

ہیں۔ اپنے بالوں کو نوچتیں (Pull)، اپنے منہ پر طمانچے (Slaps) مارتیں اور اپنا گریبان

پھاڑ (Tear off) ڈالتی ہیں۔ (سبل البدی والرشاد: 67/4، المغازی للوالئی: 120/1)

مرنے والوں کا سوگ مناتے ہوئے اُنہیں خیال آیا کہ ایسا کرنے پر مسلمان

خوشیاں منائیں گے۔ اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ رونے سے اُنہیں اپنے مرنے والوں پر صبر

آجائے گا۔ اگر وہ نہ روئیں تو اُن کا مسلمانوں سے انتقام کا جذبہ (Passion for

یہ پاگل ہو گیا ہے

(revenge) باقی رہے گا۔ وہ بدلہ لینے کے لیے تیار رہیں گے۔ اس لیے مکہ میں بدر کے مقتولین کے لیے رونے پر پابندی (Restriction) لگا دی گئی ہے۔ اَسود بن مطلب (Aswad bin Mut-talib) کے دو (2) بیٹے زمرہ (Zam'ah)، عقیل (Aqeel) اور ایک (1) پوتا (Grandson) حارث بن زمرہ (Haarith bin Zam'ah) جنگ بدر میں مارے گئے ہیں۔ اَسود کے پاس رونے کے سوا اب کچھ بچا ہی نہیں۔ مکہ کے سرداروں کے فیصلہ کے بعد اسے رونے کی آزادی نہیں ہے۔ ایک رات کسی عورت کے رونے اور چیخنے کی آواز اَسود کے کان میں پڑی ہے۔ اس نے اپنے غلام کو معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے:

”کیا بدر کے مقتولین کے لیے رونے کی اجازت مل گئی ہے؟“

غلام (واپس آ کر): ”ایک بیوہ (Widow) کا اُونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اُس کے غم (Grief) میں رو رہی ہے۔“

اَسود بن مطلب نے یہ سن کر ایک نظم کہی ہے:

وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ

اُس کا اُونٹ

گم ہو گیا ہے

وہ شدتِ غم (Severity of grief) سے

سو نہیں پار رہی

اُسے کہو

اُونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے

رونا ہے تو

بدر کے سانحہ (Tragedy) پر روئے

قسمت (Luck) نے ہمارا
 ساتھ نہیں دیا
 اگر تم رونا چاہتی ہو
 تو عقیل اور حارث کے قتل پر روؤ
 وہ شیروں کے شیر (Extremely powerful) تھے
 اُن سب پر روؤ
 جو بدر میں مارے گئے
 کوئی بہادر
 ابو حکیمہ (Abu Hakimah) (زمعہ) کے برابر کا نہیں تھا
 ہمارے سردار مارے گئے
 اب ایسے لوگ
 ہمارے سردار ہیں کہ
 بدر کا حادثہ (Accident) نہ ہوتا
 تو وہ کبھی

سردار نہ بنتے (سیرت ابن ہشام: 647/2، البدایہ والنہایہ: 309/3)

مکہ میں مرید (Mureed) نام کا ایک میدان (Ground) ہے۔ اس میدان
 میں قافلے آکر ٹھہرتے (Stay) ہیں۔ یہیں لوگوں کی آپس میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ ایک
 دوسرے سے سفر اور شہروں کے حالات پوچھتے ہیں۔ بدر کی جنگ کو ابھی ایک (1) ہفتہ
 (Week) گزرا ہے۔ وہاں موجود لوگ ایک بڈو (Bedouin) کے اردگرد جمع ہیں۔
 ابولہب کا یہاں سے گزر ہوا تو وہ بھی بڈو کی باتیں سننے کے لیے رک گیا ہے۔ بڈو لوگوں کو
 جنگ بدر کی باتیں سنارہا ہے۔ بڈو کہہ رہا ہے:

”مسلمان کہتے ہیں کہ اس جنگ میں اُن کی مدد کے لیے ہزاروں فرشتے آسمان سے اُترے (Descend)۔ ان فرشتوں نے مسلمانوں کی طرف سے جنگ لڑی اور قریش کو شکست (Defeat) ہوئی۔“

عرب کے لوگ بُتوں کی عبادت کرنے کے باوجود فرشتوں پر یقین رکھتے ہیں۔
 بدو: ”میں نے خود اُن میں سے کچھ فرشتوں کو دیکھا ہے۔ فرشتوں نے ایک جیسا لباس پہنا ہوا تھا اور سفید گھوڑوں پر سوار آسمان سے اُتر رہے تھے۔“

شاید اس بدو نے اپنی بات کو زیادہ موثر (Effective) بنانے کے لیے خود فرشتوں کو دیکھنے والی بات کہی ہے۔ لوگ اس بدو کی باتیں بڑے غور (Keen interest) سے سن اور اس کی باتوں کا اثر (Influence) لے رہے ہیں۔ ابولہب یہ معاملہ (Situation) دیکھ کر پریشان ہے۔ بدو کی باتوں کا اثر ختم کرنے کے لیے ابولہب کہہ رہا ہے:

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ بدر کی جنگ میں آسمان سے مسلمانوں کی مدد کے لیے کوئی فرشتے نہیں اُترے۔“

ابولہب نہیں چاہتا کہ لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے ایسے خیالات پیدا ہوں کہ اُن کی مدد کے لیے بدر میں آسمان سے فرشتے اُترے یا لوگ سوچیں کہ مسلمانوں کو خدا کی مدد حاصل تھی۔ اس سے اسلام کے پیغام پر یقین کرنے والوں کی تعداد بڑھے گی۔
 بدو: ”جیسے میں تمہیں یہاں کھڑے دیکھ رہا ہوں، ایسے ہی میں نے اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو جنگ میں اُترتے دیکھا۔“

ابولہب نے پھر اس بدو کو جھٹلایا (Denied) اور جھوٹا (Liar) کہا ہے۔ باتیں سننے والے لوگوں میں سے ایک گروہ بدو کی باتوں سے متاثر (Impressed) ہے۔

لوگ: ”اگر بدر میں فرشتے نہیں اترے تھے تو تم لوگ مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ سے جنگ کیوں ہار گئے؟“

یہیں موجود کچھ لوگ ابولہب کی حمایت (Support) میں بھی بول رہے ہیں۔ اب (2) دو گروہ ایک دوسرے سے تکرار (Arguments) کر رہے ہیں۔ بالآخر (At last) آپس میں لڑ پڑے جس میں ابولہب زخمی ہو گیا، اسے اٹھا کر اس کے گھر پہنچایا گیا ہے۔

ابولہب اپنی بہن عاتکہ کے خواب کی وجہ سے بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ میری بہن کا خواب سچا ہے جو واقعی حقیقت نکلا۔ اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو چار ہزار (4,000) درہم کے بدلہ میں جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ بدر کی جنگ کو ابھی ایک ہفتہ ہی گزر رہا ہے کہ ابولہب کے جسم پر ایک زہریلا چھالا (العدسہ - Poisonous blister) نکلا ہے۔ یہ چھالا چند دنوں میں اس کے سارے جسم پر پھیل (Spread) گیا ہے۔ ہر جگہ بدبودار پیپ (Stinking pus) بننے لگی ہے۔ گوشت گل گل (Rotten) کر گرنے لگا ہے۔ ابولہب کے بیٹوں نے دیکھا کہ اسے کوئی متعدی بیماری (Contagious disease) لگ گئی تو انہوں نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا ہے۔ آخری وقت میں ابولہب نہایت بد حالی (Bad circumstances) میں بے یار و مددگار (Destitute) پڑا ہے۔ اُس کے پاس کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ تڑپتے تڑپتے (Succumb to death) ابولہب نے جان دے دی ہے۔ اس کی لاش کو ٹھکانے (Bury) لگانے کے لیے کوئی عزیز (Relative) اس کے قریب نہیں جا رہا۔ لوگ اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ یہ بیماری کہیں انہیں نہ لگ جائے۔ تین (3) دن سے اس کی لاش یونہی پڑی ہے۔ لوگ تعفن (Rotting Smell) اور بدبو سے تنگ آ گئے تو اس کے بیٹوں کو بُرا بھلا (Curse) کہنا شروع کر دیا ہے۔ ابولہب کے بیٹوں نے چند صیغی غلاموں (Black slaves) کو اپنے باپ کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر (Assigned) کر دیا ہے۔

یہ پاگل ہو گیا ہے

غلاموں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں (Wooden sticks) کی مدد سے ابولہب کی لاش کو اس گڑھے میں پھینک دیا ہے (ابلاہ و النہاہ: 308/3، سیل الہدی والرشاد: 66/4)۔ اہل مکہ نے دیکھا کہ رسول اللہ نے اپنے رب کی طرف سے جو پیش گوئی (Prediction) قرآن مجید کی سورہ اللہب (اھراء- 111) کی صورت میں کی تھی، وہ حرف بہ حرف (Word by word) پوری ہوئی۔

ابولہب کی بیوی کا نام اَزَّوہ (Arwah) اور کنیت اُمّ جمیل (Umm Jameel) ہے۔ اُمّ جمیل کا معنی ”خوبصورتی کی ماں“ ہے جبکہ یہ بھینگی آنکھوں (Squint eyed) والی ہے۔ اَزَّوہ قریش کے سردار ابوسفیان کی بہن اور حرب بن اُمیہ (Harb bin Umayyah) کی بیٹی ہے۔ اس کے دل میں رسول اللہ کی دشمنی (Enmity) کوٹ کوٹ کر بھری (Filled with) ہوئی ہے۔ اسلام دشمنی میں یہ اپنے خاوند سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔ رسول اللہ کے اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک اَزَّوہ دن کے وقت جنگل (Forest) میں نکل جاتی، خاردار جھاڑیاں (Thorny bush) چلتی رہتی اور گٹھا (Bundle) باندھ کر لے آتی۔ رات کے وقت اُن راستوں میں کانٹے (Thorns) بچھا دیتی جن سے گزر کر رسول اللہ عبادت کرنے کے لیے بیت اللہ جاتے۔ سورۃ اللہب نازل ہوئی تو اُمّ جمیل سُن کر آگ بگولہ (Furious) ہو گئی۔ اُمّ جمیل کے گلے میں جو اہرات (Pearls) کا قیمتی ہار

(Precious necklace) موجود رہتا اور وہ کھلے عام (Publicly) کہا کرتی:

”لات وعزّٰی کی قسم! میں موتیوں (Beads) کے اس قیمتی ہار کو بیچ

کر محمد کی دشمنی میں خرچ کروں گی۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اسی اکڑی ہوئی گردن (Stiff neck) جس میں آج بڑا قیمتی ہار

ہے، ہم مونج (Palm fiber) کی رسی ڈال کر اُسے جہنم (Hell) میں گھسیٹیں

(Drag) گے جو ستر (70) گز (Yards) لمبی ہوگی۔“

یہ پاگل ہو گیا ہے

اُمّ جمیل اپنی عادت کے مطابق (As usual) خاردار جھاڑیوں کا گٹھا (Bundle) سر پر اٹھائے آرہی ہے۔ گٹھا مٹوچ کی رسی میں بندھا (Tied) ہوا ہے۔ وہ ایک پتھر پر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئی ہے۔ گٹھا پیچھے لٹکا (Hang) اور رسی اُس کے گلے میں حائل (Sling wrapped across neck) ہو گئی جس سے اُس کا دم گھٹ (Strangled) گیا اور وہ مر گئی ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد پورا ہوا:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِي جَنَدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ (القرآن۔ سورہ لہب۔ 111)

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے اور وہ ہلاک (Ruined) ہو جائے گا۔ اس کی دولت اور کمائی جس پر اسے بڑا ناز (Pride) ہے اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ تم دیکھو گے کہ جلد ہی ابولہب جہنم کی آگ میں داخل ہوگا جس کے شعلے تباہ کن (Devastating flames) ہوں گے۔ اس کی بیوی جو اس کے ساتھ رسول اللہ کے خلاف سازشوں (Conspiracies) میں شریک اور لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لاتی ہے، وہ بھی جکڑی (Tied) جائے گی۔ اس کی بیوی کی گردن میں مٹوچ (Palm Fiber) کی مضبوط رسی ہوگی۔

بدر میں بڑے بڑے سرداروں کے مارے جانے کے بعد ابوسفیان اور دوسرے قریشی سرداروں نے فیصلہ کیا ہے کہ شام سے آنے والے قافلہ کا سامان محفوظ جگہوں (Safe storage) میں رکھ دیا جائے۔ اس کو بیچنا اور منافع کمانا اپنے لوگوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے (Add insult to injury) کے برابر (Equivalent) ہے۔ کسی

مناسب وقت (Suitable time) پر جب بدر کا زخم بھر جائے گا تو اس قافلہ کے سامان کو کھولا جائے۔ وہ قافلہ جو مسلمانوں اور قریش میں جنگ کی وجہ بنا، اس کا سامان اپنے تمام منافع کے ساتھ محفوظ جگہوں پر رکھ دیا گیا ہے۔ اس قافلہ سے بڑی تمام یادیں (Memories) تکلیف کا باعث ہیں۔ مکہ میں رہنے والا ہر گھر اس سے بڑا غم جھیل (Bear) رہا ہے۔

ابولہب کے مرنے کے بعد عباس بن عبدالمطلب بنی ہاشم کے سردار بن گئے

ہیں۔

اگر مطعم بن عدی سفارش کرتے..... ①

رسول اللہ ﷺ جنگ بدر سے مدینہ منورہ واپس کوئے تو سیدہ رقیہ بنت محمد (Sayyedah Ruqayyah bint Muhammad) کو دفن کیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ اور سیدہ فاطمہ دونوں سیدہ رقیہ بنت محمد کی قبر پر آئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ شدت غم سے رو رہی ہیں۔ رسول اللہ کی آنکھوں میں بھی آنسو ہیں۔ رسول اللہ، سیدہ فاطمہ کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں تسلی دے رہے ہیں۔

اُسید بن حضیر رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ اُسید جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے۔ اُسید کہہ رہے ہیں:

”تمام تعریفیں اللہ کریم کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کو دشمن پر فتح دی ہے۔ اللہ کے رسول! میں اس معرکہ میں جان بوجھ کر پیچھے نہیں رہا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ آپ کا سامنا دشمن سے ہوگا۔ میں تو اسی خیال میں رہا کہ آپ تجارتی قافلہ روکنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اگر مجھے دشمن سے سامنا ہونے کا علم ہوتا تو میں کبھی پیچھے نہیں رہتا۔“

رسول اللہ: ”تم سچ کہہ رہے ہو۔“ (طبقات الکبریٰ: 605/3)

قریش کے قیدیوں کو مدینہ منورہ لانے کے بعد رسول اللہ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ انسانی تاریخ (Human history) میں یہ پہلا موقع ہے کہ قیدیوں کو قتل کیا گیا، آگ میں زندہ جلایا گیا نہ ہی انہیں غلام بنایا گیا ہے۔ رسول اللہ نے سب سے پہلے ان قیدیوں

• اگر مطعم بن عدی سفارش کرتے..... (صحیح بخاری: 4024)

کی خوراک (Food) کا انتظام (Arrangement) کرنے کا حکم دیا ہے۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہیں یا لڑائی میں ان لوگوں کے کپڑے پھٹ گئے ہیں، انہیں کپڑے دیئے گئے ہیں۔ اس موقع پر عبد اللہ بن اُبی نے رسول اللہ کے چچا عباس بن عبد المطلب کو اپنا گرتہ (Eastern shirt) پہننے کے لیے دیا ہے۔ عباس کی جسامت (Physique) کے کپڑے کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ (رسول اللہ نے عبد اللہ بن اُبی کو اس کے بدلہ میں اُس کے دفن کے وقت اپنا گرتہ عنایت (Gifted) کیا۔) (صحیح بخاری: 1350)

اس کے بعد رسول اللہ نے قیدی اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے اور ہدایت دی

ہے:

”ان قیدیوں کی خوراک (Food) اور آرام کا خیال رکھا جائے۔“

بدر کے قیدیوں کو مسجد نبوی میں رکھا گیا ہے۔ یہ بدر سے واپس آنے کے بعد پہلی رات ہے۔ اس خیال سے کہ قیدی بھاگ نہ جائیں، انہیں رسیوں کے ساتھ باندھا گیا ہے۔ کچھ قیدیوں کو لوہے کی بیڑیاں (Chains) پہنائی گئی ہیں۔ قیدیوں پر پہرے دار (Guards) رکھے گئے ہیں۔ ان قیدیوں میں رسول اللہ کے چچا عباس بھی موجود ہیں (مسند احمد: 10895)۔ عباس جنگ میں زخمی ہوئے ہیں۔ عباس کی عمر اس وقت اٹھاون (58) سال ہے۔ عباس زخموں کی وجہ سے کراہ (ہائے ہائے - Mourning) رہے ہیں۔ ان کی آواز رسول اللہ کے سُجرہ (Cubical) تک جا رہی ہے۔ رسول اللہ اس آواز کو سن کر بے چین ہیں۔ آپ سو نہیں پا رہے۔ پہرے دار نے اس بات کا خیال کرتے ہوئے کہ رسول اللہ اپنے چچا کی وجہ سے بے چین ہیں، عباس کی رسی ڈھیلی (Loose) کر دی ہے۔ عباس اس کے بعد جلد ہی سو گئے ہیں۔ رسول اللہ، چچا کی آواز نہ سن کر پہرے دار سے پوچھ رہے ہیں:

”کیا چچا عباس سو گئے؟“

پہرے دار: ”اللہ کے رسول! میں نے آپ کی بے قراری (Disturbance) دیکھ کر عباس کو باندھی گئی رسیاں ڈھیلی (Loose) کر دی ہیں۔ وہ اب اطمینان (Satisfaction) سے سو رہے ہیں۔“

رسول اللہ: ”سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دو یا چچا عباس کی رسیاں دوبارہ سختی سے باندھ دو۔“

رسول اللہ کے حکم کے بعد مسجد میں موجود تمام قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دی گئی ہیں۔ جنگی قیدیوں کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو قیدی پڑھے لکھے (Educated - Know how to read and write) ہیں اُن کا فدیہ دس (10) مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا (Teach) ہے (مسند احمد: 5094)۔ جب یہ مسلمان پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں تو قیدی آزاد کر دیئے جائیں گے۔ جن قیدیوں کی ربائی کی شرط دس (10) مسلمانوں کو پڑھانا ہے، اُنہیں اُس وقت ربائی ملتی رہی جب وہ دس (10) لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیتے۔ زید بن ثابت نے، جنہیں ابو بکر نے قرآن مجید کو کتابی صورت میں لکھنے والے بورڈ (Board) کی سربراہی دی، بدر میں قریش کے قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔

دوسرے قیدیوں کا فدیہ اُن کی مالی حیثیت (Financial status) کے مطابق لیا گیا ہے۔ فدیہ ایک ہزار (1,000) درہم سے لے کر چار ہزار (4,000) درہم رکھا گیا ہے۔ جنگ بدر میں زیادہ سے زیادہ فدیہ چار ہزار (4,000) درہم رکھا گیا ہے۔ غلاموں کے لیے فدیہ آزاد شہری سے لیے گئے فدیہ کا نصف (آدھا - Half) ہے۔ جو قیدی نقد (Cash) فدیہ ادا نہیں کر سکتے اُنہیں اس کے بدلہ میں نیزے اور تلواریں دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جو لوگ فدیہ دینے کی اہلیت (Capacity) نہیں رکھتے اُنہیں بغیر فدیہ لیے رہا کر دیا گیا ہے۔

ابوعزہ عمر و بن عبد اللہ (Abu 'Azah 'Amr bin 'Abdullah) بھی بدر کے

قیدیوں میں شامل ہے۔ ابو عَزَّہ ”قادر الکلام“ (Having command on poetry) شاعر ہے۔ رسول اللہ سے کہہ رہا ہے:

”ابن عبد اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں غریب ہوں اور میرا گنہ (Family) بھی بڑا ہے۔ میں بیٹیوں (Daughters) کا باپ ہوں، مجھ پر احسان (Favour) کریں۔ میں فدیہ نہیں دے سکتا۔ مجھے بغیر فدیہ لیے رہا کر دیں۔“

رسول اللہ: ”ہم تمہیں بغیر فدیہ لیے رہا کرنے کو تیار ہیں۔ وعدہ کرو کہ تم آئندہ ہمارے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لو گے۔“

وعدہ کرنے پر ابو عَزَّہ کو بغیر فدیہ لیے رہا کر دیا گیا ہے۔ ابو عَزَّہ نے رہائی پانے کے بعد ایک نظم کہی ہے:

”محمد کی خدمت میں
کوئی میری طرف سے
یہ بات پہنچا دے کہ
آپ سچے ہیں
تعریف کے قابل (Worthy) ہیں
آپ عظمت (Glory) اور عزت میں
ہم سب سے بڑھ کر ہیں
آپ کا دشمن بد بخت (Unlucky)

اور

جس سے آپ صلح کر لیں

خوش قسمت ہے

میرے سامنے بدر کے

مقتولوں کا ذکر ہوگا

تو میرے خیالات

گم ہو جائیں گے“

بغیر فدیہ دینے رہائی پانے والے قیدی ہیں:

- 1 - مطّلب بن منطّب (بنی مخزوم) *Mut-talib bin Muntab*
- 2 - صیفي ابن ابورفاعه (بنی مخزوم) *Sayfi ibn Abu Rafa'ah*
- 3 - ابو عزة عمر و بن عبد اللہ (بنی نجیح) *Abu 'Azah 'Amr bin 'Abdullah*

ان تینوں سے وعدہ لیا گیا ہے کہ آئندہ یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصّہ نہیں لیں گے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ نے ان قیدیوں کو صرف فدیہ لیے بغیر ہی نہیں چھوڑا بلکہ عرب کی روایات کے برعکس (Opposite) ان میں سے کسی کی پیشانی کے بال بھی نہیں کاٹے۔ پیشانی کے بال کٹنے کا مطلب بے عزتی کے ساتھ آزادی ہے۔ اللہ کے رسول نے ایسا نہیں کیا۔

ابو وداعہ بن ضمیر سہمی (Abu Wada'ah bin Dabeer Sehmite) بھی

قیدی ہے۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اس کا بیٹا بہت سمجھدار اور مالدار (Rich) ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ

اپنے باپ کی رہائی کے لیے پہنچنے والا ہے۔“

جُبیر بن مطّعم بن عدی رسول اللہ کے پاس حاضر ہوا اور بنی نوفل کے قیدیوں کی رہائی کے لیے سفارش (Recommendation) کی ہے۔ بدر کی جنگ میں بنی نوفل کے تین (3) لوگ قیدی بنے ہیں۔ جُبیر بن مطّعم ابھی مسلمان نہیں ہوا اور مطّعم بن عدی وفات

پاچکا ہے۔ رسول اللہ مطعم بن عدی کا احسان (Favour) (شعب ابی طالب سے رہائی میں مدد اور سفر طائف سے واپسی پر پناہ (Protection) دینا (محمد رسول اللہ 1/585)) یاد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”اگر مطعم بن عدی آج زندہ ہوتے اور ان سخت دشمنوں کی

سفارش (Recommend) کرتے تو میں (بنی نوفل کے تین (3) قیدی ہی

نہیں) بدر کے تمام قیدیوں کو فدیہ لیے بغیر رہا کر دیتا۔“ (صحیح بخاری: 4024)

اللہ کے رسول سے زیادہ احسان کا بدلہ دینے والا کون ہو سکتا ہے۔

ہمیں اپنے قیدیوں کی رہائی میں کوئی جلدی نہیں

دوسری طرف قریش نے فیصلہ کیا ہے:

”ہم میں سے کوئی بھی اپنے پیاروں کی رہائی کے لیے جلدی نہیں کرے گا۔ مسلمان زیادہ دن ہمارے لوگوں کو قیدی نہیں رکھ سکیں گے۔ تنگ آ کر وہ خود ہی ہمارے قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔ قیدیوں کو چھڑانے کے لیے جلدی جانا انہیں ہماری کمزوری (Weakness) محسوس ہوگا۔“

ابو وداعہ بن ضحیر سہمی کا بیٹا بھی اس مجلس (Meeting) میں شامل ہے۔ اُس نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی (Agreed) لیکن وہاں سے نکلنے ہی مدینہ منورہ روانہ ہوا کہ اپنے والد کو قیدیہ دے کر رہائی دلا سکے (معہ رسول اللہ: 345/2)۔ ابو وداعہ کا فدیہ چار ہزار (4,000) درہم ادا کیا اور اپنے والد کو رہا کر والیا ہے۔ قریش مکہ کا یہ سب سے پہلا قیدی ہے جو رہا ہوا ہے۔ (مسند احمد: 6/5088، مسرت ابن ہشام: 648/2، سیل البدی والرشاد: 69/4)

مالک بن خنسم (Maalik bin Kha'tam) نے شہیل بن عمرو کو گرفتار کیا ہے۔ شہیل بن عمرو کو رسول اللہ کے سامنے پیش کیا گیا تو ایک صحابی نے کہا ہے:

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اپنی تقریروں (Sermons) سے لوگوں کو اسلام اور آپ کے خلاف اُکسانے (Incite) میں مہارت رکھتا ہے۔ اس کے دانت (Teeth) توڑ دیئے جائیں تاکہ یہ ہمارے خلاف بات نہ کر سکے۔“

رسول اللہ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا ہے۔ شہیل بن عمرو کے ساتھ ایسا کوئی

ہمیں اپنے قیدیوں کی رہائی میں کوئی جلدی نہیں

سُلوک نہیں کیا گیا جو نامناسب ہو۔ سہیل بن عمرو کو قید سے چھڑانے کے لیے مکرز بن حفص بن اخیف مدینہ منورہ آیا ہے۔ سہیل کی آزادی کے لیے فدیہ طے پا گیا ہے۔ سہیل کا فدیہ طلب (Demand) کیا گیا تو مکرز نے کہا ہے:

”سہیل کی جگہ میرے پاؤں میں بیڑیاں (Chains) ڈال دو

اور مجھے قید کر لو، اسے مکہ جانے دو تا کہ یہ اپنا فدیہ بھیج دے۔“

مکرز کو سہیل کی جگہ قید کر لیا گیا ہے۔ سہیل بن عمرو نے مکہ جا کر اپنا فدیہ بھیجا اور مکرز کو رہا کر لیا ہے (سیرت ابن ہشام: 649/2)۔ مکرز بیس (20) دن سہیل بن عمرو کی جگہ قید رہا ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ جانے اور واپس آنے میں اتنا وقت لگتا ہے۔

ولید بن ولید بن مغیرہ (Walid bin Walid bin Mughayrah)

(527-622, 96) بھی بدر کے قیدیوں میں شامل ہے۔ اُس کا بیان ہے:

”مجھے جس انصاری کے پاس قید رکھا گیا وہ اتنا اخلاق

(Morality) والا تھا کہ سواری (Ride) کے جانور کم ہونے کی وجہ سے وہ

خود پیدل چلتا اور مجھے سواری کی سہولت (Facility) دیتا تھا۔“

ولید بن ولید بن مغیرہ فدیہ دے کر آزاد ہو گیا ہے۔ آزادی ملتے ہی رسول اللہ

کے سامنے آ کر کہہ رہا ہے:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور

(محمد) آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

سب لوگ حیرت (Surprise) سے دیکھ رہے ہیں کہ ولید بن ولید نے اُس

وقت ایمان لانے کا اعلان کیوں نہیں کیا جب وہ قیدی تھا۔ اس طرح اُسے فدیہ

(Ransom) دیئے بغیر آزادی مل جاتی۔ ولید کہہ رہا ہے:

ہمیں اپنے قیدیوں کی رہائی میں کوئی جلدی نہیں

”میں نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے قید کے ڈر سے یا آزادی حاصل کرنے کی غرض سے ایمان لانے کا اعلان کیا ہے۔ اب میں آزاد ہوں اس لیے اپنی مرضی (Choice / will) سے ایمان لانے کا اعلان کر رہا ہوں۔“

اس کے بعد ولید بن ولید مدینہ منورہ میں رہنے لگے ہیں۔ ولید مشہور قریشی سردار ولید بن مغیرہ کا بیٹا ہے۔ ولید بن مغیرہ مکہ میں اپنی دولت اور سخاوت (Generosity) کے لیے بڑا نام رکھتا تھا۔

مصعب بن عمیر کا بھائی ابو عزیز بن عمیر (Abu 'Aziz bin 'Umair) مکہ کی فوج میں شامل تھا۔ ابو عزیز مکہ کے لشکر کا بہت اہم آدمی ہے۔ قریش کے پہلے علم بردار (Flag holder) کے قتل کے بعد ابو عزیز مکہ کی فوج کا علم بردار تھا۔ وہ ایک انصاری کی قید میں ہے۔ ابو عزیز بتاتا ہے:

”جنگ کے دوران قید کرنے کے لیے انصاری مجھے رسیوں سے باندھ رہا تھا کہ میرا بھائی مصعب میرے قریب سے گزرا، مجھے دیکھ کر انصاری سے کہنے لگا:

”اے اچھی طرح سے باندھو (Tie)، اس کی والدہ بہت دولت

مند (Rich) ہے، خوب فدیہ دے گی۔“

ابو عزیز: ”صبح شام کھانے کے وقت انصاری خاندان مجھے روٹی دیتا جبکہ اُن کے پاس اس کی مقدار (Quantity) کم ہوتی۔ وہ خود کھجور پر گزارہ کرتے لیکن میرے کھانے میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی، میں روٹی لینے سے انکار کرتا لیکن وہ ضد (Insist) کر کے مجھے روٹی کھلاتے۔“ (المجم الكبير للطبرانی: 393/22)

(سیرت ابن ہشام، 645/2)

ابوعزیز کو چار ہزار (4,000) درہم فدیہ پر رہائی ملی ہے۔ جنگ بدر کے کچھ عرصہ بعد ابوعزیز ایمان لے آیا۔

قریش مکہ کا ایک قیدی نوفل اسلمہ کا کاروبار (Arms business) کرتا ہے۔ رسول اللہ نے نوفل سے کہا ہے:

”جَدَّہ (Jeddah) میں تمہارے جو نیزے (Spearheads) رکھے ہیں وہ تم فدیہ کے طور پر دے دو، ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔“

نوفل (حیرانی سے): ”اس بات کا علم میرے سوا کسی کو نہیں کہ جدہ میں میرے پاس اسلمہ پڑا ہے۔ آپ کو اس بات کا علم ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔“

اس کے بعد نوفل نے جدہ میں رکھے گئے ایک ہزار (1,000) نیزے بطور ہدیہ (Gift) دے دیئے ہیں۔ اس جنگ کے بعد مسلمانوں کے پاس اسلمہ کی کمی نہیں رہی۔

رسول اللہ کا داماد (Son-in-law) ابی العاص بن ربیع بن عبد شمس بھی جنگی قیدیوں میں شامل ہے۔ رسول اللہ کے اعلان نبوت سے پہلے سیدہ زینب بنت محمد کی شادی ابی العاص سے ہو چکی ہے۔ آپ رسول اللہ پر ایمان بھی لائیں جبکہ ابی العاص ابھی ایمان نہیں لائے۔ اس وجہ سے سیدہ زینب مکہ میں رہتی ہیں۔ ابی العاص کی رہائی کے لیے فدیہ میں سیدہ زینب نے قیمتی موتیوں (Onyx) کا ہار (Necklace) بھیجا ہے جو سیدہ خدیجہ نے انہیں شادی (Wedding) کے موقع پر دیا تھا۔ ہار دیکھتے ہی رسول اللہ نے پہچان لیا ہے۔ رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو (Tears) ہیں (مسند احمد: 5092، 11379)۔ ایک باپ کی کیفیت (Feelings) اس سے مختلف ہو بھی نہیں سکتی۔ رسول اللہ کو غمزدہ (Sad) دیکھ کر صحابہ رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ ابی العاص کو بغیر فدیہ لیے آزاد کر دیں۔“

(سنن ابی داؤد: 2692، مسند ابن ہشام: 651/2)

رسول اللہ (ابی العاص سے): ”یہ ہارزینب کو واپس کر دو اور مکہ جا کر اُسے مدینہ منورہ

بھیج دو۔“ (السيره الجلبه: 265/2، خاتم النبیین لابی زبیر: 570/2، المواہب اللغیہ: 127/3، تاریخ الخلفیہ: 359/2)

ابی العاص نے یہ شرط قبول کر لی ہے۔ بدر کے قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو

بھی شامل ہے۔ لوگوں نے ابوسفیان سے کہا ہے:

”سب لوگ اپنے پیاروں کا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کر

رہے ہیں تم بھی عمرو کا فدیہ دو اور اُسے رہائی دلاؤ۔“

ابوسفیان: ”میرے بیٹے (حفظہ) کا خون بھی بہا (حفظہ جنگ بدر میں مارا گیا) اور میں

اُنہیں فدیہ بھی دوں، میں ایسا نہیں کروں گا۔ عمرو کو مسلمانوں کی قید میں رہنے دو۔ وہ

تنگ آ کر خود ہی اُسے چھوڑ دیں گے۔“

ابوسفیان نے یہ اعلان کر تو دیا لیکن بے چین (Disturb) ہے کہ اپنے بیٹے عمرو کو

فدیہ ادا کئے بغیر کیسے رہا کروائے۔ ابوسفیان موقع کی تلاش میں ہے۔ مدینہ منورہ سے سعد

بن نعمان انصاری (S'ad bin N'aman) اپنی بیوی کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ

روانہ ہوئے ہیں۔ مکہ سے کچھ پہلے نقیع (Naq'i) نامی بستی (Settlement) میں رُکے تو

سعد نے خدشہ (Fear) ظاہر کیا کہ مکہ جانے پر انہیں قید کر لیے جانے کا خطرہ ہے۔ لوگوں

نے سعد سے کہا ہے:

”مکہ کے لوگ عمرہ اور حج کرنے والوں سے زیادتی (Exceed

limit) نہیں کرتے۔ آپ سکون سے مکہ جائیں۔“

لیکن ایسا ہوا نہیں۔ ابوسفیان نے سعد اور اُن کی بیوی کو قیدی بنا لیا ہے۔ رہائی

ہمیں اپنے قیدیوں کی رہائی میں کوئی جلدی نہیں
 کی شرط یہ رکھی ہے کہ عمر و کور ہا کرنے کے بعد مکہ پہنچایا جائے۔ سعد کے قبیلہ والوں کو جب
 اس بات کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ عمر و ابن ابوسفیان کو ہمارے حوالے

کر دیں تاکہ ہم اس کے بدلے میں سعد بن نعمان اور اُس کی بیوی کو چھڑا

سکیں (Release)۔“

رسول اللہ نے ان کی بات مان لی ہے۔ اس طرح عمر و ابن ابوسفیان کو بغیر

فدیہ لیے رہا کرنے کے بعد مکہ بھیجا گیا اور سعد بن نعمان رہا ہوئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 650/2،

البناءہ والنباہ: 311/3)

قریش مکہ کا قیدی مالک بن عبید اللہ بن عثمان (Maalik bin 'Ubaydullah

bin 'Uthmaan) قید کے دوران طبعی موت (Natural death) سے مر گیا ہے۔

قریش کے قیدیوں میں رسول اللہ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی موجود

ہیں۔ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! اگر اجازت دیں تو ہم (آپ کی پردادی

Great Grandmother) کی نسبت (Relation) سے) اپنے بھانجے

(Nephew) عباس کو بغیر فدیہ لیے رہا کر دیں؟“

رسول اللہ: ”اللہ کی قسم! ہم چچا عباس کو ایک درہم بھی معاف (Waive off) نہیں کریں

گے۔“ (صحیح بخاری: 4018)

عباس: ”بھتیجے! تمہیں تو معلوم ہے کہ میرے مالی حالات (Financial condition)

آج کل اچھے نہیں ہیں۔ میرے پاس اس وقت اسباب نہیں کہ میں فدیہ دے

سکوں، مجھے بغیر فدیہ لیے رہائی دی جائے۔“

رسول اللہ: ”چچا! وہ مال جو آپ جنگ کے لیے آنے سے پہلے چچی اُمّ الفضل کو دے کر آئے اور زمین میں دباتے (Bury) ہوئے کہا تھا کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو یہ مال فضل، قشیم اور عبد اللہ کے لیے استعمال کر لیتا، وہ کس کا مال ہے؟“ (مسند احمد: 3310)

(محمد رسول اللہ: 244/2)

عبّاس کے لیے یہ بات ناقابل یقین (Unbelievable) ہے۔ وہ بات جو انہوں نے اپنی بیوی کو مکہ میں کہی، رسول اللہ مدینہ منورہ میں بیٹھے جانتے ہیں جبکہ اس بات کا ذکر انہوں نے کسی سے نہیں کیا (سنن ابی الدرداء: 105/4)۔ عبّاس چار ہزار (4,000) درہم فدیہ دے کر آزاد ہوئے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر (Worth mentioning) ہے کہ عبّاس اُن لوگوں میں شامل ہیں جن سے سب سے زیادہ فدیہ لیا گیا ہے (فتح الباری: 402/7، سنن ابی الدرداء و الرضا: 69/4، دلائل النبوة للبیہقی: 141/3، مسند احمد: 3165, 3049/1، البدایہ و النہایہ: 289/3)۔ اپنے بھتیجیوں عقیل ابن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا فدیہ بھی عبّاس نے ہی ادا کیا ہے۔ مکہ پہنچ کر عبّاس نے ابورافع نامی غلام، رسول اللہ کو ہدیہ (Gift) کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ دیا ہے۔ رسول اللہ نے چچا کا ہدیہ قبول کر لیا ہے۔ آپ نے ابورافع کو آزاد کر دیا ہے۔ آزادی ملنے کے بعد ابورافع مدینہ منورہ میں رہنے لگے ہیں۔

مالِ غنیمت کس کا ہے؟^①

بدر کی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ کافی مقدار (Quantity) میں مالِ غنیمت آیا ہے۔ اس میں ایک سو پچاس (150) اونٹ، مختلف قسم کا سامان، چمڑے کے دستر خوان (Tablecloth)، خیمے (Tents) بڑی مقدار (Large quantity) میں رنگا ہوا چمڑہ (Dyed leather)، دس (10) گھوڑے، زرّہ بکتر (Armour) اور بہت سے ہتھیار شامل ہیں (سیرت ابن ہشام: 634/2، سبل الہدیٰ والرشاد: 62/4، المغازی للوالدی: 102/1)۔ اندازہ کریں کہ جس فوج کے پاس صرف دو (2) گھوڑے تھے انہیں دس (10) گھوڑے مالِ غنیمت میں مل گئے ہیں۔

غنیمت میں مختلف قسم کا مال ہاتھ آیا ہے جو قریش مکہ تجارت کی غرض سے ساتھ لائے تھے۔ قریش مکہ کو اپنی کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ وہ مالِ اس لیے ساتھ لائے کہ فتح کے بعد تجارت کرتے ہوئے مکہ واپس آئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے خباب بن ارت (586-658, 72) (Khabaab bin Art-t) کو مالِ غنیمت کا نگران (Custodian) مقرر کیا ہے۔ خباب کی عمر اس وقت اُنتالیس (39) سال ہے۔ خباب بن ارت مکہ میں غلام تھے۔ (محد رسول اللہ: 375/1)

تیری نگاہ سے ذرّے بھی مہر و ماہ بنے

گدائے بے سر و سامان جہاں پناہ بنے^②

سعد ابن ابی وقاص کے ہاتھ سعید بن عاص کی تلوار آئی ہے۔ اس تلوار کا نام

① مالِ غنیمت کس کا ہے؟ (القرآن۔ الانعام۔ 1:8)

② رسول اللہ کی نگاہ و شفقت سے غلام آتا بن گئے۔ جہاں آپ نے قدم رکھا وہ ذرّے چاند اور سورج سے زیادہ روشن ہو گئے۔

ذوالکئیفہ ہے، یعنی دو (2) دھاری تلوار (Double edged sharp sword)۔ یہ بڑی قیمتی اور مشہور تلوار ہے۔ سعید بن عاص کو سعد نے قتل کیا ہے۔ سعد، رسول اللہ کے پاس یہ تلوار لے کر آئے ہیں۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”سعد! یہ تلوار مالِ غنیمت میں رکھ دو۔“

سعد چاہتے ہیں کہ سعید بن عاص کی تلوار ان کے پاس رہے کیونکہ سعید نے ان کے چھوٹے بھائی عمیر کو شہید کیا ہے۔ سعد نے بھاری دل (Heavy heart) کے ساتھ یہ تلوار مالِ غنیمت میں رکھ دی ہے۔ (مسند احمد: 8607)

اسلام سے پہلے کے جنگی اصول (Principles of war) بڑے مختلف ہیں۔ لوگ جنگ میں اپنی بہادری اور لوٹ مار (Looting) کے لیے حصہ لیتے ہیں۔ اس طرح جنگ کے دوران جس کے ہاتھ (Possession) جو مال آئے وہ اُس کا ہو جاتا ہے۔ قیدی بھی اُس کی ملکیت ہوتے، مال اور اسلحہ بھی اُسی کو ملتا۔ مسلمانوں کے لیے یہ پہلا موقع ہے کہ کسی لڑائی کے نتیجے میں مال، اسلحہ اور قیدی ان کے ہاتھ آئے ہیں۔ مالِ غنیمت کے سلسلہ (Regard) میں کوئی وضاحت (Explanation) موجود نہیں ہے۔ عرب کے رواج کے مطابق مسلمان فوج نے بھی اس بارے میں اپنی اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ جوان مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ مالِ غنیمت ہمارا ہے۔ اگر ہم دشمن کو قتل نہ کرتے تو جنگ میں فتح ممکن نہیں تھی۔ بوڑھے لوگ تو پچھلی صفوں میں یا جھنڈوں (Flags) کے آس پاس رہے، ان کا جنگ میں کوئی خاص حصہ نہیں ہے۔ عمر رسیدہ (Old) صحابہ کا خیال ہے اگر ہمارا تجربہ اور پشت پناہی (Support) نہ ہوتی تو جنگ کا نتیجہ (Outcome) مختلف ہوتا (سنن ابی داؤد: 2737)۔ رسول اللہ کی حفاظت کرنے والے دعویٰ دار (Claimant) ہیں کہ وہ جائز طور پر (Legitimate) مالِ غنیمت کے حق دار ہیں۔ یہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں لڑائی نہیں کر سکے۔ اس موقع پر اللہ کریم نے اپنے رسول کو اختیار

(Authority) دے دیا ہے کہ مالِ غنیمت اللہ کے رسول کی تقسیم کے مطابق دیا جائے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۗ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۗ
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصِلْحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۗ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الأنفال-1:8)

پیارے رسول! یہ آپ سے مالِ غنیمت (Spoils of war /

Booty) کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں: مالِ غنیمت اللہ اور اُس

کے رسول کا ہے۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو (Fear Allah)۔ اس معاملہ میں

کوئی جھگڑا نہ کرو اور آپس کے معاملات (Affairs) کو درست (Set right)

رکھو۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت (Obedience) کرتے رہو، اگر تم

ایمان رکھنے والے ہو۔

اللہ کریم کے حکم کے بعد صحابہ کو اپنی رائے پر افسوس (Regret) ہے۔ انہوں نے

سارا مالِ غنیمت رسول اللہ کو جمع کروا دیا ہے۔ اب اس پر رسول اللہ کا اختیار ہے کہ وہ اسے

کیسے تقسیم (Distribute) کریں۔ رسول اللہ نے سعد ابن ابی وقاص کو بلا دیا ہے۔ سعد کے

آنے پر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”سعد! اپنی (سعید بن عاص کی) تلوار خوالک تیفہ مالِ غنیمت

میں سے جا کر لے لو۔“ (مسند احمد: 8607)

مدینہ منورہ واپس جاتے ہوئے مضیق الصفراء (Madeeq ul Safraa)

کے مقام پر پہنچ کر مالِ غنیمت میں سے پانچواں (1/5th - 20%) حصہ نکال کر رسول اللہ

نے باقی (Remaining) مال تقسیم کر دیا ہے (سبل الہدی والرشاد: 62/4، المغازی للوالدی: 102/1، سیرت ابن

بشام: 634/2)۔ رسول اللہ کو مالِ غنیمت میں ابو جہل کا بہت قیمتی اُونٹ ملا ہے۔ اس اُونٹ کا نام

سہری (Sehri)، اس کی لگام (Rein) اعلیٰ چڑے سے اور تکمیل (Nose bridle) چاندی (Silver) سے بنی ہوئی ہے (مسند احمد: 4604، سنن ابن ماجہ: 3100)۔ رسول اللہ اس اُونٹ کو جنگوں میں استعمال کرتے رہے۔ مُتیبہ بن ججاج کی تلوار غنیمت میں رسول اللہ کے حصّہ میں آئی ہے۔ اس تلوار کا نام ذوالفقار (Zulfikaar) ہے (سنن ابی داؤد: 2986، المغازی للوالدی: 91/1)۔ یہ بہت قیمتی تلوار ہے۔

مالِ غنیمت سے جنگ لڑنے والوں کے علاوہ اُن لوگوں کو بھی حصّہ دیا گیا ہے جنہیں رسول اللہ نے جنگ کے علاوہ کوئی اہم ذمّہ داری دی تھی۔ طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید کو رسول اللہ نے ابو صفیان کے قافلہ کی اطلاع اور سرگرمیاں (Activites) معلوم کرنے کے لیے قافلہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ دونوں مدینہ منورہ واپس پہنچے تو رسول اللہ قافلہ روکنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ اس لیے دونوں جنگ بدر میں شامل نہیں ہو سکے، رسول اللہ نے انہیں مالِ غنیمت میں حصّہ دیا ہے۔ اسی طرح بسبس بن عمر (Basbas bin Umar) اور عدی بن زغباء (Adi bin Zaghabaa) کو دشمن کی نقل و حرکت (Mobility) کی اطلاع دینے کے لیے روانہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ نے انہیں بھی مالِ غنیمت سے حصّہ دیا ہے۔ رسول اللہ نے عثمان بن عفان کو بدر کی جنگ میں شامل ہونے سے منع کیا اور ہدایت دی کہ وہ اپنی بیوی رقیہ بنت محمد (Ruqayyah bint Muhammad) کی تیار داری (Care) کریں (صصح بخاری: 4066، مسند احمد: 12282)۔ رسول اللہ نے انہیں بھی مالِ غنیمت میں سے حصّہ دیا ہے (صصح بخاری: 3699، جامع ترمذی: 3706، سورت ابن ہشام: 612/2، الاکلاء: 50/2)۔ ابولبابہ بن عبد المُنذر کو اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے راستہ سے مدینہ منورہ واپس بھیج دیا تھا، رسول اللہ نے انہیں بھی مالِ غنیمت میں سے حصّہ دیا ہے (صصح بخاری: 3699، المعجم الکبیر للطبرانی: 792، محمد رسول اللہ: 251/2)۔ خواتِ بن جُبیر اور حارث بن صمّہ کو بدر جاتے ہوئے راستہ میں زخمی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ نے واپس بھیج دیا تھا (محمد رسول اللہ: 251/2)۔

یہ دونوں بھی مالِ غنیمت میں حق دار (Deserving) ٹھہرے ہیں۔

یہ آٹھ (8) لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ کے حکم کی تعمیل (Compliance)

میں جنگِ بدر میں حصہ نہیں لیا۔ اس لیے انہیں نہ صرف مالِ غنیمت میں مجاہدین

(Mujahideen / Warriors) کے برابر حصہ دیا گیا بلکہ ان کو جہاد کے اجر و ثواب

(Rewards) کی بھی بشارت (Good news) دی ہے۔ یہ سب لوگ اصحابِ بدر

(As-haab Badar - Participants of Battle of Badar) میں شمار (Count) کئے

جاتے ہیں۔

رسول اللہ نے مالِ غنیمت میں سے ان غلاموں کو بھی حصہ دیا جنہوں نے جنگِ

بدر میں لڑائی کی۔

بعد کے زمانہ میں جبریل، رسول اللہ کے پاس آئے اور پوچھا:

”آپ کے ہاں بدر کے شہیدوں کا کیا مقام ہے؟“

رسول اللہ: ”وہ افضل (بہترین مسلمان) ہیں۔“

جبریل: ”بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا مقام بھی اسی طرح دوسرے فرشتوں

سے افضل ہے۔“ (صحیح بخاری: 4002، سنن ابی داؤد: 160، مسند احمد: 8608)

جنگِ بدر..... ایک نظر میں

جنگ کا نام: جنگِ بدر

جنگ کا سال: 2: ہجری - 624 عیسوی

جنگ کا مہینہ: رمضان (17 رمضان) - مارچ (13 مارچ) جمعہ کا دن

درجہ حرارت: چوالیس ڈگری سینٹی گریڈ (44 °C)

جنگ کی جگہ/مقام: بدر (مدینہ سے 156 کلومیٹر دُور جنوب مغرب (Southwest) میں)

مسلمان فوج کا سپہ سالار: محمد رسول اللہ ﷺ

دُشمن فوج کا سپہ سالار: عتبہ بن ربیعہ عمر و بن ہشام (ابو جہل)

مسلمان فوج کی تعداد: تین سو تیرہ (313)

دُشمن فوج کی تعداد: ایک ہزار (1,000)

دونوں فوجوں کا تناسب (مسلمان: دُشمن): 3:1

جنگ کا دورانیہ: ایک (1) دن

جنگ کس موسم میں لڑی گئی: موسم بہار (اوسطاً چالیس ڈگری سینٹی گریڈ (Avg.40 °C)

مسلمانوں کے شہید: چودہ (14) چھ (6) مہاجر، آٹھ (8) انصار

اہم شہید: عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب، عمیر ابن ابی وقاص، معوذہ ابن عفرہ، عوف

ابن عفرہ

دشمن کے کتنے لوگ مارے گئے: ستر (70) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن

عتبہ، حنظلہ ابن ابوسفیان، عقبہ ابن ابو معیط، ابو جہل، اُمیہ بن خلف، علی بن اُمیہ بن

خلف، سعید بن عاص، عبیدہ بن سعید بن عاص، ابوالبختری، طعیمہ بن عدی، منبہ بن

ججاج، نبیہ بن ججاج، نوفل بن خویلد بن اسد، عامر بن حضرمی، نصر بن حارث بن

عالمقہ

مسلمانوں کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: کوئی نہیں

دشمن کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: ستر (70) (عباس بن عبدالمطلب، سہیل بن عمرو،

عمر و ابن ابوسفیان، ولید بن ولید بن مغیرہ، نوفل بن عبد اللہ)

مال غنیمت: تلواریں، گھوڑے، اسلحہ، تجارت کا سامان

اگر کوئی علاقہ، زمین یا جائیداد جنگ میں حاصل ہوئی: کوئی نہیں

کس چیز نے جنگ کا پانسہ پلٹا: رسول اللہ کا مٹی اٹھا کر پھینکنا، ابو جہل کا زخمی ہو کر گرنا

تم یثرب جا کر محمد کو قتل کر دو

جنگ بدر میں بڑے بڑے سرداروں کے مارے جانے کے بعد بنی اُمیہ کا ابوسفیان مکہ کا سردار بن گیا ہے۔ اُس نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ بدر کے مقتولین (Victims) کا بدلہ لینے تک چار پائی (Bed) پر سوائے گا نہ اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔ جنگ بدر میں ابوسفیان کا بیٹا، اُس کا سر (Father-in-law)، ہندہ (Hindah) (584-636, 53) (ابوسفیان کی بیوی) کا بھائی اور چچا مارے گئے ہیں۔ اُس کی بیوی نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ اپنے بھائی اور باپ کے قاتل کا کلیجہ (Liver) چبائے (Chew) گی۔ وہ ان کے قاتلوں کی زبان، ناک اور کان کاٹ کر گلے کا ہار (Necklace) بنائے گی۔ جب اسلام مٹ (Wipe out) جائے گا تو وہ یہی ہار پہن کر مکہ کی گلیوں میں خوشی سے ناچے گی۔ عمیر بن وہب کو ”قریش کا شیطان“ (Devil of Quraysh) کہا جاتا ہے۔ وہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو بہت اذیتیں (Torture) دیتا تھا۔ بدر کی جنگ کے کچھ عرصہ بعد عمیر بن وہب، صفوان بن اُمیہ سے ملا ہے۔ صفوان کا والد اُمیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں مارا گیا۔ عمیر نے صفوان سے کہا ہے:

”اگر تم میرا قرضہ (Debt) اُتارنے (Pay off) کا وعدہ کر لو،

میرے بچوں کی کفالت (Sponsorship) اپنے ذمہ لو تو میں یثرب جا کر محمد کو قتل کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ محمد یثرب میں اکیلا چلتا پھرتا اور بازاروں میں گھومتا (Walk around) ہے جہاں اُسے قتل کرنا بہت آسان ہے۔ میرا بیٹا وہب اُس کی قید میں ہے۔ اس وجہ سے میرے پاس یثرب میں

رُکنے کا بہانہ (Excuse) بھی ہے۔“ (الغمازی للوالدی: 108/1، سيرت ابن ہشام: 2/85)

صفوان اس بات کے لیے خوشی سے راضی ہو گیا ہے۔ صفوان نے عمیر کو اُٹنی اور زادِ راہ (Resources for travel) دیا اور اُس کے خاندان کے لیے اتنی ہی رقم دی جتنی صفوان اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔ عمیر بھی خوش ہے کہ قرضوں کے بوجھ (Burden) سے نکل آئے گا۔ عمیر نے ایک تلوار منگوائی، اسے تیز (Sharpen) کیا اور زہر میں ڈبو (Dipped) دیا ہے۔ عمیر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ رسول اللہ کے پاس کوئی محافظ (Security Guard) نہیں ہے۔ آپ عام لوگوں کی طرح رہتے اور ہر کسی سے مل لیتے ہیں۔ عمیر کچھ دن کے لیے مدینہ منورہ میں رُک گیا ہے۔ عمیر مناسب موقع کی تلاش میں ہے۔ کئی دن گزرنے کے بعد بھی عمیر اپنا ارادہ پورا کرنے میں ناکام ہے۔ دوسری طرف صفوان بے چین ہے۔ وہ مدینہ منورہ سے آنے والے ہر شخص سے پوچھتا ہے:

”کیا تم میں کوئی اہم واقعہ (Incident) ہوا؟“

صفوان کو یقین ہے کہ عمیر رسول اللہ کو قتل کر دے گا۔ اُس کے دن رات اسی انتظار میں گزر رہے ہیں۔ وہ قریش سے کہتا ہے:

”عغریب (Very soon) تم میثرب سے ایسی خبر سناؤ گے کہ تمہیں

بدر کا غم بھول (Forget) جائے گا۔“

عمیر اپنی تلوار لیے رسول اللہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کے پاس آ کر کہتا

رہا ہے:

”ابا قاسم! میں اپنے بیٹے کے لیے یہاں آیا ہوں جو بدر کی جنگ

کے قیدیوں میں ہے۔ تمہاری اور ہماری قریبی رشتہ داری ہے، اس رشتہ داری

کا خیال کرتے ہوئے میرے بیٹے کو رہا کر دو۔“

رسول اللہ اس وقت اپنے گھر کے کاموں میں مصروف ہیں۔ عمیر، رسول اللہ کے پاس آپ کو قتل کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ رسول اللہ عمیر سے کہہ رہے ہیں:

”بیٹے کو قید سے چھڑانا (Release) تو ایک بہانہ ہے، تم نے صفوان سے مل کر جو منصوبہ بنایا مجھے اُس کا علم ہے۔ وہ کیا معاملہ ہے کہ تم اور صفوان حطیم (Hateem) میں بیٹھے بدر کے مقتولین (Murdered) کا ذکر (Mention) کر رہے تھے۔ پھر تم نے صفوان سے کہا:

”مجھ پر اگر قرض کا بوجھ (Burden) اور بچوں کی ذمہ داری نہ ہو

تو میں یثرب جا کر محمد کو قتل کر دوں۔“

صفوان نے تمہیں یقین دلایا:

”تم اپنے بچوں کی فکر نہ کرو، انہیں میں دیکھ لوں گا۔ تمہارا قرض

بھی میری ذمہ داری، تم یثرب جاؤ اور محمد کو قتل کر دو۔“

عمیر! اللہ کریم نے تمہارے ارادے میں رُکاوٹ

(Hinderance) ڈال دی ہے۔“ (سیرت ابن ہشام: 862)

عمیر کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہے (Astounded)۔ اُسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بات جو عمیر اور صفوان کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں، محمد کو معلوم ہے؟ یہ بات محمد کے علم میں کیسے ہو سکتی ہے؟ ہم نے تو اس بات کا کسی سے ذکر ہی نہیں کیا۔ محمد تو یثرب میں رہتا ہے، ہم نے یہ منصوبہ مکہ میں بنایا اور میں وقت ضائع (Waste) کئے بغیر یثرب آ گیا ہوں، یقیناً یہ معاملہ کچھ اور ہے۔ عمیر، رسول اللہ سے کہہ رہا ہے:

”خدا کی قسم! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ میں نے آج تک اسلام کو روکنے (Stop / resist) کی ہر ممکن کوشش کی، اب مکہ واپس جا کر میں اُسی طاقت سے (Every possible effort) اسلام کی تبلیغ (Preaching) کروں گا جس سے اسے روکتا رہا۔“ (سیرت ابن

ہشام: 86/2)

بدر کی جنگ کے بعد مکہ میں جو حالات ہیں، ان میں اسلام کی دعوت دینا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے (Push) والی بات ہے۔ مکہ واپس جا کر عمریر نے یہ کام بڑی بہادری کے ساتھ کیا۔ بہت سے لوگ عمریر کی کوششوں سے ایمان لے آئے ہیں۔

رسول اللہ کے داماد (Son-in-law) ابی العاص بن ربیع بن عبد شمس نے مکہ واپس جا کر وعدہ کے مطابق سیدہ زینب بنت محمد کو اپنے بھائی کنانہ بن ربیع (Kinaanah bin Rabi') کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ کر دیا ہے۔ تیروں سے بھرا ترکش (Quiver) کنانہ کے کندھے سے لٹک رہا ہے۔ سیدہ زینب اُونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کنانہ پکڑے ہوئے اونٹ کے آگے پیدل چل رہے ہیں۔ یہ بات قریش کے لوگوں کے علم میں آئی تو کچھ لوگوں نے اُن کا پیچھا (Chased) کیا اور ذی طوی (Dhu Tawaa) کے مقام پر ان تک پہنچ گئے ہیں۔ ان لوگوں میں ہبار بن اسد (Hibaar bin Asad) نامی شخص نے سیدہ کو نیزے (Spearhead) سے ڈرانا (Scare) شروع کر دیا ہے۔ ہبار نے نیزہ اُونٹنی کے پیٹ اور ٹانگ کے درمیان مارا جس سے اُونٹنی ہڈی (Frightened) اور اُچھلی (Jumped) ہے۔ سیدہ زینب اُونٹنی سے زمین پر گر پڑی ہیں۔ آپ اس وقت اُمید سے (Pregnant) ہیں، اُونٹنی سے گرنے کی وجہ سے آپ کا حمل (Baby) ضائع ہو گیا (سیرت ابن ہشام: 78/2)۔ (اسی تکلیف اور صدمہ (Shock) کی وجہ سے سیدہ آخری سانس (Last breath) تک بیمار رہیں۔) کنانہ نے اپنے تیر نکالتے ہوئے کہا ہے:

”خبردار! جب تک میرے تیر ختم نہیں ہو جاتے، میں تم میں سے

کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“ (سیرت ابن ہشام: 78/2)

ابن العاص کے گھر والوں کو پتہ چلا تو وہ مدد کے لیے پہنچے ہیں۔ قبیلوں کے درمیان لڑائی ہونے کو ہے۔ ابوسفیان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ بھی پہنچ گیا اور سمجھ داری سے معاملہ ختم کروا دیا (Matter resolved) ہے۔ ابوسفیان نے کنانہ بن ربیع سے کہا ہے:

”تم جانتے ہو کہ بدر میں محمد کی وجہ سے ہمیں کتنے زخم (Hurt) ملے

ہیں۔ تم اُس کی بیٹی کو علی الاعلان (Publicly) دن کی روشنی میں یثرب لے

جار ہے ہو۔ قریش اس کو اپنی کمزوری خیال کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے زخموں پر

نمک چھڑکنے والی بات (Add insult to injury) ہے۔ فی الحال (At the

moment) تم لوگ واپس مکہ چلے جاؤ۔ کچھ دن بعد حالات بہتر ہوں تو رات

کی تاریکی (Darkness) میں سفر کرنا اور زینب کو یثرب چھوڑ آنا۔“

ایسا ہی کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سیدہ زینب بنت محمد مدینہ منورہ میں رہنے لگیں

جبکہ ابی العاص مکہ میں ہی مقیم (Settled) ہیں (انکامل لابن الاثیر: 134/2، سیرت ابن ہشام: 78/2)۔ مدینہ

منورہ پہنچ کر سیدہ نے اونٹنی سے گرنے کا واقعہ بتایا تو رسول اللہ غمزدہ (Sad) ہو گئے ہیں۔

آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہے:

”مکہ جاؤ اور ہمار کو جلتی آگ میں ڈال کر جان سے مار دو۔“

تھوڑی دیر بعد ہی رسول اللہ نے اپنا حکم بدلتے ہوئے کہا ہے:

”آگ کا عذاب (Torment) صرف اللہ کریم ہی دے سکتا ہے

جو کائنات کا مالک ہے، تم لوگ اُسے آگ میں نہ جلا نا صرف قتل کر دینا۔“

صحابہ میں سے جو لوگ ہمار کو قتل کرنے مکہ گئے، کامیاب نہ ہو سکے۔

ستوؤں والی جنگ

صحز بن حرب نے جنگ بدر کے بعد علانیہ (Publicly) قسم اٹھائی ہے:

”جب تک مسلمانوں سے اپنے بھائیوں کا بدلہ (Revenge) نہ لے لوں، میں کسی عورت کے پاس جاؤں گا نہ ہی اپنے بالوں میں تیل لگاؤں (یا کنگھی کروں۔ Combing) گا اور نہ ہی کھانے میں گھی (Oil) استعمال کروں گا۔“ (سیرت ابن ہشام: 321/1)

صحز نے قسم اٹھا تو لی ہے لیکن اسے پورا کرنے کی صورت (Option) نظر نہیں آ رہی۔ مکہ کے سردار اسنے نقصان کے بعد ابھی کسی جنگ کے لیے تیار نہیں، نہ ہی اس خیال کی حمایت (Support) عام لوگوں میں نظر آتی ہے۔ صحز پریشان ہے کہ وہ اپنی قسم کی پابندی (Adherence) سے کیسے آزاد ہو۔ صحز بن حرب کے ذہن (Mind) میں قسم کے علاوہ اپنی قوم کی عزت اور حوصلہ (Spirit) بحال (Revive) کرنا بھی ہے۔ اس نے ایک (1) منصوبہ تیار کیا ہے۔

صحز نے ذی الحجہ 2 ہجری میں اپنے ساتھ دو سو (200) سواروں (Riders) کو لیا اور مدینہ منورہ کا رخ کیا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق صحز کے ساتھ چالیس (40) گھڑسوار (Cavalry) ہیں۔ صحز لڑائی سے بھی بچنا چاہتا ہے اس لیے مکہ سے مدینہ منورہ جانے والا معروف (Known) راستہ نہیں لیا۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس بات کی خبر رسول اللہ تک پہنچے۔ اس نے نجد کی وادی (Najad Valley) سے گزرنے والا لمبا راستہ اختیار کیا ہے۔ صحز نے مدینہ منورہ سے اُنیس (19) کلومیٹر دور وادی قناتہ (Qinaah) پہنچ کر پڑاؤ

(Camped) ڈالا ہے۔ اپنی فوج کو یہیں چھوڑ کر مدد حاصل کرنے کے لیے رات کی تاریکی میں صحرا مدینہ منورہ کے اُس حصّہ میں آیا ہے جہاں یہودی آباد ہیں۔ وہ بنی نضیر کے سردار حُئی بن اخطب کے گھر پہنچا ہے۔ دروازے پر دستک (Knock) دی تو پوچھا گیا:

”باہر کون ہے؟“

صحرا: ”میں ہوں، تمہارا دوست صحرا۔“

جواب سننے پر حُئی بن اخطب نے دروازہ کھولنے سے معذرت (Excuse)

کر لی ہے۔ صحرا یہاں سے مایوس (Disappointed) لوٹا ہے۔ اب اُس نے ارادہ کیا ہے کہ سلام بن مشکم کے گھر جایا جائے۔ سلام بن مشکم بھی بنی نضیر کے بڑے سرداروں میں سے ایک ہے۔ صحرا کو اپنے دروازہ پر دیکھ کر سلام بن مشکم بہت خوش ہے۔ اُس نے صحرا کی خوب آؤ بھگت (Warm welcome) کی اور اپنے تعاون (Cooperation) کا یقین دلایا ہے۔ سلام نے اُسے مسلمانوں کے متعلق معلومات بھی دی ہیں۔ صحرا یہاں سے خوش خوش اپنی فوج کے پاس واپس آ گیا ہے۔

سلام بن مشکم کی باتیں سن کر صحرا کو اندازہ ہو گیا ہے کہ اتنے کم لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کا خاطر خواہ (Considerable) نقصان (Loss / Damage) نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیے ایک بڑی فوج اور بھرپور تیاری (Preparation) کی ضرورت ہے۔ صحرا کو اپنی قسم کی فکر (Worry) ہے کیونکہ ان پابندیوں (Restrictions) کے ساتھ زندگی گزارنا آسان نہیں۔ صحرا نے اس مسئلہ کا حل ڈھونڈا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ سے باہر پانچ (5) کلو میٹر دُور ایک چھوٹی سی بستی عُریض (Uraid) آ گیا ہے جہاں بہت تھوڑے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں انہوں نے درختوں کو آگ لگانے کے علاوہ کچھ خیمے جلا دیئے ہیں۔ جانوروں کے چارے (Fodder) کو بھی آگ لگا دی ہے۔ مکہ واپس جاتے ہوئے ان لوگوں نے معبد بن عمر و انصاری (M'abad bin 'Amr Ansarite) اور

اُن کے ایک مزدور (Labourer) کو قتل کر دیا ہے (الغزازی للوالدی: 169/1، شرح الزرقانی علی المواہب: 355/2)۔ اس کے بعد رات کی تاریکی ہی میں مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ صخر کو اطمینان ہے کہ میں نے اپنی قسم پوری کر دی، اب میں تمام پابندیوں (Restrictions) سے آزاد (Free) ہوں۔

رسول اللہ کے علم میں صخر بن حرب کی (Action) کاروائی آئی تو آپ دوسو (200) صحابہ کو ساتھ لے کر اُس کے تعاقب (Chase) میں نکلے ہیں۔ آپ نے ابولبابہ بشیر بن مُنذر کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ (الغزازی للوالدی: 169/1، شرح الزرقانی علی المواہب: 355/2)

صخر بن حرب اور اُس کے ساتھیوں پر مسلمانوں کے رُعب (Awe) کا عالم یہ ہے کہ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ (Running fast) رہے ہیں۔ اُنہیں ڈر ہے کہ مسلمان اُن تک پہنچ جائیں گے۔ اب اُنہوں نے اپنے لدے ہوئے (Loaded) سامان سے جان چھڑانے (Get rid of) کا سوچا ہے۔ اُن کے پاس راستہ میں استعمال کے لیے سٹو (Barley Husk) ہیں۔ اُنہوں نے ان بوریوں (Bags) کو اُونٹوں سے زمین پر گرا (Dropped) دیا ہے تاکہ اُونٹ وزن (Weight) کم ہونے کی وجہ سے تیزی سے بھاگ سکیں (سرت ابن ہشام: 47/3)۔ رسول اللہ قرقرۃ الکدر (Qurqura Tul Kadr) تک اُن کے پیچھے گئے اور پھر واپس مدینہ منورہ آنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مدینہ منورہ واپسی کے راستے میں مسلمانوں کو ستوؤں کی بوریاں ملیں جو اُنہوں نے قبضہ (Acquired) میں لے لی ہیں۔ اس وجہ سے اسے غزوة سویق (Ghazwah Sweeq) یعنی ”ستوؤں والی لڑائی“ (Battle of Barley Husk) کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ اس مہم (Expedition) کے دوران پانچ (5) دن مدینہ منورہ سے باہر رہے ہیں۔ (الغزازی للوالدی: 169/1، سرت ابن اسحاق: 320/1)

تاریخ صخر بن حرب کو ابوسفیان کے نام سے پہچانتی ہے۔ جی ہاں! بنی اُمیہ کا

سردار ابوسفیان بن حرب۔ ابوسفیان نے مکہ واپس آ کر اپنی فتح کا اعلان کر دیا ہے۔ اُس نے سب سے کہا ہے:

”میں مسلمانوں سے مکہ کے تمام سرداروں کا بدلہ لے آیا

ہوں۔ اب میری قسم پوری ہو گئی ہے۔ میں قسم کی پابندیوں سے بھی آزاد

ہو گیا ہوں۔“

مکہ کے شاعروں نے بدر کے بعد جذباتی (Emotional) فضا قائم رکھی ہے۔ یہ لوگ روزانہ کی بنیاد پر بدر میں مرنے والوں کا مرثیہ پڑھتے اور اُن کے رشتہ داروں، قبیلہ کے لوگوں کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے اکساتے ہیں۔ ان شاعروں نے قریش کے جذبات کو یوں زندہ رکھا ہے جیسے بدر کی جنگ کل کی بات ہو۔ قریش ہر وقت مسلمانوں پر حملہ کرنے اور بدلہ لینے کا سوچتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے اُن کے زخم ہرے ہیں۔

عثمان بن مظعون بیمار ہو گئے ہیں۔ اُن کا علاج کروایا گیا لیکن اُن کی طبیعت نہیں سنبھلی۔ مہاجرین میں سب سے پہلے عثمان بن مظعون نے جنگ بدر کے بعد ذی القعدہ (Dhi Q'adah) 2 ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ، عثمان کی وفات کی اطلاع سن کر اُن کے گھر آئے ہیں۔ رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ رسول اللہ نے عثمان کے ماتھے کا بوسہ لیا ہے (Kissed)۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ایک شخص سے کہہ رہے ہیں:

”وہ پتھر اٹھا کر لاؤ“

وہ صحابی پتھر کے بھاری ہونے کی وجہ سے اسے نہیں اٹھا سکے۔ رسول اللہ نے اپنی قمیص کے بازو پر کئے اور بھاری پتھر خود اٹھالائے ہیں۔ آپ نے یہ پتھر عثمان کی قبر کے سر کی طرف رکھ دیا ہے۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”یہ میرے قاصد (Messenger) کی قبر ہے۔ میں اس پتھر کی وجہ سے اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں گا۔ جب میرے گھر والوں سے کوئی دنیا سے رخصت ہوا تو میں اُسے عثمان کے قریب دفن کروں گا۔“ (سنن ابن ماجہ: 3206،

سنن ابن ماجہ: 1581، المستدرک للحاکم: 4887)

سیدہ رقیہ بنت محمد نے وفات پائی تو رسول اللہ نے کہا:
 ”بیٹا! تم ہم سے پہلے چلے جانے والے بہترین شخص (عثمان بن مظعون) سے ملنا۔“ (مسند احمد: 11838)

سیدہ رقیہ بنت محمد کو عثمان بن مظعون کے قریب ہی دفن کیا گیا ہے (مسند احمد: 11838)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یہ سیدہ اُمّ کلثوم بنت محمد تھیں۔ اس کے بعد جب کسی مہاجر کی وفات ہوتی تو رسول اللہ کہتے:

”اِسے میرے قاصد، عثمان بن مظعون کے قریب دفن کرو۔“

(المستدرک للحاکم: 4867)

ایک صحابیہ اُمّ العلاء رسول اللہ کے پاس آئی ہیں۔ وہ رسول اللہ سے کہہ رہی

ہیں:

”اللہ کے رسول! میں نے خواب میں عثمان بن مظعون کے لیے ایک بہتا ہوا چشمہ دیکھا ہے۔ (اس زمانہ میں عرب میں پانی کا بہتا ہوا چشمہ بہت نایاب (Precious) ہے۔)“

رسول اللہ: ”یہ عثمان کا عمل ہے۔“ (مسند احمد: 11839، بخاری: 1243، جامع ترمذی: 989)

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ رقیہ کی بیماری کی وجہ سے عثمان کو جنگ بدر میں شامل ہونے سے روکا تھا۔ سیدہ رقیہ کی وفات کے چھ (6) مہینے بعد ربیع الاول 3 ہجری میں رسول اللہ نے اپنی بیٹی اُمّ کلثوم (Umm Kulthum) (603-630, 28) کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دیا ہے۔ سیدہ اُمّ کلثوم کی رخصتی، نکاح سے تین (3) مہینے بعد جمادی الآخر میں ہوئی ہے (طبقات ابن سعد: 37/8)۔ رسول اللہ نے کہا ہے:

”میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے:

”اللہ کریم حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی اُمّ کلثوم کا نکاح اسی حق مہر

پر عثمان سے کر دیں جس پر سیدہ رقیہ کا نکاح کیا تھا۔“

رسول اللہ: ”عثمان میری بیٹی کے ساتھ ایسا ہی اچھا سلوک کرنا جیسا تم رقیہ کے ساتھ کرتے رہے۔“ (سنن ابن ماجہ: 110، تاریخ دمشق: 84/3، الاصابہ: 461/8)

اس طرح رسول اللہ کی دو (2) بیٹیاں باری باری (One by one) عثمان بن عفان کے نکاح میں آئی ہیں۔ اُمّ کلثوم شعبان 9 ہجری (630 عیسوی) کو شادی کے چھ (6) سال بعد اٹھائیس (28) سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ رسول اللہ نے ان کی وفات پر کہا:

”اگر میری دس (10) بیٹیاں ہوتیں تو میں (ایک کے بعد ایک)

ان سب کو عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔“ (طبقات ابن سعد: 38/8)

سیدہ حفصہ (605-665, 61) (Sayyedah Hafsa) عمر بن خطاب کی بیٹی

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

ہیں۔ حفصہ کی والدہ زینب بنت مطلقون (Zaynab bint Maz'oon)، عثمان بن مطلقون کی بہن ہیں۔ سیدہ حفصہ، رسول اللہ کے اعلان نبوت سے پانچ (5) سال پہلے پیدا ہوئیں (طبقات ابن سعد: 81/8)۔ عبداللہ بن عمر، سیدہ حفصہ سے چھوٹے ہیں۔ سیدہ حفصہ کی پہلی شادی مکہ میں رہتے ہوئے خنیس بن حذافہ (Khunays bin Hudhaafah) (d:624) سے ہوئی۔ سیدہ حفصہ نے خنیس کے ساتھ ہی مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد خنیس زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور جنگ بدر کے بعد وفات پا گئے۔ عمر بن خطاب نے خنیس بن حذافہ کی وفات کے بعد عثمان بن عفان سے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ کے نکاح کی بات کی ہے۔ عرب کی تہذیب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ عرب میں عورتوں کے لیے بھی دوسری (2nd)، تیسری (3rd) یا چوتھی (4th) شادی عام ہے۔ اسی طرح عرب میں شادی کے لیے دو لہا اور دلہن کی عمر میں فرق کوئی معنی نہیں رکھتا (مسند رسول: 55/1)۔ عثمان نے عمر سے اس سلسلہ میں سوچ بچار (Ponder) کے لیے وقت مانگا ہے۔ چند دن بعد عثمان نے عمر سے کہا ہے:

”میں ابھی مزید کسی نکاح کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ (سنن نسائی: 3223)

اس کے بعد عمر بن خطاب نے ابو بکر سے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کی بات کی لیکن ابو بکر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمر کہتے ہیں:

”مجھے عثمان سے زیادہ گلہ (Complaint) ابو بکر سے تھا۔“

کچھ دن بعد رسول اللہ نے سیدہ حفصہ سے نکاح کا پیغام بھیجا جسے عمر بن خطاب نے قبول کر لیا ہے۔ رسول اللہ کی سیدہ حفصہ سے شادی شعبان 3 ہجری میں ہوئی ہے (مسند بخاری: 4005، سنن نسائی: 3261، سبل الہدی والرشاد: 184/11، فتح الباری: 221/9)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ کا سیدہ حفصہ سے نکاح جنگ اُحد کے بعد ہوا۔ یہ رسول اللہ کا چوتھا (4th) نکاح

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

ہے۔ اس نکاح کے وقت رسول اللہ کی عمر ستاون (57) سال جبکہ سیدہ حفصہ کی اکیس (21) سال ہے۔ سیدہ حفصہ کے لیے مسجد نبوی کے شمال (North) میں مسجد سے جڑا ہوا حجرہ (Adjacent) تعمیر کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد یہ رسول اللہ کا پہلا نکاح ہے۔ اب مسجد نبوی کے ساتھ رسول اللہ کے لیے تین (3) حجرے موجود ہیں۔ دو (2) حجرے مشرق (East) میں اور ایک (1) شمال (North) میں۔

رسول اللہ کے سیدہ حفصہ سے نکاح کے کچھ دن بعد ابو بکر نے عمر سے کہا ہے:

”مجھے معلوم ہے کہ آپ مجھ سے اس بات پر ناراض ہیں کہ میں

نے حفصہ کے نکاح کے لیے آپ کے پیغام کا جواب نہیں دیا۔“ (صحیح

بخاری: 4005، سنن نسائی: 3261)

عمر: ”جی ہاں! مجھے آپ سے گلہ ہے۔“

ابو بکر: ”میں نے آپ کے پیغام کا جواب اس لیے نہیں دیا کہ رسول اللہ مجھ سے حفصہ سے

نکاح کا ارادہ ظاہر (Share) کر چکے تھے۔ میں نے رسول اللہ کا راز

(Secret) آپ پر کھولنا (Reveal) مناسب نہیں سمجھا۔ اس لیے میں نے آپ

کے پیغام کا جواب نہیں دیا۔ اگر رسول اللہ سیدہ حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں

اُسے اپنے نکاح میں قبول کر لیتا۔“ (صحیح بخاری: 4005)

سیدہ خدیجہ سے رسول اللہ کی چار (4) بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی

کا نام فاطمہ بنت محمد ہے۔ آپ اعلان نبوت سے پانچ (5) سال پہلے (605 عیسوی میں)

پیدا ہوئیں (طبقات ابن سعد: 19/8)۔ عرب کی تہذیب (Civilization) اور روایات کے مطابق

زندگی گزر رہی ہے۔ ابو بکر، رسول اللہ کے پاس آئے اور اُن سے سیدہ فاطمہ سے نکاح

(Wedlock) کی خواہش ظاہر کی ہے۔ رسول اللہ نے انہیں باوقار (Honourable) انداز

میں منع (Refuse) کر دیا ہے۔ کچھ دن بعد عمر بن خطاب بھی ایسی ہی درخواست لیے

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ رسول اللہ نے ان کی بات سن کر انہیں بھی انکار میں جواب دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد: 3223، سنن نسائی: 3223)

عبدالرحمن بن عوف نے علی ابن ابی طالب کو مشورہ (Advice) دیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے پاس جا کر سیدہ فاطمہ سے نکاح کی درخواست کریں۔ علی اس بات میں حیا (Shyness) محسوس کرتے ہیں۔ عبدالرحمن کے بار بار کہنے پر ایک دن علی اسی خیال سے رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوا، علی ابن ابی طالب سے سنتے ہیں:

”میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ سے فاطمہ سے نکاح کی بات کروں لیکن مجھے اس بات میں بہت حیا آرہی تھی۔ میں اپنے اندر رسول اللہ سے بات کرنے کا حوصلہ (Courage) نہیں پارہا تھا۔

رسول اللہ نے مجھ سے پوچھا:

”کیسے آئے ہو؟ کوئی کام ہے کیا؟“

مجھ سے حیا کی وجہ سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا اس لیے میں خاموش رہا۔

رسول اللہ: ”شاید فاطمہ سے نکاح کا پیغام لے کر آئے ہو؟“

میں: ”جی ہاں“

رسول اللہ: ”ان شاء اللہ“

میں اٹھ کر واپس آ گیا۔“

علی کے جانے کے بعد رسول اللہ، سیدہ فاطمہ سے کہہ رہے ہیں:

”بیٹا! علی میرے پاس آیا تھا اور اُس نے تمہارا ذکر کیا

ہے۔ تمہاری اس بارے میں کیا مرضی ہے؟“

یہ بات سن کر سیدہ حیا (Modesty) سے شرمائیں (Blushed) اور خاموش

رہیں۔

رسول اللہ سے ملاقات کے بعد واپس آنے پر عبدالرحمن بن عوف نے علی سے

پوچھا ہے:

”کیا ہوا؟“

علی: ”انکار ہو گیا ہے۔“

عبدالرحمن: ”رسول اللہ نے کیا کہا ہے؟“

علی: ”ان شاء اللہ“

عبدالرحمن: ”ماشاء اللہ۔ مبارک ہو“

علی: ”وہ کیسے؟“

عبدالرحمن: ”نبی کا ان شاء اللہ کہنا، ہاں ہی ہوتا ہے۔“

علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ کچھ دن بعد رسول اللہ نے مجھے اپنے پاس بلا یا اور

پوچھا:

”کیا حق مہر (Groom's gift to bride of bride's choice)

given to bride on the occasion of marriage) ادا کرنے کے

لیے تمہارے پاس کچھ ہے؟“

میں: ”اللہ کے رسول! میرے پاس ایسا کوئی انتظام (Arrangement) نہیں ہے۔“

رسول اللہ: ”وہ زرہ بکتر کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟“

میں: ”جی! وہ میرے پاس ہے۔“

رسول اللہ: ”تم وہ زرہ بکتر بیچ کر فاطمہ کا مہر ادا کر دو۔“ (سنن نسائی: 3377، سنن الکبریٰ

للبيہی: 234/7، سیرت ابن اسحاق: 273/1)

میں: ”جی بہتر“

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

رسول اللہ: ”بے شک اللہ کریم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کی شادی (علی) تم سے کر دوں۔ فاطمہ تمہارے (نکاح کے) لیے ہے، تم اُس سے اچھا سلوک

کرنا۔“ (السلسلة الصحیحہ: 2010، سبیل الہدیٰ والرشاد: 38/11، المعجم الکبیر للطبرانی: 156/10)

میں خوشی خوشی واپس آ گیا۔“

جب میں نے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ کے ساتھ اپنا گھر بسا

(Marry) کا ارادہ کر لیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار (Goldsmith)

سے معاہدہ کیا کہ میں اذخر (Adkhar) گھاس کاٹ کر ایندھن (Fuel) کے

لیے لاؤں گا جس کی مزدوری وہ سنار مجھے دے گا۔ اس طرح میں نکاح سے

پہلے کچھ رقم جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“ (صحیح بخاری: 2089)

رسول اللہ نے سیدہ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا ہے (سنن نسائی: 3223، سیرت ابن

اسحاق: 274/1، طبقات ابن سعد: 20/8، أسد الغابہ: 216/1)۔ نکاح کا مہر چار سو (400) درہم مقرر (Fix) ہوا

ہے۔ سیدہ فاطمہ کی علی سے شادی ماہِ صفر 3 ہجری میں ہوئی ہے (سیرت النبویہ لابن کثیر: 744)۔ کچھ

تاریخ دانوں کے مطابق یہ شادی ماہِ رجب 1 ہجری میں ہوئی اور کچھ کے مطابق سیدہ فاطمہ

اور علی ابن ابی طالب کا نکاح 1 ذی الحجہ 2 ہجری کو اور رخصتی 19 ذی الحجہ کو ہوئی ہے۔ شادی

کے وقت سیدہ فاطمہ کی عمر اٹھارہ (18) اور علی کی پچیس (25) سال ہے۔ (الاصابہ فی تمہیر

الصحابہ: 264/8)

سیدہ فاطمہ اور علی کی شادی نہایت سادگی سے ہوئی ہے۔ رسول اللہ نے سیدہ

فاطمہ کو ایک سفید (White) اُونی چادر (Woolen shawl)، پانی کی ایک مشک (Water

container) اور اذخر گھاس (Azkhar grass) یا کھجور کے درخت کی چھال سے بھرا

ہوا چمڑے کا تکیہ (Pillow) رخصتی (Departure of bride from her parent's

home to her husband's home) کے وقت تحفے میں دیئے ہیں (مسند احمد: 10723، سنن

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

ابن ماجہ: (4152)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق اس کے علاوہ دو (2) چکیاں (Grinder) اور مٹی کے دو (2) گھڑے (Clay pot) بھی دیئے ہیں (مسند احمد: 10723، طبقات ابن سعد: 25/8)۔ رخصتی کے وقت رسول اللہ نے سیدہ فاطمہ کو نصیحت (Advice) کرتے ہوئے کہا ہے:

”فاطمہ! سوال کر کے کبھی علی کو شرمندہ (Ashamed) نہ کرنا“

رسول اللہ کی نصیحت کے معنی ہیں کہ کبھی علی سے ایسی خواہش (Demand) نہ کرنا جو اُس کے بس (Reach) میں نہ ہو۔ رسول اللہ نے رخصت کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ سے مزید کہا ہے:

”میں نے تمہارے لیے اپنے خاندان کا بہترین فرد (The best

person) تلاش کرنے میں کوتاہی (Negligence) نہیں کی۔“ (طبقات ابن

سعد: 24/8)

دریا کی تہہ سے نرم ریت (Sand) لا کر علی کے حجرے کے فرش پر بچھادی گئی ہے۔ بھیڑ کی کھال (Sheep skin) کا بستر بچھایا گیا ہے۔ اس پر یمن کی دھاری دار (Striped) چادر بچھائی گئی ہے۔ چڑے سے بنا ہوا تکیہ (Pillow) یہاں موجود ہے جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے ہیں۔ اُمّ سلمہ، علی کے گھر آئی ہیں۔ انہوں نے دلاہا اور دلہن کے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ آنے والے مہمانوں کو کھجور، انجیر اور خوشبو والا میٹھا پانی پیش کیا گیا ہے۔ سیدہ کی رخصتی کے ساتھ ہی اُمّ ایمن بھی خدمت کے لیے آپ کے گھر رہنے لگی ہیں۔ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اُمّ ایمن واپس رسول اللہ کے گھر چلی گئیں۔

علی کے پاس ولیمہ کی دعوت (Feast / reception) کا انتظام کرنے کے بھی اسباب (Resources) نہیں ہیں۔ سعد ابن ابی وقاص نے انہیں ایک مینڈھا (Lamb)

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

اور دوسرے صحابہ نے انہیں گندم (Wheat) تحفے میں دی ہے۔ علی نے انہی سے ولیمہ کی دعوت کا انتظام کیا ہے۔ (مسند احمد: 7031)

رسول اللہ کی خواہش ہے کہ سیدہ فاطمہ آپ کے ہمسایہ (Neighbourhood) میں رہیں۔ رسول اللہ کی خواہش حارثہ بن نعمان کے علم میں آئی ہے۔ اُن کا سحجرہ (Cubical) مسجد نبوی کے بالکل قریب ہے۔ حارثہ، رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! میں نے اپنا سحجرہ خالی (Vacate) کر دیا ہے، آپ اسے فاطمہ اور علی کے لیے قبول کر لیں۔ خدا کی قسم! جو آپ لیں گے، مجھے وہ اُس سے کہیں زیادہ پیارا ہوگا جو آپ نہیں لیں گے۔“

رسول اللہ: ”تم نے سچ کہا ہے۔“

اب سیدہ فاطمہ اور علی رسول اللہ کے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ رسول اللہ آتے جاتے ان سے ملاقات کرتے اور دعائیں دیتے ہیں (طبقات ابن سعد: 488/3)۔ سیدہ فاطمہ اور علی اس سحجرہ میں کئی سال تک رہائش پذیر (Resided) رہے۔ (السيرة النبوية لابن كثير: 544/2)

سیدہ فاطمہ کی عادتیں رسول اللہ سے بہت ملتی ہیں۔ سیدہ بہت سخی (Generous) ہیں۔ کسی سوال کرنے والے کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتیں۔ رسول اللہ نے سیدہ کے بارے میں کہا:

”فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔“ (مسند

احمد: 11373، صحیح بخاری: 3624، 3623)

سیدہ فاطمہ اور علی ابن ابی طالب خوش گوار (Happy) زندگی گزار رہے ہیں۔ شادی کے کچھ سال بعد علی، سیدہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کی قسم! پانی لالا کر میرا سینہ (Chest) درد کرنے لگا ہے۔“

اپنے، اپنے بابا کے گھر سے

سیدہ فاطمہ: ”چٹلی (Manual grinder) چلا چلا کر میرے بھی ہاتھ پتھر کی طرح ہو گئے ہیں۔ میرے ہاتھوں میں چھالے (Bristels) پڑ چکے ہیں۔“

علی: ”رسول اللہ کے پاس قیدی (غلام اور کنیزیں) ہیں۔ تم اُن کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمیں ان میں سے کوئی قیدی دے دیں۔“

سیدہ فاطمہ اسی ارادہ سے رسول اللہ کے پاس آئی ہیں۔

رسول اللہ: ”بیٹا کیسے آنا ہوا؟“

سیدہ فاطمہ: ”بابا جان! بس آپ کو سلام کرنے آئی ہوں۔“

سیدہ فاطمہ کو رسول اللہ سے قیدی مانگتے ہوئے حیا (Shyness) آتی ہے۔

سیدہ، رسول اللہ سے کوئی دوسری بات کئے بغیر واپس آ گئی ہیں (مسند احمد: 10723)۔ واپس آنے پر علی پوچھ رہے ہیں:

”رسول اللہ نے کیا کہا؟“

سیدہ فاطمہ: ”میں نے شرم کے مارے رسول اللہ سے قیدی نہیں مانگے۔“

کچھ دن بعد سیدہ فاطمہ اور علی، رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ علی، رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! میں پانی لالا کر تھک گیا ہوں۔ فاطمہ بھی چٹلی چلا

چلا کر تھک جاتی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں چٹلی چلانے سے چھالے پڑ گئے

ہیں۔ آپ کے پاس قیدی ہیں، ان میں سے ہمیں بھی عنایت کر دیں۔“

رسول اللہ: ”اللہ کی قسم! میں تمہیں خادم (Servant) نہیں دے سکتا۔ تم جانتے ہو کہ صفحہ میں رہنے والے اس کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ وہ لوگ بھوک سے پیٹ کے بل گرتے پڑتے ہیں اور میرے پاس گنجائش (Enough resources) نہیں

ہوتی کہ اُن پر خرچ کر سکوں۔“

رسول اللہ کی بات سن کر دونوں اپنے گھر واپس آگئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ کے پاس سوتے وقت اوڑھنے (Cover) والی چادر اتنی چھوٹی ہے کہ پاؤں چھپیں تو سر باہر رہ جاتا ہے۔ سر ڈھانپیں (Cover) تو پاؤں چادر سے باہر رہ جاتے ہیں (مسند احمد: 10723)۔

حذیفہ (Hudhayfah) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے ہدایت دی کہ مدینہ منورہ میں موجود مسلمانوں کی فہرست (List) تیار کرو۔ مدینہ منورہ کی آبادی مکہ کے مقابلہ میں کافی کم ہے۔ ہم نے مسلمانوں کی فہرست تیار کی تو تعداد پندرہ سو (1,500) تھی۔ یہ اسلامی تاریخ میں پہلی مردم شماری (Census) ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ کی آبادی تقریباً دس ہزار (10,000) ہے۔ مسلمان (مہاجرین اور انصار) اس اعتبار سے مدینہ منورہ کی آبادی کا پندرہ فیصد (15%) ہیں (عطیات ہالہ و اوزا فا کفر محمد حمید اللہ: 52)۔

ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی چھاتی سے بہتر ہے

انہی دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی اُونٹنی گم ہو گئی ہے۔ زید بن اللصیت منافق اس موقع پر کہہ رہا ہے:

”محمد تو دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔

وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اُس کی اُونٹنی کہاں ہے؟“ (سیرت ابن ہشام: 464/1)

رسول اللہ کو زید کی بات کا پتہ چلا تو آپ کہہ رہے ہیں:

”بے شک کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ محمد دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کے

پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اُس کی سواری کہاں ہے؟

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا مگر وہ چیز جو اللہ کریم نے مجھے علم کیا ہے۔

میرے رب نے میری رہنمائی کر دی ہے۔ میری اُونٹنی فلاں (So & so

Valley) گھاٹی میں ہے۔ ایک درخت نے میری اُونٹنی کی ٹگیل روک رکھی

ہے۔“

رسول اللہ کے ساتھی اُس وادی میں آئے ہیں۔ اُونٹنی وہیں موجود ہے جہاں

رسول اللہ نے بتایا۔ (سیرت ابن ہشام: 464/1)

کعب بن اشرف یہودیوں میں بہت اثر (Influence) رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ

کعب لوگوں کو سود (Interest) پر قرض بھی دیتا ہے، مدینہ منورہ کے کاروبار اور دوسرے

معاملات بھی اس کی مرضی سے چلتے ہیں۔ اس نے اپنے قلعہ میں بڑی تعداد میں اسلحہ جمع

ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی چھائی سے بہتر ہے

(Store) کر رکھا ہے۔ مدینہ منورہ میں موجود قلعوں میں سب سے بڑا قلعہ کعب ہی کا ہے۔ بنی قریظہ تو ہے ہی کعب کے زیر اثر، باقی یہودی قبیلوں پر بھی اس کا اثر کم نہیں ہے۔ کعب زبان (Language) پر عبور (Expertise) رکھنے والا شاعر ہے۔ ”عرب کی روایات“ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شاعر عرب میں بہت عزت اور مقام رکھتے ہیں (معد رسول اللہ: 59/1)، اسے اس لحاظ سے بھی اعلیٰ مقام (Superior status) حاصل ہے۔

رسول اللہ اپنے رب کے حکم پر دشمنوں کی زیادتیاں برداشت کرتے آرہے ہیں۔ یہودی قبیلوں میں سے بنی قریظہ نے قریش سے مسلمانوں کے خلاف مدد کا وعدہ کر کے معاہدہ توڑنے (Violation) کی ابتدا (Beginning) کی ہے۔ جنگ بدر کے بعد رسول اللہ اور مسلمانوں سے کعب کی دشمنی بہت بڑھ گئی ہے۔ زید بن حارثہ بدر کی فتح کی خبر لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو فتح کا اعلان سنتے ہی کعب نے کہا:

”کیا یہ سچ ہے کہ مسلمان جنگ جیت گئے ہیں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ محمد

اور اُس کے لوگوں نے مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا ہوگا؟ قریش تو تمام عرب کے سردار اور بادشاہ ہیں۔ خدا کی قسم! اگر محمد اور اُس کے لوگوں نے قریش کو قتل کر دیا ہے تو ہمارے لیے زمین کا پیٹ (Grave) اس کی چھائی (Surface) سے کہیں بہتر ہے (یعنی ہمیں مرجانا چاہئے)“ (سیرت ابن ہشام: 54/3)

إِنْ تَسْتَسْكُمُ حَسَنَةً تَسُوهُمْ، وَإِنْ تُصِيبْكُمُ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا، وَإِنْ تُضِيبُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ هَيْبًا، إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (القرآن- آل عمران- 3: 120)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگتا ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو انہیں اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اگر تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اُن کی کوئی تدبیر اور

ہمارے لیے زمین کا پیت اس کی چھاتی سے بہتر ہے

مکرو فریب (Pretence and deceit) تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جو کچھ وہ تمہارے خلاف کر رہے ہیں، اللہ اُسے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ سب کچھ تمہارے رب کے علم میں ہے۔

کعب باقی یہودی سرداروں کو لے کر قریش مکہ کے پاس گیا تا کہ جنگ بدر کے بعد انہیں دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر سکے۔ کعب، رسول اللہ سے کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی (Violation) کر رہا ہے۔ کعب نے قریش مکہ کے لیے مرثیے (Elegy) کہے۔ کعب کا لکھا گیا مرثیہ یوں ہے:

جنگ بدر کی چٹلی (Grinder) نے

اہل مکہ کو پیس (Grind) ڈالا

بدر جیسے سانحہ (Oppression) پر

خوب رونا پینا چاہئے

لوگوں کے سردار

اپنے ہی حوضوں (Ponds)

پر قتل کر دیئے گئے

تم دل میلا (Heavy heart) نہ کرو

بادشاہ اس طرح

موت کی وادی (Valley of death)

میں اُترا کرتے ہیں

کتنی عزت والے

اور چمکتے

روشن والے

ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی چھاتی سے بہتر ہے

چہروں (Glowing bright faces) والے

سردار مارے گئے ہیں

ایسے لوگ

قتل کر دیئے گئے

جو

ضرورت مندوں (Needy)

اور

تنگ دستوں (Poor) کا

سہارا (Support) تھے۔

جنگ بدر کی کامیابی سے جن لوگوں کی اسلام دشمنی میں اضافہ ہوا، ان میں یہودی پیش پیش (Ahead of all) ہیں۔ انہیں اپنی دولت اور مدینہ منورہ میں اپنے اثر و رسوخ (Influence) کا بہت غرور (Proud) ہے۔ اس سے پہلے یہودیوں کا خیال تھا کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا وجود (Existence) عارضی (Temporary) ہے۔ قریش مکہ جس دن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے مسلمانوں کا وجود مٹا (Vanish) دیں گے۔ یہودی مسلمانوں کو اپنے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں سمجھتے تھے۔ بدر کی جنگ نے سب لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی طاقت دیکھ کر کعب بن اشرف (K'ab bin Ashraf) مکہ جا کر قریش مکہ سے ساز باز (Deal) کر کے آیا ہے کہ قریش بدر کی جنگ کے مقتولوں (Accused) کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں پر حملہ کریں تو بنی قریظہ ان کی مدد کریں گے۔ اس بات کو خفیہ (Secret) رکھا گیا ہے۔

کعب بن اشرف بدر میں مارے جانے والے قریش کے لیے خوب رویا دھویا۔ اب کعب کی ساری مصروفیت (Activity) رسول اللہ کے خلاف شاعری (ہجو)۔

(Darogatory poetry) کرنا ہے۔ یہاں ایک بات اہم ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں دشمن آپ کے خلاف شاعری کرتے رہے لیکن وہ کلام آج تاریخ کی کسی کتاب یا حدیث کی کسی روایت میں نہیں ملتا۔ صحابہ، محدثین (Compilers of Hadith) اور تاریخ دانوں نے اسے محفوظ نہیں کیا۔ ان بڑے لوگوں نے ایسی شاعری یا نثر (Poetry or prose) کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔ اسے محفوظ رکھنے سے آنے والے دور میں بھی ایسی شاعری یا کلام زندہ رہتا۔ آج ہمیں یہی طریقہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ سوشل میڈیا (Social media) کے دور میں ملنے والی تصاویر (Photographs / Images / Caricatures، ویڈیوز (Videos)، خبروں اور بے حرمتی (Desecration) پر احتجاج (Protest) کرتے ہوئے ہم اپنی پوری کوشش کر کے اسے دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے ہم نہ چاہتے ہوئے انجانے میں رسول اللہ کے دشمنوں کا پیغام لوگوں تک پہنچانے (Viral) میں اُن کی مدد کرتے ہیں۔ ہمیں ایسا کرنے سے بچنا چاہئے۔ اس کے خلاف ردِ عمل (Reaction) ضرور دیں لیکن اس مواد (Material) کو لوگوں تک نہ پہنچائیں۔ اسے وائرل (Viral) کرنا ہمارے ایمان کے خلاف ہے۔ ہمیں اپنے بڑوں کا طریقہ اپناتے ہوئے اسے پھیلنے سے روکنا چاہئے۔

تم بہت جلد محمد سے اکتا جاؤ گے ①

لَتُبْكُونَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ
 أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذَى كَثِيرًا ۖ وَإِنْ
 تَضَيَّرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (القرآن- آل عمران- 3: 186)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تمہارے جان و مال میں پیش آنے والی
 آزمائشوں (Testing times) کے ذریعہ تمہیں ہر حال میں آزما یا (Test) جائے گا۔ جن
 لوگوں کو تم سے پہلے کتاب (تورات) دی گئی، انہوں نے شرک (Polytheism) کیا،
 تمہیں ان لوگوں سے بہت دُکھ (Hurting) دینے والی باتیں سننا پڑیں گی۔ اگر تم ان مشکل
 حالات میں صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک بہت والے (Strong) اور حوصلہ
 مند ہونے کا ثبوت (Proof) دو گے۔ اللہ تمہاری مدد ضرور کرے گا۔

کعب نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تو اُس کی کسی بات کا جواب نہیں دیتے،
 اُس نے مسلمان عورتوں کے بارے میں نازیبا (Indecent) شاعری شروع کر دی ہے۔ وہ
 نام لے کر اپنی شاعری میں مسلمان عورتوں پر الزام (Blame) لگاتا ہے۔ مسلمان عورتوں
 سے اپنے من گھڑت (Fabricated) عشقیہ قصے (Love stories) بنا کر شاعری کرتا ہے۔
 اس طرح یہ پاک باز مسلمان عورتوں کو بدنام (Defame) کرتا ہے۔ اس کی شاعری بے
 حیائی (Vulgarity) اور بدزبانی (Foul language) پر مشتمل ہے۔ کعب ساری حدیں
 (Limits) توڑ چکا تو رسول اللہ نے صحابہ سے پوچھا ہے:

① تم بہت جلد محمد سے اکتا جاؤ گے۔ (صحیح بخاری: 4037)

”کون ہے جو کعب کو قتل کرے گا؟ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول

کو تکلیف (Hurt) دی ہے۔“ (صحیح بخاری: 2510)

محمد بن مسلمہ: ”اللہ کے رسول! یہ ذمہ داری میں قبول (Accept) کرتا ہوں۔“

محمد بن مسلمہ، کعب کا رضاعی بھائی (Foster brother) ہے۔

رسول اللہ: ”کوئی بھی قدم (Step) اٹھانے سے پہلے سعد بن معاذ سے مشورہ کر لیتا۔“

سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کے بعد محمد بن مسلمہ، ابونا نکلہ سلکان بن سلامہ

(Abu Naa-ilah Silkaan bin Salaamah)(d:673)، عباد بن بشر، حارث بن

اوس (Haarith bin Aws)، ابو عبس بن جبیر (Abu 'Abs bin Jubayr) سے ملے اور

انہیں اپنے ارادہ سے آگاہ (Inform) کیا ہے۔ سب نے اس کام میں محمد بن مسلمہ کا ساتھ

دینے کی حامی (Consent) بھری ہے۔ محمد بن مسلمہ ایک دن کعب سے اکیلے

(Alone) ہی ملنے چلے گئے ہیں۔

محمد بن مسلمہ: ”جب سے یہ شخص (محمد بن عبداللہ) ہمارے پاس بیٹھ آیا ہے، ہماری

حالت پتلی (Weak) سے پتلی ہوتی جا رہی ہے۔ محمد ہر وقت ہمیں صدقہ

(Donation) دینے پر مجبور (Compel) کرتا ہے، ہمارے کھانے کے لیے بھی کچھ

نہیں بچتا۔ ہم تو اس سے تنگ (Tired of) آگئے ہیں۔ میں تمہارے پاس کچھ قرض

(Loan) مانگنے کے لیے آیا ہوں۔“ (صحیح بخاری: 3031, 2510)

کعب: ”تم لوگ محمد سے جان کیوں نہیں چھڑاتے؟“

محمد بن مسلمہ: ”ہم مناسب وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ موقع ملتے ہی ایسا کریں گے۔“

کعب: ”میں تو تمہیں پہلے ہی کہتا رہا ہوں کہ تم بہت جلد محمد سے اکتا (Fed up) جاؤ گے۔

تم لوگوں نے اُس کا دین اپنا کر غلطی (Mistake) کی ہے، لیکن تم نے میری ایک نہ

سنی۔ خیر یہ بتاؤ کہ تمہارا اپنا غلہ (Grain) کہاں گیا؟“ (صحیح بخاری: 4037)

تم بہت جلد محمد سے اکتا جاؤ گے

محمد بن مسلمہ: ”یہی تو مصیبت ہے۔ ہم نے اپنا سارا غلہ محمد اور اُس کے دوستوں پر خرچ (Spend) کر دیا ہے۔ اب ہمارے کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں بچا۔ مجھے تم پانچ دس من (5-10 Mound) غلہ (Grain / food) دوتا کہ ہم کھا پی سکیں۔ اسی پریشانی میں تو تمہارے پاس آیا ہوں۔“ (صحیح بخاری: 3031)

کعب: ”چلو اچھا ہوا کہ محمد کی حقیقت (Reality) تم پر کھل (Expose) گئی۔ تمہیں احساس تو ہوا کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک (Astray) کر غلط راستے (Wrong path) پر چل رہے ہو۔ اب بھی آنکھیں کھولو (Open your eyes) اور محمد سے بچ کر رہو۔ مجھے تمہارا بڑا احترام ہے، میں تمہیں تمہاری ضرورت کے مطابق غلہ دینے کو تیار ہوں لیکن اس کے لیے تمہیں میرے پاس کچھ رہن (Collateral) رکھنا ہوگا۔“ (صحیح بخاری: 4037, 3031, 2510)

محمد بن مسلمہ: ”میں کیا چیز تمہارے پاس رہن (Pledge) رکھوں؟“
کعب: ”تم اپنی عورتیں ہمارے پاس رہن رکھ دو“ (صحیح بخاری: 2510)
محمد بن مسلمہ نے اس سے انکار کر دیا۔

کعب: ”چلو! تم اپنے بیٹے ہمارے پاس رہن رکھ دو۔“
محمد بن مسلمہ: ”یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بیٹے ساری زندگی طعنہ (Taunt) سنتے رہیں کہ اُن کے باپ نے کچھ غلہ لینے کے بدلہ میں اُنہیں رہن رکھ دیا تھا۔ میں تمہارے پاس اپنا اُسلمہ رہن رکھنے کو تیار ہوں حالانکہ ہمیں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ قریش مکہ سے ہماری دشمنی تمہارے علم میں ہے اگر وہ حملہ کر دیں تو بغیر اُسلمہ ہم اپنا بچاؤ (Defence) کیسے کریں گے؟ وہ پہلے ہی بدر کے میدان میں ہم سے جنگ کر چکے ہیں۔“ (صحیح بخاری: 4037, صحیح مسلم: 1801)

کعب اس شرط (Condition) پر مان گیا اور اس نے محمد بن مسلمہ کو غلہ دینے

کا وعدہ کیا ہے۔ محمد بن مسلمہ وہاں سے اٹھ کر واپس چلے آئے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس زمانہ میں قرض لینے کے لیے عورتوں اور بچوں کو رہن (Collateral) رکھنا پایا جاتا ہے۔ رہن رکھے جانے والے لوگوں کی زندگی غلاموں جیسی ہوا کرتی ہے۔ اس زمانہ میں قرض پر سود کی شرح (Interest rate) سو سے ڈیڑھ سو فیصد (% 100-150) ہوتی ہے۔ اس طرح قرض لینے والا معاشی اعتبار سے ہمیشہ کے لیے اس دلدل (Quicksand) میں پھنسا رہتا۔ بیوی یا بچوں کو رہن رکھ کر سود پر قرض لینا معاشرتی اعتبار (Socially) سے بھی ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔

کچھ دن بعد ابونا نلمہ سلکان بن سلامہ، کعب کے پاس گئے اور کہا ہے:

”میں شدید پریشانی میں ہوں اور تمہارے پاس اس سلسلہ

(Regard) میں مدد لینے آیا ہوں۔ اگر تم رازداری (Secrecy) کا وعدہ کرو تو

میں تمہیں اپنی مشکل بتاؤں۔“

کعب (رازداری کا وعدہ کرتے ہوئے): ”تم بتاؤ کس مشکل میں ہو؟“

ابونا نلمہ: ”جب سے یہ شخص (محمد بن عبداللہ) ہمارے شہر میں آیا ہے ہمارے لیے زندگی

مشکل ہو گئی ہے۔ سارے عرب سے ہماری دشمنی (Animosity) ہو گئی ہے، کوئی

قبیلہ ہم سے دوستی کا تعلق (Relation) رکھنے کو تیار نہیں۔ اسی کی وجہ سے تجارتی

راستے بند ہو گئے ہیں۔ قریش کا کوئی قافلہ اب یثرب نہیں آتا۔ پہلے ان قافلوں کے

آنے سے ہماری آمدنی (Income) کے اسباب بن جاتے تھے۔ دشمنی الگ،

ہمارے لیے تو ناقوں (Starvation) تک نوبت پہنچ گئی ہے، ہمارے بچے بھوکے

سوتے ہیں۔ ہماری حالت قابل رحم (Mercy) ہے۔“

کعب: ”میں تم لوگوں کو پہلے ہی کہا کرتا تھا کہ تم گھائے (Loss) کا سودا کر رہے ہو۔

تمہارا یہی حال ہونا تھا، بہتر تھا تم لوگ وقت پر میری بات سن لیتے۔ میں تمہیں اس

تم بہت جلد محمد سے اکتا جاؤ گے

مشکل کے بارے میں خبردار (Warn) کیا کرتا تھا، تم لوگ تو میری بات کو اہمیت (Importance) ہی نہیں دیتے تھے۔“

ابونا نکلہ: ”اب ایسی باتیں دُہرا (Repeat) کر میرا دل کیوں جلاتے (Burning heart) ہو؟ ہمارے پاس پیسے ہیں نہ ہی کوئی قیمتی چیز (Precious element)۔ اگر تم مانو تو میں اپنا اسلحہ تمہارے پاس رہن رکھنے کو تیار ہوں جس کے بدلہ میں تم مجھے غلہ اُدھار (Lend) دے دو۔ اس طرح میرے بیوی بچے اس مشکل صورت حال سے نکل سکیں۔“

کعب نے یہ بات مان لی ہے۔

ابونا نکلہ: ”میرے اور دوست بھی اس مشکل میں ہونے کی وجہ سے تم سے مدد چاہتے ہیں۔ اگر تم کہو تو میں کسی دن اُن کو بھی ساتھ لے آؤں۔ اس طرح اُن کی مشکل بھی آسان ہو جائے گی۔“

کعب اس بات پر بھی مان گیا ہے۔ محمد بن مسلمہ کی طرح ابونا نکلہ بھی کعب کا رضاعی بھائی (Foster brother) ہے۔

آج 14 ربیع الاول 3 ہجری کی رات ہے۔ رسول اللہ، محمد بن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں کے لیے دعا مانگ رہے ہیں:

”یا اللہ! ان کی مدد ہو جائے۔“

رسول اللہ، محمد بن مسلمہ اور باقی ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

تم لوگ اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔“ (سنن احمد: 10725)

محمد بن مسلمہ، ابونا نکلہ، ابو عبس، حارث بن اوس اور عباد بن بشر کو ساتھ لے کر ہتھیاروں (Weapons) سمیت کعب کے قلعہ کی طرف چل پڑے ہیں (صحیح بخاری: 4037)۔ یہ چاندنی رات (Full moon) ہے۔ کعب کے پاس جا کر ابونا نکلہ نے اُسے آواز دی ہے۔

ساتھ ہی محمد بن مسلمہ اور باقی تینوں نے بھی کعب کو بلایا ہے۔ کعب کی بیوی نے آواز سن کر اُسے منع کیا ہے۔ اُس نے خدشہ (Fear) ظاہر کیا ہے کہ مجھے ان لوگوں کی آواز میں خیر (Goodness) سنائی نہیں دے رہی۔ کعب نے اپنی بیوی کی بات نہیں مانی اور کہتے ہوئے کہ یہ لوگ میرے دوست اور مجھے ملنے آئے ہیں، باہر نکل آیا ہے (صحیح بخاری: 4037)۔ تمام لوگ کچھ دیر سے گپ شپ (Chit chat) اور کعب سے غلہ لینے کے لیے معاملات (Details) طے کر رہے ہیں۔ کعب بن اشرف نے اپنی چادر بائیں (Left) کندھے پر ڈال کر، دائیں بغل (Armpit) سے نکال کر اپنے سینہ (Chest) پر لپیٹی ہوئی ہے (صحیح مسلم: 1801/4664)۔ محمد بن مسلمہ نے کہا ہے:

”چاندنی رات ہے کیوں نہ ہم دوست شعب العجوز (Sh'ub ul

Ajuz)۔ (مدینہ منورہ کے شمال مشرق (Northeast) میں ایک مقام کا

نام) تک چلیں اور وہاں بیٹھ کر باتیں کریں۔ کعب اس بات کے لیے تیار

ہو گیا ہے (صحیح بخاری: 4037، صحیح مسلم: 1801)۔ راستہ میں چلتے چلتے ابونا نکلہ نے

کعب کے بالوں کو ہاتھ لگایا، اسے سونگھ کر (Smelled) کہا ہے:

”بڑا اعلیٰ اور خوشبودار تیل (Perfumed oil) لگایا ہے تم نے،

میں نے آج تک اتنی اچھی خوشبو (Fragrance) نہیں سونگھی۔“ (صحیح

بخاری: 4037)

کعب بن اشرف (اتراتے (Walking with pride) ہوئے): ”ایسا کیوں نہ

ہو، میری بیوی ہر وقت خوشبو لگائے رکھتی ہے۔ وہ اپنی خوبصورتی (Beauty) میں

سب سے بڑھ (More than anyone) کر ہے۔“ (صحیح بخاری: 4037)

اس زمانہ میں خوشبو لگانا سب کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس کی بڑی وجہ غربت

(Poverty) ہے۔ اس زمانہ میں لوگ اپنے بالوں میں تیل لگانا پسند کرتے ہیں۔ یہ صاف

ستھرا (Neat and clean) رہنے کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ ابونا نلکہ نے راستہ میں دو تین (2-3) مرتبہ کعب کے بالوں کو ہاتھ لگایا اور خوشبو کی تعریف کی ہے۔ کعب بن اشرف مطمئن ہے کہ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ تو اس بات پر فخر (Pride) محسوس کر رہا ہے۔ قلعہ سے دُور جا کر ابونا نلکہ نے اپنے ساتھیوں کو تیار رہنے کا اشارہ کیا ہے۔ اس بار ابونا نلکہ نے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو باقی ساتھیوں نے مضبوطی (Firmly) سے کعب کو پکڑ لیا ہے۔ محمد بن مسلمہ کہہ رہے ہیں:

”ختم کردو اس دشمن رسول کو۔“ (سنن ابی داؤد: 2768)

سب نے مل کر کعب پر حملہ کیا اور اس کا کام تمام (Killed) کر دیا ہے (صحیح بخاری: 4037، صحیح مسلم: 1801، فتح الباری: 424/7)۔ اس کے بعد ان لوگوں نے واپسی کے لیے بہت کم استعمال ہونے والا (Unfamiliar) راستہ اختیار (Opted) کیا ہے۔ محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی واپس پہنچے تو رسول اللہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر محمد بن مسلمہ کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، ہم دشمن رسول

کعب کو قتل کر آئے ہیں۔“ (صحیح بخاری: 3731)

رسول اللہ: ”أَفَلَكْتِ الْوُجُوهُ (یہ چہرے کامیاب رہیں)“

صحابہ: ”اللہ کے رسول! آپ کا چہرہ بھی کامیاب اور خوش رہے۔“ (صحیح بخاری: 4037، فتح الباری:

ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی ①

مدینہ منورہ آنے کے پہلے ہی سال رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ (Written peace pact) کر لیا تھا۔ اس معاہدہ میں یہ بات طے (Decide) کی گئی کہ مسلمان ایک الگ قوم (Nation) ہیں اور یہودی الگ۔ دونوں قوموں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ مدینہ منورہ میں سب کو مذہبی آزادی (Religious freedom) ہوگی۔ کسی جھگڑے یا اختلاف (Disagreement) کی صورت میں رسول اللہ کا فیصلہ آخری (Final) سمجھا جائے گا۔ اس معاہدہ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ دشمن کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی صورت میں دونوں قومیں مل کر مقابلہ کریں گی۔ جنگ کی صورت میں مسلمان اور یہودی اپنے اپنے فوجیوں کی تعداد کے مطابق خرچ برداشت (Bear) کریں گے۔ اس معاہدہ پر تقریباً ڈیڑھ (1.5) سال سے عمل ہو رہا ہے۔ اب یہودیوں نے اس کی خلاف ورزی (Violation) شروع کر دی ہے۔ خلاف ورزی یہودیوں کے قبیلہ بنی قینقاع کی طرف سے کی گئی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں اوس اور خزرج کے درمیان لڑی جانے والی جنگ بعاث کے شعلوں کو ہوا دینا شروع کر دی ہے۔ انہوں نے جنگ کے دوران ایک دوسرے کے خلاف کی جانے والی شاعری پڑھنا شروع کر دی۔ اس طرح یہ اوس اور خزرج کو ایک دوسرے سے لگنے والے زخم ہرے کر رہے ہیں۔ قریش کے ساتھ ساز باز (Conspiracy) کرنے کے بعد یہودی انتظار میں ہیں کہ قریش مدینہ منورہ پر حملہ کر دیں۔ اوس اور خزرج آپس میں اُلجھ پڑیں، قریش مکہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں اور مدینہ منورہ کے اندر سے بنی قینقاع مسلمانوں

• ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی (سنن ابی داؤد: 3001)

ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی

پر حملہ کر دیں، اس صورت میں مسلمانوں کے لیے مشکلات (Problems) بہت زیادہ ہوں گی۔ مسلمانوں کے لیے ایک ہی وقت میں اتنے محاذوں (Fronts) پر لڑنا مشکل ہو جائے گا۔ قریش مکہ سے معاملات (Details / conditon) طے کرنے کے بعد بنی قینقاع نے علانیہ (Publicly) کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کے پابند (Bound) نہیں ہیں۔

اس صورت حال کو سنبھالنے (Handle) کے لیے رسول اللہ بنی قینقاع کے پاس آئے ہیں۔ رسول اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بنی قینقاع سے معاہدہ عملی صورت (Practical form) پر واپس لایا جائے، اس طرح مدینہ منورہ کا اندرونی محاذ (Internal front) محفوظ بنا یا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ نے ان سے کہا ہے:

”گروہ یہود! اللہ کریم سے ڈرو، اسلام قبول کر لو۔ تم اچھی طرح

جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ میرے بارے میں تم اپنی کتاب تورات میں سب لکھا ہوا پاتے ہو، اللہ کریم نے تمہیں مجھ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ ہم ایک معاہدہ میں ایک دوسرے کی حفاظت کے پابند ہیں۔ اس معاہدہ کا احترام ہم سب پر فرض (Mandatory) ہے۔ ہم نے آج تک اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی جبکہ تم لوگوں کی طرف سے ایسا نہیں ہے۔ یہودی مسلمانوں کی ہجو (توہین آمیز شاعری) Derogatory

(poetry) کر کے مسلمانوں کی دل آزاری (Heart burning) کرتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی مناسب (Fair) نہیں۔ مسلمان صرف اللہ سے ڈرتے ہیں، ہم نے امن کی خاطر یہ سب برداشت (Bear) کیا لیکن تم لوگ امن کی ہماری کوشش سے بے باک (Brazen) ہو گئے ہو۔ اس لیے ہمیں آپس کا اتحاد (Unity) قائم رکھنے کے لیے ایک دوسرے کی دل آزاری (Heart

(burning سے بچنا ہوگا۔“ (سنن ابی داؤد: 3001)

اس کے جواب میں بنی قینقاع کے سردار کا رویہ بہت نامناسب (Unfair) ہے۔ اس نے رسول اللہ کی کنیت ابا قاسم کہہ کر بلانے کی بجائے آپ کو نام سے بلایا ہے۔ عرب میں اس طرح بلایا جانا مناسب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اس نے کہا ہے:

”محمد! بدر کی فتح نے تمہیں اور تمہاری قوم کو مغرور

(Proud) کر دیا ہے۔ تم خیال کرتے ہو کہ تم نے خود سے بڑے لشکر کو شکست

(Defeat) دے دی تو اب تم کسی کو بھی جنگ میں ہرا سکتے ہو۔ تمہیں اس بات

کا خیال نہیں کہ بدر میں تمہاری لڑائی اپنی ہی قوم سے تھی جو جنگی حکمت عملی

(War strategy) سے ناواقف (Inexperienced) ہے۔ تم نے ابھی تک

یہودیوں سے لڑائی نہیں کی اس لیے تم نہیں جانتے کہ جنگ کرنے والے

بہادر کیسے ہوتے ہیں۔ ہم جنگ لڑنا جانتے ہیں اور اس کے داؤ بیچ (Tricks)

بھی۔ ہمارے مقابلہ میں جو بھی آئے گا، شکست کھائے گا۔ تم نے ہم سے

جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے (Learn a lesson) آجائے گی۔“ (سنن ابی

داؤد: 3001)

جریل، اللہ کریم کا پیغام لے کر آئے ہیں: (سنن ابی داؤد: 3001)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْتٌ لَّيْسَ لَهُمْ قَوْلٌ مِّنْ عِندِ رَبِّي يُغَيِّرُ أَمْرَهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

وَبِئْسَ الْبِهَادُ (القرآن۔ آل عمران۔ 12:3)

پیارے رسول! آپ انکار کرنے والے یہودیوں سے کہہ دیں کہ

تم بہت جلد مغلوب (Defeated) ہو جاؤ گے۔ پھر تم جہنم (Hell) کی طرف

دھکیلے (Push) جاؤ گے۔ جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ (Abode) ہے۔

ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی

بنی قیظاع نے رسول اللہ کی معاملات (Affairs) بہتر بنانے کی کوشش کی قدر (Value) نہیں کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو دھمکیاں (Threats) دی ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ قریش کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے ہی والا ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں سے دوستی (Friendship) کیوں کی جائے؟ رسول اللہ نے یہودیوں سے کہا ہے:

”ہم تم سے لڑنا نہیں بلکہ دوستی رکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے یہ بات

سنی ہے کہ قریش مکہ کا ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا ان

حالات میں تم معاہدہ کے مطابق ہمارا ساتھ نہیں دو گے؟ یہ بہت نازک

(Critical) وقت ہے۔ ایسا نہ کرو، اس لڑائی کے بعد تم بے شک کسی کے خلاف

(Against) ہمارا ساتھ نہ دینا۔“

بنی قیظاع، قریش مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف معاہدہ کر چکے ہیں اس

لیے مسلمانوں سے تعلقات رکھنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ یہودی جواب میں کہہ رہے ہیں:

”یہ سب تو اس بات پر منحصر (Dependent) ہے کہ تم لوگ کیا

رویہ (Attitude) اپناتے ہو۔ اگر تم لوگوں کا رویہ قریش کے خلاف جنگ

میں ہمارے ساتھ اطمینان بخش (Satisfactory) ہو تو اس کے بعد ہم کسی کا

ساتھ نہیں دیں گے۔“

یہودیوں کی بدعہدی کے باوجود مسلمان بنی قیظاع کے ساتھ تعلقات بگاڑنا

(Spoil) نہیں چاہتے اور یہی مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے۔ رسول اللہ یہاں سے خاموشی

سے واپس لوٹ آئے ہیں۔ بنی قیظاع کا خیال ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ایسا جواب

دیا ہے کہ وہ یہاں سے مرعوب (Impress) ہو کر گئے ہیں۔ ان کے خیال میں ان کی

ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی

حکمتِ عملی کامیاب رہی ہے۔ مسلمان یہودیوں کو موقع نہیں دینا چاہتے اس لیے ان کی زیادتی (Abuse) بھی برداشت کرتے اور ان سے اچھا سلوک (Treatment / response) کرتے ہیں۔ پھر ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جس نے صورتِ حال یکسر (Altogether) بدل دی ہے۔

ایک مسلمان لڑکی بنی قیہنقاع کے سناروں (Goldsmith) کے بازار میں کسی کام سے آئی ہے۔ زیورات (Jewellery) کے سلسلہ میں عورتوں کا سنار کے پاس آنا جانا عام سی بات ہے۔ اسے کچھ نوجوانوں نے گھیر لیا اور تنگ (Tease) کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ بدزبانی (Bad language) کر رہے ہیں۔ لڑکی کو اکیلا دیکھ کر ان نوجوانوں میں سے ایک نے خاموشی سے اس لڑکی کی قمیص (Shirt) دیوار کے ساتھ لگے ایک کیل (Nail) سے باندھ دی ہے۔ اس کیل کے ساتھ ہی ایک تیز کاٹنا (Sharp thorn) بھی لگا دیا ہے۔ اس مجمع (Crowd) اور بدتمیزی (Misbehavior) کے دوران لڑکی کو اس بڑی حرکت (Bad action) کا پتہ نہیں چلا۔ موقع ملنے پر لڑکی اس مجمع سے جان چھڑانے (Escape) کے لیے بھاگی ہے۔ قمیص کیل سے بندھی (Tied) ہونے کی وجہ سے پھٹ (Torn off) کر اُس کے جسم سے علیحدہ (Separate) ہو گئی ہے۔ اب یہ لڑکی بے لباس (Nude) ہے۔ نوجوان قہقہے (Laughter) لگا رہے اور آوازیں کس (Taunt) رہے ہیں۔ اس لڑکی نے مدد کے لیے پکارا (Called for help) ہے۔ سارا بازار ہی یہودیوں کا ہے۔ یہاں سے ایک مسلمان گزر رہا ہے۔ اس تک آواز پہنچی تو بھاگتا ہوا مدد کے لیے آیا ہے۔ اس نوجوان نے چادر (Shawl) اپنے کندھوں سے اتار کر لڑکی کا جسم ڈھانپ (Cover) دیا ہے۔ (عرب اس زمانہ میں اپنے پاس چادر، عمامہ (Amaamah / Turban) اور تلواریں رکھتے ہیں)۔ مسلمان نے یہودی نوجوان کی اس بڑی حرکت پر اُسے نکتے (Thumps) اور تھپڑ (Slaps) مارے ہیں۔ جواب میں یہودیوں نے مل کر مسلمان نوجوان کو قتل کر دیا ہے (سیرت ابن ہشام: 51/3، المغازی

ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی

للہادی: 165/1)۔ یہ کوئی معمولی (Ordinary) واقعہ نہیں ہے۔ اس واقعہ پر خاموش رہنے سے مسلمان عورتوں کی عزت (Honour / respect) محفوظ نہیں رہتی۔ اس شدید بُری حرکت کا علم رسول اللہ کو ہوا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ اب صلح کی کوششیں (Efforts for peace) بے کار (Useless) ہیں۔ جبریل اس بارے میں اللہ کریم کا پیغام لے کر آئے ہیں:

وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۗ
 إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (القرآن- الانفال- 58:8)

پیارے رسول! آپ کئے گئے عہد (Commitment) کی ہر حال میں پابندی کریں۔ اگر آپ کو کسی قوم سے بدعہدی (Perfidy)، عہد شکنی (Treachery) کا ڈر ہو تو اسی طرح اُن کا عہد (Agreement) علانیہ (Publicly) اُن کے منہ پر دے ماریں (Throw their covenant at them)۔ بے شک! اللہ خیانت (بدعہدی) کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

رسول اللہ نے یہودیوں سے مسلمان نوجوان کی ویت (Blood money) کا مطالبہ کیا ہے۔ یہودیوں نے ویت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بنی قینقاع بہت اثر و رسوخ (Influence) والا قبیلہ ہے۔ ان کے پاس اسباب کی کمی نہیں، یہ لوگ صدیوں (Centuries) سے مدینہ منورہ میں آباد ہیں۔ ان کے پاس دولت کے اُنبار (Loads) ہیں۔ ان کا کام سونے کے زیورات (Jewellery) اور بینکاری (سود پر قرض دینا۔ Lending money with interest) ہے۔ انہوں نے یہ بھی مشہور کر رکھا ہے کہ ان کے پاس اسلحہ کے ذخیرے (Stocks) ہیں۔ یہودیوں کے تین (3) قبیلوں میں سے بنی قینقاع مسجد نبوی سے سب سے قریب رہتا ہے۔ یہاں ان کے مضبوط قلعے (Strong

ہم سے جنگ کی تو تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی

(forts) ہیں۔ ان کے لڑنے والے مردوں کی تعداد سات سو (700) ہے جن میں سے تین سو (300) زرہ پوش (Armour) ہیں۔ ان کے پاس اسلحہ بے شمار (In abundance) ہے۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے ابھی بیس (20) مہینے ہوئے ہیں۔ مسلمان مدینہ منورہ کی آبادی کا پندرہ فی صد (15%) ہیں جبکہ یہودیوں کی آبادی پچاس فی صد (50%) ہے۔ مسلمان اس دوران قریش سے ایک (1) جنگ لڑ چکے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس فوج کی تعداد زیادہ ہے نہ ہی اسباب۔ رسول اللہ نے اس کے باوجود فیصلہ کیا ہے کہ بنی قینقاع کو بتا دیا جائے کہ مسلمان اس قسم کی زیادتی (Oppression) ہرگز برداشت (Tolerate) نہیں کریں گے۔ اس زمانہ کی روایت کے مطابق دیت ادا نہ کرنے کی صورت میں قاتل کے قبیلہ سے جنگ کی جاتی ہے۔ ایک مسلمان لڑکی کی بے حرمتی (Molestation) اور نوجوان کا قتل بہت بڑے جرم ہیں۔ دوسری طرف یہودیوں کی طرف سے اوس اور نخوج کے ساتھ ساتھ انصار اور مہاجرین کو آپس میں لڑانے کی سازشیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ڈر ہے کہ یہودی مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر حملہ نہ کر دیں۔

زمینی حقائق (Ground reality) کے اعتبار سے اسباب کے بغیر بنی قینقاع سے جنگ جیتنا ممکن نہیں۔ مسلمانوں کی زندگیوں اور سلامتی (Existence) کو خطرہ ہوگا۔ اگر مسلمان بنی قینقاع سے جنگ ہار جاتے ہیں تو ان کے لیے مدینہ منورہ میں رہنا ممکن نہیں رہے گا۔ مسلمان تو پہلے ہی مکہ سے جان بچا کر یہاں آئے ہیں۔ رہی سہی کسر (What else remains) قریش مکہ پوری کر دیں گے۔ رسول اللہ نے بہت مشکل فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ کر کے رسول اللہ نے تمام خطرات مول (Invite) لیے ہیں۔

حملہ کرنے کے لیے یہ بہترین وقت ہے

مسلمانوں نے 15 شوال (Shwaal) 2 ہجری کو بنی قینقاع کی آبادی کی طرف پیش قدمی (Advance) کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بنی قینقاع کے خلاف لڑائی کے لیے نکلے تو مدینہ منورہ میں ابولبابہ بشیر بن منذر کو اپنا نائب مقرر کیا ہے (الغازی للوالدی: 168/1)۔ لشکر کا علم حمزہ کو دیا گیا ہے۔ علم کارنگ سفید (White) ہے۔ یہودی مدینہ کے ایک حصہ میں آباد ہیں۔ جب انہیں پتا چلا کہ مسلمان قتل کا بدلہ لینے کے لیے آرہے ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو قلعوں میں بند کر لیا اور محفوظ ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس ایسا اسلحہ نہیں ہے کہ قلعوں پر بمباری (Bombing) کر سکیں، اس لیے رسول اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ قلعوں کا محاصرہ (Siege) کیا جائے۔ بنی قینقاع کو اس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا۔ اُن کا خیال ہے کہ مسلمان ایک آدھ دن سے زیادہ محاصرہ قائم (Maintain) نہیں رکھ سکیں گے۔ دوسری طرف انہیں یہ بھی یقین ہے کہ قریش مکہ کسی بھی لمحہ (Moment) مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے پہنچنے والے ہیں۔ اس امید پر وہ مطمئن ہیں۔ انہوں نے خفیہ ذریعہ (Sources) سے مکہ والوں کو پیغام بھیجا ہے:

”مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے یہ بہترین وقت ہے۔ مسلمان

ہمارے قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں جس نے ہمیں ان سے جنگ کرنے کا

جواز (Reason) فراہم (Provide) کر دیا ہے۔ ہم ان کو یہیں روکے

(Engage) رکھتے ہیں، تم لوگ معاہدہ کے مطابق ان پر حملہ (Attack) کر دو

تو کامیابی یقینی ہے۔“

حملہ کرنے کے لیے بہترین وقت ہے

مسلمان بنی قبیحہ کے قلعوں کا محاصرہ کئے بیٹھے ہیں اور یہودی پُرسکون قلعوں کے اندر محفوظ - یہودیوں کی زندگی پہلے کی طرح گزر رہی ہے جبکہ مسلمان میدان اور راستوں میں بیٹھے ہیں۔ یہ خیموں میں رہ رہے ہیں۔ ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنا بھی مشکل ہے۔ اس طرح دس (10) دن گزر گئے ہیں۔ قریش مکہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی دعوت دینے کے لیے جانے والا قاصد (Messenger) واپس آیا تو بڑی خبر ساتھ لایا ہے:

”جس لشکر کے انتظار میں یہودی مطمئن بیٹھے، اس کے مدینہ منورہ

پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں، وہ ابھی مکہ سے چلا ہی نہیں۔ قریش مکہ بدر کے بعد

اتنی جلدی ایک اور جنگ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ انہیں یثرب پر حملہ

کرنے کی تیاری کے لیے وقت چاہئے۔“

بدر کی جنگ کو ابھی صرف ایک (1) مہینہ گزرا ہے۔ اس خبر نے یہودیوں پر ڈر اور خوف مسلط (Impose) کر دیا ہے۔ ان کے حوصلے (Spirits) ٹوٹ گئے اور قلعہ کے اندر جوش و خروش (Excitement) ختم ہو گیا ہے۔ وہ تو اس بات سے مطمئن تھے کہ دو طرفہ (Two Sided) حملہ ہوگا اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹ (Vanish) جائے گا۔ اطمینان کی جگہ خوف و ہراس (Fear and panic) نے لے لی ہے۔ اس محاصرہ کو اب دو (2) ہفتے گزر چکے ہیں۔ بڑے بڑے سردار مل کر بیٹھے اور دماغ لڑانے لگے ہیں کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ تمام نور و خوض (Thinking and Consideration) کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے:

”جنگ لڑنے سے ہماری جانیں جائیں گی اور نقصان ہوگا۔ ہمیں

مسلمانوں سے بات چیت کر کے آسان راستہ ڈھونڈنا چاہئے۔“

انہیں احساس ہو چکا ہے کہ مسلمان ایک طاقت ہیں اور ان کا وجود (Existence)

حملہ کرنے کے لیے یہ بہترین وقت ہے

مدینہ منورہ سے ختم کرنا ممکن نہیں۔ یہ پچھتا (Repent) رہے ہیں کہ رسول اللہ نے ان کے پاس آکر انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ صلح کے معاہدہ (Commitment) پر قائم رہیں، مسلمانوں سے زیادتی نہ کریں، نہ ہی قریش مکہ کا ساتھ دیں۔

قریش مکہ سے مایوس (Disappoint) ہو کر بنی قینقاع نے ہتھیار پھینکنے (Surrender) کا فیصلہ کیا اور اپنے بارے میں رسول اللہ کو اختیار (Authority) دے دیا ہے کہ جیسا چاہیں ان کے ساتھ سلوک کریں۔ اب تو یہ جنگ ہار چکے ہیں۔ جنگ کسی لڑائی کے بغیر ہی ختم ہو گئی ہے۔ دونوں طرف سے ایک بھی فوجی نہیں مارا گیا۔ تورات کے مطابق ان سب کی سزا موت ہے۔ عرب کا قانون (Law in Arab) بھی ایسا ہی ہے کہ عورتوں کو کنیز (Bondwoman) بنا لیا جائے اور مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ بنی قینقاع کا وفد رسول اللہ سے بات کرنے آیا ہے۔ اب ان کا لہجہ (Tone) بالکل بدلا ہوا ہے۔ اب یہ لوگ بہت احتیاط (Carefully) اور نرمی سے بات کر رہے ہیں۔ بنی قینقاع نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”ابا قاسم! ہمیں، ہمارے بیوی بچوں کے ساتھ یہاں سے نکل کر

کسی دوسری جگہ جانے کی اجازت دے دی جائے۔“

رسول اللہ نے ان کی درخواست قبول کر لی ہے۔ رسول اللہ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کے لیے تین (3) دن کا وقت دیا ہے۔ مدینہ منورہ سے نکلنے کی شرطوں (Conditions) میں یہ طے پایا ہے کہ یہودی اپنے بیوی بچے، دولت (Riches) اور اسلحہ ساتھ لے جائیں گے۔ ان کی زمینیں اور مال مویشی (Cattles) مسلمانوں کو مل جائیں گے۔

جنگ بدر کی فتح نے مدینہ منورہ اور باقی عرب میں مسلمانوں کی طاقت اور رعب

(Awe) میں اضافہ کیا ہے۔ اب اردگرد کے قبیلے مسلمانوں سے مرعوب (Impress)

ہیں۔ ان حالات نے مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک ایسے گروہ کو جنم دیا ہے جو مسلمانوں

سے اپنے دل میں دشمنی رکھتا ہے۔ بدر کے بعد انہوں نے بڑی تعداد میں ایمان لانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ لوگ بظاہر (Apparently) تو ایمان لے آئے لیکن دل سے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ انہیں منافق (Hypocrites) کہا جاتا ہے۔ عبد اللہ بن اُبی ابن سلول اس گروہ کا سردار ہے۔ تاریخ عبد اللہ بن اُبی کو رئیس المنافقین (Ra-ees ul Munaafiqeen / Head of Hypocrites) کے نام سے یاد کرتی ہے۔ عبد اللہ بن اُبی نے ایسا کوئی موقع نہیں دیا جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ منافقوں کے متعلق کائنات کا مالک کہہ رہا ہے:

مُذَبِّذِينَ بَيْنَ مَكَلِّكَ لَا إِلَىٰ هُوَ لَا إِلَىٰ هُوَ وَمَنْ

يُضِلُّهُ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا (القرآن- النساء-143:4)

پیارے رسول! یہ سر پھرے منافق انکار اور ایمان کے درمیان لٹک (Hanging) رہے ہیں۔ نہ یہ پوری طرح ادھر، نہ ہی پوری طرح ادھر ہیں۔ ان کے جرائم (Crimes) کی وجہ سے اللہ نے انہیں گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ جنہیں اللہ گمراہ (Astray) کر دے تو وہ لوگ کوئی راستہ نہیں پاسکتے۔

بنی قینقاع نے اپنی حمایت (Support) کے لیے عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کو بلایا جو ان کا بھرپور ساتھ دے رہا ہے۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے انصار کے بھی بنی قینقاع سے پرانے تعلقات (Long standing relations) ہیں لیکن وہ رسول اللہ کی محبت پر دنیا کے تمام تعلقات قربان کر چکے ہیں۔ ان کے لیے دوستی اور دشمنی کا معیار (Criteria) رسول اللہ کی محبت اور ان سے کیا جانے والا سلوک ہے۔ یہی زندگی ہے، یہی موت۔ یہی دوستی ہے یہی دشمنی، یہی رشتہ داری ہے اور یہی تعلق کا خاتمہ (End)۔ انصار اور مہاجرین نے ایسا ہی کیا لیکن عبد اللہ بن اُبی نے ایک بار پھر ثابت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ پر ایمان لانے کا

حملہ کرنے کے لیے یہ بہترین وقت ہے

اعلانِ ظاہری طور پر تو کر چکا لیکن اُس کا دل رسول اللہ کے خلاف ہی کام کرتا ہے۔ (الاعجازی

للوالدی: 165/1، سيرت ابن ہشام: 52/3)

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے منافقوں

(Hypocrites) کا کوئی وجود نہیں تھا۔ مکہ میں رہنے والے مسلمان تھے یا غیر مسلم

(Non-Muslim)۔ اسلام لانے کا اعلان مکہ میں موت کا پروانہ (Death warrant) تھا۔

اسلام لانے والوں کے لیے ظلم و ستم (Torture) کی ایسی داستانیں لکھی جاتیں کہ کوئی

دکھاوے (Show off) کے لیے ایمان لانے کا اعلان نہیں کرتا تھا۔ مکہ میں صرف جاں

نثار کرنے والے لوگ ہی ایمان لائے۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو کھلے دشمنوں کے ساتھ

آستین کے سانپوں (چھپے ہوئے دشمن)۔ (Hidden enemy) سے بھی بچنا ہے۔ منافقوں

نے اپنے عمل (Act) سے بار بار اور جگہ جگہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

بنی قینقاع کے معاملہ میں عبد اللہ بن اُبی، رسول اللہ سے بار بار اُلجھ

(Argue) رہا ہے اور گفتگو میں آداب (Manners) کا خیال بھی نہیں رکھتا۔ وہ بار بار اس

بات پر اصرار (Insist) کر رہا ہے:

”بنی قینقاع کو مدینہ منورہ سے نہ نکالا جائے۔ یہ میرے پرانے

ساتھی ہیں۔ میرے ان سے گہرے تعلقات ہیں۔ انہوں نے ہر مشکل وقت

میں میری مدد کی ہے۔ مجھے اب بھی ان کی ضرورت ہے، میں انہیں اس حال

(Condition) میں نہیں دیکھ سکتا۔“

قبیلہ نخوج کے ہی ایک سردار عبادہ بن صامت کے بھی یہودیوں سے گہرے

تعلقات ہیں۔ عبادہ کا رویہ (Attitude) عبد اللہ بن اُبی سے بالکل مختلف ہے۔ عبادہ نے

کہا ہے:

”میں اللہ، اُس کے رسول اور ایمان لانے والوں کو اپنا دوست بنانے کا

اعلان کرتا ہوں۔ میں یہودیوں سے اپنی دوستی اور معاہدہ رسول اللہ پر قربان

کرتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔“ (الغازی للوالدی: 165/1، سیرت ابن ہشام: 52/3)

بنی قینقاع نے عبادہ کو بنی مخورج سے اپنے معاہدے یاد کرائے ہیں۔

عبادہ: ”رسول اللہ سے ہمارا معاہدہ ہونے سے تمام پرانے معاہدے ختم ہو چکے ہیں۔“

رسول اللہ نے عبادہ بن صامت اور محمد بن مسلمہ کو ذمہ داری دی ہے کہ وہ بنی

قینقاع کے مدینہ منورہ سے نکلنے کی کارروائی کی نگرانی (Supervise) کریں۔ تین

(3) دن گزرنے کے بعد بنی قینقاع نے مدینہ منورہ خالی (Vacate) کرنے کی مہلت

(Deadline) بڑھانے کی درخواست کی جسے عبادہ بن صامت نے منظور کرنے سے انکار

کر دیا ہے۔ عبادہ کا جواب ہے:

”میں تمہیں مزید ایک گھڑی (Moment) کی مہلت بھی نہیں

دے سکتا۔“

بنی قینقاع تین (3) دن گزرنے کے بعد مدینہ منورہ چھوڑ کر جا رہے ہیں (صحیح

بخاری: 4028)۔ جاتے ہوئے یہ لوگ اپنا تمام قیمتی (Valuable) سامان حتیٰ کہ (So much

so) گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں (Windows) بھی ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔

اُن کے بچے اور عورتیں اونٹوں پر سوار جبکہ مرد پیدل (On foot) چل رہے ہیں۔ بنی

قینقاع کے یہودی مدینہ منورہ سے نکل کر وادی القرئی میں جا کر ٹھہر گئے ہیں۔ جہاں بنی

قینقاع کو جان بچ جانے کی خوشی ہے وہیں انہیں اپنے گھر، زمینیں، جائیدادیں چھوڑنے کا غم

بھی ہے۔ وادی القرئی میں رہنے والے یہودیوں نے انہیں مزید سواریاں دی ہیں اور

اسباب بھی۔ ایک (1) مہینہ یہاں رُکنے کے بعد بنی قینقاع ملک شام چلے گئے ہیں۔

بنی قینقاع ملک شام کی آبادی اذرعات (Adhr'aat) میں جا بسے (Settle) ہیں۔ یہ یہودیوں کے مدینہ منورہ سے نکلنے کی ابتدا (Beginning) ہے۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں میں سے سب سے آخر میں آکر آباد ہونے والا قبیلہ سب سے پہلے جلاوطن (Banished) ہوا ہے۔

بنی قینقاع سے ملنے والے اسلحہ سے رسول اللہ نے تین (3) کمانیں (Bow) اپنے لیے رکھ لی ہیں۔ ایک کمان کا نام کتوم (Katoom)، دوسری (2nd) کاروحا (Rohaa) اور تیسری (3rd) کا نام بیضا (Baydaa) ہے۔ رسول اللہ کے حصہ میں دو (2) زر ہیں بھی آئی ہیں۔ ان کے نام صغدیہ (Saghdiah) اور فضہ (Fidah) ہیں۔ ان کے علاوہ رسول اللہ نے اپنے لیے تین (3) تلواریں رکھی ہیں جن کا نام قلعی (Qal'ee) اور بتار (Bataar) ہے۔ تیسری (3rd) تلوار کا نام تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ (الاعجاز للواحدی: 145/1) خمس (20%) نکالنے کے بعد بنی قینقاع سے ملنے والا مال رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

جنگ بدر کی جیت کے بعد یہ رسول اللہ کی ایک (1) اور بڑی کامیابی ہے۔ اب اسلامی ریاست (State) کی جڑیں (Roots) مضبوط ہو رہی ہیں۔ ملنے والے مال غنیمت سے ریاست (State) کی مالی حالت بہتر ہوئی ہے۔ یہودیوں کے باقی دونوں (Remaining two) قبیلے بنی نضیر اور بنی قریظہ اب بھی مدینہ منورہ میں ہی رہتے ہیں۔

اپنے مقتولوں کا بدلہ لینا ہے

ابوسفیان تو اپنے طور پر (غزوہ سویق کی صورت میں) مسلمانوں سے بدر کی جنگ کا بدلہ لے کر مکہ لوٹ آیا لیکن قریش کے سردار ہر وقت مسلمانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ جس معاشرہ میں ایک (1) فرد کا قتل جنگ کرنے کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے وہاں ستر (70) لوگوں کا قتل کسی کوچین کیسے لینے دے۔ یہ افراد بھی ایسے کہ ان میں چوبیس (24) سردار مارے گئے ہیں۔ مکہ کا شاید ہی کوئی خاندان ہے جس میں رہنے والوں میں سے بدر میں کوئی مارا گیا یا قیدی نہ بنا ہو۔ اس لیے مکہ میں مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ اپنے عروج (Climax) پر ہے۔ مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کئے اب تیسرا (3rd) سال ہے یعنی 3 ہجری۔ اس دوران بنی قینقاع کے یہودی مدینہ منورہ سے نکالے جا چکے ہیں۔ بہت سے مہاجرین بنی قینقاع سے ملنے والے گھروں کی مرمت کرنے کے بعد ان میں رہنے لگے ہیں۔ اس جنگ سے مسلمانوں کے رہائش کے مسائل کم ہونے کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ شہر کے ایک اور حصہ میں مسلمانوں کی آبادی وجود میں آگئی ہے۔ مدینہ منورہ کے اقتصادی محاصرہ کے جواب میں مسلمان بھی قریش کا شام جانے والا راستہ بند کر چکے ہیں۔ قریش مکہ کے خیال میں اگر مسلمانوں کو چین (Peace) سے بیٹھے دیا گیا تو یہ مضبوط سے مضبوط ہوتے جائیں گے۔ اُن کے خیال میں مسلمانوں پر ایک (1) بار پھر حملہ کر دینا چاہئے لیکن زیادہ قوت کے ساتھ۔

جنگ بدر نے قریش مکہ اور مسلمانوں میں فاصلے اور دشمنی بڑھادی ہے۔ بدر کے بعد بھی قریش کا مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ جاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی جنگی حکمت

اپنے مقتولوں کا بدلہ لیتا ہے

عملی کے تحت قریش کو آگاہ (Update) کر چکے ہیں کہ اُن کے تجارتی قافلے مدینہ منورہ کا راستہ استعمال نہیں کر سکتے۔ اس زمانہ کی روایت کے مطابق دشمن کے تجارتی قافلوں کو روکنا عام ہے۔ اس کاروائی سے ملنے والا مال، غنیمت (Booty) سمجھا جاتا ہے۔ رسول اللہ کو اطلاع ملی ہے کہ قریش کا قافلہ سونے، چاندی کے برتن اور قیمتی سامان لے کر شام جا رہا ہے۔ اس قافلہ کی قیادت صفوان بن امیہ بن خلف کر رہا ہے۔ یہ قافلہ فرات بن حیان (Furaat bin Hayaan) کی رہنمائی (Navigation) میں عراق کی طرف جانے والے تجارتی راستہ پر رواں دواں ہے۔

رسول اللہ نے زید بن حارثہ کی قیادت میں ایک سو (100) سواروں کو اس قافلہ کو روکنے کے لیے رمضان 3 ہجری میں بھیجا ہے۔ زید کا لشکر تیزی سے سفر کرتا ہوا نجد کے راستہ پر واقع القردہ نامی چشمے کے قریب قریش کے لشکر تک پہنچ گیا ہے۔ قریش کے لیے یہ بالکل غیر متوقع (Unexpected) ہے۔ وہ مسلمان لشکر کو دیکھ کر بوکھلاہٹ (Flustered) کا شکار ہیں۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھے۔ زید کے لشکر کو دیکھ کر قریش کے سردار اور دوسرے افراد اپنا قافلہ کوچھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ زید کے لشکر نے قافلہ پر قبضہ کیا اور سارا سامان لے کر مدینہ منورہ آگئے ہیں۔ اس قافلہ کی مالیت ایک لاکھ (100,000) دینار ہے۔

● (PKR 6.54 Billion = SAR 107.79 Million = USD 28.64 Million)

رسول اللہ نے اس مال میں سے خمس (20%) نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑی رقم (Amount) ہے۔ اس سے مدینہ منورہ کی ریاست کو خوش حالی ملی ہے۔ اس رقم سے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں اپنے گھر بنانے میں بھی مدد ملی ہے۔

● اکتوبر 2022 ایک ٹولر سونا: 1 SAR = 60.71 PKR, 1 USD = 226.45, PKR 144,000 = 11.600 gm

اپنے مقتولوں کا بدلہ لیتا ہے

اس واقعہ نے قریش کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ اس کے بعد بھی مدینہ منورہ کا اقتصادی محاصرہ ختم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

قریش مکہ نے بدر میں ہونے والی شکست (Defeat) کو ذہنی طور (Mentally) پر تسلیم (Accept) نہیں کیا۔ اُن کے لیے یہ ناقابل برداشت (Unbearable) ہے کہ اُن کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کا خاطر خواہ (Considerable) نقصان نہیں ہوا (سیرت ابن اسحاق: 322، سیرت ابن ہشام: 86/3)۔ عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل)، اُس کا چچا حارث بن ہشام، صفوان بن اُمیہ اور دوسرے سردار اکٹھے ہو کر ابوسفیان کے پاس آئے ہیں۔ ابوسفیان سے کہہ رہے ہیں:

”محمد نے ہماری قوم کو تباہ (Ruin) کر دیا ہے۔ ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے ہیں۔ جب تک ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ نہ لیں، ہمیں چین اور سکون نہیں ملے گا۔ اب ایسا کریں کہ آپ (امارہ Military Leadership) کا عہدہ استعمال کرتے ہوئے ہمارے لشکر کی سربراہی (Leadership) اور اس جنگ کے لیے مالی مدد (Financial Help) کریں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جنگ بدر کی وجہ بننے والے تجارتی کارواں کا اصل سرمایہ (Investment) لوگوں کو واپس کر دیں اور منافع جنگ کے لیے استعمال کریں۔“ (المغازی للوالدی: 600/1، سیرت ابن اسحاق: 330/1، سیرت ابن ہشام: 64/3)

جنگ بدر کی وجہ بننے والا قافلہ مکہ آ تو چکا لیکن ابھی تک اُس کا سامان تجارت (Trade items) محفوظ گوداموں (Storage) میں موجود ہے۔ ابوسفیان نے جواب دیا ہے:

”مجھے اس لشکر کی سربراہی قبول ہے۔ تجارتی قافلہ جو یرث

اچھے مقتولوں کا بدلہ لینا ہے

والوں سے بچا کر لانے میں کامیاب ہوا ہوں اس کا سارا منافع جو میرا اور بنی عبدمناف (Bani 'Abd Manaaf) کا حصہ ہے، میں جنگ کے لیے دینے کو تیار ہوں۔ ہم بے دین لوگوں کو کیسے چھوڑ دیں جنہوں نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے ہمارے سرداروں کو قتل کیا ہے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم بھرپور حملہ کر کے یہاں سے بھاگے ہوئے (Absconder) رشتہ داروں کو قتل کر دیں اور بچنے والوں کو اپنا غلام بنالیں۔ میرے سینہ میں آگ بھڑک (Blaze) رہی ہے کیونکہ میرا بیٹا کھنظلہ (Hanzalah) بھی بدر میں مارا گیا۔“

قریش کے سردار اس کے بعد ان تمام لوگوں کے پاس گئے جن کا مال (Riches) اس قافلہ کا حصہ ہے۔ انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے اور جنگ کر کے بدلہ لینے کے لیے منافع، فوج اور اسلحہ خریدنے کے لیے دینے کے لیے قائل (Convince) کیا ہے۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس تجارتی قافلہ کا سارا منافع جنگ کے لیے استعمال ہوگا (سیرت ابن اسحاق: 330/1، سیرت ابن ہشام: 64/3)۔ اس زمانہ میں عرب سو فیصد (100 Percent) منافع پر تجارت کرتے ہیں۔ تجارتی قافلہ کی مالیت (Value) پچاس ہزار (50,000) دینار تھی اور منافع بھی (المغازی لوالی: 185/1)۔ اللہ کریم نے اس صورت حال میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ (القرآن - الاحزاب: 36)

پیارے رسول! بے شک وہ لوگ جنہوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے، وہ بے دریغ (Generously) اپنی دولت خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ

اپنے مقتولوں کا بدلہ لیتا ہے

کے راستے سے روک (Hinder) سکیں۔ یہ خرچ (Spend) کرتے رہیں گے پھر یہی اخراجات (Expenses) میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد اُن کے لیے پچھتاواہ اور شرمندگی کا باعث (Reason for shame and regret) بن جائیں گے۔ یہ لوگ مغلوب (Overwhelm) ہو جائیں گے۔ ایسے انکار کرنے والے جنہم کی طرف گھیر (Surround) لیے جائیں گے۔ (المعازی للوالدی: 185/1، طبقات

ابن سعد: 362)

مکہ کے سرداروں نے بڑی رقم حاصل ہونے کے بعد تمام لوگوں کو جنگ کی ترغیب (Motivation) دینا شروع کر دی ہے۔ اس بار انہوں نے صرف اہل مکہ ہی نہیں اردگرد (Suburbs) کے قبیلوں کو بھی جنگ کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک وفد (Delegation) تیار کیا گیا جو سیاسی اعتبار (Politically) سے سمجھدار اور لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں ماہر ہے۔ ان میں

- 1 - 'Amr Bin 'Aas 1- عمر و بن عاص
- 2 - 'Abdullah Bin Zab'ary 2- عبد اللہ بن زبیری
- 3 - Hajeerah Bin Wahb 3- ہجرہ بن وہب

شامل ہیں۔ بدر کی جنگ میں قیدی ہونے کے بعد عمر و بن عبد اللہ کو اُس کی غربت (Poverty) کی وجہ سے فدیہ (Ransom) ادا کئے بغیر اس شرط (Condition) پر رہائی ملی تھی کہ وہ آئندہ (In future) مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لے گا۔ عمر و بن عبد اللہ کی شاعری اور لوگوں کو سمجھانے کی مہارت سے قریشی سردار واقف ہیں۔ ان لوگوں نے عمر و کو اپنے ساتھ چلنے کو کہا ہے۔

عمر و: ”میں محمد سے جنگ میں حصہ نہ لینے کا وعدہ کر چکا ہوں۔“

صفوان بن اُمیہ: ”اباعزہ! ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں اپنے قبیلہ اور لوگوں کے قتل

کئے جانے کا کوئی غم نہیں؟ تمہیں ہمارے ساتھ مل کر قریش کو مضبوط کرنا ہوگا۔“
عمرو: ”میں نے محمد سے وعدہ کیا تھا کہ میں اُس کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لوں گا۔ اس کے علاوہ مجھے مالی مشکلات کا بھی سامنا ہے۔“

صفوان بن اُمیہ: ”اگر تم ہمارے ساتھ جنگ کے لیے نکلو اور خیریت سے واپس آ جاؤ تو میں تمہیں بہت سارا مال دوں گا۔ اگر تم جنگ میں مارے گئے تو تمہارے گھر والے اور بیٹیاں میری ذمہ داری ہوں گے۔ میں تمہاری بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح رکھوں گا۔“

صفوان کی یقین دہانی (Surety) کے بعد عمرو بن عبد اللہ، رسول اللہ سے کئے گئے اپنے وعدہ پر قائم (Stick to) نہیں رہا اور اُن لوگوں کے ساتھ جانے پر تیار ہو گیا ہے۔ عمرو بن عبد اللہ نے اپنی شاعری سے اردگرد کے قبیلوں کے جذبات (Emotions) خوب بھڑکائے (Incite) ہیں۔ اس کی شاعری نے مکہ کے قریب رہنے والے قبیلوں کو اپنے ساتھ ملانے میں مدد دی ہے۔ ابو عزہ نے اس موقع پر شاعری کی:

بنی عبد مناف!

میدانِ جنگ میں

بہادری سے لڑنے والو!

تم اور تمہارے باپ دادا

ہمارا ساتھ دینے والے ہیں

ہماری حفاظت کرنے والے ہیں

آج کے بعد بے شک!

ہمیں

بے یار و مددگار

چھوڑ دینا
لیکن
آج تمہاری مدد
ہی ہمیں
دشمن سے بچا سکتی ہے

جُبیر بن مطعم کے ایک حبشی غلام کا نام وحشی (Wahshi) (d:660) ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق وحشی، ہندہ کا غلام ہے۔ یہ چھوٹے نیزہ (Spear) سے وار کرنے کا ماہر ہے اور اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ جُبیر، وحشی سے کہہ رہا ہے:

”حزہ نے میرے چچا طعمہ (Ta'eemah) کو بدر میں قتل کر لیا تھا،
اگر تم میرے چچا کے بدلہ میں محمد کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔“ (صحیح

بخاری: 4072، سیرت ابن اسحاق: 331/1، سیرت ابن ہشام: 65/3، الاکتفاء: 371/1، الروض الاقب: 299/5،

سبل الہدیٰ والرشاد: 183/4)

وحشی نے اتنے بڑے انعام کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کرنے کی حامی (Agreed)

بھری ہے۔

رسول اللہ کے چچا عباس نے ابھی تک ایمان لانے کا اعلان نہیں کیا اور مکہ میں رہتے ہیں۔ قریش کا مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں کرنا عباس کے علم میں آیا تو انہوں نے بنی غفار کے ایک شخص کو مناسب اجرت (Wages) دے کر مدینہ منورہ روانہ کیا ہے۔ اس کے ہاتھ رسول اللہ کے نام ایک خط دیتے ہوئے اس شخص سے کہا ہے:

”تیز رفتاری (Speed) کے ساتھ میٹھ جا کر یہ خط تین (3) دن

میں محمد بن عبد اللہ کے حوالے کرو۔“

اپنے مقتولوں کا بدلہ لیتا ہے

اس زمانہ میں اُونٹ پر مدینہ منورہ کا سفر دس (10) دن کا ہے۔ اس شخص نے رسول اللہ کے پاس تین (3) دن میں پہنچ کر عباس کا خط پیش کیا ہے۔ رسول اللہ اس وقت مسجد قبا میں موجود ہیں (انساب الاشراف: 383/1)۔ رسول اللہ نے اُبی بن کعب کو خط پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ خط میں لکھا ہے:

”قریش نے تمہاری طرف جنگ کے ارادہ سے نکلنے پر اتفاق (Agreement) کر لیا ہے۔ جب تک یہ لشکر پہنچے، تم اپنے دفاع (Defence) کا انتظام کر لو۔ قریش کے لشکر کی تعداد تین ہزار (3,000) ہے۔ ان کے پاس بہت زیادہ جنگی اسلحہ ہے۔ ان کے پاس سات سو (700) زرہ پوش (Armoured) فوجی، تین ہزار (3,000) اُونٹ اور دو سو (200) گھوڑے ہیں۔“ (الغازی للرازی: 166/1)

رسول اللہ نے اُبی بن کعب کو خط میں لکھا گیا پیغام رازداری (Secret) میں رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ سعد بن ربیع کے گھر تشریف لے گئے ہیں۔ ان سے اس خط پر مشورہ (Consult) لیا اور انہیں بھی اسے رازداری میں رکھنے کا حکم دیا ہے (السیرۃ النبویہ للصلابی: 78/2)۔ رسول اللہ نے مُونس بن فضالہ (Moonis bin Fadaalah) اور اُنس بن فضالہ (Anas bin Fadaalah) کو قریش کی فوج کے بارے میں خبر لانے کے لیے مکہ کی طرف بھیجا ہے۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ ایک دن رسول اللہ نے اُبی بن کعب

سے کہا:

”اُبی بن کعب! اللہ کریم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن

(سورۃ لہر یکن: 98) پڑھ کر سناؤں۔“

اُبی بن کعب: ”اللہ کے رسول! میں اللہ کریم پر ایمان لایا، میں آپ پر ایمان لایا، میں

نے آپ سے ہی قرآن سیکھا۔ کیا اللہ کریم نے آپ سے میرا نام لے کر کہا ہے؟“
رسول اللہ: ”ہاں! اللہ کریم نے تمہارے نسب (Lineage) سمیت تمہارا نام لے کر مجھ

سے کہا ہے۔“ (مسند احمد: 3/4961, 4960, المعجم الكبير للطبرانی: 1/226)

یہ سن کر اُبی بن کعب خوشی سے رونے لگے۔ رسول اللہ نے سورہ یتیمہ: 98

انہیں پڑھ کر سنائی ہے۔ (صحیح بخاری: 4961, 4960)

کسی دوسرے موقع پر رسول اللہ نے کہا:

”قرآن مجید چار (4) آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود،

ابوحنیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم (Saalem)، اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل

(Mu'aadh bin Jabal) سے۔“ (صحیح بخاری: 3758, 3760, 3808, 4999)

رسول اللہ نے کہا ہے:

”میری اُمت کے سب سے بڑے قاری (Reciter) اُبی ہیں۔“

(المستدرک للحاکم: 477/3، البدایہ والنہایہ: 111/7، أسد الغابہ: 1/170)

رسول اللہ، اُبی بن کعب کے متعلق کہتے ہیں:

”اُبی، اللہ کی کتاب (قرآن) کا سب سے زیادہ عالم

(Scholar) ہے۔“ (مسند احمد: 11585)

ہماری رہی سہی آبرو خاک میں مل جائے گی

عرب میں شاعری کو جو مقام حاصل ہے ہم اُس سے واقف ہیں۔ مکہ میں خنسا بنت عمرو (Khansaa bint 'Amr) نام کی ایک شاعرہ (Poetess) رہتی ہے۔ اس کا والد اور دو (2) بھائی اسلام سے پہلے لڑی جانے والی جنگوں میں مارے گئے۔ خنسا نے اُن کی موت پر مرثیہ (Elegy) لکھا۔ اُس کے لکھے ہوئے مرثیہ کو بہت شہرت ملی۔ اُس کے مرثیہ کو ”ارثی العرب“ (عرب کا مرثیہ۔ Arthil 'Arab) کہا جاتا ہے۔ شاعری میں کمال ہونے کی وجہ سے عکاظ کے میلہ میں خنسا کا علیحدہ جھنڈا لگایا جاتا ہے۔ اُس کا مرثیہ سن کر عورتیں اور مرد زار و قطار (Wailing) روتے ہیں۔ خنسا اور ہندہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بہترین شاعرہ ہیں۔ جنگ پر جاتے ہوئے دونوں قریش کی فوج کے ساتھ ہیں۔

شوال 3 ہجری کے پہلے دنوں میں قریش مکہ کا لشکر جنگ کے لیے مکہ سے نکل رہا ہے۔ فوج کو اُلو داع (Goodbye) کہنے کے لیے پورا مکہ، شہر سے باہر آیا ہے۔ بہت جذباتی منظر (Emotional scene) ہے۔ سب لوگ اس اُمید میں ہیں کہ ہماری فوج یثرب پر حملہ کر کے مسلمانوں سے بدر میں مرنے والوں کا بدلہ بھی لے اور انہیں ختم بھی کر دے گی۔ ہر کوئی اپنے رشتہ دار کا نام لے کر لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ میرے بھائی، بیٹے، باپ کا بدلہ فلاں اور فلاں سے لیتا ہے۔ ان سب کا جوش دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قریش کے خیال میں اتنی بڑی فوج سے مقابلہ کرنا مسلمانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ خالد بن ولید بھی اس لشکر میں شامل ہے۔ خالد جنگوں میں لڑنے کی مہارت میں اپنا نام رکھتا ہے۔ خالد نے بدر کی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا (خالد کی عمر اس وقت چونتیس (34) سال ہے۔

قریش کے علاوہ اس لشکر میں بنی کنانہ، اہل تہامہ (Tehamah residents)

اور بہت سے دوسرے قبیلے شامل ہیں۔ اس فوج میں تین ہزار (3,000) فوجی، جن میں سے سات سو (700) زرہ بکتر پہنے ہوئے، دو سو (200) گھوڑے اور تین ہزار (3,000) اونٹ شامل ہیں۔ اس فوج میں شامل گھوڑوں پر سواری نہیں کی جا رہی تاکہ مدینہ منورہ پہنچنے تک گھوڑے تازہ دم (Fresh) رہیں (الغازی، اللوادی: 168/1)۔ اتنی بڑی فوج مدینہ منورہ پر حملہ کرنے جا رہی ہے جہاں مسلمانوں کی کل تعداد عورتیں اور بچے شامل کر کے اس سے آدھی ہے۔ اسلحہ، جنگی تیاری اور مال و دولت میں دونوں فوجوں کا کوئی مقابلہ (Comparison) نہیں ہے۔ قریش کے خیال میں اتنی بڑی فوج سے مقابلہ کرنا مسلمانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ قریش کے سرداروں نے اس خوف سے کہ ہماری فوج میدان جنگ سے بھاگ نہ جائے، اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان خواتین کے بھائی، باپ اور بیٹے (یا قریبی عزیز) جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ قریش کا سردار نوفل بن معاویہ (Nawfal bin Mu'awiah) کہہ رہا ہے:

”ہماری عورتیں ہماری آبرو (عزت) ہیں۔ اگر ہمیں جنگ میں

شکست ہوئی تو ان کی بے حرمتی سے ہماری رہی سہی آبرو (Respect and

honour) خاک میں مل جائے گی۔ ہمیں عورتوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا

چاہئے۔“ (الغازی، اللوادی: 202/1)

ہندہ کا والد، چچا، بھائی اور بیٹا جنگ بدر میں مارے گئے۔ ہندہ کہہ رہی ہے:

”آپ لوگ بالکل نہ گھبرائیں کہ آپ زندہ واپس نہیں آسکیں

گے۔ آپ لوگ بدر سے بچ کر آگئے تھے اور آکر اپنی عورتوں کو بھی دیکھ لیا تھا۔

اگر بدر میں قریش کی عورتیں جنہیں تم لوگوں نے حقفہ کے مقام سے واپس بھیج

دیا تھا، ساتھ ہوتیں تو اپنے لوگوں کو حوصلہ اور غیرت دلاتیں۔ آہ! ہمارے

عزیز ترین اور بہادر مرد دشمن کے ہاتھوں بدر میں خاک و خون میں تڑپتے

رہے۔“ (الغازی للوالدی: 202/1)

اس کے بعد سب لوگ عورتوں کو جنگ پر لے جانے کے لیے متفق (Agreed upon) ہو گئے ہیں۔

اس جنگ میں جانے والی خواتین: (سیرت ابن اسحاق: 331/1، سیرت ابن ہشام: 66/3)

1 - Hindah bint 'Utbah bin Rabi'ah ہندہ بنت عقبہ بن ربیعہ

(ابوسفیان کی بیوی)

2 - Umm Hakima bint Haarith bin Hishaam اُمّ حکیمہ بنت حارث بن ہشام

(عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل) کی بیوی)

3 - Faatimah bint Walid bin Mughayrah فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ

(حارث بن ہشام کی بیوی)

4 - Barzah bint Mas'ud bin 'Umar برزہ بنت مسعود بن عمر

(صفوان بن اُمیہ کی بیوی)

5 - Rabsah bint Munabbah bin Hajjaaj رابطہ بنت منبہ بن حجاج

(عمر و بن عاص کی بیوی)

6 - Salaafah bint S'ad سلافہ بنت سعد (طلحہ ابن ابیطالب کی بیوی)

7 - Khan-naas Bint Maalik خنّاس بنت مالک (ابوعزیز بن عمیر کی والدہ)

8 - 'Amrah Bint 'Alqamah عمرہ بنت علقمہ (دنی حارث کی ایک خاتون)

ان کے علاوہ اور بہت سی دوسری عورتیں شامل ہیں۔ خواتین، مردوں کو مرثیہ (Elegy)، مسلمانوں کی ہجو (توہین آمیز شاعری۔ Satire) سنا تیں، خود بھی روتیں اور اپنے فوجیوں کو بھی رلاتی ہیں تاکہ ان کا انتقام (Revenge) کا جذبہ (Passion) مزید بڑھے۔ ہندہ، وحشی کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے یہ کہہ کر جوش (Excitement)

دلاتی ہے:

”واہ واہ ابا دسمہ (Abu Dasmah)! (وحشی کی کنیت) ہمیں

بھی شفا (Healing) دو اور خود بھی شفا لو۔“ (سیرت ابن ہشام: 68/3)

طیعمہ بن عدی کے علاوہ ہندہ کے والد عتبہ بن ربیعہ کو بھی جنگ بدر میں حمزہ نے قتل کیا تھا۔ ہندہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ حمزہ کو قتل کرو۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں رہنے والے ابو عامر اوسی نے مسیحیت (عیسائیت) اختیار کر لی اور اب وہ مسیحی راہب (Priest) ہے۔ انجیل (Bible) میں بتائی گئی نشانیوں (Signs) کی تلاش میں آخری نبی کے مدینہ منورہ آنے کا انتظار کیا کرتا تھا۔ ابو عامر کو بنی اوس میں وہی حیثیت (Standing) حاصل تھی جو بنی خزرج میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول کو۔ ابو عامر کا تعلق بنی اوس جبکہ عبد اللہ بن ابی کا بنی خزرج سے ہے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی (Cousin) ہیں۔ رسول اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت سے ابو عامر کی اہمیت بھی باقی نہ رہی تو وہ حسد (Jealousy) میں مبتلا ہو گیا۔ وہ اسی حسد میں مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ میں آباد ہو چکا ہے۔ اُس کے ساتھ بنی اوس کے پچاس (50) لوگ بھی مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ میں رہنے لگے ہیں۔ ابو عامر قریش مکہ کی فوج میں شامل ہے۔ ابو عامر اوسی کے ساتھ مکہ جا کر بسنے والے پچاس (50) لوگ مسلمانوں کے خلاف فوج میں شامل ہیں۔ ابو عامر، قریش کو یقین دلا رہا ہے کہ جب بنی اوس مجھے دیکھیں گے تو مسلمانوں کو چھوڑ کر سب ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ ابو عامر کا پورا نام عبد عمر و بن صیفی (Abd

'Amr bin Saify) ہے۔ (سیرت ابن اسحاق: 335/1، سیرت ابن ہشام: 71/3، المغازی للواقفی: 188/1)

مدینہ منورہ میں رہنے والے منافق ایمان تو لے آئے ہیں لیکن دل سے نہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے پاس آئیں تو انہیں یقین (Assurity) دلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جب آپس میں ملیں تو کہتے ہیں کہ ہم

کوئی پاگل (Stupid) ہیں کہ ایمان لے آئیں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى
شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝

أَلَنَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

(القرآن - البقرہ - 14-15:2)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جب یہ منافق، ایمان والوں
سے ملیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اور جب تنہائی (Privacy) میں اپنے
شیطانوں (Evil companions) سے ملیں تو کہتے ہیں: ہم تمہارے ساتھ
ہیں، ہم تو مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے (Jesting) ہیں۔

پیارے رسول! یہ منافق کیا مذاق اڑائیں گے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ
اللہ ان کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اللہ انہیں مذاق اڑانے کی عبرتناک سزا
(Dreadful punishment) دے گا۔ اللہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کی رسی
ڈھیلی (Let loose) کئے ہوئے ہے۔ یہ منافق اپنی ہی سرکشی (Rebellion)
میں اندھوں (Blinds) کی طرح بھٹکتے (Wander blindly) رہتے ہیں۔

ایسے لوگ قریش مکہ اور دوسرے دشمنوں کے لیے جاسوسی (Spying) کرتے
ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لوگ ایک چال (Trick) چل رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے
اسلام قبول کیا اور تھوڑے دنوں میں ہی چھوڑنے (Renounce) کا اعلان کر دیا ہے۔
لوگوں سے کہتے ہیں:

”اسلام بھی کوئی دین ہے؟ ہم ایمان لائے لیکن اس دین سے

نگ (Sick of) آ کر چھوڑ دیا ہے۔ بھلا اسلام بھی کوئی دین ہے۔“

اللہ کریم ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ
آمَنُوا وَجَهَ النَّهَارِ وَانْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (القرآن- آل عمران- 72:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! اہل کتاب کے ایک گروہ (A)

party of the people of book نے سازش (Conspiracy) کی اور ایک

دوسرے کو کہا: وہ جو ایمان والوں پر کتاب (قرآن) اتاری گئی ہے تم صبح اُس پر

ایمان لاؤ اور شام کو اُس کا انکار کرو۔ شاید ہمارے فریب (Deception) میں آ

کر دو سرے لوگ بھی ایمان سے پھر (Retract) جائیں۔

منافع ایسا سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کر رہے ہیں۔ منافع اسی معاشرہ

(Society) میں رہتے ہیں اور ان کی پہچان کرنا کسی طور آسان نہیں ہے۔ ان کی پہچان

صرف اُس موقع پر ہوتی ہے جب مسلمانوں پر کوئی نازک وقت (Critical time) آئے۔

قبر تلاش کرو اور لاش اپنے قابو میں کر لو

جیسے جیسے قریش مکہ کے لشکر کے قریب آنے کی خبریں مدینہ منورہ پہنچ رہی ہیں، یہودی اور منافق (Hypocrites) خوش ہو رہے ہیں۔ مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی (Advance) کرتے ہوئے قریش کی فوج ابواء کے پاس سے گزر رہی ہے۔ ہندہ کہہ رہی ہے:

”محمد کی والدہ ابواء میں دفن ہے۔ اُس کی قبر تلاش کرو اور لاش

اپنے قابو میں کر لو۔ اگر ہمارے لوگ قیدی ہو گئے تو فدیہ (Blood

money) دینے کی بجائے ہم اُس کی والدہ کے جسم کے حصے (Body parts

/Bones) کاٹ کر دیتے اور اپنے قیدی رہا کر دیتے رہیں گے۔“

ابوصفیان (مخالفت (Opposition) کرتے ہوئے): ”اگر تم نے قبریں کھودنے

(Digging) کی روایت شروع کر دی تو کسی قبیلہ کے بزرگ (Elders) محفوظ نہیں

رہیں گے۔ مسلمانوں سے دشمنی اپنی جگہ لیکن ایسا کام کرنے میں ہم سب کا نقصان

ہے۔ ایسا نہیں کیا جائے گا۔“ (سبل الہدی والرشاد: 273/4، السيرة النبوية لابن هشيبه: 187/2)

لشکر ذوطوی کے مقام پر پہنچا تو قریش مکہ کی فوج میں شامل ایک سردار عمر و بن

سالم خزاعی (Amr bin Saalem Khuza'aite) اپنے چند ساتھیوں کو لے کر ان سے

علیحدہ (Separate) ہوا اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قریش مکہ

کے لشکر کی ساری تفصیل انہیں بتائی ہے۔ اس کے بعد عمر و قریش کے لشکر کی طرف واپس لوٹا

اور رابع (Rabigh) کے مقام پر لشکر میں دوبارہ شامل ہو گیا ہے (الاعجاز للوالدی: 180/1)۔

عباس بن عبدالمطلب کا خط اور عمرو بن سالم خزاعی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی فوج سے خبردار کر چکے ہیں۔ قریش کی فوج کی تفصیل (Detail) رسول اللہ کو معلوم ہو چکی ہے۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں موجود اپنے جاں نثاروں کو جمع ہونے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ کے راستوں پر پہرے دار بٹھادیئے ہیں۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے دو (2) راستے ہیں۔ ایک راستہ جنوب (South) سے داخل ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے ہجرت کرتے ہوئے یہی راستہ استعمال کیا تھا۔ یہ راستہ دشوار گزار (Rugged) ہے جہاں لاوے کے پتھر جگہ جگہ موجود ہیں۔ اس وجہ سے یہ راستہ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے ہجرت کرتے ہوئے یہ راستہ دشمن کے تعاقب (Chase) کے خیال سے اختیار کیا تھا۔ لاوہ کے پتھروں کی وجہ سے اس راستہ سے گزرنا انسانوں اور جانوروں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے۔ دوپہر میں ان پتھروں کے گرم ہو جانے کی وجہ سے یہاں پڑاؤ بھی نہیں ڈالا جاتا۔ دوسرا (2nd) راستہ مدینہ منورہ کے شمال (North) سے شہر میں داخل ہوتا ہے۔ قریش مکہ نے جنگی حکمت عملی کے تحت جنوب (South) کی بجائے شمال (North) والا راستہ اختیار (Opt) کیا ہے۔ یہ نرم ریت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اونٹوں کا پسندیدہ (Favourite) راستہ ہے۔

اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں قبیلے اپنی اپنی بستی بنا کر رہتے ہیں۔ انہیں اطامہ (Ataam) یا آطمہ (Aatam) کہا جاتا ہے۔ یہ بستیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہیں۔ اُس وقت کے مدینہ منورہ کی شکل آج کل کے شہروں جیسی نہیں تھی۔ ان بستیوں میں کنویں بھی موجود ہیں۔ قریش کی فوج بارہ (12) دن کا سفر طے کر کے مدینہ منورہ سے باہر زرغابہ (Zarghabah) میں ٹھہری ہے۔ یہاں سبز چارہ وافر (Abundance) مقدار (Quantity) میں موجود ہے۔ قریش کا لشکر یہاں پہنچنے کے بعد تین (3) دن سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ قریش کو اپنی کامیابی کا مکمل یقین ہے۔

معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجے جانے والے مونس اور انس نے واپس آ کر رسول اللہ کو بتایا ہے کہ قریش نے مدینہ منورہ کے باہر قریبی چراگاہ (Pasture) میں اپنے جانور چھوڑ دیئے ہیں جنہوں نے وہاں موجود سبز چارہ (Green fodder) ختم کر دیا ہے (السیرۃ النبویہ لابی سعید: 187/2)۔ رسول اللہ نے مونس اور انس کی اطلاع پر حباب بن منذر کو بھیجا ہے کہ دشمن کی فوج کی تعداد کا اندازہ (Estimate) لگائیں۔ حباب نے واپس آ کر بتایا ہے کہ قریش کی تعداد تین ہزار (3,000) کے قریب ہے۔ رسول اللہ نے انہیں منع کر دیا ہے کہ عام لوگوں میں دشمن فوج کی تعداد کا تذکرہ (Mention) نہ کریں۔ اس اطلاع کے بعد رسول اللہ ذکر کر رہے ہیں:

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (القرآن- آل عمران-3: 173)

ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے، وہ بہترین کارساز (Doer) ہے۔

(الغزالی للوالدی: 49/1)

اس کے بعد سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، کئی دوسرے جوان اسلحہ لے کر رسول اللہ کے گھر اور آپ کی بیویوں کے حجروں کے باہر رات میں حفاظت کے لیے پہرہ دے رہے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ دشمن رات کے اندھیرے میں رسول اللہ پر حملہ نہ کر دے۔ قریش کا لشکر 12 شوال بدھ کے دن زرغابہ سے نکل کر اُحد پہاڑ کے نزدیک وادی قناتہ پہنچا اور یہیں پڑاؤ (Encampment) کیا ہے (سیرت ابن اسحاق: 332/1، سیرت ابن ہشام: 68/3)۔ ابو عامر اوسی نے میدان کے دوسرے حصہ میں جہاں اُس کے خیال میں مسلمان فوج پڑاؤ (Camp) کرے گی، جگہ جگہ گڑھے (Pits) کھود دیئے ہیں۔ اس نے نہایت سمجھداری (Intelligence) سے ان گڑھوں کو اذخر (Adhkhār) گھاس سے ڈھانپ (Cover) دیا ہے تاکہ یہاں موجود گہرائی کا اندازہ نہ ہو سکے۔ گھاس پر پاؤں رکھنے سے گھوڑے اور فوجی گڑھے میں جاگریں۔ یہ بات جنگ سے پہلے کسی کے علم میں نہیں آسکی۔

دُشمن کا پڑاؤ اُحد پہاڑ کے قریب ہے۔ اُحد پہاڑ مدینہ منورہ سے پانچ (5) کلومیٹر دُور شمال (North) کی جانب (Directon) ہے۔ (آج کل مدینہ منورہ کی آبادی اُحد پہاڑ کے ارد گرد بھی پھیلی ہوئی ہے) اس پہاڑ پر کچھ درخت اور کانٹے دار جھاڑیاں (Thorny bushes) پائی جاتی ہیں۔ اس کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے کئی سلسلے ہیں جو آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان وادیاں (Valley) ہیں۔ اُحد پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے کٹا ہوا اکیلا (Alone) پہاڑ ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق اسی وجہ سے اسے اُحد (اُحد - Alone) کہا جاتا ہے۔ اُحد پہاڑ کی لسانی مشرق (East) سے مغرب (West) تقریباً چھ (6) کلومیٹر ہے۔ اس پہاڑ کا رنگ سُرخ مائل ہے۔ اُحد پہاڑ مدینہ منورہ کے حرم میں شامل ہے۔ اس پہاڑ کے بارے میں رسول اللہ نے کہا ہے:

”مجھے اُحد پہاڑ سے محبت ہے اور وہ (اُحد پہاڑ) مجھ سے محبت کرتا

ہے۔“ (صحیح بخاری: 1482، صحیح مسلم: 1365/3321، مستدرک احمد: 10830)

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق قریش کی فوج نے اُحد پہاڑ کے قریب پڑاؤ اس لیے کیا ہے کہ عبد اللہ بن اُبی کا پیغام ملتے ہی مدینہ منورہ شہر پر حملہ کر دیا جائے۔ اس طرح مسلمان اپنے دفاع کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ دوسری صورت میں رسول اللہ کے مدینہ منورہ سے نکلتے ہی اُن پر حملہ کر دیا جائے جس کی وہ توقع (Expectation) نہ کر رہے ہوں۔ اس اعتبار سے مدینہ منورہ شہر سے یہ فاصلہ بہت مناسب ہے۔

مدینہ منورہ میں اس وقت ایسا کھلا میدان نہیں ہے جس میں لڑائی ہو سکے۔ اس کے ارد گرد لاوہ کے پتھروں کے میدان ہیں جہاں جنگ ممکن ہی نہیں، وہاں ان میدانوں میں سے گزرنے کا بہت مشکل کام ہے۔ یہاں سے گزرنے والے انسانوں اور جانوروں کے پاؤں بری طرح زخمی ہو جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے اندر گلیاں اور راستے بہت تنگ (Narrow) ہیں۔ دوسرے علاقوں سے آنے والے حملہ آوروں کے لیے شہر کے اندر آ کر لڑنا انہیں شکست سے دوچار کرتا ہے۔

قبر تلاش کرو اور لاش اپنے قابو میں کر لو

بدھ 12 شوال 3 ہجری کے دن رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا،

آپ کا اپنا خیال ہے:

”دشمن کا مقابلہ مدینہ منورہ شہر کے اندر مورچہ (Trench) بند ہو کر کیا جائے۔ اگر قریش مدینہ منورہ کے باہر ٹھہرے (Stayed) رہیں تو یہ اُن کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ اگر وہ شہر میں داخل ہوئے تو ہم گلیوں (Streets) میں اُن کا مقابلہ کریں گے۔ ہم گھروں اور عمارتوں کے اوپر سے بھی اُن پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اُنہیں اس شہر کی گلیوں اور راستوں کا اتنا اندازہ نہیں جتنا ہمیں

ہے۔“ (سیرت ابن اسحاق: 332/1، سیرت ابن ہشام: 67/3، تاریخ طبری: 188/2)

بزرگ (Aged) مہاجرین اور انصار صحابہ کی رائے (Viewpoint) بھی یہی

ہے۔ عبداللہ بن ابی بھی اسی خیال کا حامی (Supporter) ہے۔

عبداللہ بن ابی: ”جنگ کی صورت میں ہم بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ اُن کے پاس پتھر بھی جمع کر لیتے ہیں۔ ہم شہر کی فصیلوں کے درمیان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر فوجی چوکیاں قائم کر لیتے ہیں۔ دشمن جب حملہ کرتا ہے تو عورتیں اور بچے اُن پر پتھر اُڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور مرد تلواروں سے اُن پر حملہ کرتے ہیں۔ شہر سے باہر نہ نکلیں، شہر ہی میں رہ کر لڑائی کریں۔ جنگ کی یہ حکمت عملی ہمارے باپ دادا نے اپنائی۔ ہمارے سچھدار لوگ بھی ایسا ہی سکھاتے اور سمجھاتے رہے

ہیں (سیرت ابن ہشام: 91/3، الاکفاء: 371/1، الروض الالف: 301/5، السيرة النبوية و لاین کثیر: 26/3، المغازی

للوالدی: 210/1)۔ یثرب کے رہنے والوں نے جب بھی شہر سے باہر نکل کر لڑائی کی،

نقصان اٹھایا۔ شہر کے اندر لڑنے میں جیت ہمیشہ ہماری ہوئی۔“ (سیرت ابن ہشام: 91/3)

جمعہ کے دن نوجوان صحابہ شوق شہادت میں ڈوبے (Immersed) ہوئے اس

بات پر ضد (Adamant) کر رہے ہیں کہ ہمیں شہر سے نکل کر ہی دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

وہ تو اس انتظار میں ہیں کہ انہیں قریش سے لڑنے کا موقع ملے۔ حمزہ، نعمان بن مالک (N'aman bin Maalik) اور انصار کے نوجوان رسول اللہ کے سامنے موجود کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! اگر ہم نے شہر میں رُک کر قریش مکہ کا انتظار کیا تو

وہ سمجھیں گے کہ ہم اُن سے ڈر گئے ہیں اور بزدلی (Cowardness) کی

وجہ سے میدانِ جنگ میں اُنہیں لاکارنے (To challenge) نہیں نکلے۔“

(سیرت ابن اسحاق: 332/1، سیرت ابن ہشام: 67/3، المغازی للوالہدی: 193/1، البدایہ والنہایہ: 13/4)

جنگ میں حصّہ لینے کے لیے تو سبھی تیار ہیں لیکن میدانِ جنگ کے بارے میں

اختلاف (Difference of opinion) پایا جاتا ہے۔

حمزہ: ”اللہ کے رسول! اُس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن نازل کیا! میں اُس وقت

تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دشمن سے اپنی تلوار سے

لڑائی نہ کر لوں۔“ (المصابیہ: 288/2)

ایاس بن اوس بن عتیک: ”ہمیں یہ بات گوارا نہیں کہ قریش مکہ واپس جا کر کہیں کہ محمد

اور اُن کے ساتھی قلعوں میں بند ہو گئے۔ ہم یہ کیسے گوارا (Acceptable) کریں کہ

قریش زخم کھائے بغیر واپس چلے جائیں اور زیادہ طاقت جمع کر کے پھر سے ہم پر حملہ

آور ہوں۔“ (المغازی للوالہدی: 212/1)

نعمان بن مالک: ”اللہ کے رسول! ہمیں جنت سے محروم نہ کیجئے۔ اُس ذات کی قسم! جس

کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں ضرور جنت میں داخل ہوں گا۔“

رسول اللہ: ”کیوں؟“

نعمان بن مالک: ”میں اللہ، اُس کے رسول سے محبت کرتا ہوں اور میدانِ جنگ سے

بھاگتا نہیں ہوں۔“

رسول اللہ: ”نعمان! تم نے سچ کہا ہے۔“

رسول اللہ نے نوجوان صحابہ کا جوش دیکھ کر ان کی تجویز (Proposal) پر عمل

کرنے پر آمادگی (Readiness) ظاہر کی ہے (مسئل البدیٰ والرشد: 275/4، سیرت ابن ہشام: 705/3)۔

رسول اللہ جنگ کی تیاری کرنے کے لیے اپنے گھر تشریف لے گئے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں:

”جنگ اُحد کے موقع پر میرے والد عبد اللہ بن عمرو بن حرام نے

جنگ پر جانے سے پہلے مجھے بلا کر کہا:

”بیٹا! رسول اللہ کے بعد مجھے تم سب سے زیادہ عزیز ہو۔ میرے

ذمہ کچھ قرض (Debt) ہے۔ میرے مارے جانے کی صورت میں میرا قرض

ضرور ادا کر دینا اور ہاں، میں تمہیں تمہاری بہنوں کے بارے میں وصیت

(Will) کرتا ہوں، ہمیشہ ان کا خیال رکھنا۔ تم جنگ پر نہیں جاؤ گے۔ میں نہیں

چاہتا کہ میری بیٹیوں کے ساتھ کوئی مرد نہ ہوں۔ میری آرزو (Wish) ہے کہ

مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔“ (الستدرک للعاکم: 224/3)

عبد اللہ بن عمرو بن حرام کی نو (9) بیٹیاں ہیں۔ (جامع ترمذی: 2097، الستدرک للعاکم

:204/3، سیرت خیر العباد: 141)

حظلمہ ابن ابوعامر کی شادی اسی دن طے (Fixed) ہے۔ یہ شادی کئی دن پہلے

طے کی گئی تھی۔ حظلمہ کی شادی ان کی خالہ زاد جلیلہ بنت عبد اللہ بن ابی سے ہونی ہے۔ حظلمہ

شادی ملتوی (Postpone) نہیں کرنا چاہتے اور جنگ اُحد میں حصہ بھی لینا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ، حظلمہ سے کہہ رہے ہیں:

”تم شادی کرو، رات مدینہ منورہ میں گزارو اور صبح سویرے

میدان اُحد میں ہم سے آملنا۔“

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟^①

ابو بکر اور عمر، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر پر موجود ہیں۔ یہ دونوں رسول اللہ کو جنگ کے لیے تیار ہونے میں مدد دے رہے ہیں۔ رسول اللہ نے دو (2) زریں پہنی ہیں۔ رسول اللہ کی کمر کی طرف چڑے کی پٹی (Leather strip) کس (Tied) دی گئی ہے۔ رسول اللہ اپنے گھر سے باہر آئے تو آپ کی ایک طرف تلوار اور دوسری طرف کمان ہے۔ پشت (Back) پر ترکش (Quiver) اور ہاتھ میں نیزہ (Spearhead) ہے۔ (طبقات ابن سعد: 274/1)

اس دوران سعد بن معاذ سمیت بزرگ صحابہ نے نوجوانوں کو سمجھایا ہے کہ رسول اللہ کی رائے پر انہیں خاموش رہنا چاہئے تھا۔ اُسید بن حُضیر اور سعد بن معاذ کہہ رہے ہیں:

”تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ رسول اللہ مدینہ منورہ شہر میں رہ کر جنگ کرنا چاہتے ہیں لیکن اب تم لوگوں کے اصرار (Insist) کرنے پر رسول اللہ نے اپنی رائے بدلی ہے۔ ابھی بھی وقت ہے تم لوگ اپنی رائے بدل لو۔“

اس پر نوجوانوں نے اپنے خیال کو بدلا ہے۔ رسول اللہ کے گھر اور مسجد کے منبر کے درمیان صحابہ دو (2) قطاریں (Lines) بنا کر کھڑے ہیں (طبقات ابن سعد: 274/1)۔ رسول اللہ زرہ پہن کر گھر سے نکلے تو نوجوان کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ کی رائے ہی بہتر ہے، ہمیں شہر میں رہ کر لڑائی کرنی چاہئے۔ ہم نے آپ کی طبیعت کے خلاف مدینہ منورہ سے باہر نکل

① ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟ (صحیح بخاری: 4050)

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

کر لڑائی کرنے کی ضد کی ہے۔ ہم اپنا فیصلہ آپ کی رائے پر قربان کرتے

ہیں۔ آپ جیسا چاہیں ہم ویسا ہی کریں گے۔“ (سبل الہدی و الرشاد: 188/4، المغازی

للوالدی: 214/1)

رسول اللہ: ”نبی کی شان نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد انہیں اُتار دے یہاں تک کہ اللہ کریم

اُس کے اور اُس کے دشمنوں میں فیصلہ نہ کر دے۔“ (سند احمد: 351/3، المستدرک للحاکم:

129/2، السلسلة الصحيحة: 3499، دلائل النبوة للبیہقی: 204/3، المغازی للوالدی: 195/1)

رسول اللہ نے تین (3) نیزے منگوا کر، ان نیزوں کے ساتھ علم (جھنڈے۔

Flag) باندھے ہیں۔ بنی اوس کا علم اُسید بن حُضیر کو دیا ہے۔ قبیلہ خزرج کا علم حباب بن

مُنذر اور مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر کو دیا ہے۔ رسول اللہ نے عبد اللہ ابن اُم مکتوم کو

مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا ہے (سیرت ابن ہشام: 68/3، طبقات ابن سعد: 209/4)۔ مسلمان خواتین کو

مدینہ منورہ میں موجود قلعوں (Forts) میں ٹھہرا دیا گیا ہے۔

رسول اللہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد سگب (Sakab) نامی گھوڑے پر سوار

ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں نیزہ ہے۔ سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رسول اللہ کے آگے آگے

چل رہے ہیں۔ مسلمان فوج کی تعداد تیرہ سو (1300) ہے۔ یہ پہلی باقاعدہ جنگ ہے جس

میں مسلمان خواتین (Female) شامل ہیں۔ سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ اس جنگ میں شامل

ہیں۔ اُحد کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں شیخین (Shaykhain) کے مقام پر رسول اللہ

نے اپنے لشکر کا جائزہ (Review) لینے کے بعد کم عمر بچوں کو واپس بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ

نے پندرہ (15) سال سے کم عمر لوگوں کو جنگ میں حصّہ لینے کی اجازت نہیں دی۔ واپس

بھیج جانے والے بچوں کی تعداد چودہ (14) ہے (صحیح بخاری: 4027، صحیح مسلم: 1868)۔ ایک

نوجوان رافع بن خُرَیج (Raafa'y bin Khureej) کو بھی واپس جانے کو کہا گیا ہے۔

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

رسول اللہ کو بتایا گیا کہ رافع بڑا ماہر تیر انداز ہے تو رسول اللہ نے اسے لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی ہے (المازی للوالدی: 197/1، سبل الہدی والرشاد: 187/4)۔ سمرہ بن جندب (d:677) (Samrah bin Jundab) کو کم عمری کی وجہ سے واپس بھیجا جا رہا ہے۔ سمرہ نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں۔ میری اس سے گشتی (Wrestling) کروا کر دیکھ لیں، اگر میں جیت جاؤں تو مجھے بھی جنگ پر لے جائیں۔“

رسول اللہ نے اسے گشتی لڑنے کی اجازت دے دی ہے (سیرت ابن ہشام: 96/3)۔ سمرہ، رافع کو ہرا کر فوج میں شامل ہو گیا ہے (المازی للوالدی: 197/1)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق سمرہ نے مقابلہ کرنے سے پہلے رافع کے کان میں کہا ہے:

”تم تو جنگ پر جا ہی رہے ہو، اگر تم مجھے بھی جانے کا موقع حاصل کرنے دو تو کتنا اچھا ہو۔“

رافع نے جان بوجھ (Intentionally) سمرہ سے گشتی ہاری ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق سعد بن بجزیر (S'ad bin Bajeer) کو بھی جنگ پر جانے کی اجازت مل گئی (سیرت ابن ہشام: 706/3، المازی للوالدی: 197/1)۔ رسول اللہ اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہے ہیں:

”کون ہے جو اُحد پہاڑ کی طرف ہمیں ایسے راستے سے لے جائے جو مختصر (Short) ہو اور وہاں پہنچنے سے پہلے قریش ہمیں دیکھ نہ سکیں؟“

ابو خیثمہ (Abu Khaythmah): ”اللہ کے رسول! میں اس خدمت (Service) کے لیے حاضر ہوں۔“

رسول اللہ اور مسلمان فوج نماز مغرب مدینہ منورہ میں ادا کرنے

کے بعد اُحد کے لیے نکلے ہیں۔ مغرب کی نماز کے لیے اذان بلال حبشی نے کہی ہے۔

رسول اللہ چاہتے ہیں کہ قریش کو خبر نہ ہو اور آپ اپنی فوج کے ساتھ میدانِ اُحد پہنچ جائیں۔ اس طرح رسول اللہ نے قریش کے متوقع حملہ سے بچنے کی تدبیر (Solution) کر لی ہے۔ ابوخیثمہ مسلمان لشکر کو بنی حارثہ کی آبادی میں سے گزار کر اُحد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میدانِ اُحد کی طرف جاتے ہوئے مسلمانوں کا لشکر ربیع بن قنیظی (Rab'ee bin Qaizi) کے کھیت (Field) سے گزر رہا ہے۔ ربیع نابینا (Blind) ہے۔ اُس نے رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کے گزرنے کی آواز سنی تو اپنے کھیت سے مٹی اٹھا کر پھینکی ہے۔ ساتھ ہی وہ مٹھی میں مٹی لے کر کہہ رہا ہے:

”محمد! اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہیں میری زمین (Land) میں

آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ مٹی کسی

اور کی بجائے صرف تم پر ہی پڑے گی تو یہ مٹی تمہارے چہرے پر دے

ماروں۔“

ربیع کی بدتمیزی (Rudeness) دیکھ کر صحابہ اُسے قتل (Kill) کرنے کے لیے آگے بڑھے لیکن رسول اللہ نے انہیں روک دیا ہے۔ رسول اللہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”اِسے قتل نہ کرو، یہ دل اور آنکھ دونوں سے اُندھا (Blind) ہے۔“

(سیرت ابن ہشام: 706/3)

عبداللہ بن اُبی سارار استہ اعتراض (Object) کرتا آ رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے:

”ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ ہم ایسی جگہ جا کر نہیں لڑیں گے

جسے ہم جانتے نہ ہوں۔ نبی نے میری بات نہیں مانی۔ میری بجائے نوجوانوں کو اہیت دی ہے۔“

اُحد کی طرف جاتے ہوئے شوط (Shot) کے مقام پر عبداللہ بن اُبی نے اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان لشکر کو چھوڑ کر واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ عبداللہ اپنے تین سو (300) لوگوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا تو اُس کے قبیلہ کے عبداللہ بن عمر و بن حرام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن اُبی کہہ رہا ہے:

”محمد نے نادان (Inept) بچوں کی بات مانی ہے، میرا مشورہ

نہیں مانا۔ اگر ہماری بات نہیں مانتی تو ہم اپنی جانوں کو ہلاکت (Risk life)

میں کیوں ڈالیں؟“ (سیرت ابن ہشام: 92/3، المغازی للوالدی: 219/1، دلائل النبوة للبیہقی: 208/3)

عبداللہ بن عمر و بن حرام: ”دُشمن لڑائی کے لیے آچکا ہے، میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت (Critical moment) میں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ آؤ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ان کا دفاع کریں۔“ (سیرت ابن

ہشام: 68/3، سیرت ابن اسحاق: 333/1، المغازی للوالدی: 199/1)

عبداللہ بن اُبی: ”لوگو! ہم کس لیے اپنے آپ اور اپنی اولادوں کو قتل کروا ڈالیں؟ چلو یہاں سے واپس نکلیں۔“ (تفسیر الکشاف۔ آل عمران۔ 3: 122، صصح بخاری: 4050، فتح الباری: 232/15)

کرگس کو ہوا سردہ کی کبھی راس نہ آئی

کم بخت بلندی سے بھی مُردار پہ جھپٹا[●]

عبداللہ بن عمر و بن حرام: ”عَنْقَرِيْب (Very soon) اس کائنات کا مالک اپنے نبی کو تم

● عزت کی بلندیوں پر جا کر بھی پستی (Lowness) کا سودا کرنے والوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کرگس (Vulture) جتنی مرضی بلندی پر پرواز کر رہا ہو، وہ صرف مُردار (Dead body) کھاتا ہے

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

سے بے پرواہ کر دے گا۔“ (سیرت ابن ہشام: 205/2)

اللہ کریم نے اپنے رسول کو بتا دیا ہے:

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَأَتَّبِعْنَكُمْ هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمِيذٍ
أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ (القرآن۔ آل عمران۔ 3: 167)

پیارے رسول! عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھی جنہوں نے
مناہفت اختیار کی، اور جن سے کہا گیا: آؤ! اللہ کے راستے میں لڑو یا اپنے
جان و مال کا اور شہر کا دفاع (Defence) کرو تو بولے: اگر ہمیں یقین ہو کہ آج
جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلیں۔ جب یہ لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں
تو ایمان کی نسبت کھلے انکار (Denial) کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ لوگ وہ
بات اپنی زبان سے کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ جو کچھ
مناہق اپنے دلوں میں چھپا (Conceal) رہے ہیں وہ دوغلا پن (Duality) اور
مناہفت (Hypocrisy) ہے، اللہ ظاہر اور باطن (Inner self) سب خوب
جانتا ہے۔ (السورة البقرة لاين كثير: 299)

عبداللہ بن اُبی اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ لوٹ گیا ہے۔ یہاں یہ بات
قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ پر دل سے ایمان لانے والا عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی (عبداللہ
بن اُبی کا بیٹا) منافقوں کے ساتھ واپس نہیں گیا۔ وہ رسول اللہ پر جاں نثار کرنے کے لیے
فوج کے ساتھ ہے۔

مسلمان فوج کے لیے یہ غیر معمولی صورت حال ہے۔ ابھی جنگ شروع بھی نہیں
ہوئی اور فوج کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ یہ بہت نازک وقت ہے۔ دشمن جنگ کے لیے آچکا

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

ہے۔ اپنا دفاع کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ اللہ کریم اپنے رسول کو بتا رہا ہے:

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ
يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظَلِّعَكُمْ عَلَىٰ الْغَيْبِ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يُّشَاءُ ۚ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۗ وَإِن
تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ (القرآن- آل عمران- 3: 179)

پیارے رسول! اس جنگ (أحد) کے موقع پر جو آزمائش
(Testing time) انہیں آئی، یہ اُسے سمجھ نہیں پارہے۔ انہیں بتائیں کہ اللہ
اپنے رسول پر ایمان لانے والوں کو اس حالت پر ہرگز نہیں رہنے دے گا،
جس پر وہ اب ہیں۔ یہاں تک کہ ناپاک (Wicked) کو پاک (Good) سے
الگ کر دے۔ اللہ کا یہ طریقہ (Principle) نہیں ہے کہ تم میں سے عام لوگوں
کو غیب (Hidden in the reality) کا علم دے۔ غیب کا علم دینے کے لیے
وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (To intimate such knowledge)
چُن لیتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ وہ ایمان لانے والوں کے دلوں کی حالت کو
جان لے۔ میرے رسول پر ایمان لانے والو! اللہ کریم چاہتا ہے کہ تم اللہ اور
اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ پھر اللہ ایسی آزمائش بھیجتا ہے کہ کھوٹے
(Perfidious) اور کھرے (Sincere) سب الگ الگ ہو جائیں۔ اس
لیے اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ شعار (God-fearing) بن جاؤ تو تمہارے
لیے بہت بڑا اجر (Reward) ہوگا۔

عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھیوں کے مشکل وقت میں چھوڑ کر چلے جانے پر
صحابہ میں دو (2) رائے (Viewpoint) پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ مسلمانوں میں
پریشانی اور تفریق (Differences) پیدا کرنے والے منافقوں کو فوراً قتل کر دیا جائے تاکہ

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

مسلمانوں میں بے چینی (Unrest) ختم ہو۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ابھی منافقوں کے بارے میں کوئی قدم اٹھانے کی بجائے دشمن کے لشکر سے نمٹ (Settle) لیا جائے۔ اللہ کریم نے رسول اللہ پر ایمان لانے والوں کا حوصلہ (Morale) بلند کرنے کے لیے جبریل کو پیغام دے کر بھیجا ہے:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئْتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا أَتْرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَكُمْ لَهُ سَبِيلًا (القرآن - النساء - 88:4)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم اُن لوگوں کو جانتے ہو جو ایمان لا کر پلٹ (Return) گئے ہیں۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو (2) گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ تم میں منافقوں کے متعلق دو (2) رائے پائی جاتی ہیں حالانکہ اللہ نے اُن کے عملوں کے باعث منافقوں کو ذلیل و سرنگوں (Disgrace) کر دیا ہے۔ کیا تم اُسے ہدایت دینا چاہتے ہو جسے اللہ نے اُن کی منافقت کی وجہ سے گمراہ (Deviate) کر دیا ہے؟ جسے اللہ اُس کے بُرے عملوں (Deeds) کی وجہ سے گمراہ کر دے اُس کے لیے تم ہرگز ہدایت کا راستہ نہیں پاؤ گے۔ (صحیح بخاری: 4589, 4050)

ایک لمحہ کے لیے بنی سلمہ اور بنی ثعلبہ (Bani Th'albah) نے سوچا کہ وہ بھی عبداللہ بن اُبی کے ساتھ میدان جنگ سے واپس چلے جائیں لیکن وہ رسول اللہ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کریم نے ان کے بارے میں اپنی مہربانی کا ذکر یوں کیا ہے:

إِذْ هَبَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (القرآن - آل عمران - 122:3)

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

میرے رسول پر ایمان لانے والو! یاد کرو! جب تم میں سے دو (2) گروہوں (بنی سلمہ اور بنی ثعلبہ) نے میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیا۔ اللہ اُن کا دوست و مددگار (Helper and protector) ہے جس نے انہیں ہدایت دی اور وہ میرے رسول کے ساتھ ڈٹے رہے۔ ایمان والوں کو اللہ پر بھروسہ (Trust) کرنا چاہئے۔ یاد کرو! اللہ اس سے پہلے بدر میں تمہاری مدد کر چکا ہے، جب تم کمزور تھے۔

عبداللہ بن اُبی کا اس نازک موقع پر تین سو (300) جوانوں کا لشکر جو کہ مسلمان فوج کا تیس فیصد (30%) ہے، واپس لے جانا بہت خطرناک (Dangerous) اور حوصلہ شکن (Discouraging) ہے۔ عبداللہ بن اُبی کا خیال ہے کہ اسے واپس جاتا دیکھ کر تمام انصار مدینہ منورہ واپس چلے جائیں گے اور رسول اللہ کے ساتھ صرف مہاجرین ہی رہ جائیں گے۔ اللہ کے رسول کے جاں نثار مہاجرین اور انصار میں سے کوئی ایک بھی واپس نہیں گیا۔

ابوسفیان کا خیال ہے کہ مدینہ منورہ کے جنوب (South) میں میدان لاوا کے پتھروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ فوجی نقل و حرکت (Movement) کے قابل نہیں ہے۔ ابوسفیان کے خیال میں مسلمان فوج مدینہ منورہ سے صرف شمال (North) کی جانب سے ہی آگے بڑھ سکتی ہے۔ قریش اپنی فوج کے ساتھ شمال سے جانے والے راستے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ تیار بیٹھے ہیں کہ شمال کے راستے سے گزرنے پر وہ مسلمان فوج پر اچانک حملہ کر دیں جس کے لیے وہ تیار نہ ہوں۔ رسول اللہ اس کے برعکس (Opposite) جنوب (South) کا راستہ لیتے ہوئے رات میں اپنی فوج کو لے کر میدان اُحد میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ دشمن کی توقع سے کہیں پہلے میدان جنگ میں پہنچ گئے ہیں۔ نماز فجر میدان اُحد میں ادا کی گئی ہے (سبل الہدیٰ والرشاد: 281/4، الاتعاذ: 114/1)۔ قریش کو رسول

محمد رسول اللہ - مدنی زندگی

438

ہم اپنے آپ کو قتل کیوں کروائیں؟

اللہ اور مسلمان فوج کے بارے میں علم اُس وقت ہوا ہے جب آپ اُحد پہاڑ کے میدان میں پہنچ چکے ہیں۔ یوں عبد اللہ بن اُبی اور قریش کی ملی بھگت (Connivance) کامیاب نہیں ہو سکی۔

اگر ہمیں پرندے اٹھا کر لے جائیں تب بھی..... ❶

رسول اللہ ﷺ نے جمعہ (Friday) 14 شوال 3 ہجری کی رات ایک خواب

(Dream) دیکھا ہے۔ رسول اللہ صحابہ کو بتا رہے ہیں:

”میں نے دیکھا جیسے میں کوئی مضبوط زرہ (Strong armour)

پہنے ہوئے ہوں۔ میری تلوار ذوالفقار میرے ہاتھ میں مگر اس کی دھار

(Sharpness) میں کمزوری (Weakness) ہے۔ میری تلوار ٹوٹی ہوئی

ہے۔ میں نے ایک گائے دیکھی جو ذبح (Slaughter) کی جا رہی ہے۔ میں

وار کر کے ایک مینڈھے کو قتل کر رہا ہوں۔“ (الستدرک للعاکم، 2588، السلسلۃ

الصحیحہ: 3499، سیرت ابن ہشام: 7/3)

صحابہ کے پوچھنے پر رسول اللہ اس خواب کی تعبیر (Interpretation) بتا رہے

ہیں:

”مضبوط زرہ سے مراد (Means) مدینہ منورہ ہے لہذا مدینہ منورہ

میں ہی رکننا بہتر تھا۔ میری تلوار ٹوٹنے سے مراد میری ذات کو نقصان پہنچنا

ہے۔ گائے کے ذبح ہونے سے مراد میرے کچھ صحابہ (Companions) کا

شہید ہونا ہے۔ مینڈھے کے قتل سے مراد ہم دشمنوں کو قتل کریں گے۔“

(الستدرک للعاکم، 2588، السلسلۃ الصحیحہ: 3499، سیرت ابن ہشام: 7/3)

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ نے کہا ہے:

❶ اگر ہمیں پرندے اٹھا کر لے جائیں تب بھی (صحیح بخاری: 3939، 4043، مسند احمد: 8547)

”میری تلوار کی کمزوری سے مُراد میرے اہل بیت (گھر

والوں) میں سے کسی کا قتل ہوتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 3622، صحیح مسلم: 2272، مسرت

ابن ہشام: 703/3)

آج ہفتہ (Saturday) کا دن ہے۔ اب دونوں فوجیں اُحد کے میدان میں آئے سانسے ہیں۔ رسول اللہ نے میدان میں اس طرح پڑاؤ (Camp) کیا ہے کہ اُحد پہاڑ ان کے پیچھے ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کے لیے رسول اللہ نے اونچی جگہ پر پڑاؤ کیا ہے۔ قریش کی فوج نشیبی (Low lying) جگہ پر ہے۔ رسول اللہ نے اپنے لشکر کے لیے ایسی جگہ منتخب (Choose) کی ہے جو فوجی نقطہ نگاہ (Military point of view) سے سب سے بہتر ہے۔ رسول اللہ نے جنگ کی حکمت عملی اس طرح ترتیب (Organize) دی ہے کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ اس طرح رسول اللہ نے ایک سمت محفوظ بنالی ہے۔ یہ جگہ فتح (Victory) یا شکست (Defeat) دونوں صورتوں میں مفید (Useful) ہے۔ اُحد پہاڑ کی ایک طرف درّہ (Pass) یا چھوٹا پہاڑ ہے جسے عینین (Aenain) (دو (2) چشمے۔ Springs of water) کہا جاتا ہے۔ اس کے قریب پانی کے دو (2) چشمے ہیں جس وجہ سے اس درّہ کو عینین کہا جاتا ہے۔ اگر اُحد پہاڑ پشت (Back) کی جانب ہو تو یہ درّہ اُحد کے بائیں (Left) جانب پڑتا ہے۔ بعد کے زمانہ میں تیر انداز دستہ کی وجہ سے اسے جبل الرماة (Mount of Archers) کہا جائے گا۔ رسول اللہ نے سب سے پہلے ایک تیر انداز (Archer) دستہ عبد اللہ بن جبیر (Abdullah bin Jubayr) (d:625) کی قیادت میں اس درّہ کو محفوظ بنانے کے لیے متعین (Deploy) کیا ہے۔ ان تیر اندازوں (Archers) کی تعداد پچاس (50) ہے۔ رسول اللہ نے انہیں ہدایت دی ہے:

”اگر گھڑ سوار (Horse rider) اس طرف سے حملہ کریں تو ان

پر تیروں کی بوچھاڑ (Pelting) کرنا تاکہ دشمن ہم پر اس طرف سے حملہ نہ

کر سکے۔ دشمن قریب آئے تو اُن پر خوب تیر برسانا کیونکہ تیروں کی بارش (Rain) میں گھوڑے پیش قدمی (Advance) نہیں کرتے۔ اگر ہم فتح حاصل کر لیں تو بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا، اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا (Remained steadfast)۔ خیال رہے کہ دشمن اس طرف سے ہم پر حملہ نہ کر سکے۔

اگر تم دیکھو کہ ہم دشمن کے لشکر میں گھس کر اُنہیں بے دریغ (Without hesitation) قتل کر رہے یا قیدی بنا رہے ہیں تو بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ میدان جنگ میں ہماری بوٹیاں نوچی جا رہی ہیں تو بھی اپنی جگہ پر قائم رہنا۔ اگر تم دیکھو کہ پرندے (Birds) ہمیں اُٹھا کر لے جا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا اور ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔

جب تک میں تمہیں پیغام بھیج کر نہ بلواؤں (Call)، تم اپنی جگہ پر ہی ڈٹے (Take firm stand) رہنا۔ ہماری پشت (Back) کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے۔ جب تک یہ ذرہ محفوظ ہے ہم شکست نہیں کھائیں گے۔ کان کھول کر سن لو کہ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہے ہم غالب (Mighty) رہیں گے۔

یا اللہ! گواہ رہنا، میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض

(Obligation) پورا کر دیا ہے۔“ (صحیح بخاری: 3039, 4043۔ سنن احمد: 10729/1، 8547،

تاریخ طبری: 192/2، دلائل النبوة للبیہقی: 227/3، السيرة العلیہ: 496/2)

رسول اللہ کی ہدایت مکمل طور پر واضح (Explain) کرتی ہے کہ جنگ کی فتح، شکست کا انحصار (Dependence) اس تیر انداز دستہ (Archery troop) اور ذرہ پر ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ نے فوج کے دائیں (Right) حصہ کی قیادت زبیر بن عوام اور بائیں (Left) جانب کی مُنذر بن عمرو (Mundhir bin 'Amr) کو دی ہے۔ رسول اللہ

نے پوچھا کہ قریش کا علم بردار کون ہے؟

صحابہ: ”قریش کا علم بردار بنی عبدالدار سے طلحہ ابن ابوطلحہ ہے۔“

رسول اللہ: ”ہم بھی اپنا علم بنی عبدالدار کو دیں گے۔“

رسول اللہ نے اپنی فوج کا علم مصعب بن عمیر کو عطا کیا ہے۔ اس زمانہ کی لڑائی میں علم بردار کی بہت اہمیت ہے۔ علم بردار کا قتل اور علم کا گر جانا جنگ ہارنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے علم بردار بہادر اور محفوظ رکھا جاتا ہے۔ مسلمان فوج کی قیادت رسول اللہ خود کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا ہے:

”میرے حکم کے بغیر کوئی جنگ نہ چھیڑے۔ جب تک میں

اجازت نہ دوں، اپنی جگہ پر جمے (Stand firm) رہنا۔“

قریش کے لشکر کے دائیں (Right) حصّہ کی کمان خالد بن ولید (Khalid bin

Walid) (592-642,51) کے پاس جبکہ بائیں (Left) حصّہ کی عکرمہ بن عمرو بن ہشام

(ابوجہل کا بیٹا) کر رہا ہے۔ پیدل لشکر (Infantry) صفوان بن اُمیہ کی قیادت میں ہے۔

اس پورے لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان جبکہ نائب (Deputy) صفوان بن اُمیہ ہے۔

قریش مکہ کے ساتھ آئی ہوئی عورتیں (Female) انہیں جوشِ دلار ہی ہیں۔ کبھی

اپنے مقتولوں (Casualties) کا ذکر کرتی ہیں تو کبھی جنگوں میں کامیابیوں کے قصیدے

(Odes) پڑھتی ہیں۔ اُن کی شاعری مسلمانوں کی ججو (توہین آمیز شاعری - Derogatory

Poetry) ہے۔ وہ گا گا (Singing) کر کہہ رہی ہیں:

ہم معزز (Honourable) لوگوں کی بیٹیاں ہیں

ہم نرم قالینوں (Carpets) پر

ناز (Amorous) سے چلنے کی عادی (Use to)

ہماری گردنوں (Necks) میں قیمتی موتی (Precious pearls)

ہماری مانگ (Hairline / Mid parting)

خوشبو (Fragrance) سے بھری ہے

تم آگے بڑھو

تو ہم تمہیں

گلے (Hug) لگائیں گی

تمہارے لیے قالین بچھائیں گی

اگر تم پیڑھ پھیر کر بھاگے (Run away)

تو ہم

رُوٹھ (Sad) جائیں گی

ہم تم سے

کٹناہ کش (Going away) ہو جائیں گی

آگے بڑھو

اور

خوب تلوار چلاؤ (الغازی للوالدی: 225/1، سیرت ابن ہشام: 681/1، السیرة النبویہ لابن کثیر: 31/3، دلائل النبویہ

لبقی: 233/3، البدایہ والنہایہ: 18/4، الاستدراک للعاکم: 5019، الروض الانف: 310/5)

نُصیبہ بنت کعب مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ انہیں خیال آیا ہے کہ میدان جنگ میں پہنچ کر زخمیوں کی مرہم پٹی (Dressing) اور پانی پلانے کا کام کیا جاسکتا ہے۔ ان کا شوہر اور بیٹا پہلے ہی فوج کے ساتھ ہیں۔ نُصیبہ صبح پانی کا مشکیزہ (Container) لیے میدان اُحد میں آگئی ہیں۔ وہ اپنے ساتھ تیر کمان اور تلوار بھی لائی ہیں۔ ان کے میدان اُحد میں پہنچنے کے کچھ دیر بعد انس بن مالک کی والدہ اُمّ سلیم بنت ملحان بھی میدان اُحد میں آگئی ہیں۔ بنی مزنیہ (Bani Mazniah) کے وہب بن قابوس (Wahb bin

اگر ہمیں پرندے اٹھا کر لے جائیں تب بھی.....

(Qaboos) اور حارث بھی ابھی ابھی میدان اُحد میں پہنچے ہیں۔

ابوسفیان گشتگو کا ماہر اور لوگوں کو اپنی باتوں سے جیت لیتا ہے۔ جب دونوں فریق آمنے سامنے جنگ کے لیے تیار ہو گئے تو انصار سے کہہ رہا ہے:

”بنی خزرج اور بنی اوس کے لوگو!

ہمارے تمہارے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ ہمارے معاشی مفادات (Economic interests) آپس میں جڑے (Linked) ہوئے ہیں۔ ہم اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ تم سے جنگ کریں۔ ہمارا چچا زاد محمد اور دوسرے قریشی جو اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس آ گئے ہیں، ہمیں ان سے جنگ کرنے دو، تم لوگ ان سے الگ (Separate) ہو جاؤ۔ ہمارے دل میں تمہاری دوستی کا بہت احترام ہے، ہم تم لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔“

انصار: ”ہم نے رسول اللہ پر اپنی جانیں قربان کرنے کا عہد کیا ہے اور آخری سانسوں تک اس پر قائم رہیں گے۔“

جنگ اُحد میں لڑائی کرنے کے لیے سب سے پہلے قریش کی طرف سے ابو عامر اوسی نکلا ہے۔ ابو عامر اوسی نے آگے بڑھ کر کہا ہے:

”آل اوس (Sons of Aws)! میں ابو عامر ہوں۔“

بنی اوس: ”تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی گنجائش (Nothing to offer) نہیں، اللہ تمہاری آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ کرے (Should not keep you happy)۔“

(المنافذ للوالدی: 223/1، السيرة العلیہ: 327/2)

ابو عامر مایوس (Disappointed) ہو کر: ”میرے بعد میری قوم میں شر (گمراہی)۔ (Ignorance) آ گیا ہے۔“

ابوعامر کا خیال تھا کہ اس کے میدان میں آتے ہی بنی اوس اپنا لشکر چھوڑ کر اس کے پاس آجائیں گے لیکن ایسا ہوا نہیں (الغزالی للوالدی: 202/1، سیرت ابن اسحاق: 335/1، امتاع الاسماع: 139/1)۔ قدرت کے رنگ بھی عجیب (Strange) ہیں۔ ابوعامر اوسی کا مقابلہ کرنے کے لیے اُس کے بیٹے حنظلہ (Hanzalah) نے رسول اللہ سے اجازت مانگی ہے۔ رسول اللہ نے گوارہ (Accept) نہیں کیا کہ بیٹا اپنے باپ سے یوں مقابلہ کرے۔ رسول اللہ نے حنظلہ کو مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ابوعامر میدان سے واپس اپنی فوج کی طرف چلا گیا ہے۔ جنگ شروع ہوئی تو قریش مکہ کی فوج سے سب سے پہلے اُن کا علم بردار طلحہ ابن ابوطلحہ میدان میں آیا ہے۔ طلحہ نے لکارا (Challenged) ہے:

”ہے کوئی جو میرا مقابلہ کرے؟“

کسی نے اُس کی لکار کا جواب نہیں دیا۔ طلحہ پھر لکار رہا ہے:

”محمد کے ماننے والو! تم تو کہتے ہو کہ تمہارے مقتول (Martyred) جنت (Paradise) میں جائیں گے اور ہمارے جہنم (Hell) میں۔ اگر تمہیں اس بات پر یقین ہوتا تو میرے مقابلہ میں نکلتے۔ لات کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو۔“

علی اس کی لکار کے جواب میں نکلے ہیں۔ علی میدان میں آ کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کی قسم! جب تک اللہ کریم میری تلوار کے ذریعہ تمہیں آگ (Hellfire) میں یا تمہاری تلوار کے ذریعہ مجھے جنت میں نہ پہنچا دے، میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔“

طلحہ کو سنبھلنے (Settle) کا موقع بھی نہیں ملا اور وہ ایک ہی وار سے زمین پر آگرا ہے۔ طلحہ زمین پر گرا تو اس کے جسم سے چادر علیحدہ ہو گئی۔ اب اس کا جسم برہنہ (Nude) ہے۔ علی اسے چھوڑ کر واپس آگئے ہیں۔ واپس آنے پر ساتھیوں نے پوچھا ہے:

”علی! آپ نے طلحہ کے گرنے کے بعد اُس کا کام تمام (Kill)“

کیوں نہیں کیا؟“

علی: ”وہ زمین پر گر اتو برہنہ ہو گیا، مجھے شرم (Shyness) آئی اور میں واپس آ گیا۔“ (سیرت

النبیہ للصلابی: 88/2)

علی کا پہلا وار ہی کافی ہوا۔ علی کے واپس آنے کے کچھ ہی دیر بعد طلحہ جان سے

چلا گیا ہے۔ (سیرت النبویہ للصلابی: 88/2، السیرة العلییہ: 497/2، سبل الہدیٰ والرشاد: 191/4، سیرت ابن ہشام: 78/3)۔

طلحہ کے مرنے پر رسول اللہ نے کہا ہے:

”یہی مینڈھا (Lamb) تھا جسے میں نے خواب میں دیکھا۔“

اس کے ساتھ ہی عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل) نے بائیں طرف کے دستہ

کے ساتھ مسلمان فوج پر حملہ کر دیا ہے۔ اس حملہ کو پتھر اوڑے ہی ناکام بنا دیا گیا ہے۔ اب

میدان میں جنگ ہو رہی ہے۔ ہر کوئی مقابلہ کرنے کے لیے دشمن کو لکار رہا ہے۔ کوئی تیر

نشانہ پر لگنے کی شرط (Bet) لگا رہا ہے۔ کہیں سے آواز آرہی ہے:

”میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میرا تیر سنبھالو۔“

کوئی کہہ رہا ہے: ”میرا اور سنبھالو، میں انصاری نوجوان ہوں۔“

ابودجانہ: ”میں ابن خرشہ ہوں۔ میرے وار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔“

خرشہ، ابودجانہ کے دادا کا نام ہے۔

رسول اللہ: ”میں ابن العواتک (Ibn Ul 'Awaatik) ہوں (یعنی عاتک اوں کا بیٹا

ہوں۔)“

رسول اللہ کے آباؤ اجداد میں دس (10) خواتین کا نام عاتکہ ہے۔ ہاشم بن

عبدمناف اور لوی بن غالب کی والدہ کا نام بھی عاتکہ ہے۔ (طبقات ابن سعد: 32/4، محمد رسول

ﷺ: (143/1)

عاصم بن ثابت (d:626) (Aasim bin Thaabit) نے جنگ سے پہلے دُعا

مانگی ہے:

”اللہ کریم! میں جنگ میں مرنے والے کسی دشمن کے جسم کو نہیں

چھوؤں (Touch) گا۔ میری دعا ہے کہ دشمن بھی میرے جسم کو ہاتھ نہ لگا

سکیں۔“ (سورت ابن ہشام: 124/4)

اگر زُبیر اس کا مقابلہ نہ کرتا تو میں خود کرتا

جنگ کے دوران رسول اللہ ﷺ اپنی تلوار نیام (Sheath) سے نکال کر پوچھ رہے ہیں:

”اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟“ (صحیح مسلم: 2470/6353)

بہت سے صحابہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ کی تلوار لینے کا اعزاز (Honour) انہیں حاصل ہو۔ عمر بن خطاب، علی ابن ابی طالب اور زبیر بن عوام ان لوگوں میں شامل، جو اس تلوار کو حاصل کرنا چاہتے ہیں (الغازی للوالدی: 228/1، المعجم الکبیر للطبرانی: 8/19)۔ زبیر فوج کے دائیں (Right) حصّہ کی کمان بھی کر رہے ہیں۔ رسول اللہ نے اپنی تلوار ابودجانہ سماک ابن خرشہ (Abu Dajaanah Samaak ibn Kharshah) (d:625) کو عطا کی ہے (صحیح مسلم: 2470، مستند احمد: 123/3)۔ ابودجانہ انصاری کی رسول اللہ سے محبت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ آپ کی ہجرت سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے آپ پر غائبانہ (In absence) ایمان لے آئے تھے۔ ابودجانہ نے رسول اللہ سے پوچھا ہے:

”اللہ کے رسول! اس تلوار کا حق (Obligation) کیا ہے؟“

رسول اللہ: ”اس کا حق یہ ہے کہ تم اس تلوار سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور کسی دشمن کے مقابلہ سے نہ بھاگنا۔“ (ہلائل النبوة للبیہقی: 233/3)

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ کا جواب ہے:

”اس تلوار کو دشمنوں پر اس قدر چلاؤ کہ یہ ٹیڑھی (Bend)

ہو جائے“ (المستدرک للحاکم: 5019، الاکلاء: 374/1، الروض الانقب: 307/5)

ابودجانہ کسی بھی جنگ کے لیے تیار ہوں تو اپنے سر پر سرخ (Red) رنگ کا عمامہ باندھ لیتے ہیں (سیرت ابن ہشام: 208/2)۔ بنی خزرج ابودجانہ کے سرخ (Red) عمامہ کو عمامۃ الموت ”موت کا عمامہ“ کہتے ہیں۔ رسول اللہ سے تلوار لیتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! میں اس تلوار کو اسی شرط پر لیتا ہوں جو آپ نے رکھی ہے۔ ان شاء اللہ! میں آپ کی شرط پوری کر کے دکھاؤں گا۔“ (دلائل النبوة للبیہی: 233/3)

ابودجانہ سرخ رنگ کا عمامہ باندھے رسول اللہ سے تلوار لے کر فخریہ چل (Walking with pride) رہے ہیں۔ رسول اللہ انہیں دیکھ کر کہہ رہے ہیں:

”بے شک! اللہ کریم ایسی چال (Walk) کو پسند نہیں فرماتا مگر اس قسم کے میدان (جنگ) میں پسند فرماتا ہے۔“ (دلائل النبوة للبیہی: 233/3)

الاکلاء: 374/1، سیرت ابن ہشام: 67/2، سبل الہدی والرشاد: 192/4، البدایہ والنہایہ: 18/4)

ابودجانہ اس وقت شعر کہہ رہے ہیں:

میں نے اپنے سر پر
”موت کا عمامہ“
باندھ لیا ہے
میرے خلیل (دوست) نے مجھ سے
وعدہ لیا ہے کہ
میں رسول اللہ کا انکار کرتے ہوئے
لڑنے کے لیے

آنے والوں سے لڑوں گا
دشمن سے جنگ کرتے ہوئے
خون بہانا
میری فطرت ہے
میں کبھی
پچھلی صفوں میں
کھڑا نہیں ہوتا
میں اللہ اور اُس کے رسول
کے لیے

لڑتا ہوں (سیرت ابن ہشام: 208/2)

زبیر بن عوام کہتے ہیں:

”مجھے اس بات کا دکھ (Hurt) ہوا کہ میں رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ (Safiyah) کا بیٹا ہوں اور آپ نے یہ تلوار مجھے دینے کی بجائے ابودجانہ کو عطا کی (صحیح مسلم: 2470، مسند احمد: 10736/3، المستدرک للحاکم: 230/3)۔ میں نے سوچا ابودجانہ ایسا کیا کارنامہ (Extraordinary act) انجام دیتا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی تلوار اسے دی ہے۔ اس لیے میں ابودجانہ کے پیچھے پیچھے رہا۔

ابودجانہ بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔ قریش مکہ کا ایک جوان بڑی بے جگری (Valiantly) سے لڑ رہا تھا۔ اُس سے مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ ابودجانہ اور وہ قریب قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں ان دونوں کا مقابلہ ہوتا دیکھوں۔ دونوں آمنے سامنے آئے، پھر کیا تھا، زبردست (Fierce) لڑائی ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے پر وار پہ وار کر رہے تھے۔ آخر کار

ابودجانہ نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُس دن ابودجانہ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اُحد کے دن ابودجانہ دشمن کے فوجیوں کو یوں قتل کر رہے تھے جیسے اُن کے ہاتھ میں درانتی (Sickle) ہو اور وہ گھاس کاٹ رہے ہوں۔ اُحد کا دن ابودجانہ کے نام رہا۔“ (صحیح بخاری: 2470، مسند احمد: 10736/3)

جنگ اُحد میں سب سے پہلے شہید ہونے والے مسلمان عبداللہ بن عمرو بن حرام ہیں۔ (صحیح بخاری: 1351)

ابوسفیان کی بیوی ہندہ اپنی فوج کو اشتعال (Incite) دلانے میں سب سے آگے ہے۔ ہندہ ابودجانہ کی تلوار کی زد (Range) میں لیکن اُنہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ زبیر بن عوام کی ملاقات (Meeting) ابودجانہ سے ہوئی تو اُنہوں نے پوچھا:

”ابادجانہ! اُحد کے دن آپ کے جنگی کارنامے (War deeds) مجھے بہت پسند آئے لیکن ہندہ کو قابو (Overpower) کرنے کے بعد آپ نے اُسے چھوڑ کیوں دیا؟“

ابودجانہ: ”میں قریش کے مردوں کو قتل کرتے ہوئے وہاں پہنچ گیا جہاں ایک مرد دوسری کئی عورتوں کے ساتھ اپنی فوج کو جوش دلانے کے لیے شاعری کر رہا تھا۔ میں نے تلوار اُس کی گردن پر رکھ دی تو اُس کے منہ سے دردناک چیخ نکلی۔ میں نے چیخ سنی تو وہ ایک عورت تھی۔ وہ ہندہ بنت عتبہ تھی جو بڑے بھاری اور قد آور جسم کی مالک تھی۔ اُس کی بے بسی (Helplessness) دیکھ کر کہ اُس کی مدد کرنے کے لیے کوئی مرد نہ آیا، میں نے سوچا اس بے چارگی میں اسے قتل کرنا مردانگی (Manhood) نہیں (سیرت ابن ہشام: 708/3)۔ دوسرے یہ کہ مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں رسول اللہ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں اور وہ بھی اُس وقت جب اُس کا کوئی مددگار (Helper) نہ

ہو۔“ (سبل الہدی والرشاد: 183/4، البیابہ والنہابہ: 16/4، الکامل لابن الاثیر: 152/2)

ابو دجانہ نے اُحد کی لڑائی میں واقعی رسول اللہ کی تلوار کا حق ادا کیا ہے۔

دوسری طرف قریش کے گھڑ سوار دستے (Cavalry unit) عکرمہ بن عمر و بن ہشام (ابو جہل) اور خالد بن ولید کی قیادت (Leadership) میں عتین کی پہاڑی (دڑہ) کی طرف سے تین (3) بار حملہ کر چکے ہیں۔ وہ اس لیے کامیاب نہیں ہو سکے کہ عبد اللہ بن جبیر کی قیادت میں تیرا انداز دستہ ہر بار اُن پر تیروں کی بارش کر دیتا ہے۔ اس وقت ہوا کا رُخ (Direction) ایسا ہے کہ مسلمان تیرا اندازوں کے تیر ہوا کی سمت میں جاتے ہیں۔ اس ہوا کی وجہ سے تیر زیادہ دُور تک جا رہے ہیں۔ دُشمن کے تیر ہوا کے مخالف (Opposite) سمت میں آنے کی وجہ سے اپنا اثر دکھانے میں ناکام ہیں۔ مسلمان تیرا انداز بلندی پر ہونے کا فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ دُشمن کو ہر بار ناکام (Fail) واپس جانا پڑا ہے (صحیح الباری: 435/7، موسوعۃ العزوات الکبریٰ: 240/1)۔ ابھی تک یہ دڑہ اس جنگ میں سب سے اہم ثابت ہوا ہے۔ عبد اللہ بن جبیر کی قیادت میں تیرا انداز دستہ نے اسے محفوظ بنا رکھا ہے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا نعرہ ہے:

أَمِيتُ، أَمِيتُ (دُشمن ہلاک ہو جائے، دُشمن ہلاک ہو جائے)

قریش کی فوج سے ایک بہادر اور جنگ جُو (Warrior) فوجی میدان میں آیا ہے۔ اُس نے تین (3) مرتبہ نعرہ لگایا کہ میرے مقابلہ میں کون آئے گا۔ تیسری مرتبہ دعوت دینے پر زبیر بن عوام اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ زبیر شوخ زرد (Bright yellow) رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔ زبیر اُس فوجی کے اُونٹ پر چڑھ گئے ہیں۔ اس وقت لڑائی اُونٹ پر جاری ہے۔ رسول اللہ بڑی توجہ سے اس لڑائی کو دیکھتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

“ان دونوں میں سے جو پہلے زمین پر گرا وہ مارا جائے گا۔“

تھوڑی ہی دیر میں لڑتے لڑتے قریشی جنگ جومین پر آگرا ہے۔ زبیر بھی
چھلانگ لگا کر زمین پر آگئے ہیں۔ زبیر نے اُسے قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”ہر نبی کا ایک حواری (Companion) ہوتا ہے اور میرا حواری

زبیر بن عوام ہے۔ اگر زبیر اس دشمن کے مقابلہ میں نہ نکلتا تو میں خود اس کا

مقابلہ کرتا۔“ (سورت النبویہ لابن کثیر: 303)

اُحد کی جنگ میں حارث بن سوید (Haarith bin Swayd) شامل ہے۔
حارث منافق ہے۔ رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے اس کا والد سوید بن صلمت (Swayd bin
Salat) بنی اوس اور بنی نخوج کی لڑائی میں مجذربن زیاد بلوی کے ہاتھوں مارا گیا۔ حارث
نے جنگ اُحد کے دوران مجذربن زیاد کو دشمن سے لڑتا دیکھ کر پیچھے سے حملہ کر کے قتل کر دیا ہے۔
حارث بن سوید میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے۔ حارث نے اس کے بعد رسول اللہ سے
معافی کے لیے اپنے بھائی جلاس بن سوید (Jalaas bin Swayd) کے ہاتھ پیغام بھیجا
ہے۔ رسول اللہ نے اس ظلم اور بددیانتی کی وجہ سے اس کی معافی قبول نہیں کی۔ آپ نے
حارث کے قتل کا حکم دیا ہے۔ حارث کو مجذربن زیاد بلوی کے قتل کی سزا میں جنگ کے بعد قتل
کر دیا گیا۔ (سورت ابن ہشام: 217/2)

میں عاصم کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی

قریش کے مرنے والے علم بردار طلحہ کے بعد اُس کے بھائی عثمان ابن ابوطلحہ (d:625) (Uthmaan ibn Abu Talhah) نے قریش کا علم سنبھالا ہے۔ عثمان نے میدان میں آ کر مسلمان فوجیوں کو یوں لکارا ہے:

”علم بردار کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نیزے دشمن کے خون

سے رنگین کر دے یا پھر جنگ کرتے ہوئے اُس کے نیزے ٹوٹ جائیں۔“

حمزہ (عثمان پر حملہ آور ہوتے ہوئے): ”میں ساقِ حجاج (حاجیوں کو پانی پلانے والے) کا بیٹا ہوں۔“

حمزہ نے عثمان کا کام تمام کر دیا ہے۔ اس کے بعد عثمان کا بھائی ابوسعید ابن ابوطلحہ (Abu S'ad ibn Abu Talhah) علم سنبھالنے آیا ہے۔ سعد ابن ابی وقاص کا تیر اُس کی گردن میں جا لگا اور وہ بھی مارا گیا ہے۔ تینوں بھائیوں کے بعد طلحہ کا بیٹا مسافع بن طلحہ (d:625) (Musaafay bin Talhah) علم سنبھالنے آیا ہے۔ عاصم بن ثابت بن اقلح (d:625) (Aasim bin Thaabit bin Aqlah) نے تیر سے نشانہ (Target) بنا کر اُسے بھی موت کے گھاٹ (Killed) اتار دیا ہے۔ اب قریش کا علم حارث بن طلحہ (Haarith bin Talhah) (d:625) کے ہاتھ میں ہے۔ عاصم کے تیر سے حارث بھی نہیں بچ سکا۔ سلفاہ بنت سعد (Salaafah bint S'ad) نے اپنے دوسرے بیٹے کو جاں کنی (Last breath) کی حالت میں دیکھا تو بھاگتی ہوئی حارث کے پاس آئی، اُس کا سر اپنی گود (Lap) میں رکھے پوچھ رہی ہے:

”تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے؟“

حارث: ”میں نے اُس تیرا انداز سے اتنا سنا ہے کہ میرا تیرا سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن قلع ہوں۔“

سلفافہ: ”اگر عاصم کا سر میرے قبضہ میں آ گیا تو میں پیالہ (Cup) بنا کر اس میں شراب (Wine) بھر کر پیوں گی۔ جو شخص عاصم کو پکڑ کر میرے پاس لائے گا میں اُسے سو (100) اونٹ انعام دوں گی۔“ (سیرۃ النبویہ لابن کثیر: 304، المغازی للوالدی: 205/1، سیرت ابن ہشام: 20/3)

اس کے بعد سلفافہ کے تیسرے (3rd) بیٹے کلاب بن طلحہ (Kalaab bin Talhah) (d:625) نے آگے بڑھ کر علم تھاما ہے۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا کہ زبیر بن عوام نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اب جلاس بن طلحہ (Jalaas bin Talhah) (d:625) قریش کا علم بردار ہے۔ اسے بھی تھوڑی ہی دیر میں طلحہ بن عبید اللہ نے ختم کر دیا ہے۔ اب علم اٹھانے والا ارطاہ بن شرحبیل (Artaah bin Sharhabeel) ہے جو علی کا مقابلہ نہ کر سکا اور جان سے ہاتھ دھو (Killed) بیٹھا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق ارطاہ کو قتل کرنے والے حمزہ ہیں۔ شریح بن قارضہ (Shareeh bin Qaardah) (d:625) نے آگے بڑھ کر علم تھاما لیکن جلد ہی مارا گیا ہے۔ شریح کو قتل کرنے والے کا نام تاریخ میں محفوظ نہیں ہو سکا۔ قاسط بن شرحبیل بن ہاشم (Qaasit bin Sharhabeel bin Haashim) (d:625) اگلا علم بردار ہے۔ اسے قزمان (Qazmaan) نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

اب تک قریش کے تمام علم بردار بنی عبدالمدار سے ہیں اور آپس میں قریبی رشتہ دار (Close relative) بھی۔ اب علم ایک حبشی غلام نے تھاما جس کا نام صواب

میں عاصم کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی (Swaab) (d:625) ہے۔ اس نے علم فضا میں لہرایا (Waved) ہے۔ دیکھنے والے اس غلام سے کہہ رہے ہیں:

”دیکھنا تمہاری وجہ سے ہمیں شرمندگی (Shame) نہ اٹھانا پڑے۔“

صواب بڑی بہادری سے اپنے علم کا دفاع کرتا رہا لیکن لڑائی کے دوران اس کا دایاں ہاتھ (Right hand) کٹ گیا ہے۔ اس نے علم بائیں ہاتھ (Left hand) میں پکڑ لیا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس کا بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا ہے۔ صواب نے علم کو اپنے سینہ (Chest) سے لگا کر دونوں بازوؤں (Arms) سے پکڑ لیا ہے۔ زیادہ خون بہنے کی وجہ سے صواب نڈھال (Faint) ہو کر گر تو اُس نے علم اپنی ٹانگوں سے پکڑ کر اونچا کر رکھا ہے (سیرت ابن ہشام: 211/2)۔ صواب، قزمان اور سعد ابن ابی وقاص سے لڑتے ہوئے مارا گیا ہے۔ اُس کی زبان پر آخری الفاظ ہیں:

”میرے خدا! کیا میں نے اپنی قوم کی لاج (Honour) رکھ

لی؟“

لوگ: ”بے شک! تم نے حق ادا کر دیا۔“

صواب کو قتل کرنے والا بھی قزمان ہی ہے۔ قزمان مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے۔ قزمان نے جنگ میں بہادری سے لڑتے ہوئے دشمن کو خوب نقصان پہنچایا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے اپنے بیان کے مطابق قزمان اپنے قبیلہ کی محبت اور بہادری کے لیے جنگ میں شامل ہوا ہے نہ کہ حق اور سچ کا ساتھ دینے کے لیے (الروض الافق: 214/4، السیرۃ النبویہ لابن کثیر: 71/3، سبل الہدیٰ والرشاد: 215/4)۔ قزمان لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو گیا ہے۔ زخموں سے اس قدر تکلیف محسوس کی کہ اپنی ہی تلوار زمین پر رکھ کر اُس پر لیٹا اور خودکشی (Suicide) کر لی ہے۔

اس جنگ میں قریش کے گیارہ (11) علم بردار مارے گئے ہیں۔ قریش کی طرف سے بنی عبدالدار کے علم بردار کٹتے رہے، مرتے رہے لیکن علم برداری کا حق ادا کرتے رہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قریش کسی سے کم بہادر نہیں ہیں۔ ایسے دشمن کو بغیر اسلحہ اور بڑی تعداد کے جنگ ہرانا آسان نہیں ہے۔ علم بردار کے بار بار مارے جانے کی وجہ سے قریش کا حوصلہ (Spirit) جواب دے چکا ہے۔ انہوں نے جنگ سے بھاگنے میں ہی خیریت (Safety) جانی ہے۔ ان کی عورتیں چیخ و پکار (Crying and screaming) کر رہی ہیں لیکن کوئی انہیں سن نہیں رہا۔ قریش کی عورتیں اپنی چادریں سنبھالتی ہوئی بھاگ رہی ہیں (صحیح بخاری: 3039)۔ عورتیں ہی کیا قریش کے فوجی بھی جان بچانے کے لیے میدان سے بھاگ رہے ہیں۔ وہ اپنی جان بچانا چاہتے ہیں۔ ابھی تک کی جنگ میں مسلمانوں کو دشمن پر واضح برتری حاصل ہے۔ مسلمانوں کے خیال میں یہ لوگ جنگ جیت گئے ہیں۔

یہاں وہ غلطی (Mistake) ہوئی جس سے رسول اللہ نے تیر انداز دستہ (Archery Unit) کو سختی سے منع کیا تھا۔ تیر انداز دستہ نے دیکھا کہ قریش مکہ میدان جنگ سے بھاگ رہے ہیں تو انہوں نے درہ کو خالی چھوڑنے (Vacant) کا فیصلہ کر لیا۔

عبداللہ بن جبیر کے ساتھی کہہ رہے ہیں:

”غنیمت لوٹ لو، غنیمت لوٹ لو، اے قوم! غنیمت تمہارے

سامنے ہے۔ تمہارے ساتھی دشمن پر غالب آگئے ہیں۔ اب کس بات کا ڈر

ہے۔“ (صحیح بخاری: 3039)

دستہ کے کمان دار (Commander) عبداللہ بن جبیر نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا لیکن درہ چھوڑ کر جانے والے چالیس (40) مسلمان فوجی، قریش کو بھاگتا دیکھ کر مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں (صحیح بخاری: 4043، فتح الباری: 438/7، سیرت ابن

میں عاصم کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی

اسحاق: 336/1)۔ جس کسی کے ہاتھ قریش کی فوج کا کوئی آدمی آیا اُس نے قیدی بنا کر شروع کر دیا ہے۔ مسلمان فوج اس وقت کسی نظم (Discipline) میں نہیں ہے۔ عبداللہ بن جُبیر اور اُن کے دس (10) ساتھی درّہ پر ابھی بھی موجود ہیں (صحیح بخاری: 3039، دلائل النبوة للبیہقی: 270/3، امتاع الاسماح: 144/1، المغازی للوالدی: 228/1)۔

خالد بن ولید نے دیکھا کہ درّہ پر اب ناکافی (Insufficient) لوگ ہیں۔ درّہ پر حفاظت کرنے والوں کی اکثریت مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہے۔ خالد نے ایک بار پھر پہاڑ کے پیچھے سے آ کر حملہ کر دیا ہے (سیرت ابن ہشام: 112/3)۔

خالد بن ولید کے ساتھ سو (100) گھڑسواروں کا دستہ ہے۔ عبداللہ بن جُبیر، خالد بن ولید اور اُس کے ساتھیوں کا مقابلہ بہادری سے کر رہے ہیں۔ عبداللہ نے آج سفید (White) رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے (سیرت ابن ہشام: 208/2)۔ عبداللہ نے اتنے تیر برسائے کہ ان کے تیر ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد عبداللہ کے ہاتھ میں نیزہ ہے۔ عبداللہ نے نیزہ اس قدر چلایا کہ وہ بھی ٹوٹ گیا ہے۔ اب عبداللہ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ عبداللہ تلوار سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ہیں۔ عبداللہ کا لباس اب سرخ (Red) رنگ میں بدل چکا ہے۔ عبداللہ کو عکرمہ بن عمر و بن ہشام نے شہید کیا ہے (سیرت ابن ہشام: 130/3، الاسابہ: 31/4)۔ عبداللہ بن جُبیر اور ان کے دس (10) ساتھی دشمن کے اس حملہ کو روک نہیں سکے اور مقابلہ کرتے ہوئے سب شہید ہو گئے ہیں (فتح الباری: 435/7، المغازی للوالدی: 208/1)۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِأُذُنِهِ حَتَّىٰ
إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّن بَعْدَ مَا آرَأَكُمْ مَا
تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ لَمْ
صَرَفَكُم عَنْهُمْ لِيَنْتَلِيكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (القرآن-ال عمران-152:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! بے شک اللہ نے تائید و نصرت (Victory and support) کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ پورا کر دیا جب تم اللہ کے حکم (By the order) سے اُنہیں بڑی بہادری سے قتل (Slaying) کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی (Cowardice)۔ تیرا انداز دستہ کو مورچے پر ڈٹے رہنے (Tenacity) کا جو حکم میرے رسول نے دیا تھا لوگوں نے اُس میں جھگڑا کیا (Quarreled)۔ یوں تم نے میرے رسول کی نافرمانی (Disobedience) کی۔ تم لوگ مالِ غنیمت جمع کرنے لگے جو تمہیں محبوب (Intensely desired) تھا۔ اُس وقت تم میں سے کوئی دُنیا (This world) چاہتا تھا اور کوئی آخرت (Hereafter)۔ اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے تمہارا منہ پھیر دیا (Turned you away from your foes) تاکہ تمہیں آزمائے۔ بے شک! اُس مہربان رب نے تمہیں پھر بھی معاف (Pardoned) کر دیا ہے۔ اللہ مومنوں پر بڑا ہی فضل (Bounteous) فرمانے والا ہے۔

عبداللہ بن عباس کے مطابق یہ آیت عبداللہ بن جبیر اور اُن کے تیرا انداز دستہ کے لیے نازل ہوئی۔

دوسری طرف، قریش کے علم بردار صواب کے قتل ہونے کے بعد ان کا علم زمین پر پڑا ہے۔ قریش کے لشکر میں عمرہ (Amrah) نامی ایک خاتون ہے۔ عمرہ بنت علقمہ (Amrah bint 'Alqamah) بڑی قد آور (Tall)، خوبصورت اور بڑے حوصلہ والی (Courageous) عورت ہے۔ وہ آگے بڑھی، علم اٹھایا اور فضا میں لہرا (Waved) دیا

ہے۔ اس کی بہادری نے قریش کو نیا حوصلہ (Spirit / Courage) دیا اور وہ واپس میدان جنگ میں پلٹے (Returned) ہیں (تاریخ طبری: 181/2، سیل الہدیٰ والرشاد: 290/4)۔ ان دو (2) واقعات نے جنگ کی صورت حال یکسر (Altogether) بدل دی ہے۔ مسلمان اس وقت تک اپنی صفیں چھوڑ چکے اور جنگی حکمت عملی (War strategy) کے خلاف مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہیں۔ مسلمان جو ذرہ کی طرف سے خود کو محفوظ خیال کر رہے تھے اب دشمن ان پر سامنے اور پیچھے دونوں طرف سے حملہ آور ہے۔ مسلمان فوج اس حملہ کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب مسلمان فوج کے لیے سنبھلنا (Re-organize) مشکل ہو گیا ہے۔ مسلمان فوج کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ ہوا کیا ہے۔ اس بات نے مسلمان فوج کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ بہت سے مسلمان اسی دوران شہید ہو گئے ہیں۔ قریش نے مسلمانوں کی لاشوں کی بے حرمتی (Desecration) کرنا شروع کر دی ہے۔ ان کے لباس اُتار کر انہیں برہنہ (Nude) کر دیا ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن جحیر کے جسم کی سب سے زیادہ توہین کی ہے۔ انہوں نے عبداللہ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے (Pieces apart) کر دیئے ہیں۔ مسلمان فوج کہہ رہی ہے:

”یہ تکلیف ہمیں کیوں اور کہاں سے آئی ہے؟“

أَوَلَمَّا أَصَبْتَكُمْ مُصِيبَةً قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ (القرآن - آل عمران - 165:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جب تمہیں تکلیف پہنچی حالان

کہ تم اس سے پہلے اپنے دشمن کو جنگ بدر میں دو گنا (Two times) تکلیف

پہنچا چکے تھے تو اس صورت میں کیا تمہیں زیب دیتا ہے کہ تم کہو: یہ تکلیف

کہاں سے آئی ہے؟

پیارے رسول! آپ انہیں بتادیں: یہ تکلیف تمہاری اپنی وجہ سے ہے۔ تم نے میری (رسول اللہ کی) ہدایت پر عمل نہیں کیا جس کے نتیجے میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ یاد رکھو! اللہ کریم نے ہر چیز کے پیمانے (Standards) بنا رکھے ہیں۔ سب کچھ اُن پیمانوں کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

خالد بن ولید اور عمر مہ بن عمرو بن ہشام نے مسلمانوں پر حملہ کرتے ہوئے لات وعزئی کے نعرے لگائے تو مسلمانوں کو احساس ہوا کہ جنگ کا پانسہ (Turn the table) پلٹ رہا ہے۔ ابھی تک وہ مال غنیمت لوٹنے میں ہی مصروف تھے۔ جو مال غنیمت اکٹھا (Collect) کیا تھا وہ ہاتھوں سے گرنے لگا ہے۔ جن کو قیدی بنایا تھا انہوں نے بھی صورتِ حال دیکھی تو بھاگنے کی راہ (Escape) لی ہے۔

مصعب بن عمیر رسول اللہ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ ان کا تعلق بنی عبد اللہ سے ہے۔ مسلمان فوج کا علم مصعب بن عمیر کے پاس ہے۔ جنگ بدر میں بھی علم بردار مصعب ہی تھے۔ مصعب ابتدائی دنوں (Early days) میں ہی ایمان لے آئے تھے۔ بہت ناز و نعم (Pampered) میں پلے ہیں۔ نہایت خوش لباس ہیں۔ مکہ میں رہنے والے مصعب کو شہزادوں (Princes) جیسی زندگی گزارتے دیکھ کر ان پر رشک (Envy) کیا کرتے تھے۔ ایمان لانے کی سزا میں انہیں گھر سے نکال دیا گیا۔ مصعب نے اتنی سختیاں (Difficulties) برداشت کیں کہ ان کی جلد (Skin) ہی خراب ہو گئی لیکن ثابت قدم (Steadfast) رہے۔ ایمان لانے سے پہلے مکہ میں شہزادوں جیسی زندگی گزارنے والے نہایت خوش شکل اور خوش لباس انسان کے بدن (Body) پر آج صرف ایک (1) کمبل (Blanket) ہے۔ مصعب میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے ہیں۔

مصعب بن عمیر مسلمان فوج کا علم سنبھالے ہوئے بے جگری (Selflessly) سے لڑ رہے ہیں۔ قریش کے فوجیوں نے انہیں اپنا نشانہ بنا کر حملہ کر دیا ہے۔ دشمن جانتا ہے کہ علم کا گرنا اور علم بردار کا مرنا فوج کے لیے حوصلہ شکن (Discouraging) ہے۔ مصعب کو عبد اللہ بن قمیہ (Abdullah bin Qumayyah) نے شہید کر دیا ہے۔ شہادت کے وقت مصعب کی عمر چالیس (40) سال ہے۔ مصعب کی شکل رسول اللہ سے ملتی جلتی (Resemble) ہے۔ ابن قمیہ نے سمجھا کہ اُس نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے (سیرت ابن ہشام: 710/3)۔ ابن قمیہ اپنی صفوں میں جا کر فخر یہ (Proudly) اعلان کر رہا ہے:

”میں نے محمد کو قتل کر دیا ہے۔“ (دلائل النبوة للبیہقی: 204/3، اسماع

الاسماع: 148/1، سیرت ابن ہشام: 87/3)

مسلمان فوج تو پہلے ہی پریشانی میں ہے، اس خبر سے مسلمانوں کی افراتفری میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اُنس بن نضر نے جب سنا کہ رسول اللہ شہید ہو گئے، تو کہہ رہے ہیں:

”کیا یہ مناسب ہوگا کہ نبی شہید کر دیئے جائیں اور تم زندہ رہو۔“

یہ کہہ کر تلوار اٹھائی اور دشمن کی صفوں کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں سعد ابن ابی وقاص سے ملاقات ہوئی ہے۔ اُنس، انہیں کہہ رہے ہیں:

”اللہ کی قسم! مجھے میدانِ اُحد سے جنت کی خوشبو آ رہی

ہے۔“ (صحیح بخاری: 2805)

اُنس بن نضر بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں۔ اُنس کو اتنے زخم آئے ہیں کہ ان کا جسم پہچانا نہیں جا رہا۔ انہیں ان کی بہن نے انگلی کے تیل (Mole) کی وجہ سے پہچانا ہے (صحیح بخاری: 2802، حبلہ الاولیاء: 121/1)۔

مصعب کی شہادت کے بعد رسول اللہ نے علی کو علم سنبھالنے (Hold) کا حکم دیا

ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 77/3، الروض الالف: 257/3، السیرة النبویہ لابن کثیر: 303)

اس جنگ میں سب سے زیادہ نقصان سلافہ بنت سعد کا ہوا ہے۔ سلافہ کا شوہر، سلافہ کے دو (2) دیور (Brother-in-Law) اور اُس کے چار (4) بیٹے اپنی فوج کا علم سنبھالتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ یوں سلافہ کے گھر کے سات لوگ ابھی تک اپنی فوج کے لیے جان دے چکے ہیں۔

اگر تم محمد کے چچا کو قتل کر دو تو..... ①

غزوہ اُحد

- ①۔ وہ درّہ جہاں رسول اللہ نے پچاس (50) تیر انداز تعینات (Deploy) کئے۔
- ②۔ چالیس (40) تیر انداز درّہ چھوڑ کر مال غنیمت اکٹھا کرنے چلے گئے۔
- ③۔ خالد بن ولید درّہ پر نا کافی تیر انداز دیکھ کر حملہ کرنے کے لیے نکلے۔
- ④۔ خالد بن ولید نے اس راستہ سے تیر اندازوں پر حملہ کیا۔
- ⑤۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق خالد بن ولید نے اس راستہ سے حملہ کیا۔
- ⑥۔ حمزہ بن عبدالمطلب کے شہید ہونے کی جگہ۔
- ⑦۔ رسول اللہ کے دانت شہید ہونے اور آپ کے زخمی ہونے کی جگہ۔
- ⑧۔ زخمی ہونے کے بعد رسول اللہ نے یہاں پناہ لی۔

اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شیر حمزہ بن عبدالمطلب بڑی بہادری سے لڑ رہا ہے۔ انہیں دیکھ کر گمان (Guess) ہوتا ہے کہ آج قریش مکہ میں سے کوئی بچ کرواپس نہیں جائے گا۔ قریش کی فوج کا علم بردار بھی ان سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ حمزہ دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو کوئی سامنے کھڑا رہنے کی جرأت (Dare) نہیں کرتا۔ وہ دشمن کی صفوں (Lines) کو چیرتے (Piercing through) ہوئے دوسری طرف نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوا، وحشی سے سنتے ہیں:

• اگر تم محمد کے چچا کو قتل کر دو تو..... (صحیح بخاری: 4072)

”جنگ بدر میں حمزہ نے میرے مالک جُبیر بن مطعم بن عدی کے چچا طیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ اُحد کی لڑائی شروع ہوئی تو میرے مالک نے مجھے کہا:

”اگر تم میرے چچا طیمہ بن عدی کے بدلے میں محمد کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔“ (صحیح بخاری: 4072)

عرب میں غلامی سے آزادی ایسا انعام (Reward) ہے کہ اس کے لیے انسان کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ آزادی کے انعام کے سامنے زندگی بہت معمولی (Ordinary) محسوس ہوتی ہے۔ میں نے ٹھان لی (Decided) کہ میں حمزہ کو قتل کر کے ہی رہوں گا۔ میں حربہ (چھوٹا نیزہ۔ Harbah - Small spearhead) چلانے میں کمال مہارت (Expertise) رکھتا تھا۔ میرا نشانہ شاید ہی کبھی خطا (Miss) ہوتا۔

جنگ شروع ہوئی تو ایک مسلمان فوجی خاکی رنگ (Brown colour) کے اُونٹ پر سوار بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ اُس کے عمامہ میں شتر مرغ (Ostrich) کا پر (Feather) لگا ہوا تھا۔ وہ جدھر جاتا ہماری صفوں کو اُلٹ پلٹ (Damage) کر رکھ دیتا۔ میں نے کسی سے پوچھا:

”یہ کون ہے جو اتنی بہادری سے لڑ رہا ہے؟“

جواب ملا: ”حمزہ بن عبدالمطلب“

مجھے جنگ کے میدان میں کسی اور چیز سے اب دلچسپی (Interest) نہیں تھی۔ کون لڑ رہا ہے، کون مارا گیا، میرا سردار کہاں ہے، جنگ کون جیتے گا؟ یہ سب میرے لیے غیر اہم (Unimportant) تھے۔ میں

نے اپنے آپ سے کہا کہ میری آزادی کا پروانہ (Order) تو یہی ہے۔ اب کیا تھا میری ساری توجہ حمزہ پر تھی۔ میدان جنگ میں مجھے حمزہ کے علاوہ کوئی نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ میں موقع پا کر اُس کے قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ حمزہ اُس وقت تک بہت سے قریشی فوجیوں کو قتل یا زخمی کر چکا تھا۔ فوج کے دو (2) علم بردار عثمان ابن ابولطعمہ اور ارقطہ بن شرحبیل کو قتل کرنے کے بعد وہ سباع بن عبدالعزیٰ (Saba'a bin 'Abdul 'Uzzaa) سے مقابلہ کر رہا تھا۔ میں حمزہ کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے سباع کا کام اپنی تلوار سے تمام کر دیا (صحیح بخاری: 4072، المغازی للوالدی: 308/1)۔ اب حمزہ اُس کے جسم سے زرہ بکتر اُتارنے کے لیے جھکا (Bent)، اس دوران اُس کا پاؤں پھسلا (Slipped) جس سے حمزہ کے پیٹ کا کچھ حصہ ننگا (Visible) ہو گیا جہاں زرہ بکتر نہیں تھی۔ میں تو پہلے ہی نشانہ باندھے (Target lock) بیٹھا تھا۔ میں نے اپنی پوری صلاحیت (Ability) اور طاقت لگا کر حربہ (چھوٹا نیزہ) حمزہ کے پیٹ کی طرف دے مارا۔ نیزہ ناف (Belly button) کے نیچے سے گزرتا ہوا اُس کی کمر (Back) سے پار (Cross) ہو گیا۔ حمزہ کے جسم سے خون ایک فوارے (Fountain) کی طرح نکلنے لگا۔ حمزہ نے غضب ناک (Furious) ہو کر میری طرف جھپٹنا (Attack) چاہا لیکن زخم اس قدر گہرا (Deep) تھا کہ وہ اُٹھ نہ سکا۔ میں فوراً پیچھے کی طرف بھاگا اور کچھ دُور کھڑا دیکھتا رہا۔ جب مجھے اُس کے مرنے کا یقین ہو گیا تو میں نے جا کر فاتحانہ انداز (Victorious style) میں اپنا نیزہ حمزہ کے جسم سے نکال (Pull) لیا۔

(صحیح بخاری: 4072، سیرت ابن اسحاق: 308)

میں نے اس کے بعد حمزہ کا سینہ چاک (Cut) کیا اور اُس کا کلیجہ (Liver) نکال کر ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے پاس لے گیا۔ ہندہ نے مجھ سے

پوچھا:

”ابادسمہ! یہ کس کا کلیجہ ہے؟ مجھے تو صرف محمد کے چچا حمزہ کا کلیجہ

چاہئے۔ وہ کب لے کر آؤ گے؟“

میں: ”یہ میری آزادی کا پروانہ ہی تو ہے۔“

ہندہ: ”کیا مطلب؟“

میں: ”یہ ابوعمارہ حمزہ کا کلیجہ ہے۔ میں نے اُسے قتل کر دیا ہے۔“

ہندہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ہندہ نے حمزہ کے کلیجہ سے ایک ٹکڑا

اپنے دانتوں سے کاٹ لیا۔ اُس نے کلیجہ چبانا (Chew) چاہا لیکن نگل

(Swallow) نہ سکی اور تھوک دیا (البدایہ والنہایہ: 43/4، مسند احمد: 4414)۔ (اسی لیے ہندہ

بنت عتبہ کو ”اِکَلَةُ الْاِکْبَاد“ (کلیجہ کھانے والی) کہا جاتا ہے۔) ہندہ نے مجھے کہا:

”ابادسمہ! میرے ساتھ چلو اور مجھے حمزہ کی لاش دکھاؤ۔“

وہاں پہنچ کر ہندہ نے حمزہ اور دوسرے مسلمان شہیدوں کے کان

اور ناک کاٹے۔ حمزہ کے جسم کے مختلف ٹکڑے (Pieces) کٹے اور میدان اُحد

میں جگہ جگہ پھینک دیئے۔ واپس آ کر مسلمان فوجیوں کے ناک اور کان سے

ہار (Necklace) بنائے جو ہندہ نے گلے (Jewellery)، بازو (Arm) اور

پاؤں (Feet) میں پہنے۔ ہندہ نے خوشی سے اپنا زیور (Jewelry)، کان کی

بالیاں (Earrings)، ہار (Necklace)، پازیب (Anklet) اور قیمتی

پوشاک (Dress) اتار کر مجھے انعام میں دی (المغازی للوالدی: 332/1)۔ اُس نے

وعدہ کیا کہ مکہ واپس جا کر وہ مجھے دس (10) دینار مزید دے گی۔“ (المغازی

(لوالہی: 289/1)

ہندہ نے اس موقع پر شاعری کی جو یوں ہے:

ہم نے تم سے

بدر کا بدلہ لے لیا

جنگ کے بعد

جنگ پھر بھڑکنے (Flare) والی ہے

مجھے

اپنے باپ (عتبہ)

اپنے چچا (شیبہ)

اپنے بھائی (ولید)

اور بیٹے (حظلمہ)

کی ہلاکت (Death) پر

صبر (Patience) نہیں آتا تھا

اب میں نے

اپنا دل

ٹھنڈا کر لیا ہے

میں نے اپنی نذر (Pledge) پوری کر لی

وحشی!

تم نے میرے دل کی آگ

بُجھا (Extinguish) دی ہے

تم نے میرے غموں کا مداوا (Console) کر دیا ہے

وحشی مجھ پر تمہاری

شکرگزاری (Thankfulness)

لازم (Must) ہے

قبر میں میری ہڈیاں (Bones)

بوسیدہ (پرانی) - (Decayed / Old) بھی

ہو جائیں

تب بھی میں

تمہاری شکرگزار رہوں گی

وحشی کا کہنا ہے:

”مجھے اس کے بعد جنگ میں کوئی دلچسپی (Interest) نہ رہی۔

میں تو بے حد خوش تھا کہ میری آزادی کا سامان ہو گیا ہے۔ میں دُور جا کر بیٹھ

گیا اور جنگ کے میدان میں ہونے والی لڑائی دیکھتا رہا۔ میں تو اپنی جنگ

جیت چکا تھا۔“

حزہ کی شہادت کے بعد ابوسفیان اُن کے چہرہ پر نیزہ کی اُٹی (Sharp edge)

چھوتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”ابو باغی (Rebelloius)! لے اس نیزہ کا مزہ چکھ (Taste it)“

حلیس بن علقمہ (بَد و قبیلہ کا سردار): ”بنی کنانہ! کیا ایسا شخص قریش کا سردار ہو سکتا ہے جو

اپنے مرنے والے رشتہ دار سے ایسا سلوک کرے؟“

ابوسفیان: ”کچھ نہیں ہوا۔ بس جانے دو، مجھ سے غلطی ہو گئی۔“ (سرت ابن اسحاق: 582/1)

ہر تیر کے لیے میرا سینہ حاضر ہے ①

مصعب بن عمیر کی شہادت سے قریش سمجھے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر مسلمان فوج میں بھی پھیل گئی ہے۔ اس خبر نے جہاں قریش کو حوصلہ دیا ہے وہیں مسلمانوں کے دل توڑ دیئے ہیں۔ اب مسلمانوں کو جنگ میں دلچسپی نہیں رہی۔ لڑنے والے بے دلی سے لڑ رہے ہیں جبکہ کچھ مسلمان میدان جنگ چھوڑ کر مدینہ کی طرف نکل پڑے ہیں۔ بڑی پریشانی والی صورت ہے۔ بہادری سے لڑنے والی فوج ایک لمحہ میں ساری طاقت اور بہادری کھو چکی ہے۔ تیر اندازوں کی درہ چھوڑنے کی غلطی مسلمان فوج پر بہت بھاری پڑ رہی ہے۔

جنگ اُحد کا دن رسول اللہ کی زندگی کے مشکل ترین (Most difficult) دنوں میں سے ایک ہے۔ قریش مکہ نے جنگ کا پانسہ (Tables turned) اپنے حق (Favour) میں پلٹا (Swinging) دیکھا تو میدان جنگ میں واپس آگئے ہیں۔ میدان جنگ میں واپس آ کر انہیں علم ہوا کہ رسول اللہ زندہ ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ رسول اللہ کو قتل کر دیں۔ مسلمان فوج بد دل (Dishearted) بھی ہے اور بکھری ہوئی بھی۔ کسی کو کسی دوسرے کی ہوش نہیں! انہیں اس سے بہتر موقع شاید نہ مل سکے۔ مسلمان فوج کے حوصلے پست (Low) ہیں۔ انہوں نے بھرپور حملہ (Fierce attack) کیا اور بطور خاص (Specially) رسول اللہ کو نشانہ بنایا ہے۔ رسول اللہ پر حملہ کرنے کے لیے پانچ (5) دشمنوں نے آپس میں عہد کیا ہے کہ وہ رسول اللہ کو قتل کر کے رہیں گے۔ یہ پانچ (5) لوگ عبداللہ بن قمیہ، عتبہ بن ابی وقاص،

① ہر تیر کے لیے میرا سینہ حاضر ہے (صحیح بخاری: 3811)

ہر تیر کے لیے میرا سینہ حاضر ہے

عبداللہ بن شہاب، اُبی بن خلف اور عبد اللہ بن حمید اسدی ہیں۔

اس افراتفری (Chaos) میں مسلمانوں کو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ کیا کریں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسول اللہ کے ساتھ صرف دو (2) لوگ رہ گئے ہیں۔ ان کے نام سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔ (صحیح بخاری: 3722)

رسول اللہ کے اعصاب (Nerves) اس مشکل وقت میں بھی قائم ہیں۔ کسی قسم کی افراتفری نے آپ پر اثر نہیں کیا۔ آپ اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ بہادری سے کر رہے ہیں تاکہ اس دوران مسلمان فوج کو سنبھلنے کا موقع مل جائے، مسلمان فوج دوبارہ جمع ہو جائے اور اپنی صفیں درست (In order) کر لے۔ ایسا ہی ہوا ہے۔ رسول اللہ مسلمانوں کو آواز دے کر قریش کا مقابلہ کرنے کے لیے بلارہے ہیں۔ اللہ کریم ان حالات کو یوں بیان فرماتا ہے:

إِذْ تُضْعِدُونَ وَلَا تَلَوْنِ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُكُمْ فِي
أُخْرٰكُمۡ فَأَتَابَكُمۡ عَمَّا بَغِمۡتۡ لِكَيْلًا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَا
أَصَابَكُمۡ ۗ وَاللَّهُ حَبِيبٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (الفران-آل عمران- 153:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! یاد کرو جب تم منہ اٹھائے چلے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ میرا رسول تمہیں پیچھے سے آوازیں دے رہا تھا۔ تم نے ایسا کرنے سے میرے رسول کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے تمہیں تکلیف پہنچائی تاکہ آئندہ (In future) تم ایسا نہ کرو۔ اُس چیز پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے نہ کسی مصیبت پر جو تم پر آجائے۔ بے شک! اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھتا ہے۔

رسول اللہ کی آوازیں کر چند صحابہ رسول اللہ کی حفاظت کے لیے آگے ہیں۔ ان

کے نام ہیں:

مہاجرین میں سے

- 1 - Abu Bakr ibn Abu Quhaafah ابو بکر ابن ابوقحافہ
- 2 - 'Umar bin Khat-taab عُمر بن خطاب
- 3 - 'Ali ibn Abi Taalib علی ابن ابی طالب
- 4 - Talhah bin 'Ubaydullah طلحہ بن عبید اللہ
- 5 - Zubayr bin 'Awaam زبیر بن عوام
- 6 - 'Abdul Rahman bin 'Awf عبدالرحمن بن عوف
- 7 - S'ad ibn Abi Waqqaas سعد ابن ابی وقاص
- 8 - Abu 'Ubaydah bin Jar-raah ابو عبیدہ بن جراح

انصار میں سے

- 1 - Habaab bin Mundhir حباب بن مُنذر
- 2 - Abu Dajaanah Samaak ibn Kharshah ابو دجانہ سماک ابن خرشہ
- 3 - 'Aasim bin Thaabit ibn Abu Aqleh حاصم بن ثابت ابن ابوقلح
- 4 - Haarith bin Sammah حارث بن صمہ
- 5 - Sahal bin Haneef سہل بن حنیف
- 6 - S'ad bin Mu'aadh سعد بن مُعاذ
- 7 - Muhammad bin Muslimah محمد بن مسلمہ

کچھ تاریخ دانوں کے خیال میں سعد بن عبادہ بھی یہیں موجود ہیں۔

ہر تیر کے لیے میرا سینہ حاضر ہے

ان سب کا لغزہ (Slogan) ہے:

میرا چہرہ، رسول اللہ کے چہرہ پر قربان

میری جان (Life)، رسول اللہ کی جان پر قربان

میری گردن (Neck)، رسول اللہ کی گردن پر قربان

رسول اللہ پر سلامتی ہو

آپ ہمیشہ خیریت (Safe) سے رہیں (انسباب الاضرالہ: 389/1، استطاع الاسماع: 148/1)

لڑائی بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ اس وقت لڑائی رسول اللہ کے آس پاس لڑی جا رہی ہے۔ ہر کوئی اپنی کوشش میں ہے کہ دشمن کو جان سے مار دے۔ مسلمان دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے پیچھے جا رہے ہیں۔ قریش پلٹ پلٹ کر رسول اللہ پر حملہ کر رہے ہیں۔ رسول اللہ دشمنوں کو دیکھنے کے لیے سراونچا کریں تو ابو طلحہ انصاری رسول اللہ سے کہتے ہیں:

”میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ سراونچا (Raise) نہ

کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر آپ کو آگے (Hit)۔ آپ کی طرف آنے

والے ہر تیر کے لیے میرا سینہ (Chest) حاضر ہے۔“ (صحیح بخاری: 3811)

رسول اللہ (خوش ہو کر): ”ابو طلحہ کی آواز دشمنوں پر پورے لشکر سے زیادہ بھاری

(Devastating) ہے۔“ (الغزالی للوالدی: 243/1، الفتح الربانی: 589/22)

ابو طلحہ انصاری رسول اللہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ کمال کے تیر انداز ہیں۔ ابو طلحہ کمان کو بہت زیادہ کھینچ کر تیر پھینکتے ہیں۔ اس وجہ سے ابو طلحہ کا تیر بہت زیادہ رفتار سے اور بہت دور تک جاتا ہے۔ ان کا پھینکا ہوا تیر ڈھال (Shield) سے روکنا بھی آسان نہیں۔ آج ابو طلحہ کے ہاتھ سے تین (3) کمانیں (Bows) ٹوٹ چکی ہیں (صحیح بخاری: 3811)۔ ابو طلحہ نے دشمن پر اتنے تیر برسائے کہ ان کے تمام تیر ختم ہو گئے ہیں۔ تیر

پھینکتے ہوئے ابوطلحہ کہتے ہیں:

”اللہ کے رسول! میری جان آپ کے سامنے بہت معمولی (Ordinary) ہے۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے۔ میری جان آپ پر قربان۔“

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر وہ سر ہے جو تیرے قدموں پر قربان گیا •

تیر ختم ہونے پر رسول اللہ زمین سے پتھراٹھا کر ابوطلحہ کو دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”ابوطلحہ! سے دشمن پر پھینکو۔“

ابوطلحہ اسی کمان میں رکھ کر پوری طاقت سے کھینچ کر پتھر دشمن کی طرف پھینک رہے ہیں۔ جب کوئی مسلمان قریب سے گزرے تو رسول اللہ اُسے کہتے ہیں:

”اپنے تیر ابوطلحہ کو دے دو۔“ (صحیح بخاری: 3811)

قریش کے بھڑپور حملہ (Fierce attack) میں ابودجانہ نہایت بہادری کے ساتھ رسول اللہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ابودجانہ اپنا چہرہ رسول اللہ کے سامنے کئے کھڑے، آپ پر پھینکے جانے والے تیر اور پتھر اپنی پیٹھ پر روک رہے ہیں۔ اُن کی پیٹھ (Back) پر ہر طرف تیر ہی تیر پیوست (Embedded) ہیں۔ ابودجانہ نے ایک بھی تیر رسول اللہ تک پہنچنے نہیں دیا۔

طلحہ بن عبید اللہ، رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہیں۔ دشمن کی طرف سے آنے

• زندگی کا حاصل آپ کا خیال اور آپ کی یاد ہے۔ آپ کی حفاظت کے لیے جان جانے تو اس سے بہتر موت نہیں ہو سکتی۔ (احمد رضا خان)

والے تیروں کو اپنے ہاتھوں پر لے کر روک رہے ہیں۔ طلحہ تیر لگنے پر ذرا سی حرکت (Movement) نہیں کرتے۔ وہ ایک دیوار (Wall) کی طرح رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہیں (صحیح بخاری: 3724)۔ یہاں تک کہ ایک تیر لگنے سے اُن کا ہاتھ بے کار (Unusable) ہو گیا ہے۔ طلحہ کے جسم پر تلوار، تیر اور نیزوں کے چھیا سٹھ (66) زخم موجود ہیں۔ ان کی پیشانی (Forehead) زخمی اور شہادت کی اُننگلی (Index finger) کٹ چکی ہے (المستدرک للعالم: 4313)۔ طلحہ بن عبید اللہ کو بہادری سے لڑتا دیکھ کر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”جو شخص زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہتا ہے، وہ طلحہ کو دیکھ

لے۔“ (السلسلة الصحيحة: 3588، جامع ترمذی: 3739، سيرت ابن ہشام: 85/3)

عمر بن خطاب، طلحہ بن عبید اللہ کو ”صاحبِ اُحد“ (Saahib e Uhad / Man of Uhad) کہا کرتے تھے۔

سعد ابن ابی وقاص رسول اللہ کے پاس کھڑے آپ کے دفاع (Defence) میں تیر چلا رہے ہیں۔ رسول اللہ اپنے ہاتھوں سے سعد کو تیر پکڑا رہے ہیں۔ رسول اللہ نے اپنے ترکش (Quiver) کے سارے تیر سعد کے سامنے بکھیر (Spread) دیئے ہیں (سيرت ابن اسحاق: 337/1)۔ رسول اللہ، سعد کو تیر اندازی کرتے دیکھ کر خوشی سے کہہ رہے ہیں:

”یا اللہ! سعد کی دعا قبول ہو، یا اللہ! سعد کا تیر نشانے پر لگے، سعد!

مزید تیر پھینگو۔ میرے ماں باپ سعد پر قربان“ (صحیح بخاری: 4055، 4057، 4059)

صحیح مسلم: 2411/6233، جامع ترمذی: 2829، مستدرک احمد: 1147)

رسول اللہ اس مشکل صورتِ حال میں خود بھی تیر اندازی کر رہے ہیں۔ رسول اللہ اس وقت بنی قریظہ سے غنیمت میں ملنے والی کمان کعبور استعمال کر رہے ہیں۔ آپ نے اتنے تیر چلائے کہ کمان کا ایک کنارہ (Edge of bow) ٹوٹ گیا ہے۔ قتادہ بن نعمان (Qataadah bin N'amaan) نے یہ کمان رسول اللہ سے مانگ لی ہے۔ قتادہ نے یہ

کمان ساری زندگی محبت سے اپنے پاس سنبھال (Safe) کر رکھی۔ (سیرت ابن ہشام: 119/3)

میدان جنگ سے مسلمان فوج کے شہیدوں میں ایک ایسا جسم ملا ہے جسے لوگ پہچان نہیں رہے۔ آخر کار پتہ چلا کہ اس شہید کا نام مخیر بیق (Mukhaireeq) ہے۔ مخیر بیق ایک یہودی اور مدینہ منورہ میں رہتے ہیں۔ ان کا تعلق بنی نضیر سے ہے۔ اُحد کے دن اپنے ساتھی یہودیوں سے کہہ رہے ہیں:

”قوم یہود! خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ موجودہ جنگ (اُحد) میں

محمد کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ چلو، ہم محمد کا ساتھ دینے کے لیے نکلیں۔“

جواب ملا ہے: ”آج تو یوم سبت (Saturday) ہے۔ ہم لڑائی نہیں کر سکتے۔“

مخیر بیق: ”تم کب یوم سبت کو مانتے ہو۔ یوم سبت تو ایک بہانہ (Excuse) ہے۔ وہ کون سا کام ہے جو تم یوم سبت کو نہیں کرتے؟ حق کا ساتھ دینے کے لیے کسی دن کی ممانعت (Forbidden) نہیں۔“

اس کے بعد مخیر بیق نے اپنی ساری جائیداد (Property) اور مال و دولت (Wealth) رسول اللہ کے نام وصیت (Will) کر دی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں:

”اگر میں میدان جنگ سے زندہ واپس نہ آؤں تو میرے اثاثے (Assets) محمد کے لیے ہیں۔ وہ جو چاہے ان کے ساتھ کرے۔“

مخیر بیق، مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ رسول اللہ کے علم میں آیا تو آپ کہہ رہے ہیں:

”مخیر بیق تمام یہودیوں میں سے بہترین انسان تھے۔“ (سیرت ابن

ہشام: 94/3، السیرة لابن کثیر: 310)

رسول اللہ نے مخیر بیق سے ملنے والے تمام باغ اللہ کریم کے لیے وقف (Waqf) (dedicate) کر دیئے ہیں۔ ابن کثیر (Ibn Katheer) کے مطابق یہ سب سے پہلی جائیداد (Property) ہے جو واقف (Auqaaf) میں شامل کی گئی۔

ایسے میں آ آ جل تو کہاں جا کے مر گئی ①

اُمّ عمارہ نُصیبہ بنت کعب (Umm 'Ammarah Nusaibah bint K'ab) نے بہادری اور جاں نثاری کی مثال (Example) قائم کی ہے۔ وہ جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ادا کر رہی ہیں۔ قریش، رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوئے تو نُصیبہ نے پانی پلانے کا کام چھوڑا اور تلوار پکڑ کر آپ کی حفاظت کے لیے آگئی ہیں (فصیح الباری: 235/15، سیرت ابن اسحاق: 307)۔ نُصیبہ بنت کعب کے پاس کوئی ڈھال (Shield) نہیں لیکن وہ بہت بہادری سے رسول اللہ کی حفاظت کر رہی ہیں۔ نُصیبہ کے بارے میں رسول اللہ نے بعد کے زمانہ میں کہا:

”أحد کے میدان میں میں نے جس طرف دیکھا، اُمّ عمارہ نُصیبہ

بنت کعب میری ڈھال بنی ہوئی تھی۔“

نُصیبہ، رسول اللہ کے قریب آنے والے دشمن کو دھکا (Push) دیتیں اور ضرورت پڑنے پر تلوار سے دشمن پر حملہ کرتی ہیں (الغزالی للوالدی: 235/1، سیرت ابن ہشام: 86/3)۔ نُصیبہ کا بیٹا عبد اللہ بن زید بن عاصم ('Abdullah bin Zayd bin 'Aasim) بھی اُن کے ساتھ رسول اللہ کی حفاظت کر رہا ہے۔ عبد اللہ بن زید کا بیان ہے:

”جنگِ اُحد میں جب لوگ ادھر ادھر (Disperse) ہو گئے تو

رسول اللہ کا دفاع کرنے والوں میں میری والدہ اور میں شامل تھے۔ رسول

اللہ نے مجھ سے پوچھا:

• پائے رسول پر ہے میرا سر جھکا ہوا ایسے میں آ آ جل تو کہاں جا کے مر گئی

”کیا تم اُمّ عتَمارہ کے بیٹے ہو؟“

میں: ”جی ہاں“

رسول اللہ: ”تیر چلاؤ“

میں نے دشمن کے ایک آدمی کو پتھر مارا۔ پتھر اُسے لگنے کی بجائے اُس کے گھوڑے کی آنکھ میں جاگا۔ اُس کا گھوڑا ڈمک گیا (Staggered) اور سوار (Rider) زمین پر آگرا۔ میں اُسے پتھر مارتا رہا اور وہ زخمی ہو گیا۔ رسول اللہ یہ سب کچھ دیکھ کر مسکراتے رہے۔“

نُصیبیہ: ”اللہ کے رسول! دُعا مانگیں کہ اللہ کریم ہمیں جنت میں آپ کا ساتھی بنا دے۔“

رسول اللہ نے نُصیبیہ بنت کعب کے حق میں دُعا مانگی ہے۔

ابن قتیہ نے تلوار سے رسول اللہ پر حملہ کیا ہے۔ یہ وار رسول اللہ کی بجائے نُصیبیہ بنت کعب کے کندھے (Shoulder) پر لگا جس سے وہ زخمی ہو گئی ہیں۔ رسول اللہ نے عبداللہ بن زید بن عاصم سے کہا ہے:

”اللہ کریم تمہارے گھرانہ (Family) پر رحم فرمائے۔ اپنی ماں

کے پاس جلدی سے جاؤ، اُن کی مرہم پٹی (Dressing) کرو۔ تمہاری والدہ کا

مقام (Stature) بہت سے لوگوں سے بلند ہے۔“

اس نازک حالتِ جنگ (Critical situation) میں رسول اللہ نے اپنی نگرانی

(Supervision) میں نُصیبیہ بنت کعب کی مرہم پٹی کروائی ہے۔ رسول اللہ خود بھی زخمی

ہو گئے ہیں۔

رسول اللہ کی ہدایت پر عمر بن خطاب کچھ فوجیوں کو ساتھ لے کر خالد بن ولید کے

دستہ سے مقابلہ کر رہے ہیں تاکہ یہ لوگ رسول اللہ پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ مسلمانوں کے

بہادری سے لڑنے پر خالد اور اُس کے ساتھ کچھ دیر بعد واپس چلے گئے ہیں۔ (سیرت ابن

بخاری: 2152)

دشمن کا تازہ دم (Fresh) گروہ رسول اللہ پر حملہ کرنے آیا ہے۔ رسول اللہ کہہ

رہے ہیں:

”کون ہے جو اس گروہ کا مقابلہ کرے؟“

وہب بن قابوس: ”اللہ کے رسول! میں۔“

وہب حملہ کرنے والے دشمن پر تیر پھینک رہے ہیں۔ وہب انہیں بھگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ابھی کچھ لمحے گزرے ہیں کہ دشمن کے چند لوگ پھر رسول اللہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔

رسول اللہ: ”کون ہے جو ان دشمنوں کو مجھ سے دُور کرے۔“

وہب: ”اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔“

وہب اکیلے ہی اس طرح لڑ رہے ہیں جیسے پوری فوج ہو۔ وہب نے ان دشمنوں کو بھی بھگا دیا ہے۔ دشمن کا تیسرا گروہ بھی رسول اللہ پر حملہ آور ہے۔

رسول اللہ: ”ان کے لیے کون ہے؟“

وہب: ”اللہ کے رسول! ان کے لیے میں کافی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں پناہ دیتا ہوں نہ پناہ

مانگتا ہوں۔“

رسول اللہ: ”وہب! تم قائم رہو، تمہارے لیے جنت کی بشارت ہے۔“

سعد ابن ابی وقاص (دس (10) سال بعد): ”میرے کانوں میں اب بھی رسول اللہ کی

وہ آواز گونجتی (Echo) ہے جس میں آپ وہب کو جنت کی بشارت (Glad tidings)

دے رہے ہیں۔“

ایسے میں آج کل تو کہاں جا کے مر گئی

وہب دشمن کی صفوں میں گھس کر اُن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں۔ عمر بن خطاب، وہب کے بارے میں کہہ رہے ہیں:

”میں ایسی موت سے محبت کرتا ہوں جیسی وہب بن قابوس نے

پائی۔“

رسول اللہ، وہب کے سر کے پاس کھڑے کہہ رہے ہیں:

”وہب! اللہ کریم تم سے راضی ہو گیا ہے۔ میں بھی تم سے راضی

ہوں۔“

وہب بن قابوس کی خوش قسمتی کا اندازہ کیجئے کہ اللہ کا رسول ان کے لیے گواہی

دے رہا ہے۔

أُبی بن خلف (Ubayy bin Khalf) بدر کی جنگ کے بعد سے اپنے

گھوڑے کو خصوصی طور پر پال (Raise) رہا ہے۔ وہ کہا کرتا ہے:

”میرے پاس العوذ (Al 'Audh) نامی گھوڑا ہے، میں اسے محمد

کی دشمنی میں روزانہ ساڑھے سات (7.5) کلومیٹر (Maize) کھلاتا ہوں۔

میں اسے پال رہا ہوں۔ میں اس گھوڑے پر بیٹھ کر محمد کو قتل کروں گا۔“

رسول اللہ: ”بَنَ اَنَا اَقْتُلُكَ اِنْ هَاءَ اللّٰهُ۔ اُبی نہیں بلکہ اُسے میں جنگ میں قتل کروں گا،

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ“ (سیرت ابن ہشام: 87/3، المغازی للوالدی: 251/1، دلائل النبوة للبیہقی: 258/3)

رسول اللہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”خیال کرنا اُبی بن خلف بے خبری میں مجھ پر پیچھے سے وار نہ

کردے“

رسول اللہ زخمی حالت میں میدان جنگ میں موجود ہیں۔ اُبی بن خلف بڑے

ایسے میں آج کل تو کہاں جا کے مر گئی

غور کے ساتھ اپنے گھوڑے کو بار بار رقص (Dance) کرواتا ہوا آرہا ہے۔ اُس نے سر پر فولادی خود (Iron helmet) اور جسم پر لوہے کی زرہ پہنی ہوئی ہے۔ اُس نے قریب آ کر پوچھا ہے:

”کہاں ہے محمد؟ اگر آج وہ بیچ گیا تو میرا بیچنا محال (Impossible)

ہے۔“

رسول اللہ کے جاں نثار اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھنے لگے تو آپ نے منع کرتے ہوئے کہا ہے:

”اسے چھوڑ دو اور اس کا راستہ خالی کر دو۔“

سب لوگوں نے رسول اللہ کے لیے جگہ چھوڑ دی ہے۔ رسول اللہ نے حارث بن صمہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ لیا اور کھڑے ہو کر اُبی کی طرف پھینکا ہے۔ نیزہ اس کی گردن (Neck) کے اُس حصہ پر لگا جہاں نہ تو لوہے کا خود ہے نہ ہی زرہ بکتر۔ اُبی یہاں سے بھاگ رہا ہے۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اب بھاگ کر کدھر جاتا ہے؟“

اُبی بن خلف: ”خدا کی قسم! محمد نے مجھے قتل کر دیا۔“

قریش (اُبی بن خلف سے): ”تم نے ہمت کیوں ہار دی۔ تمہارا زخم اتنا گہرا اور بڑا نہیں ہے۔ حوصلہ کرو (Be courageous) (سیرت ابن ہشام: 214.2)

اُبی جنگ سے واپسی پر مکہ سے نو (9) کلومیٹر پہلے ذوالمجاز (Dhul Majaaz) کے مقام پر اسی زخم (Wound) سے مر گیا (سیرت ابن اسحاق: 339/1)۔ تمام جنگی مہموں (Expeditions) میں اُبی بن خلف واحد (The only) شخص ہے جسے رسول اللہ نے خود قتل

کیا۔ (فتح الباری: 732/2، سیرت ابن اسحاق: 339/1، سیرت ابن ہشام: 88/3، طبقات ابن سعد: 462/2، زاد المعاد: 209/3)

ایسے میں آ آجل تو کہاں جا کے مر گئی

رسول اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے سات (7) صحابہ شہید ہو چکے ہیں (مسبح

مسلم: 1789)۔ رسول اللہ کی حفاظت کرنے والوں میں عمارہ بن یزید بن سکن

(Ammarah bin Yazeed bin Sakan) بھی شامل ہیں۔ عمارہ رسول اللہ پر جاں

نثار کرتے ہوئے زخموں سے پُجور (Badly injured) زمین پر لیٹے ہیں۔ رسول اللہ انہیں

محبت سے کہہ رہے ہیں:

”میرے قریب ہو جاؤ، میری طرف آؤ، میری طرف آؤ۔“

عمارہ بن یزید رسول اللہ کے قریب ہوئے ہیں۔ اپنا رخسار (Cheek) رسول

اللہ کے قدموں (Feet) میں رکھا اور اللہ کریم کے حضور پیش ہو گئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 213/2،

الغزالی للوالدی: 215/1، امتاع الاسماع: 149/1)

پائے رسول پر ہے میرا سر جھٹکا ہوا[●]

ایسے میں آ آجل! تو کہاں جا کے مر گئی

عبداللہ بن شہاب نے رسول اللہ کو پتھر مارا ہے۔ اس سے رسول اللہ کی کہنی

(Elbow) زخمی ہو گئی ہے۔ قریش نے رسول اللہ پر حملہ کیا تو عقبہ ابن ابی وقاص (Utbah

ibn Abi Waqqaas) نے چار (4) پتھر رسول اللہ کو مارے ہیں۔ ایک پتھر رسول اللہ

کے چہرہ پر لگا، جس سے آپ کے اوپر والے (Upper incisors) دو (2) اور نیچے والے

(Lower incisors) دو (2) دانت ٹوٹ گئے ہیں۔ (فتح الباری: 243/5، سیرت ابن اسحاق: 311)

رسول اللہ کے دانت جڑ (Root) سے نہیں اُکھڑے (Uprooted)، ان کا اوپر والا

حصہ (Part) ٹوٹا ہے۔ حاتم بن بلتعہ (Haatim bin Balt'ah) پوچھ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ کو پتھر کس نے مارے ہیں؟“

● میری خوش قسمتی کہ میرا رسول اللہ کے قدموں میں ہے۔ اگر مجھے موت نصیب ہو جائے تو اس سے بڑی کامیابی کہاں ہوگی

رسول اللہ: ”عتبہ ابن ابی وقاص نے“

میں: ”اللہ کے رسول! وہ کس طرف گیا ہے؟“

رسول اللہ نے اشارہ کر کے بتایا تو حاتم اُس کے پیچھے نکلے ہیں۔ حاتم نے جلد ہی اُسے ڈھونڈ (Found) لیا، اپنی تلوار سے اُس پر حملہ کیا اور اُس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔“

عبداللہ بن قثمیہ کی ضرب (Hit) سے رسول اللہ کا چہرہ زخمی ہوا ہے۔ آپ کی ریش (داڑھی۔ Beard) بھی خون سے بھیگ (Soaked) گئی ہے۔ فولادی خود (Iron helmet) کی دو (2) کڑیاں (Iron hanging) رسول اللہ کے گال کے اندر چھ (Embedded) گئی ہیں۔ اُس نے تلوار سے رسول اللہ پر حملہ کرنا چاہا، رسول اللہ اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہوئے ایک کڑھے میں گر گئے ہیں (فتح الباری: 243/15، مسرت ابن اسماعیل: 311)۔ یہ کڑھے میدان اُحد میں ابو عامر اوسی نے اس حصّہ میں کھودے (Dug) جہاں مسلمان فوج نے پڑاؤ کیا ہے۔ یہ کڑھے اس لیے کھودے گئے کہ مسلمان بے خیالی (Unintentionally) میں اس میں گریں۔ اب دشمنوں کو رسول اللہ نظر نہیں آرہے۔ عبداللہ بن قثمیہ خوشی سے اعلان کر رہا ہے:

”میں نے محمد کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے محمد کو ختم کر دیا ہے۔“

ابوسفیان: ”گروہ قریش! تم میں سے کس نے محمد کو قتل کیا ہے؟“

ابن قثمیہ: ”میں نے“

ابوسفیان: ”ہم تمہارے ہاتھوں میں ویسے ہی لنگن (Wristlet) پہنائیں گے جیسے عجمی

لوگ اپنے بہادروں کو پہناتے ہیں۔“

جنگ کی آخر تفری اور رسول اللہ کی شہادت کی خبر نے میدان جنگ کا نقشہ ہی

بدل دیا ہے۔ کعب بن مالک کی نظر پڑی تو انہیں خود (Iron helmet) میں چمکتی ہوئی آنکھیں دکھائی دی ہیں۔ کعب نے رسول اللہ کو پہچان لیا ہے۔ اب کعب زور زور سے لوگوں کو مخاطب (Address) کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ رسول اللہ زندہ ہیں۔ میں رسول اللہ کو اپنی

آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔“ (سیرت ابن ہشام: 214/2، الاقطاء: 380/1، الروفی الاف: 333/5،

سیرت ابن اسحاق: 330/1)

یہ سنتے ہی مسلمان فوج کا حوصلہ اور دشمن سے لڑنے کا جوش بڑھ گیا ہے۔ میدان جنگ چھوڑ کر جانے والے واپس پلٹنے لگے ہیں۔ رسول اللہ چند صحابہ کے ساتھ اُحد پہاڑ کے نسبتاً (Comparitively) بلند حصّہ پر چلے گئے ہیں۔ آپ نے ایک گھاٹی میں پناہ لی ہے۔ یہ ڈھلوان (Slope) اور تنگ (Narrow) راستہ ہے۔ اس راستہ پر اگر ایک فوجی بھی کھڑا ہو جائے تو حملہ کرنے والوں کا راستہ روک سکتا ہے۔ اب رسول اللہ دشمن کے حملوں سے محفوظ ہیں۔

خدا را! یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دیں •

رسول اللہ ﷺ کمزوری (Weakness)، تھکاوٹ (Exhaustion) اور دو (2) زروں (Armours) کے وزن (Weight) کی وجہ سے گڑھے سے باہر نکلنے کی جدوجہد (Effort) کر رہے ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہ اس گڑھے میں اترے (Jumped) ہیں۔ طلحہ زمین پر بیٹھ گئے ہیں۔ رسول اللہ نے طلحہ کے کندھوں (Shoulders) پر پاؤں رکھا، علی نے رسول اللہ کو ہاتھ سے پکڑ کر باہر کھینچا (Pulled) اور رسول اللہ گڑھے سے باہر نکل آئے ہیں۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”طلحہ نے اپنے لیے جنت لازم (Earned) کر لی ہے۔“ (سورہ

ابن ہشام: 91/3، صحیح بخاری: 3724، المستدرک للعالم: 4312، جامع ترمذی: 1692)

طلحہ، رسول اللہ پر ایمان لانے والے پہلے آٹھ (8) لوگوں میں سے ہیں۔ طلحہ عشرہ مبشرہ (Ashrah Mubasharah - Promised paradise) میں بھی شامل ہیں۔ اس حادثہ (Incident) میں رسول اللہ کے گھٹنوں (Knees) پر خراشیں (Scratches) آگئی ہیں۔ رسول اللہ کے ہونٹ (Lips) پر بھی چوٹ آئی ہے۔ لوہے کی کڑیوں کی وجہ سے رسول اللہ شدید تکلیف میں ہیں۔ ابو بکر رسول اللہ کے گال میں پیوست (Embedded) آہنی خود (Iron helmet) کی کڑیاں دیکھ کر انہیں نکالنے (Pullout) کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ابو عبیدہ بن جراح (Abu 'Ubaydah bin Jar-raah)، ابو بکر کی منت سماجت (Request) کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

① خدا را! یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دیں (المستدرک للعالم: 4315)

”خدا را ایہ سعادت (Honour) مجھے حاصل کرنے دیں۔“

ابوبکر نے ابوعبیدہ کی بات مان (Agreed) لی ہے۔ ابوعبیدہ نے مناسب نہیں سمجھا کہ آہنی خود کی کڑیاں (Iron hangings) ہاتھوں سے کھینچیں اور رسول اللہ کو تکلیف ہوتی رہے، انہوں نے اپنے دانتوں سے آہنی خود کی کڑیاں نکالی ہیں۔ اس کوشش میں ان کے سامنے والے چار (4) دانت ٹوٹ گئے ہیں۔ ابوعبیدہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے (المستدرک للعالم: 5180)۔ ابوعبیدہ خود کی کڑیاں رسول اللہ کے گال سے نکالنے میں کامیاب رہے ہیں۔ اس سے آپ کی تکلیف کم ہوئی ہے (المستدرک للعالم: 4315، المغازی للوالدی: 219/1، امتاع الاسماع: 152/1)۔ رسول اللہ نے ابوعبیدہ بن جراح کے متعلق کہا ہے:

”ابوعبیدہ بن جراح! اس اُمت کا امین (Trustworthy) ہے۔“

(صحیح بخاری: 4744، صحیح مسلم: 2419/6252، ترمذی: 3790، سنن ابن ماجہ: 154، مسند احمد: 11585)

رسول اللہ ابھی زخمی ہیں۔ علی اپنی ڈھال (Shield) میں پانی بھر کر لارہے اور سیدہ فاطمہ رسول اللہ کے زخم (Bruise) صاف کر رہی ہیں (صحیح بخاری: 243)۔ خون بہنا (Bleeding) بند ہونے کا نام نہیں لے رہا۔ رسول اللہ کا چہرہ خون آلود (Soaked in blood) ہے۔ چٹائی (Mat) جلا (Burn) کر اس کی راکھ (Ashes) زخم پر لگانے سے خون بہنا بند ہوا ہے (صحیح بخاری: 5248، 2903، مسند احمد: 5097، 7895، سنن ابن ماجہ: 3464)۔ رسول اللہ زخموں سے چُور ہیں (Badly injured)۔ اسی وجہ سے آپ ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا کر رہے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 215/2)

جنگ ختم ہوئی تو دونوں لشکر واپسی کی تیاری کر رہے ہیں۔ جنگ اُحد میں لڑائی ایک (1) دن ہی ہوئی ہے۔ قریش مکہ کو یقین ہے کہ ابن قمیہ کا دعویٰ درست ہے کہ رسول اللہ قتل ہو چکے ہیں۔ ابوسفیان گھوڑے پر سوار، آ کر پوچھ رہا ہے:

”کیا محمد زندہ (Alive) ہے؟“ (صحیح بخاری: 3038)

خدا را ایہ سعادت مجھے حاصل کرنے دیں

اُس نے یہ سوال تین (3) بار پوچھا ہے۔ رسول اللہ نے سب لوگوں کو جواب دینے سے روک دیا ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے پوچھا ہے:

”کیا ابوقحافہ کا بیٹا ابوبکر زندہ ہے؟“

”کیا خطاب کا بیٹا عمر زندہ ہے؟“

ابوسفیان نے جواب نہ ملنے پر خوش ہو کر نعرہ (Shouted) لگایا ہے:

”ہیکل! تیری شان (Glory) اونچی ہے، ہمارے دشمن مارے

گئے۔“ (صحیح بخاری: 3039، مسند احمد: 10730)

عمر (رسول اللہ کی اجازت سے): ”دشمن رسول! اللہ کریم نے ہم تینوں کو زندہ رکھا، بے شک! اللہ عظیم (Great) اور سب سے بڑا ہے۔“

عمر بن خطاب کے جواب کے باوجود ابوسفیان مطمئن (Satisfied) نہیں ہے۔ ابوسفیان: ”ابن خطاب! پہاڑ سے نیچے آؤ، میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔“ عمر، ابوسفیان کے پاس آگئے ہیں۔

ابوسفیان: ”میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کیا محمد زندہ ہے؟ کیا ابن قتیہ نے محمد کو قتل نہیں کر دیا؟“

عمر: ”خدا کی قسم! رسول اللہ زندہ ہیں اور ہماری باتیں سن رہے ہیں۔“

ابوسفیان: ابن خطاب! تم ابن قتیہ سے زیادہ سچے اور قابل اعتبار (Trustworthy) ہو۔“

ابوسفیان: ”دن بدلتے رہتے ہیں۔ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ جنگ کنویں کے ڈول

(Container) کی طرح کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہوتی رہتی ہے۔ کبھی ہمیں شکست ہوئی

تو کبھی ہمیں فتح۔ کبھی ہمیں دکھ (Loss) پہنچا تو کبھی ہمیں خوشی ملی۔ میرے بیٹے کھنظلہ

کے بدلہ میں ابو عامر اوسی کا بیٹا کھنظلہ، طعیمہ بن عدی کے بدلہ میں حمزہ بن

عبدالمطلب، فلاں کے بدلے فلاں، حساب برابر (Score settled)۔“ (مسند

(احمد: 10730، صحیح بخاری: 4043, 3039)

عمر: ”حساب برابر نہیں۔ ہمارے مقتول جنت اور تمہارے جہنم میں، دونوں برابر کیسے

ہو سکتے ہیں؟“ (مسند احمد: 10730، سیرت ابن ہشام: 136/3)

ابوسفیان: ”ابن خطاب! یہ تمہارا خیال ہے۔ بھیل کا نام بلند رہے، ہمارے پاس عزتی

جیسا خدا ہے جو تمہارے پاس نہیں۔“ (مسند احمد: 10730، صحیح بخاری: 3039)

عمر: ”اللہ کریم ہمارا مددگار (Helper) ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔“

جنگ ختم ہونے کے بعد ابوسفیان نے مسلمانوں کو مخاطب (Address) کیا

ہے:

”تم یقیناً ہم پر سخت غصہ میں ہو گے کیونکہ تمہارے مقتولین

(Accused) کی بے حرمتی (Desecration) کی گئی ہے۔ میں نے انہیں

ایسا کرنے سے منع کیا نہ ہی ایسا کرنے کا حکم دیا۔ خدا کی قسم! میں اس حرکت

(Act) پر خوش نہیں ہوں۔ اگلے سال تمہارا اور ہمارا مقابلہ پھر سے بدر کے

مقام پر ہوگا۔“ (صحیح بخاری: 4043, 3039، السیرة النبویہ لابن کثیر: 312، سیرت ابن ہشام: 43/4،

مسند احمد: 4414، صحیح ابن حبان: 4738)

رسول اللہ: ”اسے کہہ دو کہ ہمیں تمہارا مقابلہ (Challenge) منظور (Accepted) ہے۔“

(سیرت ابن ہشام: 136/3، المغازی للوالدی: 297/1)

بعد کے زمانہ میں رسول اللہ، ابو بکر، عمر اور عثمان کے ساتھ اُحد پہاڑ پر موجود تھے

کہ پہاڑ ہلنے (Trembling) لگا۔ رسول اللہ نے کہا:

”اُحد! پُرسکون ہو جا (Be at peace)، تجھ پر ایک (1) نبی،

ایک (1) صدیق (Siddique) اور دو (2) شہید موجود ہیں۔ (صحیح بخاری:

3675، سنن نسائی: 3639, 3638)

جنگ اُحد کے دن اپنی جیب (Pocket) سے البوسفیان نے چالیس (40) اوقیہ سونا خرچ کیا ہے۔

● PKR 3.97 M = SAR 54,417 = USD 14,687

البوسفیان اس کے بعد اپنی فوج کی طرف لوٹ (Retrun) گیا ہے جو مکہ واپس جا رہی ہے۔

مدینہ منورہ میں اَصیرم (Aseeram) وہ واحد عرب ہیں جو اب تک رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے۔ اُحد کے دن اَصیرم پر حقیقت کھلی تو وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے پہنچ گئے ہیں۔ اَصیرم کو موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے ایمان لانے کا اعلان کر سکیں۔ مسلمان فوجی جنگ کے بعد شہیدوں اور زخمیوں کو ڈھونڈنے نکلے تو اَصیرم کو زخمی حالت میں دیکھ کر پُوچھ رہے ہیں:

”اَصیرم! کیا قبیلہ کی محبت میں جنگ لڑنے آئے ہو یا تم رسول اللہ پر ایمان لے آئے ہو؟“

اَصیرم (یہ کہتے ہوئے اپنے رب کے پاس حاضر ہو گئے ہیں): ”میں اللہ کے رسول کے لیے لڑا ہوں۔“ (سنن ابی داؤد: 2537)

خدا جب مجھ سے پُوچھے گا تو کیا لایا ہے دُنیا سے
میں کہہ دوں گا تیرے محبوب پر ایمان لایا ہوں●

رسول اللہ کو اَصیرم کے بارے میں بتایا گیا تو آپ کہہ رہے ہیں:

”بلاشبہ اَصیرم اہل جنت میں سے ہے۔“

ابو ہریرہ لوگوں سے پُوچھا کرتے تھے:

● اکتوبر 2022ء: ایک ٹولرسنا = 11.600 گرام = (PKR 144,000) روپے
● میرے نامہ اعمال میں اس کے سوا کوئی نیکی نہیں کہ میں محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہوں

”ایسے شخص کا نام بتاؤ جس نے ایک بھی نماز ادا نہیں کی اور جنت

میں پہنچ گیا۔“

لوگ: ”آپ ہی بتائیے۔“

ابو ہریرہ: ”اصیرم، عمر و بن ثابت۔“ (مسئل الہدیٰ والرشاد: 313/4، سیرت ابن ہشام: 717/3)

اصیرم کا پورا نام عمر و بن ثابت بن وقش (Amr bin Thaabit bin Waqsh)

اور تعلق بنی عبدالاشہل (Bani 'Abdul Ash-hal) سے ہے۔ عاصم بن ثابت جنہوں نے جنگ شروع ہونے سے پہلے دُعا مانگی کہ دشمن ان کے جسم کی بے حرمتی نہ کر سکے، جنگ میں محفوظ رہے ہیں۔

جنگ کے دوران یہ بات پھیل گئی تھی کہ رسول اللہ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر میدان جنگ میں ہی نہیں، مدینہ منورہ شہر تک بھی پہنچ گئی ہے۔ بنی دینار کی ایک خاتون یہ خبر سن کر میدان اُحد کی طرف جا رہی ہے۔ تاریخ میں اس خاتون کا نام محفوظ نہیں ہو سکا۔ اس خاتون کو اُحد کے راستہ میں بتایا گیا ہے:

”تمہارے والد اُحد کی جنگ میں شہید ہو گئے ہیں۔“

بنی دینار کی خاتون: ”یہ چھوڑو! مجھے بتاؤ، کیا رسول اللہ خیریت سے ہیں؟“

صحابہ: ”تمہارے تینوں بھائی بھی شہید ہو گئے ہیں۔“

بنی دینار کی خاتون: ”یہ چھوڑو! مجھے بتاؤ، کیا رسول اللہ خیریت سے ہیں؟“

صحابہ: ”تمہارا شوہر بھی اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔“

بنی دینار کی خاتون: ”مجھے اس سے غرض نہیں۔ میں رسول اللہ کی خیریت پوچھ رہی

ہوں۔“

اتنی دیر میں صحابہ کی ایک جماعت میدان جنگ سے واپس آئی ہے۔ اس

جماعت نے بتایا ہے:

”رسول اللہ خیریت سے ہیں۔ اُن کی شہادت کی خبر غلط ہے۔“

بنی دینار کی خاتون: ’كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَدٌ۔ میرے ماں باپ رسول اللہ پر
قربان! اگر رسول اللہ سلامت ہیں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ کون کون شہید ہو گیا ہے۔“

(المعجم الاوسط: 7495، سبل الہدی والرشاد: 228/4، البدایہ والنہایہ: 48/4، سیرت ابن ہشام: 105/3)

مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ نقصان بنی دینار کی خاتون کا ہوا ہے۔ ان کا
شوہر، تین (3) بھائی اور والد (پانچ (5) لوگ) شہید ہو گئے ہیں۔
حسین بن جابر کے والد جنگ کے دوران غلطی سے مسلمان فوجیوں کے ہاتھوں
شہید ہو گئے ہیں۔ مسلمان فوجی انہیں پہچان (Recognise) نہیں سکے۔ رسول اللہ کے
علم میں آیا تو آپ حسین سے کہہ رہے ہیں:
”میں تمہارے والد کا خون بہا دینے کو تیار ہوں۔“

حسین: ”اللہ کے رسول! مجھے اپنے والد کا خون بہا نہیں چاہئے۔ میں اپنے والد کو شہید
کرنے والوں کو معاف کرتا ہوں۔ اللہ کریم ارحم الراحمین (تمام رحم کرنے
والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا) ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 216/2)
حسین مدینہ منورہ میں یمان کے نام سے مشہور ہیں۔

میرے بندے! تیری ناک اور کان کس جرم میں کاٹے گئے؟¹

اُحد کی جنگ، بہت سے معاملات (Matters) میں اپنی نوعیت (Of its own kind) کی انوکھی (Unique) جنگ ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں:

”سعد بن ربیع کی خیر تم میں سے کون لائے گا؟ میں نے اُسے وادی کے کنارے (Bank) اس حال میں دیکھا ہے کہ اُس کے جسم میں بارہ (12) نیزے پیوست (Embedded) ہیں۔“

رسول اللہ کی بات سن کر محمد بن مسلمہ (کچھ تاریخ دانوں کے مطابق اُبی بن کعب) وادی کے کنارے کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ محمد بن مسلمہ اس کے بعد کا حال یوں بتاتے ہیں:

”میں شہید ہونے والوں میں سعد بن ربیع کو تلاش (Looking for) کر رہا تھا کہ میں نے اُسے ایک گہری (Deep) جگہ میں بے سُددھ (Unconscious) پڑا ہوا دیکھا۔ میں نے اُسے آواز دی:

”سعد، سعد، سعد“

مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے دوبارہ آواز دی:

”سعد! مجھے رسول اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔“

اس آواز پر سعد نے لمبا سانس (Deep breath) لیا اور کہا:

¹ میرے بندے! تیری ناک اور کان کس جرم میں کاٹے گئے؟ (المستدرک للحاکم: 86/2)

”کیا رسول اللہ زندہ ہیں؟“

میں: ”ہاں سعد! رسول اللہ زندہ ہیں۔ مجھے تمہاری جانب اُنہوں نے ہی بھیجا اور بتایا ہے

کہ تمہارے جسم میں بارہ (12) نیزے پیوست ہیں۔“

سعد (ہمت (Strenght) دکھاتے ہوئے): ”ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ واقعی بارہ (12)

نیزے میرے پیٹ (Belly) میں جا لگے ہیں۔ انصار کو میرا پیغام دینا، اُنہیں کہنا:

”اللہ سے ڈرتے رہنا اور رسول اللہ سے عقبی (Aqabah) کی

رات کئے ہوئے وعدہ پر قائم (Steadfast) رہنا (سعد رسول لہ: 656/1)۔ اگر

تمہارے ہوتے ہوئے کوئی دشمن رسول اللہ تک پہنچ گیا تو اللہ کے ہاں تمہارا

کوئی عذر (Excuse) قبول نہیں ہوگا۔“

میرے وہاں کھڑے کھڑے ہی سعد کی روح (Soul) پرواز

کر گئی۔ میں نے واپس آ کر رسول اللہ کو ساری بات بتائی تو اُنہوں نے بڑی

محبت سے سعد کے لیے دعا مانگی:

”یا اللہ! سعد بن ربیع سے خوش ہو کر ملنا۔ وہ تیرے اور تیرے

رسول کا خیر خواہ (Well wisher) بن کر زندہ رہا اور مرتے وقت بھی۔“ (سیرت

ابن ہشام: 137/3، المستدرک للحاکم: 201/3، المغازی للوالدی: 292/1، اسد الغابہ: 432/2)

قدرت کے فیصلے بھی عجیب (Strange) ہیں جسے چاہے ہدایت (Right path)

دے اور جسے چاہے محروم (Deprived) رکھے۔ ابو عامر اوسی قریش مکہ کی فوج میں شامل

ہے اور اُس کا بیٹا کحظلمہ ابن ابو عامر (Hanzalah ibn Abu 'Aamir) مسلمان فوج

میں۔ کائنات کا مالک ہی موت سے زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ ویران جگہ پر سرسبز

(Green) درخت اُگانا اُسی رب کی قدرت (Power) ہے۔

جنگ کے دوران کحظلمہ کی نظر ابو سفیان پر پڑی۔ وہ اپنی تلوار لہراتے ہوئے

ابوسفیان پر حملہ آور ہوئے۔ اُس پر وار کیا تو تلوار اُس کے گھوڑے کو لگی۔ گھوڑا لڑکھڑایا (Staggered) اور گر گیا۔ اس کے نتیجے میں ابوسفیان زمین پر آ گیا۔ ابوسفیان نے مدد کے لیے پکارا۔ اس سے پہلے کہ کھنظلہ ابوسفیان پر دوسرا وار کرتے، اسود بن شداد (Aswad bin Shadad) نے ابوسفیان کو بچانے کے لیے کھنظلہ پر حملہ کر دیا۔ اسود کا نیزہ کھنظلہ کے آ پار گزر (Passed across) گیا اور اُنہوں نے شہادت حاصل کی۔ کھنظلہ کا والد ابو عامر اسی کھنظلہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے جسم کو ٹھوکر مار کر ان کے سینہ (Chest) پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے:

”میں نے تمہیں اس انجام سے ڈرایا اور بہت روکا تھا مگر تم نے

میری ایک نہیں مانی۔ کیا میں نے تمہیں محمد سے خبردار رہنے کا نہیں کہا تھا؟“

جنگ ختم ہونے کے بعد مسلمان اپنے مقتولین (Accused) کی تلاش میں نکلے تو

ایک عجیب معاملہ (Incident) ہوا ہے۔ سب شہدائے جسم، اگرچہ بہت سے شہدائے کی بے

حرمتی (Desecration) کی گئی، وہاں موجود ہیں، سوائے کھنظلہ ابن ابو عامر کے۔ اس

پر سب کو حیرت (Surprise) ہے۔ رسول اللہ سے پوچھا گیا تو آپ کہہ رہے ہیں:

”میں نے دیکھا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان چاندی کے

برتنوں (Silver pot) میں فرشتے کھنظلہ کو بارش کے تازہ پانی (Fresh water)

سے غسل (Bath) دے رہے ہیں۔“ (الستدوک للحاکم: 204/3، سنن الکبریٰ للبیہقی: 15/4،

المعجم الکبیر للطبرانی: 3488، 3488، مجمع الزوائد: 23/3)

یہ ایک عجیب واقعہ ہے کیونکہ شہید کو غسل دینے بغیر دفن (Bury) کیا جاتا ہے۔

کچھ دیر بعد کھنظلہ کا جسم میدان میں موجود اور اُن کے بالوں سے پانی ٹپک (Drip) رہا

ہے۔ اس وجہ سے کھنظلہ کو ”غسیل ملائک“ (Ghuseel e Malaa-ik - Bathed

by angels) کہا جاتا ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 711/3)

واقعہ کچھ یوں ہے کہ اُحد کی جنگ سے ایک دن پہلے کھنظلہ کی شادی (Marriage) ہوئی۔ اگلی صبح کھنظلہ اس ڈر سے کہ وہ جہاد سے محروم (Deprived) نہ رہ جائیں، غسل کئے بغیر ہی میدان جنگ میں حاضر ہو گئے (السيرة النبوية للصاباني: 1952)۔ کھنظلہ کی بیوی جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی ابن سلول (Jameelah bint 'Abdullah bin Ubi ibn Suloul) بتاتی ہیں:

”کھنظلہ شادی سے اگلی صبح میرے پاس تھے۔ انہیں اتنی فرصت (Free time) نہیں ملی کہ غسل (Full ablution) کر لیتے (تابع طبری: 522/2)۔ اس ڈر سے کہ کہیں جنگ میں شامل ہونے سے رہ نہ جائیں وہ جلدی جلدی میدان اُحد کے لیے نکل گئے۔ میں نے گزری ہوئی رات میں خواب دیکھا:

آسمان میں ایک کھڑکی (Window) کھلی اور کھنظلہ پرواز (Fly) کرتے ہوئے اُس کھڑکی کے ذریعہ (Through) آسمان میں داخل ہو گئے ہیں۔ اُن کے داخل ہونے کے بعد وہ کھڑکی بند ہو گئی۔“

میں سمجھ گئی کہ میدان جنگ میں شہادت (Martyrdom) کھنظلہ کی

منتظر (Waiting) ہے۔“ (سبل الہدی والرشاد: 316/4، الاماع: 131/1)

کھنظلہ کو اللہ کریم نے ایک بیٹا عطا کر لیا جس کا نام عبد اللہ بن کھنظلہ (Abdullah bin Hanzalah) رکھا گیا (السناری لوالہدی: 238/1)۔ عبد اللہ بن کھنظلہ بڑے فخر (Pride) سے کہا کرتے تھے:

”میں اُس شہید کا بیٹا ہوں جسے فرشتوں نے غسل دیا۔“

کھنظلہ ابن ابو عامر کے جسم کی بے حرمتی نہیں کی گئی۔ شاید اس لیے کہ ان کا والد ابو عامر اوسی قریش کی فوج میں شامل ہے۔

اسی جنگ کے متعلق سعد ابن ابی وقاص کا بیان ہے:

”میں اور عبداللہ بن جحش اُحد کے دن اکٹھے تھے۔ عبداللہ بن جحش،

رسول اللہ کی پھوپھی اُمیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ اُمیہ، رسول اللہ کے

والد عبداللہ کی حقیقی بہن (Full/ real sister) ہیں۔ عبداللہ نے مجھے کہا:

”آئیں ہم دونوں مل کر دُعا مانگتے ہیں، آپ میری دُعا پر آمین

(Aameen - Please accept) کہنا اور میں آپ کی دُعا پر آمین کہوں گا۔

قبولیت (Acceptance) کی اس گھڑی (Moment) میں ہماری دُعا قبول

ہوگی۔“

ہم دونوں ایک گوشہ (Comer) میں چلے گئے۔ میں نے دُعا

مانگی:

”میرے رب! جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلہ

میں ایک طاقتور اور بہادر دشمن ہو جو جنگ میں ماہر ہو۔ میں تیری رضا (To

please) کے لیے اُس سے لڑائی کروں اور وہ مجھ سے لڑائی کرے، حتیٰ کہ

میں اُس پر غلبہ (Overpower) حاصل کر لوں۔ میں اُسے قتل کر دوں، اُس

کے ہتھیار اور زرہ بکتر پر قبضہ کر لوں۔“

عبداللہ بن جحش نے میری دُعا پر آمین کہا۔ اب عبداللہ نے دُعا

کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

”یا الہی! میرے مقابلہ میں ایک ایسا دشمن بھیج جو بڑا طاقتور اور

جنگ کا ماہر ہو۔ میں تیری رضا کے لیے اُس سے لڑائی کروں اور وہ مجھ سے لڑائی

کرے۔ آخر کار وہ مجھے قتل کر دے۔ پھر وہ میری ناک اور کان کاٹ لے،

یہاں تک کہ وہ میری شکل بگاڑ (Deface) دے۔ روزِ قیامت میں تیرے حضور

پیش ہوں تو میرے مالک تو مجھ سے پوچھے:

”میرے بندے! تیری ناک اور کان کس جرم میں کاٹے گئے؟“

میں جواب میں عرض (Submission) کروں:

”میرے مالک! تیری اور تیرے رسول کی محبت کے جرم میں“

یہ سن کر میرا رب کہے:

”میرے بندے! تو سچ کہہ رہا ہے۔“ (المستدرک للحاکم: 2/86)

ہم دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ عبداللہ بن جحش کا مقابلہ ابوالحکم بن اخنس (Abul Hakam bin Akhnas) سے ہوا۔ ابن اخنس بڑا مشہور اور بہادر جنگ جو (Warrior) تھا۔ دونوں میں بھرپور مقابلہ ہوا۔ دونوں پلٹ پلٹ کر ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے یہاں تک کہ عبداللہ کی تلوار ساتھ نہ دے سکی اور ٹوٹ گئی۔ عبداللہ، ابن اخنس کے وار سے شہید ہو گئے۔

ابوصفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ کا گزر ہوا تو وہ عبداللہ بن جحش کا جسم میدان جنگ میں دیکھ کر کہنے لگی:

”اگرچہ (However) اس خوبرو (Handsome) جوان سے

میری کوئی ناراضگی یا دشمنی نہیں لیکن یہ ہے تو حمزہ کا بھانجا (Nephew)۔“

یہ کہہ کر ہندہ نے عبداللہ کی ناک اور کان کاٹ لیے۔

عبداللہ بن جحش کی دعا، میری دعا سے بہت بہتر تھی۔ میں عبداللہ

کی شہادت کے بعد اُس کے پاس گیا اور کہا:

”عبداللہ! اللہ کریم تم سے راضی ہو۔ خدا کی قسم! تمہاری دعا میری

دعا سے بہتر تھی۔“

سعد ابن ابی وقاص آخری عمر میں عبداللہ بن جحش کو یاد کرتے ہوئے کہا کرتے

تھے:

”أُحَدِّثُ فِي عَبْدِ اللَّهِ كَمَا تَحَدَّثُ فِي نَبِيِّكَ وَمَا تَحَدَّثُ فِي نَبِيِّكَ كَمَا تَحَدَّثُ فِي نَبِيِّكَ“
(Memorable) واقعہ ہے۔ عبد اللہ کی دُعا، میری دُعا سے بہتر اور اُس کا انجام
میرے انجام سے بہتر ہے۔“

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا
إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ
وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۗ اللَّهُ
يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (القرآن- الشعراء- 13:42)

پیارے رسول! اللہ نے آپ کو وہی دین عطا فرمایا (Granted)
ہے جو دین نوح کو دیا تھا۔ جو دین آپ کی طرف وحی (Revealed) کیا، وہی
ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی دیا۔ وہ یہ ہے کہ دین کے پورے نظام
(System) کو قائم (Establish) کریں، اور میرے رسول پر ایمان لانے
والے آپس میں تفرقہ (Split up) میں نہ پڑیں۔ مشرکوں کو آپ جس بات کی
دعوت دیتے ہیں کہ وہ ایک (1) خدا کو مانیں تو یہ اُن کو بہت ہی ناگوار اور
گراں (Hard upon) گزرتی ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لیے
چُن (Choose) لیتا ہے۔ وہ اپنی طرف آنے کی راہ اُنہی لوگوں کو دکھاتا
(Guide) ہے جو اُس کی طرف دل سے متوجہ (Penitently turns to
Him) ہوتے ہیں۔

أحد کی جنگ میں شہید ہونے والوں میں چھ (6) مہاجر، انصار کے چونسٹھ (64)
(بنی اوس کے پچیس (25) جبکہ بنی خزرج کے اُتالیس (39) افراد اور کُحَیْلِیِّق) شامل
ہیں (جامع ترمذی: 3129، مسند احمد: 8652)۔ قریش کے سینتیس (37) افراد مارے گئے جن میں بنی
عبدالمدار کے دس (10) افراد شامل ہیں۔

ہم نے سونا سپرِ دِ خاک کیا ❶

قریش مکہ کے میدان جنگ سے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے شہیدوں اور زخمیوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ رسول اللہ نے اپنے چچا حمزہ کے جسم کی بے حرمتی (Desecration) دیکھی ہے۔ حمزہ کے جسم کے ٹکڑے میدان میں مختلف جگہ بکھرے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے ہیں۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”پیارے چچا! اللہ کریم کی رحمت آپ پر موجود رہے۔ آپ رشتہ داروں کا خیال رکھتے تھے۔ ہر اچھے کام میں آپ سب سے پہلے اور سب سے آگے رہے۔ اگر مجھے پھوپھی صفیہ کے غم کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کے جسم کے ٹکڑے (Pieces) یوں ہی میدان جنگ میں چھوڑ جاتا تاکہ درندے (Beast animals) اور پرندے (Birds) انہیں کھا جاتے۔ قیامت کے دن آپ انہی کے پیٹ (Stomach) سے اُٹھائے جاتے۔“

رسول اللہ کا غم اس قدر شدید کہ آپ نے کہا ہے:

”خدا کی قسم! میں حمزہ کے بدلہ میں قریش کے ستر (70) لوگوں کے جسم کی بے حرمتی کروں گا۔“ (جامع ترمذی: 3129، مسند احمد: 8652، الاکفاء: 386/1)

الروض الاصفیٰ: 21/6، السرة النبویہ لابن کثیر: 79/3، دلائل النبویہ للبیہقی: 286/3

جبریل، رسول اللہ کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں: (جامع

ترمذی: 3129، مسند احمد: 8652، طبقات الکبریٰ: 14/3)

❶ خاک میں ڈھونڈتے ہیں سونا لوگ ہم نے سونا سپرِ دِ خاک کیا (پروفیسر انور مسعود)

وَأَنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۗ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۚ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَلٰٓئِلٍ مِّمَّا يَتَكَبَّرُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (القرآن۔ النحل۔ 16: 128-126)

پیارے رسول! اگر آپ سزا دینا چاہیں تو اتنی ہی دیں جس قدر آپ کو تکلیف پہنچی ہے۔ آپ مصیبتوں کے آنے پر صبر کرنے والے ہیں۔ آپ ہمیشہ کی طرح صبر کریں۔ بے شک! اللہ ہی صبر کی توفیق دینے والا ہے۔ ایمان نہ لانے والوں کے ایمان نہ لانے اور سرکشی (Evil plan) کرنے پر آپ غم زدہ ہوں نہ ہی اُن کے مکر و فریب (Cheat) پر اپنا دل تنگ کریں۔ بے شک! اللہ اُن کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے اور نیکیاں کرتے ہیں۔

اللہ کریم کے حکم کے بعد رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”میں اپنا ارادہ واپس لیتا ہوں۔ میں تمہیں مُردہ جسم کی بے حرمتی

کرنے سے سختی سے منع کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ باؤ لے کتے (Mad)

dog کا بھی مُثلہ (Desecration) نہ کرنا۔“ (جامع ترمذی: 3129، مستد احمد: 8652)

رسول اللہ اپنے ساتھیوں کو بتا رہے ہیں:

”مجھے خوش خبری دی گئی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کے لیے ساتوں

(7) آسمانوں (اور جنت) میں اَسَدُ اللَّهِ و اَسَدُ رَسُولِهِ (اللہ کا شیر اور اللہ

کے رسول کا شیر) لکھ دیا گیا ہے۔“

اللہ کے رسول اور حمزہ میں بہت دوستی تھی۔ دونوں ہم عمر تھے، ساری زندگی ساتھ

ہم نے سونا سپردِ خاک کیا

گزری۔ حمزہ، رسول اللہ کے چچا ہونے کے علاوہ خالہ زاد (Cousin) اور رضاعی بھائی (Foster brother) بھی ہیں۔ کسی نے حمزہ سے پوچھا:

”رسول اللہ اور آپ میں سے بڑا کون ہے؟“

حمزہ: ”بڑے تو رسول اللہ ہی ہیں، بس میں چھ (6) دن پہلے پیدا ہوا۔“

جنگ کی خبر سن کر رسول اللہ کی پھوپھی، حمزہ کی چھوٹی بہن سیدہ صفیہ اُحد کی طرف روانہ ہو چکی ہیں۔ میدان اُحد میں آتا دیکھ کر رسول اللہ اُن کے بیٹے زبیر بن عوام سے کہہ رہے ہیں:

”اپنی والدہ کو میدان جنگ سے دُور ہی روک لو اور مدینہ منورہ

واپس لے جاؤ۔ اُن کے لیے اپنے بھائی کے جسم کے ٹکڑے اور بے حرمتی

(Desecration) دیکھ کر برداشت کرنا مشکل ہوگا۔ وہ صبر نہیں کر پائیں

گی۔“ (مسند احمد: 3121)

زبیر بن عوام نے اپنی پوری کوشش کی لیکن اُن کی والدہ نہیں مان رہیں۔ سیدہ

صفیہ کہہ رہی ہیں:

”میں حمزہ کے بارے میں سب سن چکی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ

میرا بھائی اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہے۔ میں حمزہ کے لیے چیخ چیخ کر بین

(Crying loudly) کروں گی نہ ہی غم کے اظہار کے لیے اپنا گریبان

پھاڑوں گی۔ مجھے حمزہ کے پاس لے چلو۔“ (الاکٹاف: 367/1، الروض الانف: 24/8، السرة

النبیہ لابن کثیر: 83/3، سیرت ابن ہشام: 97/2، البدایہ والنہایہ: 47/4)

رسول اللہ نے انہیں اجازت دے دی ہے۔ سیدہ صفیہ بڑی بہمت

(Strength) اور بہادری کے ساتھ میدان جنگ میں چل رہی ہیں۔ اپنے بھائی کے جسم

ہم نے سونا سپردِ خاک کیا

کے کٹکڑے اور بے حرمتی دیکھ کر بھیگی آنکھوں (Wet eyes) کے ساتھ کہہ رہی ہیں: **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** (الغرانہ - البقرہ: 156) بے شک ہم سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، آنسو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے لیکن عبدالمطلب کی بہادر بیٹی کہہ رہی ہے:

”یا اللہ! میرے بھائی نے تیری رضا کے لیے اپنی جان، تیری راہ میں قربان کر دی ہے، میرے مالک تو اُسے قبول کر لے، میرے مالک تو اُسے قبول کر لے۔“

سیدہ صفیہ نے اپنے بیٹے زبیر کو پاس بلایا ہے۔ سیدہ اُن سے کہہ رہی ہیں:

”یہ لو دو (2) چادریں (Sheets)۔ اپنے ماموں حمزہ کو ان میں

کفن دے دینا۔“ (مسند احمد: 3121)

یہ کہہ کر سیدہ صفیہ میدانِ جنگ سے مدینہ منورہ واپس چلی گئی ہیں۔ سیدہ نے رسول اللہ سے جس صبر کا وعدہ کیا تھا اُنہوں نے بہترین صورت میں پورا کیا ہے۔

ہجومِ غم میں بھی تو ہین ضبطِ غم نہ ہوئی
اس احتیاط سے روئے کہ آنکھ نم نہ ہوئی ❶

زبیر بن عوام نے دیکھا کہ ایک انصاری صحابی شہید ہوئے اور اُن کے جسم پر بہت معمولی کپڑے ہیں۔ یہ کپڑے اُن کے جسم کو ڈھانپنے (Cover) کے لیے ناکافی (Insufficient) ہیں۔ زبیر نے والدہ کی دی ہوئی چادروں میں سے ایک (1) چادر اُن کے کفن کے لیے دی ہے (مسند احمد: 3121)۔ اللہ اور اُس کے رسول کا شیر، عبدالمطلب کا بہادر بیٹا، قریش کا معزز ترین سردار، رسول اللہ کا دوست اور چچا ایک چادر کے کفن میں دفن

❶ مصیبتوں اور غموں میں ہوش و حواس میں رہنا، اپنی تکلیف اور دکھ پر صبر کرنا بڑی عظمت کی نشانی ہے

(Bury) کیا جائے گا۔

رسول اللہ اُحد کے شہیدوں کے حق میں دُعا مانگ رہے ہیں:

”یا اللہ! میں ان کے ایمان اور شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ یہ

لوگ تیری راہ میں زخمی ہوئے اور شہادت پائی ہے۔“

کس قدر خوش قسمت ہیں یہ شہید جن کے ایمان اور اللہ کی رضا کے لیے جان

دینے کی گواہی رسول اللہ دے رہے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ کو کبھی اتنی شدت سے روتے ہوئے نہیں

دیکھا جتنا آپ اُحد کے شہیدوں کے لیے روتے۔“

حمزہ کے جسم کو دیکھ کر روتے روتے رسول اللہ کی بچی بندھ گئی ہے (Have the

hiccup while crying)۔ رسول اللہ کے ساتھی بھی زار و قطار رو (Wailing) رہے

ہیں۔ رسول اللہ نے ہدایت دی ہے کہ شہیدوں کی نمازِ جنازہ (Funeral) ادا کی جائے۔

حمزہ کے جسم کے ٹکڑوں کو جمع کر کے ایک چادر میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ یہی ان کا کفن ہے۔

سب سے پہلے حمزہ کا جنازہ ادا کیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ ان کے جنازہ کی امامت

(Leading) کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے (2nd) شہید کے جسم کو لایا جا رہا ہے۔

انہیں حمزہ کے برابر رکھ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ نے نمازِ جنازہ کی امامت کی ہے۔

رسول اللہ مصعب بن عمیر کے جسم کے پاس کھڑے تلاوت کر رہے ہیں:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

(القرآن - الاحزابہ - 23:33)

میرے رسول پر ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں

ہم نے سونا سپردِ خاک کیا

جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ شہید ہو کر اپنی نذر (Pledge) پوری کر چکے اور کچھ اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنا ارادہ بالکل نہیں بدلا۔

مصعب بن عمیر کو دفن کرنے کا وقت آیا تو انہیں اُن کے جسم پر موجود کبل (Blanket) میں ہی دفن کیا جا رہا ہے۔ مکہ میں شہزادوں جیسا لباس پہننے والا دینِ حق کی خاطر ہر چیز قربان کر چکا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی جان بھی۔ آج اس کے جسم پر معمولی لباس بھی پورا نہیں ہے لیکن اپنے رب کو راضی کرنے میں کامیاب ہے۔ کبل چھوٹا ہے۔ اگر سر ڈھانپنا (Cover) جائے تو ان کے پاؤں ننگے (Bare) ہو جاتے ہیں۔ اگر پاؤں ڈھانپنے جائیں تو سر ننگا رہ جاتا ہے (صحیح بخاری: 1275، صحیح مسلم: 940/2177، جامع ترمذی: 3853)۔ یہ منظر (Scene) دیکھ کر رسول اللہ اور صحابہ کی آنکھوں میں آنسو (Tears) ہیں۔ رسول اللہ نے ہدایت دی ہے:

”مصعب بن عمیر کا سر ڈھانپ دیا جائے اور پاؤں پر اُذخر گھاس ڈال دی جائے۔ اللہ کریم کی رحمت مصعب کو ڈھانپ (Covered) چکی ہے۔“ (صحیح بخاری: 1276، جامع ترمذی: 3853، سنن ابی داؤد: 2878)

سعد ابن ابی وقاص: ”مکہ کے تمام نوجوانوں (Youth) میں سب سے زیادہ ناز و نعم (Pampered) میں مصعب بن عمیر پلا بڑھا۔ سب سے بہترین لباس پہنتا اور بہترین سوار یوں پر سوار ہونے والا تھا۔ اسلام کی راہ میں سخت مصیبتیں برداشت کرتا رہا۔ بھوک اور پیاس نے اس کی نرم جلد (Soft skin) کو سخت اور خشک کر دیا لیکن مصعب نے اُف تک نہ کی اور ایمان پر قائم رہا۔“

عبدالرحمن بن عوف بھی مصعب کو یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دن افطار (Breaking the fast) کے لیے دسترخوان (Dining table) پر بہت سے کھانے دیکھ کر

رونے لگے۔ کہہ رہے تھے:

”اللہ کی قسم! مصعب مجھ سے بہت بہتر تھا مگر وہ ہم سے یوں رخصت (Left us) ہوا کہ ہم اُسے پورا کفن بھی نہ پہنا سکے۔“ (صحیح بخاری:

(1274,4045)

میدانِ اُحد میں باری باری ایک (1) شہید کو لایا جا رہا ہے، حمزہ کے برابر رکھ کر نمازِ جنازہ ادا کی جا رہی ہے۔ اس طرح رسول اللہ کی امامت میں حمزہ کی نمازِ جنازہ ستر (70) مرتبہ ادا کی گئی ہے۔

شہیدوں کو اُحد پہاڑ کی جنوبی جانب (South) دفن کیا گیا ہے۔ ان شہیدوں کے لیے میدانِ اُحد میں ہی قبریں (Graves) کھودی گئی ہیں۔ حمزہ کو ان کے بھانجے (Nephew) عبد اللہ بن جحش اور مصعب بن عمیر کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا جا رہا ہے۔ یعنی اُحد کے تین (3) شہید ایک (1) ہی قبر میں دفن ہوئے ہیں۔ جسے قرآن مجید کا زیادہ حصہ یاد ہے، اُسے پہلے قبر میں اتارا جا رہا ہے۔ (صحیح بخاری: 1353, 1343، سیرت ابن ہشام:

(222/2، سنن ابی داؤد: 3138)

خاک میں ڈھونڈتے ہیں سونا لوگ

ہم نے سونا سپردِ خاک کیا^❶

رسول اللہ بتا رہے ہیں:

”قیامت کے دن جب اللہ شہیدوں کو اُٹھائے گا تو ان کے زخموں

(Bruises) سے خون رِس (Bleeding) رہا ہوگا۔ ان کا رنگ سرخ (Red)

ہوگا اور ان کے جسموں سے مُشک کی خوشبو (Fragrance of Musk) آ رہی

❶ لوگ زمین میں قیمتی چیزیں ڈھونڈتے ہیں۔ ہم نے سب سے قیمتی چیز زمین کے حوالے کر دی ہے۔ (پروفیسر انور مسعود)

ہوگی۔“ (صحیح بخاری: 237، صحیح مسلم: 1876/4862، جامع ترمذی: 1656، طبقات ابن سعد: 582/3)

رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”عمر و بن جموح (Amr bin Jamuh) اور عبد اللہ بن عمرو بن

حرام کو ڈھونڈ کر ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ یہ دونوں (اچھے) دوست ہیں۔“

(مسند احمد: 11881، دلائل النبوة للبیہقی: 293/3، المغازی للوالیدی: 267/1)

عبد اللہ بن عمرو بن حرام کی شہادت کے متعلق رسول اللہ ان کے بیٹے جابر بن

عبد اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کریم شہید سے حجاب (Veil) اور پردوں میں رہ کر کلام کرتا

ہے لیکن تمہارے والد کے ساتھ اللہ کریم نے بغیر کسی حجاب اور پردہ کے کلام

کیا ہے۔“ (مسند یازار: 185/18، دلائل النبوة للبیہقی: 298/3)

جابر بن عبد اللہ اپنے والد کے چہرہ سے کپڑا ہٹاتے ہیں اور خوب روتے ہیں۔

جابر بار بار رورہے ہیں۔ رسول اللہ، جابر سے کہہ رہے ہیں:

”جابر! تم اپنے والد پر روؤ یا نہیں، اللہ کریم کے حکم سے فرشتے اس

پر اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔“ (صحیح بخاری: 1244)

عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور عمر و بن جموح کی قبر اُحد پہاڑ کے برسائی نالے کے

قریب ہے۔ جابر بن عبد اللہ اپنے والد کی قبر کے متعلق بتاتے ہیں:

”اُحد کے چالیس (40) سال بعد سیلاب (Flood) آنے سے

میرے والد کی قبر کھل گئی۔ میرے والد کو دھاری دار (Striped) چادر سے

کفن دیا گیا اور ان کے پاؤں ڈھانپنے (Cover) کے لیے گھاس ڈالی گئی

ہم نے سونا سپردِ خاک کیا

تھی۔ چالیس (40) سال بعد بھی دھاری دار چادر اور گھاس جوں کی توں
(As it is) تھی۔

اُحد میں میرے والد کے چہرے پر زخم (Bruise) آیا تھا۔ قبر کھلی
تو اُن کا ہاتھ چہرے کے زخم پر تھا۔ اُن کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو اُس زخم سے
خون بہنے (Bleeding) لگا۔ خون کو روکنے کے لیے اُن کا ہاتھ واپس زخم پر
رکھ دیا گیا۔“

اللہ کریم کا اپنی راہ میں شہید ہونے والوں کے بارے میں فرمان ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۗ أَلَّا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ
وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (القرآن- آل عمران- 3: 169-171)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے
گئے انہیں مردہ (Dead) خیال نہ کرو۔ وہ حقیقت میں زندہ (Alive) ہیں۔
انہیں، اُن کے رب کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے جس پر وہ خوش ہوتے
ہیں۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کے پیچھے رہ جانے والے رشتہ دار جو
ابھی تک اُن سے نہیں ملے، انہیں اللہ کریم کے حکم پر عمل کرتا دیکھ کر وہ بے حد
خوش ہوتے ہیں۔ اُن کے پچھلوں کے لیے بھی آخرت میں کوئی خوف یا غم
نہیں ہوگا۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والے اللہ کی طرف سے ملنے والے اجر
اور انعام پر بہت خوش ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کسی کے اچھے عمل ضائع نہیں

کرتا - (مسند بزار: 165/18، دلائل النبوة للبيهقي: 298/3)

رسول اللہ تمام شہیدوں کے دفن ہونے تک میدان میں موجود ہیں۔ میدان اُحد سے واپس جانے سے پہلے رسول اللہ نے تمام ساتھیوں کو صفیں باندھنے کو کہا ہے۔ عورتوں نے ان کے پیچھے صفیں باندھ لی ہیں۔ میدان اُحد میں اس وقت چودہ (14) خواتین موجود ہیں۔ رسول اللہ دعا مانگ رہے ہیں:

”یا اللہ! ہم تجھ سے رحمت اور برکت کی التجا (Beg) کرتے ہیں۔ تیرے فضل اور معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ ایسی سعادت جو ہمیشہ رہے اور اس میں کمی نہ ہو۔ یا اللہ! خوف اور خطرے کے دنوں میں ہمیں تیری حفاظت مل جائے، غربت اور تنگی کے دنوں میں کشادگی (Prosperity)۔“

مسلمان مجاہد جنگ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس آرہے ہیں۔ حمزہ بن عبدالمطلب کی بیٹی فاطمہ راستہ کے کنارے کھڑی اپنے والد کا انتظار کر رہی ہے۔ فاطمہ ہر ایک سے اپنے والد کا پوچھتی ہے۔ ابو بکر ابن ابوقحافہ کو دیکھ کر پوچھ رہی ہے:

”چچا! میرے بابا کہاں ہیں؟“

ابو بکر کی آنکھیں بھیگ گئی ہیں۔ مشکل سے کہہ رہے ہیں:

”بیٹا! رسول اللہ تھوڑی دیر میں آ رہے ہیں۔“

فاطمہ نے رسول اللہ کو آتے دیکھا لیکن حمزہ ساتھ نہیں ہیں۔ رسول اللہ سے پوچھ رہی ہیں:

”میرے بابا کہاں ہیں؟“

رسول اللہ: ”بیٹا! میں تمہارا بابا ہوں۔“

فاطمہ (آنکھوں میں آنسو لیے): ”میرے والد کی شہادت کی کہانی سنائیں۔“
رسول اللہ: ”بیٹا! میں نے چچا حمزہ کی شہادت کی داستان سنائی تو تمہارا دل قابو میں نہیں رہے گا۔“

رسول اللہ، صحابہ اور فاطمہ بنت حمزہ سب کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ بعد کے زمانہ میں اُحد کو یاد کر کے رسول اللہ کہا کرتے تھے:

”کیا ہی اچھا ہوتا اگر مجھے میرے ساتھیوں کے ساتھ (اُحد کے)

پہاڑ تلے چھوڑ دیا جاتا۔“

جنگِ اُحد..... ایک نظر میں

جنگ کا نام: جنگِ اُحد

جنگ کا سال: 3 ہجری - 624 عیسوی

جنگ کا مہینہ: شوال (15 شوال) - مارچ (23 مارچ) ہفتہ (Saturday)

درجہ حرارت: (اوسطاً بائیس سے اٹھائیس سینٹی گریڈ (Avg. 22-28 °C))

جنگ کی جگہ/مقام: جبلِ اُحد (Mount Uhud)

مسلمان فوج کا سپہ سالار: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دُشمن فوج کا سپہ سالار: ابوسفیان بن حرب

مسلمان فوج کی تعداد: ایک ہزار (1,000)

دُشمن فوج کی تعداد: تین ہزار (3,000)

دونوں فوجوں کا تناسب (مسلمان: دُشمن): 3:1

جنگ کا دورانیہ: ایک دن

جنگ کس موسم میں لڑی گئی: موسم بہار

مسلمانوں کے شہید: ستر (70)

اہم شہید: حمزہ بن عبدالمطلب، عبد اللہ بن جحش، مصعب بن عمیر، عبد اللہ بن عمر و بن حرام،

عمر و بن جموح، سعد بن ربیع، حنظلہ ابن ابوعامر، عبد اللہ بن جبیر، عمارہ بن یزید

دُشمن کے کتنے لوگ مارے گئے: 37

دُشمن کے اہم لوگ: قریشی فوج کے گیارہ (11) علم بردار، سلافہ بنت سعد کا شوہر، اُس

کے دو (2) دیور (Brother in law) اور اُس کے چار (4) بیٹے

مسلمانوں کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: کوئی نہیں

دُشمن کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: کوئی نہیں

مال غنیمت: کوئی نہیں

اگر کوئی علاقہ، زمین یا جائیداد جنگ میں حاصل ہوئی: کوئی نہیں

کس چیز نے جنگ کا پانسہ پلٹا: تیر اندازوں کا درّہ کو خالی چھوڑنا، خالد بن ولید اور

یکرمہ بن عمرو بن ہشام کا اس راستے سے حملہ کرنا

اہم ترین واقعہ: رسول اللہ کا جنگ میں زخمی ہونا۔ قریش کے گیارہ (11) علم برداروں کا

مارا جانا۔ حمزہ بن عبدالمطلب، مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن جحش کی شہادت

کیوں اپنی بنی بنائی عزت گنوانا چاہتے ہو؟

رسول اللہ ﷺ کے شہید ہونے کی خبر نے میدان اُحد میں مسلمانوں کے حوصلے توڑ دیئے تھے۔ اُن کے خیال میں اس کے بعد زندہ رہنا ہی بے کار ہے۔ اُحد کے بعد اللہ کریم نے اس سلسلہ میں پیغام بھیجا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ
 أَفَلَيْنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ قُتِلْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۖ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ
 عَقْبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (الفران- العلق-)

(9-16:96)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! محمد، اللہ کے رسول ہیں کوئی معبود (Deity) نہیں کہ وفات نہ پائیں۔ ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول دنیا میں آتے اور وفات پاتے رہے۔ تو کیا اگر محمد وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اپنے پرانے دین کی طرف اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو سچے دین سے پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا مگر اپنا۔ اللہ سچے دین پر قائم رہنے والوں، شکر ادا کرنے والوں کو اجر اور حوصلہ عطا کرے گا۔

دونوں فوجیں میدان اُحد سے نکل کر واپس جا رہی ہیں۔ ایک ماہر کمانڈر (Experienced Commander) کی طرح رسول اللہ ﷺ نے علی ابن ابی طالب کو بلا کر کہا ہے:

”قریش کی فوج کے پیچھے جاؤ۔ دیکھو کہ وہ لوگ اُونٹوں پر سوار

اور گھوڑے بغیر سواری (Riders) کے اُن کے ساتھ ہیں یا وہ لوگ گھوڑوں پر سوار اور اُونٹ بغیر سواری کے اُن کے ساتھ ہیں؟ اگر وہ خود اُونٹوں پر سوار ہوں تو وہ مکہ جا رہے ہیں۔ اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو خطرہ (Risk) موجود ہے کہ وہ مدینہ منورہ شہر پر حملہ کر دیں۔ مدینہ منورہ میں صرف عورتیں، بچے اور بوڑھے موجود ہوں گے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارا بہت نقصان ہوگا۔ ہمیں اپنے شہر کی حفاظت کرنا ہوگی۔“ (الروص الانف: 280/3، سیرت ابن اسحاق: 343/1)

علی ایک دستہ (Squad) کے ساتھ قریش کے پیچھے گئے تو دیکھا کہ تمام فوجی اُونٹوں پر سوار (Ride) جبکہ گھوڑے اُن کے ساتھ بغیر سواری کے چل رہے ہیں (سیرت ابن ہشام: 136/3، المغازی للوالدی: 2981)۔

جنگ اُحد میں رسول اللہ زخمی ہوئے ہیں۔ آپ ان زخموں کی وجہ سے نڈھال (Weary) ہیں۔ آپ نے اسی وجہ سے نماز بیٹھ کر ادا کی ہے کیونکہ آپ کھڑا ہونے کی ہمت نہیں پاتے۔ رسول اللہ کی امامت میں نماز ادا کرنے والے تمام لوگوں نے بھی نماز بیٹھ کر ہی ادا کی ہے خواہ (Whether) وہ زخمی ہیں یا نہیں۔

رسول اللہ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو بہت تھکے (Tired) ہوئے ہیں۔ آپ زخموں سے پُور (Severely injured) ہیں۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبدادہ مل کر رسول اللہ کو گھوڑے سے اُتار رہے ہیں۔ رسول اللہ نے ان دونوں کے کندھوں (Shoulders) پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ اسی طرح اپنے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ جنگ اُحد کا دن رسول اللہ کی زندگی کے مشکل ترین دنوں میں سے ایک ہے۔

رسول اللہ نے گھر واپس آ کر اپنی تلوار ذوالفقار سیّدہ فاطمہ کو خون صاف کرنے کے لیے دی ہے۔ سیّدہ فاطمہ اپنے بابا کی تلوار دھور ہی ہیں۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”آج اس تلوار نے خوب جوہر دکھائے ہیں۔“

ایک صحابی: ”لا فتى الأعلى لا سيف إلا ذو الفقار“

علی جیسا کوئی بہادر جوان نہیں اور ذو الفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔“

(سیرت ابن ہشام: 223/2)

اُحد کی جنگ سے واپس آ کر رسول اللہ لیٹ گئے ہیں۔ آپ تھکن کی وجہ سے فوراً ہی سو گئے ہیں۔ نیند گہری ہونے کی وجہ سے رسول اللہ عشا کی اذان بھی نہیں سن پائے۔ رسول اللہ نے بعد میں اکیلے ہی عشا کی نماز ادا کی ہے۔ مسلمان فوج کے تقریباً سبھی لوگ زخمی ہیں۔ آج کی رات مدینہ منورہ میں رہنے والوں کے لیے بہت بھاری (Difficult) ہے۔ دشمن کی طرف سے پلٹ کر حملہ کرنے کا خطرہ موجود ہے۔ تمام لوگ اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھ کر جاگ (Awake) رہے ہیں۔ انصار نے اپنے بہادر اور نمایاں (Prominent) نوجوانوں کو رسول اللہ کی حفاظت کے لیے پہرہ دینے (Guard) کے لیے بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ انہیں دیکھ کر دُعا میں دے رہے ہیں۔

اُحد سے واپس جاتے ہوئے قریش کی فوج نے روحا (Rohaa) کے مقام پر قیام کیا ہے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے پچاس کلومیٹر (50 KM) کے فاصلے پر ہے۔ قریش کے سردار ابوسفیان کے خیمہ میں جمع ہیں۔ ان میں سے کچھ سردار ابوسفیان کو طعنہ (Taunting) دے رہے ہیں:

”تم نے بزدلی دکھائی اور جیتا ہوا میدان چھوڑ کر آ گئے ہو۔“

ہمارے پاس مالِ غنیمت ہے نہ مسلمان قیدی۔ ہم لوگوں کو کیسے بتائیں کہ ہم

جنگ جیت کر آ رہے ہیں۔“

صفوان بن امیہ: ”کیوں اپنی بنی بنائی عزت گنوانا (Lose) چاہتے ہو۔ ہم جنگ جیت کر

کیوں اپنی بنی بنائی عزت گنونا چاہتے ہو؟

جار ہے ہیں، ایسا نہیں کریں گے۔ چپ چاپ نکل جاؤ اور اسے غنیمت / (Gain

win) جانو۔“ (المغازی للوالدی: 255/1، سیرت ابن اسحاق: 343/1، سیرت ابن ہشام: 100/3، الروض الالاف:

(280/3

ابوسفیان: ”ہم محمد اور اُس کی فوج کا بہت نقصان کر چکے ہیں۔ سمجھ داری اسی میں ہے کہ ہم مکہ واپس چلیں۔“

قریش کے نوجوان اپنے سرداروں کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں یثرب شہر پر حملہ کر دینا چاہئے۔ نوجوان مطمئن نہیں ہو رہے تو ابوسفیان نے انہیں تسلی دی ہے کہ ہم یثرب پر حملہ کرنے کو تیار ہیں۔

رسول اللہ مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد چین سے نہیں بیٹھے۔ رسول اللہ نے

اعلان کروایا ہے:

”تمام لوگ جو اُحد کی جنگ میں شامل ہوئے، جلد سے جلد مسجد

میں جمع ہوں۔“

لوگ بلال حبشی کی زبان سے یہ اعلان سنتے ہی مسجد کی طرف دیوانہ وار

(Frantically) آرہے ہیں۔ زخمی اپنے زخموں کی پرواہ کئے بغیر مسجد میں پہنچ گئے ہیں۔

رسول اللہ بھی مسجد میں آگئے ہیں۔ رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہمیں دشمن کے تعاقب

(Chase) میں نکلنا ہے۔ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ جائیں گے جنہوں نے اُحد کی جنگ

میں حصہ لیا ہے۔ کچھ ایسے لوگوں نے رسول اللہ سے درخواست کی ہے جو اُحد میں شامل نہیں

ہوئے کہ وہ بھی اس مہم پر جانا چاہتے ہیں لیکن رسول اللہ نے اجازت نہیں دی۔ ایسی

اجازت صرف جابر بن عبد اللہ کو ملی ہے کیونکہ اُن کے والد عبد اللہ بن عمر بن حرام جنگ میں

شہید ہو گئے ہیں۔ عبد اللہ بن اُبی نے بڑی ضد کی ہے کہ اسے بھی ساتھ لے جایا جائے۔

رسول اللہ نے عبد اللہ بن اُبی کو ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ، رسول اللہ کی حفاظت میں ڈھال (Shield) بنے رہے۔ ان کا جسم زخموں سے چور ہے۔ طلحہ، اس خیال سے کہ رسول اللہ سے جانے کے بارے میں پوچھیں، رسول اللہ کے گھر آئے ہیں۔ طلحہ یہ دیکھ کر حیران ہیں کہ رسول اللہ زخمی ہونے کے باوجود اپنے گھوڑے پر تیار ہیں۔ طلحہ فوراً اپنے گھر واپس گئے اور جنگ کے لیے دوبارہ سے تیار ہو کر آئے ہیں۔

رسول اللہ کے حکم پر قریش کا تعاقب کرنے والوں میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اُحد کی لڑائی میں شامل تھے۔ اس دستہ میں شامل طلحہ بن عبید اللہ کے جسم پر ستر (70)، عبد الرحمن بن عوف کے جسم پر بیس (20)، کعب بن مالک کے بارہ (12)، حارث بن صمہ کے دس (10)، اُسید بن حضیر کے نو (9) اور عقبہ بن عامر کے جسم پر بھی نو (9) زخم ہیں۔ مالک اور شماس اس قدر زخمی ہیں کہ ان کی زندگی کی اُمید کم ہے۔ شماس کے بارے میں رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اگر شماس وفات پا جائے تو اسے اُحد کے میدان میں ہی دفن

کرنا۔“

عبد اللہ بن سہیل (Abdullah bin Sohayl) اور رافع بن سہیل (Raafay bin Sohayl)، قریشی سردار سہیل بن عمرو کے بیٹے جو ایمان لائے ہیں (دونوں بھائی) اُحد کی جنگ میں شدید زخمی ہوئے ہیں۔ رافع بن سہیل اور عبد اللہ بن سہیل کے لیے پیدل چلنا مشکل ہے۔ کبھی رافع، عبد اللہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو کبھی عبد اللہ اپنے بھائی رافع کو اپنی پیٹھ پر۔ ان کے پاس کوئی سواری نہیں لیکن یہ اس مشکل گھڑی میں رسول اللہ کے ساتھ جا رہے ہیں۔ رسول اللہ کی فوج کے تمام لوگ زخمی ہونے کے باوجود اپنی جان نثار (Devote) کرنے کے لیے آپ کے ساتھ ہیں۔

اگلی صبح مدینہ منورہ میں موجود منافق اور یہودی یہ افواہیں (Rumors) پھیلارہے

ہیں:

”ابوسفیان اپنی فوج کے ساتھ شہر پر حملہ کرنے کے لیے واپس لوٹ رہا ہے۔ اب مسلمانوں کی خیر نہیں۔“

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ
الْقَحْطُ ۗ لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا اَجْرٌ عَظِيمٌ ۝
الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ
فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ

وَقَالُوا اَحْسَبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (القرآن۔ ال عمران۔ 3: 172-173)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جو لوگ زخموں سے چور (Severely injured) ہو جانے کے بعد بھی اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر جہاد کرنے کے لیے حاضر ہو گئے ہیں، اُن میں موجود نیک اور پرہیزگار (Pious) لوگوں کے لیے بہت اجر (Reward) ہے۔

یہ وہ حوصلہ رکھنے والے غازی ہیں (The one who takes part in Jehaad and returns unscathed) جنہیں ڈرانے کے لیے منافقوں اور یہودیوں نے کہا: قریش کے بہادر اور جنگ جو لوگ تم پر حملہ کرنے کے لیے دوبارہ جمع ہو گئے ہیں تو تم اُن سے ڈرو۔ اس حوصلہ شکن (Discouraging) خبر نے ان کے ایمان کو پہلے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔

یہ ایمان والے کہنے لگے: ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز (Guardian) ہے۔

کیوں اپنی بنی بنائی عزت گنوا چاہتے ہو؟

یہ دستہ اتوار (Sunday) کی صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد حمر الاسد (Hamra ul Asad) کے لیے نکلا ہے۔ بنی سلمہ کے چالیس (40) نوجوان اس دستہ میں شامل ہیں۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اللہ کریم بنی سلمہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔“

رسول اللہ نے ثابت بن ضحاک (Thaabit bin Dehaak) کو رہنمائی (Guidance) کے لیے لشکر کے آگے بھیجا ہے۔

رسول اللہ اپنے ساتھیوں کو لے کر حمر الاسد پہنچ گئے ہیں۔ قریش کا تعاقب کرتے ہوئے رسول اللہ نے پڑاؤ ڈالا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو پھیل کر خیمہ زن (Camped) ہونے کا کہا ہے۔ آپ نے حکم دیا ہے کہ لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائی جائے۔ صحابہ نے پانچ سو (500) سے زیادہ ڈھیر جمع کر لیے ہیں۔ اس طرح پانچ سو (500) سے زیادہ آگ کے آلاؤ جلانے سے دُور دُور تک روشنی پھیل گئی ہے۔

یہاں آپ کی ملاقات اپنے حلیف (Ally) بنی نُواعہ کے سردار معبد ابن ابی معبد (M'abad ibn Abi M'abad) سے ہوئی ہے۔ وہ شام سے مکہ کے سفر پر ہیں۔ معبد ابھی رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے۔ معبد نے رسول اللہ سے جنگ میں شہید ہونے والوں سے محبت اور ہمدردی (Sympathy) کا اظہار کیا ہے۔ معبد یہاں سے مکہ جاتے ہوئے تیزی سے رو چاہتے ہیں جہاں قریش کی فوج کا پڑاؤ ہے۔ ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو ان کے پاس آ کر مدینہ منورہ اور مسلمان فوج کے بارے میں بات شروع کر دی ہے۔ معبد بڑی سمجھ داری (Intelligently) سے کہہ رہے ہیں:

”محمد اپنی فوج کے ساتھ یثرب سے نکل چکا ہے۔ اُس کے ساتھ

میں نے ایسے نوجوان دیکھے ہیں جنہیں اپنی موت کی پروا نہیں ہے۔ مجھے اُن میں موت کی خواہش کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔ اُن کی تلواریں تمہارے خون

سے رنگین (Red) ہونے کو تیار ہیں۔ وہ لوگ اُحد میں شہید ہونے والے اپنے ساتھیوں کا بدلہ لینے کے لیے بے چین ہیں۔ بہت سے لوگ جو اُحد کی لڑائی میں شامل نہیں ہو سکے تھے وہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہیں۔ وہ اپنی غیر حاضری (Absence) کا داغ دھونا چاہتے ہیں۔ اُن کا غصہ بہت زیادہ ہے۔ جو کچھ اُحد میں ہوا ہے، اُس نے اُن کا جذبہ انتقام (Passion for revenge) بڑھا دیا ہے۔ اُنہیں دُکھ ہے کہ تم لوگ میدانِ اُحد سے بچ نکلے ہو۔“ (سورت ابن ہشام: 224/2)

ابوسفیان: ”ہم تو پلٹ کر شرب پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہم یہاں اسی مقصد سے رُکے ہیں۔“

معبد: ”محمد اور اُس کے لوگ تو یہاں پہنچنے والے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں تم اُن لوگوں کے گھوڑوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔“

معبد اس کے بعد مکہ روانہ ہو رہے ہیں۔ معبد کی باتیں سن کر ابوسفیان کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور مکہ جانے میں ہی اپنی خیریت جانی ہے۔ ابوسفیان کو بنی عبدالمطلب (Bani Abdul Qays) کا ایک قافلہ ملا ہے۔ ابوسفیان کے پوچھنے پر پتہ چلا ہے کہ یہ لوگ مدینہ منورہ غلہ خریدنے جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے بنی عبدالمطلب کے ایک شخص کو معاوضہ (Payment) دے کر حمر الا سد بھیجا ہے۔ ابوسفیان کا پیغام ہے:

”محمد کو جا کر بتانا کہ اُس سے ہماری دشمنی کم نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے

زیادہ ہے۔ ہم اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکیں۔ ہم محمد اور اس کے لوگوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

ابوسفیان نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ عکاظ کے میلہ میں وہ انہیں کشت

(Raisins) سے لدے (Loaded) اونٹ بھی دے گا۔ وہ شخص حمر الاسد پہنچ کر رسول اللہ سے کہہ رہا ہے:

”ابوسفیان بڑی تیزی کے ساتھ آپ لوگوں پر حملہ کرنے کے

لیے واپس پلٹ کر آ رہا ہے۔ وہ آپ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا (Raize)

“to the ground)“

رسول اللہ: ”ہمیں کسی بات کا خوف نہیں ہے۔ ہم تو ابوسفیان کے لشکر کا انتظار کر رہے ہیں۔ حسبننا الله و نعم الوكيل (ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے جو بہت کارساز

ہے)“ (القرآن- آل عمران- 173:3، مسرت ابن ہشام: 224/2)

رسول اللہ نے حمر الاسد میں قیام کیا ہے۔ رات میں آگ کا بہت بڑا لاؤ جلا یا جاتا ہے تاکہ دُور دُور تک لوگوں (جاسوسوں - Spies) کو علم ہو جائے کہ مسلمان فوج یہاں موجود ہے۔ تین (3) راتیں انتظار میں گزر چکی ہیں۔ رسول اللہ کے مجاہد یہ خبر بھی لے آئے ہیں کہ ابوسفیان اپنی فوج کے ساتھ مکہ کی طرف جا چکا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ حکم دے رہے ہیں کہ مدینہ منورہ واپسی کا سفر شروع کیا جائے۔ رسول اللہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آگئے ہیں۔ جبریل، اللہ کریم کا پیغام لے کر آئے ہیں:

فَانْقَلَبُوا بِبِنْعَمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَنْسِنَهُمْ سُوْءٌ

وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيْمٍ (القرآن- آل عمران- 174:3)

میرے رسول کے ساتھ (حمر الاسد کے) جہاد پر جانے والے اللہ کے فضل اور احسان کے ساتھ خیر و عافیت کے ساتھ واپس آگئے ہیں۔ انہیں کسی برائی نے چھوا (Touch) تک نہیں۔ اس ساری کارروائی (Action) میں یہ لوگ صرف اللہ کی رضا کے لیے گھروں سے نکلے، میدان میں ٹھہرے

اور میرے رسول کا ساتھ دیا ہے۔۔ اللہ بڑے فضل والا ہے جس نے ان لوگوں کو توفیق بخشی۔

تاریخ اسے غزوة حمرأ الأسد (Ghazwah Hamra ul Asad) کے نام سے یاد کرتی ہے۔

حمرأ الاسد سے بدھ (Wednesday) کے دن واپس مدینہ منورہ آتے ہوئے راستہ میں قریش کے دو (2) فوجی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہیں۔ ان میں سے ایک (1) ابو عزہ عمر و بن عبد اللہ ہے۔ عمر و بن عبد اللہ کو بدر کی جنگ کے بعد اُس کی غربت اور بیٹیوں کی وجہ سے رسول اللہ نے فدیہ لینے بغیر رہا کر دیا تھا۔ عمر و سے وعدہ لیا گیا تھا کہ آئندہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں کرے گا۔ عمر و بن عبد اللہ اپنے وعدہ پر قائم نہ رہا اور اُحد کی جنگ میں شامل ہوا۔ عمر و کو رسول اللہ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ عمر و منت سماجت کرتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”مجھے معاف کر دیں، مجھ سے غلطی ہو گئی۔“

رسول اللہ: ”اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ اس بار تمہیں چھوڑ دیا تو تم اپنے منہ پر ہاتھ پھیر پھیر کر کہو گے کہ میں نے محمد کو دو (2) دفعہ دھوکہ دیا ہے۔“

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ نے کہا:

”بلاشبہ مومن ایک (1) سوراخ سے دو (2) مرتبہ نہیں ڈسا

جاتا۔“ (صحیح بخاری: 6133)

زبیر بن عوام نے رسول اللہ کے حکم پر عمر و بن عبد اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق عمر و کو رسول اللہ کے حکم پر عاصم بن ثابت نے قتل کیا ہے۔

جنگ اُحد کا ذکر قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے ملتا ہے۔ سورہ آل عمران کی

ساتھ (60) آیات جنگ اُحد کے متعلق ہیں۔ رسول اللہ قریش کے تعاقب سے واپس آئے تو آپ کو بتایا گیا کہ مالک اور شماس دونوں وفات پا گئے ہیں۔

اُحد کی جنگ میں مسلمانوں کے نقصان پر عبد اللہ بن اُبی کہہ رہا ہے:
”جو لوگ قتل ہوئے اگر وہ میرے ساتھ ہوتے تو قتل ہونے سے

بچ جاتے۔“

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُوهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِيبْكُمْ سَيِّئَةٌ
يَفْرَحُوا بِهَا ۗ وَإِنْ تُضِرُّوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ هِيَ ۚ إِنَّ
اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (الفران۔ آل عمران۔ 120:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں
بُرا لگتا ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو انہیں اس سے خوشی حاصل ہوتی
ہے۔ اگر تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کی کوئی تدبیر اور
مکرو فریب (Pretence and deceit) تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جو
کچھ وہ تمہارے خلاف کر رہے ہیں، اللہ اُسے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔
سب کچھ تمہارے رب کے علم میں ہے۔

یہودی کہہ رہے ہیں:

”محمد صرف حکومت اور بادشاہت کے لیے جنگ کرتا ہے۔ محمد نبی
نہیں۔ کسی نبی کو کبھی ایسی شکست نہیں ہوئی جیسی محمد کو ہوئی ہے۔ وہ خود زخمی ہوا
اور اپنے ساتھیوں کو قتل کروایا ہے۔“

عمر بن خطاب کے علم میں آیا تو انہوں نے مسلمانوں میں بددلی اور غلط فہمی

پھیلانے پر عبد اللہ بن اُبی کے قتل کی اجازت مانگی ہے۔ رسول اللہ نے عمر کو اجازت نہیں دی۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”ابن خطاب! آج کے بعد قریش ہم پر کبھی غالب نہیں ہوں گے۔“

کلمہ واپس پہنچ کر ابوسفیان نے شکرانے (Thankfulness) کے لیے اپنے سر

کے بال اُتروائے (Shave) ہیں۔ ابوسفیان ہسبل کے سامنے حاضر ہو کر کہہ رہا ہے:

”ہسبل! تم نے ہم پر بڑا انعام کیا، ہماری مدد کی۔ میرے دل میں

انتقام (Revenge) کی جو آگ جل رہی تھی تم نے اُسے ٹھنڈا (Extinguish)

کر دیا۔“

انہیں قید کر کے بیچ دیتے ہیں ❶

اُحد کی جنگ سے واپس پہنچ کر ہندہ مسلمان شہیدوں کے جسم سے کاٹے گئے اعضاء (Body parts) کا بار (Necklace) پہنے رقص (Dance) کرتے ہوئے خوش خوش مکہ میں داخل ہوئی ہے۔ (سبل البدی والرشاد: 321/4)

جنگ ختم ہوئی تو وحشی اپنے مالک کے ساتھ مکہ واپس آ گیا ہے۔ جبیر بن مطعم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وحشی کو آزاد کر دیا ہے (الاکضاء: 375/1، الروض اللائف: 312/5، سبل البدی و الرشاد: 218/4)۔ اُحد کے بعد قریش نے جنگ میں وقتی کامیابی کو عرب کے علاقوں میں بڑھا چڑھا (Exaggerate) کر پیش کیا ہے۔ انہوں نے یہ تاثر (Impression) دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام اور اس کے ماننے والوں کا جلد ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے کچھ قبیلوں نے اسلام کے خلاف سازشیں (Conspiracies) کرنا شروع کر دی ہیں۔ رسول اللہ کے پاس آتے ہوئے بنی قارہ (Bani Qaarah) اور بنی عضل (Bani 'Adal) نے راستہ میں بنی ہذیل (Bani Hadhayl) کے ساتھ مل کر ایک سازش تیار کی ہے:

”ہم محمد کے پاس جا کر ایمان لانے کا اعلان (Declaration) کرتے ہیں۔ ہم اُسے کہتے ہیں کہ دین سکھانے کے لیے کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ اس صورت میں ہم اپنے ساتھ آنے والے مسلمانوں کو بنی ہذیل کے علاقہ میں لاکر قید کر لیں گے۔ قریش مکہ انہیں خوشی سے خرید لیں گے۔ اس سے ملنے والی رقم ہم آپس میں بانٹ (Share) لیں گے۔“ (المغازی

(لورالیدی: 300/1)

❶ انہیں قید کر کے بیچ دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری: 3045)

انہیں قید کر کے بیچ دیتے ہیں

صفر 4 ہجری میں بنی قارہ اور بنی عضل کے کچھ لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ رسول اللہ پر ایمان لانے کا اعلان کرنے کے بعد کہہ رہے ہیں:

”ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں لیکن اس دین (Religion) کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ آپ کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں دین سکھائیں۔ ہمارے قبیلہ اور گاؤں کے بہت سے لوگ ایمان لانا چاہتے ہیں۔ اس طرح ان لوگوں کو ایمان لانے میں آسانی ہوگی۔“ (صحیح بخاری: 7402،

المغازی للوالدی: 300/1، سیرت ابن ہشام: 178/3، الاکفاء: 404/1، الروض الاف: 124/6)

رسول اللہ نے چھ (6) صحابہ کو اس کام کے لیے ان لوگوں کے ساتھ بھیج دیا ہے (سیرت ابن ہشام: 122/4، المعجم الکبیر للطبرانی: 259/15)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق جانے والے صحابہ کی تعداد سات (7) اور کچھ کے مطابق دس (10) ہے (صحیح بخاری: 7402)۔ تبلیغ (Preaching) کے لیے بھیجے جانے والے صحابہ کے نام ہیں:

- 1 - مرشد بن کناز (مرشد ابن ابو مرشد) Marthad bin Kan-naaz
- 2 - خالد بن بکیر Khalid bin Bakeer
- 3 - عاصم بن ثابت ابن ابوالقحاقب 'Aasim bin Thaabit ibn Abu Aqlah
- 4 - خبیب بن عدی Khubaib bin 'Adi
- 5 - زید بن دثنہ Zayd bin Dathnah
- 6 - عبداللہ بن طارق 'Abdullah bin Tariq

رسول اللہ نے مرشد ابن ابو مرشد کو ان کا امیر (Leader) مقرر کیا ہے (الطبقات الکبریٰ: 55/2، المغازی للوالدی: 531/2)۔ مرشد ہجرت مدینہ منورہ کے بعد مکہ میں قید بے بس مسلمانوں کو چھڑا کر لاتے رہے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق عاصم بن ثابت ان کے امیر بنائے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: 3045، المستدرک للحاکم: 245/3، شرح الزرقانی علی المواہب: 477/2)

بنی قارہ اور بنی عضل کے لوگ مسلمان مبلغین (Preachers) کو ساتھ لے کر

مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ طائف سے مکہ جبکہ راغب (Raaghib) سے جدہ جاتے ہوئے رجع (Raje'e) کے کنویں تک پہنچے اور یہاں قیام کیا ہے۔ (یہ مقام اُس رجع کے مقام سے مختلف جگہ ہے جہاں بعد کے سالوں میں رسول اللہ نے جنگ خیبر میں قیام کیا) یہ قبیلہ بنی ہذیل کا علاقہ ہے۔ (آج کل اسے الوطیہ (Al Watiah) کہتے ہیں) رات میں مسلمان آرام کر رہے ہیں تو بنی قارہ اور بنی عضل طے شدہ منصوبہ کے مطابق بنی ہذیل کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے آئے ہیں، جن کے پاس اسلحہ ہے۔ حملہ کرنے والوں کی تعداد دو سو (200) ہے (صحيح بخاری: 3045)۔ مسلمان تو عرب کی قبائلی روایت (Tribal customs) کے مطابق صرف تلوار ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔ عرب تلوار کو جنگی ہتھیار نہیں سمجھتے۔ یہاں یہ بات غور طلب (Point to ponder) ہے کہ رسول اللہ نے دین سکھانے کے لیے صحابی روانہ کئے ہیں نہ کہ جنگ کرنے کے لیے۔ یہ دین سکھانے والے اُستاد (Teacher) ہیں نہ کہ لڑائی کرنے والے تربیت یافتہ (Trained) فوجی۔ حملہ آور کہہ رہے ہیں:

”ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔ ہم تمہیں قید کر کے مکہ والوں کو بیچنا

چاہتے ہیں۔“ (سیرت ابن ہشام: 239/2)

بنی قارہ اور بنی عضل نے دھوکہ (Deceit) دیا اور اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہے۔ مسلمانوں نے قیدی بننے کی بجائے اپنا دفاع (Defence) کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لڑائی شروع ہوئی تو تین (3) صحابی شہید ہو گئے جبکہ ضیب بن عدی (Khubaib bin 'Adi)، زید بن دشنہ (Zayd bin Dathnah) اور عبد اللہ بن طارق (Abdullah bin Tariq) قیدی بنا لیے گئے ہیں (صحيح بخاری: 3045، سیرت ابن ہشام: 244/3، المغازی للوالدی: 357/1)۔ شہید ہونے والے مسلمانوں میں عاصم بن ثابت بڑی بہادری سے لڑے ہیں۔ عاصم نے جنگ اُحد میں دُعا مانگی تھی:

”اللہ کریم! میں جنگ میں مرنے والے کسی دشمن کے جسم کو نہیں

چھوؤں (Touch) گا اور یہ دُعا ہے کہ دشمن بھی میرے جسم کو ہاتھ نہ لگا سکے

(سیرت ابن ہشام: 124/4، محضر رسول اللہ: 447/2)۔“

ان کی دُعا اس لیے تھی کہ دشمن اس زمانہ (Times) میں قتل کرنے کے بعد جسم کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ جسم کے مختلف حصے (Body parts) کاٹ کر لے جاتے ہیں۔ عاصم بن ثابت وہی بہادر ہیں جنہوں نے قریش کے علم بردار سلافہ بنت سعد کے بیٹوں (مسیح بن طلحہ اور حارث بن طلحہ) کو جنگ اُحد میں قتل کیا۔ سلافہ نے جنگ اُحد کے دن قسم اُٹھائی تھی:

”اگر عاصم بن ثابت کا سر میرے ہاتھ آ جائے تو میں پیالہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی۔“

سلافہ کی قسم بنی ہذیل کے لوگوں کے علم میں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ عاصم کا سر تن (Body) سے جدا (Cut) کر لیں اور سلافہ کو بھاری قیمت (Heavy price) پر بیچ دیں۔ اس نیت سے وہ لوگ عاصم کے جسم کے پاس آئے ہیں کہ سر کاٹ لیں۔ اسی لمحہ شہد کی مکھیاں (Honeybees) عاصم کے جسم کے ارد گرد اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اگر کوئی عاصم کے جسم کی طرف بڑھے تو مکھیاں اُس پر حملہ کر دیتی ہیں (صحیح بخاری: 3045، مسند احمد: 11689)۔ بنی ہذیل کے لوگ کافی دیر سے کوشش کر رہے ہیں لیکن ناکامی اُن کا مقدر (Destiny) ہے۔ اس صورت حال میں انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم کل صبح اپنی خواہش پوری کر لیں گے، اُس وقت تک شہد کی مکھیاں یہاں سے جا چکی ہوں گی (سیرت ابن ہشام: 250/3)۔ رات تیز بارش ہوتی رہی اور وادی میں پانی سیلابی ریلے (Flood water) کی طرح آیا۔ عاصم کا جسم اُس پانی میں بہہ (Flooded away) گیا ہے (السیرۃ النبویہ 4، ابن کثیر: 127/3)۔ بنی ہذیل اگلی صبح ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن انہیں عاصم کا جسم نہیں ملا۔ اللہ کریم نے عاصم بن ثابت کی جنگ اُحد کے دن مانگی ہوئی دُعا قبول کر لی ہے۔ اس طرح سلافہ بنت سعد، عاصم کی شہادت کے باوجود اپنی قسم پوری نہیں کر سکی (الحجازی للوالدی: 302/1، سیرت ابن اسحاق: 373/2)۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں اپنے

انہیں قید کر کے بیچ دیتے ہیں

ساتھیوں کو اسی دن اس حادثہ کی خبر دی ہے کہ تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ (مسند

احمد: 10743)

بنی قارہ، بنی عضل اور بنی ہذیل تین صحابیوں حُیب بن عدی، زید بن دُشنہ اور

عبداللہ بن طارق کو لے کر مکہ روانہ ہو گئے ہیں۔ مَرَّ الظَّهْرَانِ (Mar-r uz Zuhraan)

کے قریب پہنچ کر عبداللہ بن طارق اپنے آپ کو رسی سے چھڑانے (Release) میں کامیاب

ہو گئے ہیں۔ عبداللہ بہت دُور نہیں جاسکے۔ بھوک پیاس کی شدت، قید اور تکلیف سب اپنا

اثر دکھا رہی ہے۔ قید کر کے مکہ لے جانے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ ان لوگوں نے

زید اور حُیب کو سبق سکھانے کے لیے کہ وہ بھاگنے کی کوشش نہ کریں، عبداللہ کو پتھر مار مار کر

نہایت تکلیف سے قتل کر دیا ہے۔ ان کے جسم کو یہیں پھینک دیا ہے تاکہ جنگلی درندے

(Beasts) انہیں کھا جائیں (سیرت ابن ہشام: 180/3)۔

مکہ میں دُھوم (Spread) مچ گئی ہے کہ دو (2) مسلمان قیدی لائے گئے

ہیں۔ سب لوگ انہیں دیکھنے اور قید میں طعنے (Taunting) دینے کے لیے پہنچ گئے ہیں۔

ان قیدیوں کے بہت سے خریدار (Buyer) ہیں۔ عرب، جنگ میں مارے جانے والے

عزیزوں کو قتل کرنے والوں کو بھولتے ہیں نہ انہیں معاف کرتے ہیں۔ بنی عضل، بنی قارہ

اور بنی ہذیل کو دونوں قیدیوں کے بدلہ میں بھاری رقم مل گئی ہے۔ زید بن دُشنہ کو صفوان بن

اُمیہ نے خرید لیا ہے کیونکہ اس کے والد اُمیہ بن خلف کو جنگ بدر میں زید بن دُشنہ نے قتل

کیا تھا (سیرت ابن ہشام: 180/3، المغازی للواہدی: 302/1)۔ حُیب بن عدی کو عقبہ بن حارث بن عامر بن

نوفل نے خرید لیا ہے۔ حارث بن عامر بدر میں حُیب کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ (مسند

بخاری: 4086) حُیب اور زید کو جن دنوں قریش نے خریدا (Purchased)، ذی القعدہ کا

مہینہ ہے۔ یہ حرام مہینوں میں سے ایک (1) ہے۔

سرکٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب ①

قریش حرام مہینوں کا بہت احترام کرتے ہیں۔ دونوں صحابہ کو قید (Imprison) کر دیا گیا ہے۔ زید بن دشنہ صفوان بن اُمیہ کی قید میں ہیں (سبل الہدی والرشاد: 42/6)۔ زید مسلسل (Continuous) روزے رکھتے ہیں۔ وہ اپنے ذوق (Taste) کے مطابق عبادت کرتے ہیں اور بتوں کے نام پر قربان کئے جانے والے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے۔ صفوان کے علم میں آیا کہ زید کھانے میں گوشت نہیں کھا رہے تو اُس نے تکلیف (Hurt) محسوس کرتے ہوئے زید سے پوچھا ہے:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارا کھانا نہیں کھاتے۔ بتاؤ! تم کیا کھاؤ گے؟“

زید: ”مجھے کھانے کے لیے دودھ اور بھجوریں دے دیا کرو۔“

صفوان نے اس بات کا انتظام کر دیا ہے۔ اب زید کو کھانے کے لیے بتوں کے نام پر قربان کئے جانے والے جانوروں کے گوشت کی بجائے دودھ اور بھجوریں دی جاتی ہیں۔ حرام مہینے گزرنے کے بعد زید بن دشنہ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ مکہ میں جشن کا سماں (Festivity) ہے۔ اپنے مقتولوں (Accused) کا بدلہ لینا اور وہ بھی اپنی مرضی (Will) سے، ان کی خوشی اور سکون کا باعث (Reason) ہے۔ صفوان بن اُمیہ دوسرے سرداروں کے ساتھ موجود ہے۔ لوگوں کی بڑی تعداد زید بن دشنہ کو لے کر حد و حرم سے باہر تنعمیم (Tan'eem) کے مقام پر آگئی ہے۔ یہ جگہ مکہ سے ساڑھے سات (7.5) کلومیٹر دُور ہے۔ (اس جگہ اب مسجد عائشہ (Masjid 'Aa-eyshah) موجود ہے) (المجلس العلیت

① حسن یوسف چکین مصر میں آگشت زماں سرکٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب (احمد رضا خان)

النبوی: 94، سبیل الہدیٰ والرشاد: 44/6)۔

سب لوگ ایک قیدی کو سزا دیئے جانے کا من چاہا منظر (Desired scene) دیکھنے آئے ہیں۔ قتل کئے جانے سے پہلے ابوسفیان، زید سے پوچھ رہا ہے:

”زید! خدا کا واسطہ (For God sake) سچ بتانا، کیا تم یہ پسند

نہیں کرتے کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد ہوتا اور اُس کی گردن اُڑائی

(Behead) جا رہی ہوتی؟“

زید بن دُشمنہ: ”خدا کی قسم! میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے“

صفوان کے غلام نسطاس (Nastaas) نے زید بن دُشمنہ کو تلوار کا وار کر کے شہید کر دیا ہے (السعدی للعالم: 349/4)۔ ایک روایت کے مطابق زید کو تلوار سے قتل کرنے کی بجائے تیروں سے قتل کیا گیا تاکہ اُنہیں زیادہ سے زیادہ تکلیف دی جاسکے۔

نہ ڈگمگائے کبھی ہم وفا کے رستے میں

چراغ ہم نے بجلائے ہوا کے رستے میں ❶

عُقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل (Uqbah bin Haarith bin 'Aamir bin Nawfal) نے دوسرے قیدی کو تین سو اُنتالیس (339) گرام یعنی تقریباً تیس

(30) تولہ سونا ❶ (PKR 4.2 Million) کے بدلہ میں خریدا ہے (معجم لغة العلماء: 404، صحیح

بخاری: 3045)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق حُیب کو سو (100) اُونٹوں کے عوض

(Against) خریدا گیا (سیرت ابن ہشام: 180/3، المغازی للواقفی: 302/1)۔ عُقبہ کی تسکین

❶ حق اور سچ پر چلنے والوں کے لیے راستے کی مشکلات کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ اُنہیں تو غرض اس بات سے ہے کہ یہ اپنے مقصد پر قائم رہیں، حق کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ (حیب جالب)

❶ اکتوبر 2022ء سومی۔ 1 تولہ سونا = 11.600 gm = PKR 144,000

(Satisfaction) کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کے والد کو قتل کرنے والا اس کی قید میں ہے۔ اب وہ اس سے جو چاہے سلوک (Treatment) کرے۔ خبیب کو ٹھیکر ابن ابورہاب (Hujeer ibn Abu Rehaab) کی کنیز ماویہ (Maaviah) کے گھر پر قید کر دیا گیا ہے۔ شروع کے دنوں میں خبیب کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ انہیں بار بار تشدد (Torture) کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس سلوک کے متعلق خبیب نے قید کرنے والوں سے کہا ہے:

”کوئی عزت دار قوم اپنے قیدی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی۔“

خبیب کی بات ان لوگوں کے دل کو لگی (Appeal) اور انہیں اپنے بُرے سلوک پر شرمندگی محسوس ہوئی ہے۔ اس کے بعد خبیب سے اچھا برتاؤ (Treatment) کیا جاتا ہے۔ قید کے دن خبیب ماویہ کے گھر میں گزار رہے ہیں۔ ماویہ، خبیب کے بارے میں بتاتی ہیں:

”میں نے خبیب جیسا بھلا (Noble) اور برکت والا (Blessed)

انسان نہیں دیکھا۔ وہ جتنا عرصہ میرے گھر میں قید رہا، اُس کا برتاؤ ہم سب سے بہت اچھا تھا۔ اخلاق (Ethics and manners) بڑے اعلیٰ تھے۔ ایک دن میں نے خبیب کے کمرے میں کھڑکی سے دیکھا تو اُس کے ہاتھ میں انگوروں کا چٹّھا (Bunch of grapes) تھا، خبیب انگور توڑ توڑ کر کھا رہا تھا (صحیح بخاری: 4886)۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ تھی۔ انگور میرے گھر میں لائے گئے نہ ہی یہ انگوروں کے پکنے (Ripe) کا موسم (Season) تھا۔ (صحیح بخاری:

تصدق اس کرم کے میں کبھی تنہا نہیں رہتا
 کہ جس دن تم نہیں آتے تمہاری یاد آتی ہے¹
 ایک دن مجھے حُصیب پر ترس (Pity) آیا تو میں نے اُس سے پوچھا:
 ”تمہاری کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ۔“

حُصیب: ”مجھے ٹھنڈا پانی (Cold water) پلا دیا کرو، بتوں کے نام (Offered to)
 پر قربان کئے جانے والے جانوروں کا گوشت نہ دیا کرو اور جب قریش مجھے
 قتل کرنے کا دن طے کر لیں تو مجھے بتا دینا۔“

حادث کے بیٹوں نے حُصیب کے قتل کا دن طے کر لیا۔ میں نے
 حُصیب کو بتایا تو اُس نے مجھ سے اُسترا (Razor) مانگا۔ میں نے بے خیالی
 (Unintentionally) میں اُسترا اُسے دے دیا (صحیح بخاری: 7402)۔ میرا چھوٹا
 بیٹا اُس کے لیے اُسترا لے کر گیا۔ میرا بیٹا جب اُس کے پاس پہنچ گیا تو مجھے
 اپنی غلطی (Blunder) کا احساس ہوا۔ میری توجان ہی نکل گئی۔ میں دوڑتی
 ہوئی اُس کمرے کی طرف گئی جہاں حُصیب قید تھا۔ میں نے دیکھا کہ اُسترا
 حُصیب کے ہاتھ میں ہے اور میرا بیٹا اُس کی گود (Lap) میں۔ اب تو میں تڑپ
 کر رہ گئی۔ جس شخص کو ایک دن بعد قتل کیا جانا ہے اُس کے پاس ہتھیار اور میرا
 بیٹا اُس کی گود میں۔ حُصیب کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ میرے بیٹے کو قتل
 کر دے اور سب سے اپنا بدلہ (Revenge) لے۔ اُسے تو ہر صورت ایک
 دن بعد قتل کر دیا جانا تھا (صحیح بخاری: 4088)۔ میری پریشانی کا اندازہ کرتے
 ہوئے حُصیب نے مجھ سے پوچھا:

”کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ میں تمہارے بیٹے کو قتل کر دوں گا؟“

• محبوب کا خیال زندگی میں تازگی اور خوشی لے آتا ہے۔ محبوب دُور ہو تو اُس کی یادِ سراپا (Treasure) ہے۔

میں (ڈرتے ڈرتے): ”ہاں“

حُصیب: ”میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ رسول اللہ نے جنگ میں بھی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ میں اسِ معصوم (Innocent) کو کیوں قتل کروں گا؟“

(المغازی للوالدی: 303/1، سیرت ابن ہشام: 181/3، صحیح بخاری: 4086)

میں نے حُصیب کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں دیکھے۔ وہ بہت مطمئن اور سکون میں تھا۔ میں سمجھ ہی نہیں پائی کہ حُصیب موت سے خوف زدہ کیوں نہیں تھا۔ ایسا اطمینان تو زندگی سے بھرپور لوگوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا جیسا حُصیب کو حاصل تھا۔“

اگلی صبح حُصیب کو قتل کرنے کے لیے حرم کی حدود (Limits of City) سے باہر اسی جگہ جہاں زید بن دُخنہ کو کچھ دن پہلے قتل کیا گیا تھا یعنی متعمم لایا گیا ہے۔ اس وقت حُصیب شعر (Verses) کہہ رہے ہیں:

مجھے ایمان لانے پر

رسول اللہ

پر جاں نثار (Devote) کرنے پر

حق کے لیے

اللہ کی راہ میں لڑنے پر

قتل کیا جا رہا ہے

مجھے آسودگی (Satisfaction) ہے

کہ

میری جان

اللہ کے لیے ہے

مجھے قتل کر دیا گیا

تو کیا ہوگا

میرا ہر ذرہ (Particle)

اُس رب کے لیے ہے

پرواہ (Do not care) نہیں کہ

مجھے کس پہلو (Direction) پر

قتل کیا جائے گا

میں خوش ہوں کہ اُس کی

راہ میں مارا جاؤں گا (صحیح بخاری: 7402، مسند احمد: 10743)

حُصیب نے درخواست کی ہے کہ انہیں اجازت (Permission) دی جائے کہ وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز (Offer prayer) ہو سکیں۔ حُصیب کو اس بات کی اجازت مل گئی ہے۔ حُصیب نے دو (2) نفل (Nafil / Optional prayer) ادا کئے ہیں۔ اس سے فارغ (Free) ہو کر حُصیب کہہ رہے ہیں:

”میں زیادہ دیر تک اپنے رب کے حضور سجدہ ریز (Prostrated)

رہنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ میں نے موت کے ڈر

سے اپنی نماز کو لمبا کر دیا ہے، ایسا نہیں کیا۔“ (صحیح بخاری: 3045، سنن ابی داؤد: 2660،

مسند احمد: 294/2)

(یہ روایت آج بھی قائم ہے کہ لوگ موقع ملنے پر سزائے موت (Death)

(sentence) سے پہلے دو (2) نفل ادا کرتے ہیں)

حُصیب بن عدی کو لکڑی کے ایک تختہ (Board) کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اُن کے ہاتھ اور پاؤں میں کیل ٹھونک دیئے گئے ہیں (Nailed)۔ اُس کے بعد انہیں نیزے مار مار کر شدید تکلیف کے ساتھ شہید کیا جا رہا ہے۔ (الغازی للواقعی: 305/1، زاد المعین القرآن،

البرہ: 202:2، صحیح بخاری: 3989، 4086، سنن ابی داؤد: 2660، مسند احمد: 294/2)

تُو یہیں ہار گیا ہے میرے بزدل دشمن
مجھ سے تنہا کے مقابل تیرا لشکر نکلا ❶

بہت سے لوگ یہ منظر (Scene) دیکھنے کے لیے جمع ہیں۔ ان میں سعید بن عامر (Sa'eed bin 'Aamir) بھی موجود ہیں۔ سعید ابھی رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے۔ بعد کے زمانہ میں حُصیب پر کئے جانے والے ظلم کا سوچ (Remind) کر سعید بے ہوش (Unconscious) ہو جایا کرتے تھے۔ انہیں اس بات کا غم تھا کہ حُصیب پر ظلم ہوتے وقت وہ یہ منظر دیکھنے والوں میں موجود تھے۔

شدید زخمی (Badly injured) حالت میں قریش وہی سوال حُصیب سے پوچھ رہے ہیں جو ابوسفیان نے زید بن دشنہ سے پوچھا تھا:

”کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ آج تمہاری جگہ یہاں محمد ہوتا؟“

حُصیب کا جواب زید سے مختلف نہیں ہے (البدایہ والنہایہ: 247/4)۔ حُصیب کا جواب سن کر قریش زور زور سے قہقہے (Laughter) لگاتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”یہ دیوانہ (Insane) ہے، اس کی عقل ٹھکانے (Insane) نہیں
اسی لیے ہلکی ہلکی باتیں کر رہا ہے۔“

❶ حق کے مقابلہ میں باطل تعداد میں زیادہ ضرور ہے لیکن برابری پر آکر مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتا

دوسری طرف مدینہ منورہ میں رسول اللہ اسی دن صحابہ کو بتا رہے ہیں:

”قریش نے خبیب کو قتل کر ڈالا ہے۔“ (مسند احمد: 11689، دلائل النبوة

للبيہقي: 328/3، المغازی لموسى بن عبيد: 203، صحيح بخارى: 7402)

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں اُنکشتِ زناں ●

سرکٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

قریش کا انتقام یہیں ختم نہیں ہوا۔ اُنہوں نے مرنے کے بعد خبیب کے جسم کو اس لکڑی کے تختے کے ساتھ کئی دن تک لٹکا (Hanged) رہنے دیا ہے۔ خبیب کی لاش (Dead body) کا لٹکے رہنا رسول اللہ کے علم میں آیا تو آپ نے عمرو بن اُمیہ صمری (Amr bin Umayyah Damrite) کو مکہ بھیجا ہے جنہوں نے خبیب کے جسم کو لکڑی کے

تختے سے اُتارا ہے۔ (مسند احمد: 11690)

ماویہ بعد کے زمانہ میں ایمان لے آئیں۔

● اللہ کے نبی یوسف کی خوبصورتی دیکھ کر سب کا نئے والی عورتوں کو ہوش نہ رہا اور انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ ایمان لانے والے جانتے ہوئے اپنے ہوش و حواس میں رسول اللہ کے لیے اپنی جان قربان کرتے ہیں

① عشق کرنا ہے تو پھر چاک گریباں کر لے

مسلمانوں نے جو سختیاں (Hardships) مکہ میں برداشت کیں وہ مدینہ منورہ میں نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اسلام دشمن کم نہیں ہوئے۔ وہ ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے تکلیف پہنچائی جائے۔

بنی عامر بن صعصعہ (Bani 'Aamir bin S'as'ah) کے سرداروں میں سے ایک سردار کا نام عامر بن طفیل ('Aamir bin Tufayl) ہے۔ بنی عامر بن صعصعہ وہی قبیلہ ہے جس نے مکہ میں مطالبہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعد (Successor) انہیں حکمران بنانے کا اعلان (Declare) کر دیں تو وہ رسول اللہ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ نے ان کی شرط ماننے سے انکار کر دیا تھا (معد رسول اللہ: 623/1)۔ عامر بن طفیل یہ بات سمجھ چکا ہے کہ رسول اللہ کا دین پورے عرب پر غلبہ (Domination) پالے گا۔ اُس نے سوچا ہے کہ جا کر سودے بازی (Bargain) کی جائے اور اسلام کے غالب ہونے کی صورت میں حکمرانی اپنے علاقہ میں یقینی بنائی جائے۔ وہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ کے پاس آ کر کہہ رہا ہے:

”میں نجد کے بڑے قبیلہ کا سردار عامر بن طفیل ہوں۔ میں تمہیں فیصلے کا اختیار دیتا ہوں کہ جنگلوں (Forests) میں رہنے والوں پر میری اور شہروں میں رہنے والوں پر تمہاری حکومت ہو۔ دوسری صورت میں تم مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ (Successor) مقرر کر دو۔ اگر ایسا نہ ہو تو میں غطفان (Ghiffaan) کے ایک ہزار (1,000) گھوڑوں اور ایک ہزار (1,000) اُونٹنیوں کے لشکر کے ساتھ تم

① عشق کرنا ہے تو پھر چاک گریباں کر لے ہوش والوں سے کہاں قص جنوں ہوتا ہے

لوگوں پر حملہ کر دوں گا۔“

رسول اللہ نے عامر بن طفیل کے مطالبے تسلیم (Accept) کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ طفیل ناکام واپس لوٹ تو گیا لیکن اُس کے دل میں رسول اللہ کی دشمنی بڑھ گئی ہے۔

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر (Abu Baraa 'Aamir bin Maalik bin J'afar) کا تعلق بنی کلاب (Bani Kalaab) سے ہے۔ یہ بھی بنی عامر بن صعصعہ کا سردار ہے۔ اسے کَلَابِ الْأَسِنَّةِ (نیزوں سے کھیلنے والا۔ Kalaa-ib ul Asinnah) کہا جاتا ہے۔ عامر بن طفیل اس کا بھتیجا ہے۔ عامر بن مالک رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہے۔ رسول اللہ نے عامر بن مالک کو ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ عامر ایمان تو نہیں لایا مگر اس نے رسول اللہ کی دعوت کا احترام کیا ہے۔ رسول اللہ کی باتیں سننے کے بعد کہہ رہا ہے:

”خدا ایک بہت بڑا علاقہ ہے۔ اگر آپ اپنے ساتھیوں کو اہل نجد (Najad) کی طرف اپنے دین کی دعوت دینے کے لیے بھیجیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ ایمان لے آئیں گے۔“

رسول اللہ: ”مجھے ڈر ہے کہ اہل نجد مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔“ (سیرت ابن اسحاق:

378/2، المغازی للوالدی: 294/1)

عامر بن مالک کے ذمہ داری لینے پر رسول اللہ نے ستر (70) صحابیوں کو اُس کے ساتھ بھیج دیا ہے (صحیح بخاری: 4040، صحیح مسلم: 677، الروض الافق: 379/3، المغازی للوالدی: 295/1)۔ اس وفد میں شامل تمام صحابہ نوجوان ہیں۔ رسول اللہ نے منذر بن عمرو و ساعدی (Mundhir bin 'Amr Saa'idi) کو ان کا امیر بنایا ہے (سیرت ابن اسحاق: 379/2، المغازی للوالدی: 295/1)۔ ابو براء کی سرداری اُن کے قبیلہ میں تنازع (Disputed) ہے۔ اُس کا بھتیجا عامر بن طفیل،

عشق کرنا ہے تو پھر چاک گریاں کر لے

ابو برآ کے مخالفین (Opoonents) میں سے ہے۔ وہ اپنے آپ کو قبیلہ کا سردار کہتا ہے۔
 رسول اللہ نے بنی عامر کے سردار عامر بن طفیل (Aamir bin Tufayl) کے نام
 ایک خط لکھا اور حرام بن ملحان (Haraam bin Milhaan) کو یہ خط عامر بن طفیل کے
 پاس لے جانے کو کہا ہے۔ صحابہ کا یہ قافلہ عامر بن مالک کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوا
 اور ایک منزل دُور بزمعونہ (Be'ar Ma'oonah) پر جا کر رُکا ہے (سیرت ابن ہشام: 194/3، المغازی
 للوالدی: 295/1)۔ یہ کنواں بنی عامر (Bani 'Amir) اور بنی سلیم (Bani Sulaym) کے علاقہ
 میں واقع ہے۔ (آج کل اسے دیارِ مطیر (Dyar Mateer) کہا جاتا ہے)
 عمر و بن اُمیہ ضمری بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو اسلام کی تبلیغ کے لیے عامر
 بن مالک کے ساتھ نجد جا رہے ہیں۔ یہاں رکنے پر عمر و اُونٹوں کو چارہ (Fodder)
 کھلانے کے لیے کچھ دُور لے گئے ہیں۔ حرام بن ملحان رسول اللہ کا خط لے کر عامر بن
 طفیل کے پاس پہنچے ہیں (تاریخ طبری: 222/2)۔ عامر بن طفیل نے حرام سے پوچھا ہے:
 ”تم لوگ کہاں ٹھہرے ہو؟“

حرام: ”بزمعونہ پر۔“

عامر: ”تم لوگ کس کی پناہ میں ہو؟“

حرام: ”عامر بن مالک کی پناہ میں۔“

عامر: ”تم لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟“

حرام: ”ہم ستر (70) لوگ ہیں۔“

حرام نے رسول اللہ کا خط عامر بن طفیل کو دیا ہے۔ عامر بن طفیل نے رسول اللہ کا
 خط پڑھنا بھی گوارا (Bother) نہیں کیا (سیرت ابن اسحاق: 379/2، المغازی للوالدی: 295/1)۔ عامر بن
 طفیل نے حرام سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے غلام کو اشارہ کیا، جس نے حرام بن ملحان کی
 پیٹھ (Back) پر دونوں کندھوں کے درمیان نیزہ مارا جو اُن کے سینے سے آر پار (Went

(across) ہو گیا ہے۔ حرام بن ملحان نے مرنے سے پہلے کہا ہے:

”قَدْتُ وَاللّٰهِ (اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا)“ (صحیح بخاری: 4091)

عشق کرنا ہے تو پھر چاک گریاں کر لے

ہوش والوں سے کہاں رقصِ جنوں ہوتا ہے ❶

حرام شہید ہو گئے ہیں (سیرت ابن اسحاق: 371/2، صحیح بخاری: 4091)۔ عامر بن طفیل نے بزمِ معونہ (Be'ar Ma'oonah) پر موجود مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے لوگوں کو اس مقصد سے جمع کیا ہے۔ عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ کو بتایا کہ مسلمان اس وقت بزمِ معونہ پر موجود اور عامر بن مالک کی پناہ میں ہیں۔ عامر بن طفیل کے قبیلہ نے عامر بن مالک کی پناہ تسلیم (Admit) کرتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ دوسری طرف مسلمان مبلغین (Preachers) حرام بن ملحان کے انتظار میں ہیں کہ وہ کیا خبر لاتے ہیں۔ حرام بن ملحان تو واپس نہیں آئے البتہ عامر بن طفیل نے بنی عصبہ (Bani 'Asiyah)، بنی رغل (Bani Raghah) اور بنی ذکوان (Bani Zakwaan) کو اپنے ساتھ ملایا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ یہاں موجود تمام مسلمان قتل کر دیئے گئے ہیں۔ ابوبراء عامر بن مالک کے متعلق تاریخِ خاموش ہے کہ وہ مارا گیا یا نہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق ابوبراء اس واقعہ پر شرمندگی کی وجہ سے اپنے گھر میں گوشہ نشین (Isolate) ہو گیا اور جلد ہی مر گیا۔

کعب بن زید بھی اسی قافلہ میں موجود اور شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ انہیں مردہ

(Dead) سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے (سیرت ابن اسحاق: 379/2، دلائل النبوة للہیابی: 342/3، المغازی لنوسی بن

عبہ: 206)۔ عامر بن طفیل اس کارروائی کے بعد واپس چلا گیا ہے۔ شہید ہونے والوں میں

عامر بن فہیرہ بھی شامل ہیں۔ عامر بن فہیرہ ہجرت مدینہ کے موقع پر غار ثور میں دودھ اور

❶ عشق کرنے والوں کے لیے اپنی زندگی کی وقعت (Value) نہیں ہوتی۔ جنہیں عشق نہیں ہوتا وہ حساب کتاب کرتے رہ جاتے ہیں

کھجوریں پہنچاتے رہے۔ انہیں بنی کلاب سے جبّار بن سلمیٰ (Jabbaar bin Salmaa) نے شہید کیا ہے۔ نیزہ عامر کے جسم سے پار ہوا تو انہوں نے کہا:

”اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔“

شاخوں سے ٹوٹ جائیں ، وہ پتے نہیں ہیں ہم
آندھی سے کوئی کہہ دے کہ اوقات میں رہے ❶

عامر کے قاتل جبّار نے یہ سنا تو اُس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رسول اللہ پر ایمان لے آیا ہے۔ رسول اللہ کے دین کی یہ خوبی کمال رہی کہ ایمان والوں کو قتل کرنے والے بعد کے زمانہ میں خود بھی ایمان لاتے رہے۔ وہ اپنے کئے پر پچھتاتے بھی رہے۔ دوسری طرف رسول اللہ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”اہل نجد کی طرف جانے والے تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے

ہیں۔ میں اسی لیے اپنے صحابہ کو ابو عامر کے ساتھ بھیجنے کو ناپسند (Dislike) کر

رہا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ حادثہ ہو جائے گا۔“ (سیرت ابن ہشام: 195/3، المغازی للوالدی: 296/1،

صحیح بخاری: 2601، 4093، فتح الباری: 486/7، سبل الہدیٰ والرشاد: 60.6)

اُنس بن مالک: ”بزر معونہ کے واقعہ پر رسول اللہ جس قدر غم زدہ ہوئے اس کی مثال آپ کی پوری زندگی میں نہیں ملتی۔“

عمر و بن اُمیہ صمیری نے دیکھا کہ بہت سے پرندے اُس جگہ جمع ہیں جہاں ان کے ساتھی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہیں کھنکا کہ کچھ گڑ بڑ (Chaos) ہے۔ واپس اپنے خیموں کے پاس پہنچے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو خون میں لت پت (Soaked) پایا۔ عامر بن طفیل کے

❶ ہم محبت کرنے اور جاں نثار کرنے والے لوگ ہیں۔ مشکلات آنے پر چھوڑ نہیں جاتے۔

عشق کرنا ہے تو پھر چاک گریباں کر لے

کچھ لوگ ابھی یہیں موجود ہیں۔ یہ لوگ عمر و بن اُمیہ کو پکڑ کر عامر بن طفیل کے پاس لے آئے ہیں۔ عامر پوچھ رہا ہے:

”تم کون ہو؟“

عمر و بن اُمیہ، بنی کھمر (Bani Damar) سے ہوں۔“

عامر بن طفیل (عمر و بن اُمیہ کی پیشانی کے بال کاٹ کر): ”جاؤ میں نے اپنی ماں کی طرف سے تمہیں آزاد کیا جس نے ایک گردن (انسان۔ Life) آزاد کرنے کی نذر

(Pledge) مانی تھی۔“ (سیرت ابن اسحاق: 378/2، سیرت ابن ہشام: 194/3، المغازی للوالدی: 295/1)

عمر و بن اُمیہ مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے قرقرہ کے مقام پر پہنچے ہیں۔ یہاں ان کی ملاقات دو (2) لوگوں سے ہوئی جن کا تعلق بنی عامر کی شاخ بنی سلیم سے ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ دونوں لوگ درخت کے سائے میں سو رہے ہیں۔ عمر و بن اُمیہ نے یہ سوچ کر کہ بنی عامر نے مسلمانوں کے اتنے لوگ شہید کر دیئے ہیں، اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں کو قتل کر دیا ہے۔ عمر و نے اپنے خیال میں انہیں اپنے ساتھیوں کے بدلہ میں قتل کیا ہے۔

رسول اللہ نے شہداء کے جسم واپس لانے کے لیے لوگ بھیجے ہیں۔ کعب بن زید ابھی زندہ ہیں۔ وہ اس معرکہ میں بچنے والے دو (2) افراد میں سے ایک ہیں۔ اس جماعت میں سے صرف عمر و بن اُمیہ اور کعب بن زید ہی زندہ بچے ہیں۔

یہ واقعہ جنگ اُحد کے چار (4) مہینے بعد صفر 4 ہجری میں پیش آیا ہے۔ (سیرت ابن

اسحاق: 378/2، المغازی للوالدی: 294/1)

قریش مکہ خود تو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے ابھی قابل نہیں ہیں۔ انہوں نے بنی اُسد بن خزیمہ کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا ہے۔ قریش نے بنی اُسد کو پیغام بھیجا

ہے کہ ہم نے اُحد کے میدان میں مسلمانوں کو شکست دے دی ہے۔ یہ تمہارے لیے بہترین موقع ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مسلمانوں کو سنبھلنے کا وقت نہ دو۔ بنی اُسد ایک بڑا قبیلہ اور قریش سے قریبی تعلقات رکھتا ہے۔ رسول اللہ کے علم میں آیا کہ بنی اُسد مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد کی کمان میں ایک سو پچاس (150) گھڑسواروں کا دستہ بنی اُسد کی طرف روانہ کیا ہے۔ رسول اللہ جانتے ہیں کہ اس وقت اگر بنی اُسد سے نمٹا نہ گیا تو کئی دوسرے قبیلے بھی مسلمانوں کے خلاف سر اٹھائیں گے۔ رسول اللہ کے بھیجے ہوئے مجاہدوں نے بھرپور اور اچانک حملہ کر کے بنی اُسد کو خوب نقصان پہنچایا۔ اس سے علاقہ میں مسلمانوں کی طاقت کی دھاک بیٹھ گئی (Superiority is established) ہے۔

جابر بن عبد اللہ پر بہنوں کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ کو اس بات کی بہت فکر رہتی ہے۔ ایک غزوہ سے واپسی پر رسول اللہ کا اُونٹ اور جابر کا اُونٹ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ جابر کا اُونٹ کمزور ہے۔ آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ رسول اللہ جابر سے کہہ رہے ہیں:

”جابر! کیا اپنا اُونٹ بیچو گے؟“

جابر: ”اللہ کے رسول! میں ضرور یہ اُونٹ بیچوں گا۔ آپ اس کی قیمت لگائیں۔“

رسول اللہ: ”میں یہ اُونٹ ایک (1) درہم میں خریدنے کو تیار ہوں۔“

جابر: ”اللہ کے رسول! مجھے غنی (Rich) کر دیں۔ آپ اس کی قیمت بڑھائیں۔“

رسول اللہ: ”دو (2) درہم۔“

جابر: ”اللہ کے رسول! قیمت بڑھائیے۔“

رسول اللہ نے قیمت بڑھاتے بڑھاتے اس کمزور اُونٹ کی قیمت چالیس (40)

درہم لگائی ہے۔

جابر: ”اللہ کے رسول! کیا آپ اس قیمت پر خوش ہیں؟“

رسول اللہ: ”ہاں! میں خوش ہوں۔“

جابر: ”یہ اُونٹ آپ کا ہوا۔“

مدینہ منورہ پہنچے تو اگلی صبح جابر نے اُونٹ رسول اللہ کے حجرہ کے باہر باندھ دیا۔

رسول اللہ اپنے گھر سے نکلے تو پوچھا:

”یہ اُونٹ کس کا ہے؟“

صحابہ: ”یہ جابر بن عبد اللہ کا اُونٹ ہے۔“

رسول اللہ نے بلال کو بلا کر کہا ہے:

”بلال! جابر کو ایک اوقیہ چاندی (چالیس (40) درہم) ادا

کر دو۔“

جابر بن عبد اللہ: ”بلال نے مجھے ایک اوقیہ سے کچھ زیادہ چاندی دے دی۔ چالیس

(40) درہم سے اوپر ملنے والی چاندی نے مجھے بہت خوشی دی۔ میں نے یہ چاندی

اپنے پاس رکھ لی۔ یہ چاندی میرے پاس بہت سالوں تک رہی۔ میں بہت خوش ہوا

کہ اللہ کے رسول نے ایک کمزور اُونٹ کی اتنی اچھی قیمت ادا کر دی ہے۔ رسول اللہ

نے رقم دینے کے بعد مجھے بلا کر کہا:

”بھتیجے! اُونٹ کی نکیل پکڑ لو۔ چالیس (40) درہم بھی تمہارے

ہیں اور یہ اُونٹ بھی۔“ (صحیح بخاری: 2097، صحیح مسلم: 715/3641، سنن ابی داؤد: 3505، سنن

نسائی: 4642، البدایہ والنہایہ: 100/4)

کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اُٹھ کر کیوں گیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو یہاں یہودیوں کے تین (3) قبیلے رہتے تھے۔ رسول اللہ نے ان سے معاہدہ کیا کہ ایک شہر میں رہنے والے، ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ باہر سے کسی بھی حملہ آور کے آنے کی صورت میں مل کر دفاع کریں گے۔ اگر کسی کی دیت یا خون بہا دینا پڑا تو مل کر ادا کریں گے۔ یہودیوں کے تین (3) قبیلوں میں بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ شامل ہیں۔ بنی قینقاع زیادہ دیر اپنے عہد پر قائم نہیں رہے۔ انہوں نے اپنا عہد توڑا جس کے نتیجے میں انہیں مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا (معد رسول اللہ: 405/2)۔ بنی نضیر کو یقین ہے کہ اسلام جس تیزی سے پھیل رہا ہے وہ بھی زیادہ دیر یثرب میں نہیں رہ سکیں گے۔ بنی نضیر ان تینوں قبیلوں میں سے زیادہ خوش حال (Prosperous) اور سمجھدار لوگ ہیں۔ بنی نضیر کے سرداروں میں حُصی بن اخطب، سلّام بن مشکم اور ابی اُحقیق (Abil Huqeeq) بہت نام رکھتے ہیں۔ ان کے لیے معاملات کو اپنے ہاتھ میں رکھنا آسان ہے۔ یہ قبیلہ سونے اور چاندی کے زیورات (Jewellery)، برتن بنانا اور پیسے قرض پر دے کر منافع (Profit / interest) کماتا ہے۔ مدینہ منورہ میں موجود باغ بھی ان کی ملکیت ہیں۔ بنی نضیر اپنی خوش حالی (Prosperity) کی وجہ سے عرب کی اعلیٰ کھجور عجوہ (Ajwah) اور دوسری کھجوروں کے باغ بھی رکھتے ہیں۔

اُن کے خیال میں بنی قینقاع نے مسلمانوں کے ہاتھوں محاصرہ (Siege) سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈالنے (Surrender) کی غلطی کی ہے۔ انہیں بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر بنی قینقاع حوصلہ دکھاتے تو مسلمانوں کی قوت ختم ہو جاتی۔ اُن کے خیال میں مسلمان اُن کے لیے خطرہ ہیں نہ ہی اُن کے برابر اُتر سکتے ہیں۔

کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اُٹھ کر کیوں گیا ہے؟

یہ ربیع الاول 4 ہجری کا زمانہ ہے (صحیح بخاری لیل العلیت: 4028، البدایہ والنہایہ: 76/4، یرت ابن ہشام: 199/3)۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے منافقوں اور یہودیوں کا آپس میں تعلق بہت اچھا ہے۔ دونوں گروہ رسول اللہ کو اپنا مشترکہ (Common) دشمن سمجھتے اور رسول اللہ کے خلاف سازباز (Conspiracy) کرتے رہتے ہیں۔

عمر و بن اُمیہ مدینہ منورہ پہنچ کر بتا رہے ہیں کہ انہوں نے بنی عامر کے دو (2) لوگوں کو اپنے ساتھیوں کے بدلہ میں قتل کر دیا ہے۔ عمر و کو رسول اللہ کی طرف سے ان دونوں کو پناہ دینے جانے کا علم ہوا تو بہت شرمندہ ہیں۔

بنی عامر نے رسول اللہ سے اپنے دو (2) لوگوں کی دیت کا مطالبہ کیا ہے۔ بنی عامر اس بات میں حق بجانب (Justified) ہیں۔ معاہدہ کے تحت بنی نضیر پابند ہیں کہ دیت دینے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ رسول اللہ نے بنی نضیر سے دیت (Blood money) ادا کرنے کے لیے اپنا حصہ ڈالنے کا پیغام بھیجا ہے۔ بنی نضیر نے جواب میں کہا ہے:

”محمد! ہمارے پاس اپنے چند ساتھیوں کو لے کر خود آئیں۔ ہم

اس سلسلہ میں محمد سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“

بنی نضیر کا پیغام ملنے پر رسول اللہ آٹھ (8) لوگوں کو ساتھ لے کر ہفتہ (Saturday) کے دن مسجد قبا سے بنی نضیر کے علاقہ میں آئے ہیں۔ رسول اللہ کے ساتھ آنے والوں کے نام ہیں:

- 1 - ابو بکر ابن ابوقحافہ
- 2 - عمر بن خطاب
- 3 - علی ابن ابی طالب
- 4 - زبیر بن عوام
- 1 - Abu Bakar ibn Abu Quhaafah
- 2 - 'Umar bin Khat-taab
- 3 - 'Ali ibn Abi Taalib
- 4 - Zubayr bin 'Awaam

- 5 - Talhah bin Zubayr طلحہ بن زبیر
- 6 - S'ad bin M'uaadh سعد بن معاذ
- 7 - S'ad bin 'Ubaadah سعد بن عبادہ
- 8 - Usayyed bin Hudayr اُسَیْد بن حُضَیْر

بنی نضیر نے رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کو ایک گھر کے صحن (Courtyard) میں بٹھایا ہے۔ رسول اللہ صحن میں کمرے کی دیوار سے ٹیک (Lean) لگائے بیٹھے ہیں۔ آپ کے ساتھی بھی آس پاس بیٹھے ہیں۔ سب نے کمر (Back) دیوار کے ساتھ لگا رکھی ہے۔ رسول اللہ بنی نضیر سے کہہ رہے ہیں:

”میں تم سے معاہدہ کی رُو (According to) سے بنی عامر کے دو

(2) لوگوں کی دیت میں مدد لینے کے لیے آیا ہوں۔“

بنی نضیر: ”ابا قاسم! ہم آپ کو اپنی مدد کا مکمل یقین دلاتے ہیں۔ آپ ہمارے پاس کچھ دیر رُکیں۔ ہم آپ کی ضیافت (Feast) کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بس یہیں بیٹھیں، ہم آپ کے لیے کھانا تیار کر رہے ہیں۔“

رسول اللہ نے بنی نضیر کی طرف سے کھانے کی دعوت قبول کر لی ہے۔ رسول اللہ ان کے جواب سے مطمئن صحن میں بیٹھے ہیں۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھانے (Advantage) کے لیے حُجَی بن انطرب نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ دوسرے سردار بھی حُجَی کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔ حُجَی اُن سے کہہ رہا ہے:

”محمد اس وقت گنتی کے چند ساتھیوں کے ہمراہ (Accompanied

by) ہمارے پاس ہے۔ کیوں نہ ہم! سے قتل کر ڈالیں۔ ہم نے محمد کو قتل کر دیا تو

مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ (Fall apart) ہو جائے گا۔ مکہ سے آئے ہوئے

کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اُٹھ کر کیوں گیا ہے؟

مہاجر یثرب چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے ساتھی بنی اوس اور بنی نخوج ہی یثرب میں رہ جائیں گے۔ وہ صدیوں (Centuries) سے ہمارے حلیف ہیں۔ مسلمانوں کو یہاں سے نکالنے کا ہمیں اس سے اچھا موقع نہیں مل سکے گا۔“

بنی نضیر کے سردار: ”مگر یہ ہوگا کیسے؟ ایسا کرے گا کون؟ کیا محمد کو قتل کرنا اتنا آسان ہے؟“

سلاّم بن مشکم ان سرداروں میں موجود نہایت سمجھ دار اور جہاں دیدہ (Widely travelled) شخص ہے۔ وہ ان تمام لوگوں کو سمجھا رہا ہے:

”تمہیں اندازہ نہیں کہ تم لوگ کس قدر خطرناک کام کرنے جا رہے ہو۔ تم ایسا کرنے میں اپنی موت کا انتظام کر رہے ہو۔ یقین کرو محمد کا خدا اُسے بتا دے گا اور تم ناکام (Fail) رہو گے۔ اس کے بعد تمہارے لیے یثرب میں رہنا ممکن نہیں رہے گا۔ خدارا (For God sake) اس منصوبہ سے باز (Stay away) رہو، بے شک تم ساری زندگی مجھے بزدلی کا طعنہ دیتے رہنا لیکن ایسا کام نہ کرو۔“

تمام سرداروں میں سلاّم بن مشکم نے ہی سمجھداری کی بات کی ہے، لیکن اس کی بات کسی نے نہیں سنی۔ سلاّم کی بات کو رد (Reject) کرتے ہوئے حُئی بن اخطب اپنا اچھوتا (Unique) منصوبہ یوں بیان کر رہا ہے:

”جس دیوار کے ساتھ محمد ٹیک (Lean) لگائے بیٹھا ہے، ہم اس کمرے کی چھت (Roof) پر جا کر ایک بھاری پتھر اُس پر گرا دیتے ہیں۔ اس سے محمد کا سر کچلا (Crushed) جائے گا۔ ہم اپنا مقصد حاصل کر لیں

کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اٹھ کر کیوں گیا ہے؟

گے۔“

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق رسول اللہ پر چکی کا پاٹ گرایا جانا تھا۔
یہاں موجود عمر و بن جحاش (Amr bin Jahaash) خوشی سے کہہ رہا ہے:
”یہ کام میں کروں گا۔ میں بھاری پتھر چھت سے محمد پر گرا دوں گا
اور بس.....“

بنی نضیر کے سردار یہ طے کرنے کے بعد واپس آ کر صحن میں رسول اللہ اور صحابہ
سے کچھ دُور ان کے سامنے بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ اور دوسرے صحابہ کے ساتھ
باتیں شروع کر دی ہیں۔ یہ لوگ بہت مطمئن ہیں کہ آج ان کی خوشیوں (Celebrations)
اور کامیابیوں کا دن ہے۔ عمر و بن جحاش لوگوں کی مدد سے بھاری پتھر کمرے کی پچھلی دیوار
کی طرف سے لے کر چھت پر پہنچ گیا ہے۔ باقی لوگ چھت سے واپس اُتر آئے ہیں تاکہ
شور یا لوگوں کے چھت پر چلنے کی صورت میں رسول اللہ ان کی آوازیں یا قدموں کی آہٹ
نہ سن لیں۔

یہودی بظاہر (Apparently) بہت ہی محبت سے رسول اللہ سے باتوں میں مگن
(Busy) ہیں۔ رسول اللہ اچانک (Suddenly) اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر گئے ہیں۔ رسول
اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا ہے نہ بنی نضیر کے سرداروں سے۔ سب لوگوں کا خیال
ہے کہ رسول اللہ ابھی واپس آ جا میں گے۔ بنی نضیر کے لیے انتظار کی گھڑیاں (Waiting
moments) لمبی ہوتی جا رہی ہیں۔ عمر و بن جحاش کے لیے یہ لمحے گزارنا مشکل ہے۔ اُس
کے لیے ہر گھڑی ایک دن کے برابر ہے۔ کسی کو یہ بات معلوم نہیں کہ اس کائنات کا رب
اپنے رسول کو بنی نضیر کا ارادہ بتا کر انہیں محفوظ مقام پر لے جا چکا ہے۔ کافی دیر تک رسول
اللہ واپس نہیں آئے تو صحابہ بھی کھانا کھائے بغیر اٹھ کر چلے آئے ہیں۔ صحابہ واپس آنے
لگے تو حُئی بن اخطب کہہ رہا ہے:

”ابوالقاسم نے جلدی کی۔ ہم تو اُن کے لیے کھانا تیار کر رہے

کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اُٹھ کر کیوں گیا ہے؟

ہیں۔ اس کے بعد جس مقصد سے وہ آئے تھے ہم پورا کر دیتے۔“

اب بنی نضیر کی اُمیدوں پر برف پڑ چکی ہے۔ بنی نضیر اپنے ہاتھ مل رہے ہیں کہ وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ (Materialize) نہیں پہنا سکے۔ بنی نضیر کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں کہ وہ اپنے لیے کتنی بڑی مشکل کھڑی کر چکے ہیں۔ بنی نضیر کا ایک عمر رسیدہ (Old age) شخص کنانہ بن صوریہ (Kinanaah bin Sooriah) کہہ رہا ہے:

”کیا تم جانتے ہو محمد یہاں سے اُٹھ کر کیوں گیا ہے؟“

جواب ملا ہے: ”ہمیں تو کچھ معلوم نہیں، تم جانتے ہو تو بتاؤ۔“

کنانہ: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ اس منصوبہ سے تمہیں ناکامی (Failure) اور رُسوائی (Disgrace) کے سوا کچھ نہیں ملنے والا۔ محمد کے خدا نے اُسے خبر دے دی ہے کہ تم نے اُس کے خلاف کیا منصوبہ بنایا تھا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم محمد پر ایمان لے آؤ۔ اس سے تمہاری عزت، اہمیت (Importance)، دولت اور وقار (Honour) سب بچ جائے گا۔ اس سے تمہاری اولاد (Descendants) بھی محفوظ رہے گی۔ تم بنی قبیصاع کی طرح گھروں سے بھی نہیں نکالے جاؤ گے۔“

کنانہ بن صوریہ کو دوسرے سرداروں سے جواب کچھ یوں ملا ہے:

”ہم تورات اور موسیٰ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم اپنا دین چھوڑ

کر کوئی اور دین قبول نہیں کریں گے۔“

کنانہ (ڈراتے ہوئے): ”پھر انتظار کرو کہ محمد کا پیغام آئے۔ عنقریب (Very soon) وہ تمہیں حکم دے گا کہ اس شہر سے نکل جاؤ۔ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم میری بیٹی شعثا (Sh'athaa) کو طعن دو گے تو میں محمد پر ایمان لے آتا۔ اب میں تمہارے ساتھ ہی ہوں، جو مصیبت تم پر آئے گی وہ مجھ پر بھی آئے گی۔“

صحابہ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ سے پوچھ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آپ وہاں سے تشریف لے آئے اور ہمیں معلوم

ہی نہیں ہوا۔ خیریت تھی؟“

رسول اللہ: ”بنی نضیر نے مجھ سے دھوکہ (Deceit) کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ کریم نے

مجھے بتا دیا اور میں وہاں سے چلا آیا۔ میں اس لیے وہاں سے خاموشی سے اکیلا ہی چلا

آیا کہ مجھے تمہاری سلامتی عزیز ہے۔ اگر ہم سب اکٹھے وہاں سے نکلتے تو ممکن ہے بنی

نضیر اپنی سازش ناکام ہوتی دیکھ کر ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ہم پر حملہ

کر دیتے۔“

بنی نضیر کے رویہ کے بعد بنی عامر کے دو (2) لوگوں کی پوری دیت جو عمر و بن

أمیہ ہضمی نے غلطی سے قتل کر دیئے تھے، رسول اللہ نے خود ہی ادا کر دی ہے۔

بھلا محمد پورا سال ہمارا محاصرہ کر سکے گا؟

محمد بن مسلمہ کا تعلق بنی نضیر کے حلیف (Ally) قبیلہ بنی اوس سے ہے۔ بنی نضیر اور بنی اوس کے تعلقات صدیوں سے دوستانہ (Friendly) ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو پیغام دے کر بنی نضیر کے پاس بھیجا ہے۔ رسول اللہ کا پیغام کچھ یوں ہے:

”بنی نضیر! تم نے میرے ساتھ عہد شکنی (Breach of trust) کی اور دھوکہ (Cheating) دیا ہے۔ اب تم مدینہ منورہ سے نکل جاؤ۔ اس کے لیے تمہارے پاس دس (10) دن کی مہلت (Time limit) ہے۔ اگر بنی نضیر کا کوئی شخص دس (10) دن بعد یہاں پایا گیا تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔“ (السيرة النبوية الصلابة: 551/1، تاریخ طبری: 552/2)

محمد بن مسلمہ نے بنی نضیر کو اُن کا رسول اللہ کے قتل کا منصوبہ اور چھت سے بھاری پتھر پھینکنے کے لیے تیار ہونے والے عمرو بن جاش کا نام تک بتا دیا ہے۔ بنی نضیر کے لوگ مکمل خاموش ہیں۔ وہ محمد بن مسلمہ کی کسی بات کو جھٹلا (Deny) نہیں سکے۔ بنی نضیر محمد بن مسلمہ سے کہ رہے ہیں:

”ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بنی اوس کا کوئی شخص ہمارے پاس

دھمکی (Threat) لے کر آئے گا۔“

محمد بن مسلمہ: ”اب دوستی اور دشمنی کا معیار (Standard / Criteria) صرف رسول اللہ

ہیں۔ رسول اللہ کا دوست ہی ہمارا دوست ہے۔“

بنی نضیر کو اندازہ ہو چکا ہے کہ اب وہ مدینہ منورہ میں رہ نہیں سکیں گے۔ اُنہوں

نے سوچا ہے کہ رسول اللہ نے جلاوطنی (Exile) کے لیے وقت کی مدت (Deadline) کے علاوہ کوئی شرط نہیں رکھی۔ ہمیں اپنا مال و اسباب (Wealth and means) اور اسلحہ سمیٹ (Collect) کر یثرب سے باہر چلے جانا چاہئے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ اس دوران عبداللہ بن اُبی کا قاصد (Messenger) حُئی بن اخطب کے پاس پیغام لے کر آیا ہے۔ پیغام میں عبداللہ نے کہا ہے:

”تم گھبرا کیوں رہے ہو؟ تم لوگ اپنے گھر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ تمہیں جلاوطنی اختیار (Opt) کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے حکم پر دو ہزار (2,000) جنگ جو (Warriors) تمہاری حفاظت اور تم پر مر مٹنے (Sacrifice) کو تیار ہیں۔ اگر تم پر حملہ ہوا تو ہم تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑیں گے۔ اگر تمہیں یثرب چھوڑنا پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ یثرب چھوڑ دیں گے۔“ (سورت ابن ہشام: 245/2)

اللہ کریم بنی نضیر اور منافقوں کے بارے میں فرماتا ہے:

لَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِأَخْوَاهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَّا أَخْرَجْتُم لِنُخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ كَذِبُونَ ۝

لَمَّا أَخْرَجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَمَّا قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَمَّا نَصَرُوهُمْ لَيُولَّيْنِ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ۝

(القرآن - العنصر - 11-12:59)

پیارے رسول! کیا آپ نے منافقوں (Hypocrites) کو نہیں دیکھا

جو آپ (محمد رسول اللہ) پر ایمان نہ لانے والے اہل کتاب بنی نضیر، جنہوں نے انکار کیا اور سرکشی (Rebelliousness) اختیار کی، سے کہتے ہیں: ہم تمہارے بھائی ہیں، اگر تم شہر سے نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی نکل جائیں گے۔ تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کا حکم اور فیصلہ نہیں مانیں گے۔ اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہاری زبردست (Full) مدد کریں گے، تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک یہ سب منافق جھوٹے ہیں۔

اگر بنی نضیر مدینہ منورہ سے نکالے گئے تو یہ منافق ان کے ساتھ ہرگز نہیں نکلیں گے۔ اگر ایمان والوں نے جنگ کی تو یہ منافق ہرگز جنگ میں بنی نضیر کی مدد نہیں کریں گے۔ اگر یہ منافق ان کی مدد کرنے گئے بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر یہ لوگ کہیں سے کوئی مدد نہیں پائیں گے۔

منسوب چراغوں سے ، طرف دار ہوا کے
تم لوگ منافق ہو ، منافق ہو بلا کے ❶

عبداللہ بن ابی، حُئی بن اخطب سے مسلسل (Continuous) رابطہ (Connection) میں ہے۔ عبداللہ انہیں اُکسا (Provoke) رہا ہے کہ یثرب چھوڑ کر نہ جاؤ۔ اُس نے یہودیوں کے دوسرے قبیلہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد (K'ab bin Asad) کو پیغام بھیجا ہے:

”تم لوگ اپنے دینی بھائیوں (بنی نضیر) کی مدد کے لیے آؤ۔“

کعب بن اسد (دولوک (Clear cut) انداز میں): ”بنی قریظہ کا کوئی فرد بھی محمد سے بدعہدی (Mis-commitment) نہیں کرے گا۔ ہم اس کام میں بنی نضیر کا ساتھ نہیں دے سکتے۔“

❶ رسول اللہ پر ایمان لانے کا اعلان اور ان کے دشمنوں سے دوستی، اس سے بڑی منافقت اور کیا ہو سکتی ہے؟

سلاّم بن مُشکم نے ایک بار پھر سنجیدگی (Seriousness) اور سمجھداری (Prudence) کا مظاہرہ کرتے ہوئے حُئی بن اخطب سے کہا ہے:

”محمد نے ہمیں جو امان دی ہے ہمیں اسے قبول کر لینا چاہئے۔ ہم نے پہلے ہی غلطی (Blunder) کی جس کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ اب دوسری غلطی کرنے میں ہم اپنا زیادہ نقصان کریں گے۔ اس وقت ہم پر کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ تم جس (عبداللہ بن اُبی) پر اُمید لگائے بیٹھے ہو، وہ وقت پر کام نہیں آئے گا۔ بنی قینقاع کے ساتھ اُس کا طرزِ عمل (Behaviour) ہمارے سامنے ہے۔ وہ محمد سے اپنی دشمنی میں ہمیں استعمال کر رہا ہے۔“

حُئی بن اخطب یہ سن کر بھی اپنی ضد (Stubbornness) پر قائم اور عبداللہ بن اُبی سے اُمید لگائے بیٹھا ہے۔ اُسے یقین ہے کہ بنی نُفیر اور عبداللہ بن اُبی کے لوگ مل کر رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کا نہ صرف مقابلہ کر لیں گے بلکہ آپ پر قابو بھی پالیں گے۔ حُئی بن اخطب نے بنی نُفیر کو اکٹھا کر کے کہا ہے:

”تم لوگ دس (10) دن میں اپنے قلعے خالی کرنے کی بجائے ان کی مرمت (Repair) کر لو تا کہ یہ مضبوط ہو جائیں۔ اپنا مال اور جانور جمع کر لو۔ قلعوں میں پتھروں اور تیروں کا ذخیرہ (Storage) کر لو۔ ہمارے پاس اتنا اناج (Food items) اور پانی کے چشمے (Water springs) موجود ہیں جو ایک سال تک ہمارے لیے کافی ہیں۔“

بنی نُفیر کے علاقہ میں قلعوں کی مرمت کی جارہی ہے۔ پتھر اور تیر جمع کئے جارہے اور پانی کے تالاب (Pond) بھرے جارہے ہیں۔ طرح طرح کا غلہ اور اناج جمع کیا جا رہا ہے۔ اتنا مال اس سے پہلے بنی نُفیر نے کبھی خریدنا نہ جمع کیا ہے۔ یہ لوگ مطمئن

بھلا محمد پورا سال ہمارا محاصرہ کر سکے گا؟

ہیں کہ ان کے پاس موجود اسباب کم از کم ایک (1) سال گزارنے کے لیے کافی (Sufficient) ہیں۔ اگر ضرورت پڑے (If needed) تو اسے سال سے زیادہ عرصہ تک بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ظاہری اسباب (Apparently) اور جنگی حکمتِ عملی (War strategy) کے اعتبار سے بنی نصیر مکمل طور پر محفوظ اور پرسکون (Peaceful) ہیں۔ وہ تو آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں:

”محمد ہمارا محاصرہ کتنے دن کر سکتا ہے؟ کیا وہ ہمیں نقصان پہنچا سکے

گا؟ پریشانی (Problems) میں ہم نہیں بلکہ محمد کے لوگ ہوں گے۔ وہ خود ہی

دل برداشتہ (Heartbroken) ہو کر واپس چلے جائیں گے۔ مسلمانوں پر

ہمارا رعب (Awe) قائم ہو جائے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اچھی طرح

معلوم ہو جائے گا کہ بنی نصیر اس علاقہ میں معزز (Respected) کیوں

ہیں۔ ہمیں مال کی کمی (Scarcity) ہے نہ اسباب (Resources) کی۔“

حُجَی بن اخطب: ”بھلا محمد پورا سال ہمارا محاصرہ کر سکتا ہے؟“

خود ہی (جواب دیا ہے): ”نہیں، میں نہیں سمجھتا کہ وہ ایسا کر سکے گا۔“

سلا م بن مشکم: ”ابھی بھی وقت ہے سمجھ جاؤ۔ اگر ایک (1) دن کے لیے بھی محمد نے

محاصرہ کر لیا تو وہ ہماری کوئی بات نہیں مانے گا۔ پھر وہ حکم دے گا اور ہم سٹیں گے۔

خدارا (For God sake) ہوش کے ناخن لو (Be sensible)۔“

سلا م بن مشکم نے ایک بار پھر حُجَی کو سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن بے سود (No

Result)

بنی نصیر میں ایک دیوانہ (Insane) بوڑھا رہتا ہے۔ اس کا نام سا رُوک بن ابی

الحقین (Saarook bin Abil Huqeeq) ہے۔ سب لوگ اس کی باتوں کا مذاق بناتے

ہیں۔ اس کی کسی بات کو اہمیت نہیں دیتے۔ آج اس کا مزاج (Mood) بڑا مختلف ہے۔

ساروک، حُجّی بن اخطب کو دیکھ کر کہہ رہا ہے:

”یہ شخص اپنی قوم کو مصیبت میں ڈال دے گا۔ اس کے پاس کوئی

خیر (Blessing) نہیں ہے۔“

حُجّی بن اخطب (غصّہ سے (With anger)): ”اب تو یہ پاگل بھی میرے خلاف باتیں

بنارہا ہے۔“

حُجّی بن اخطب سے کوئی ناراضگی (Displeasure) مول نہیں لینا چاہتا۔

ساروک کے بھائیوں نے اسے خوب مارا پیٹا (Beaten) اور حُجّی سے معافی مانگی ہے۔

اسے اپنی اور اپنے خاندان کی حمایت کا یقین دلایا ہے۔ جدی بن اخطب (Judayy bin

Akhtab) حُجّی کا بھائی ہے۔ حُجّی نے اپنے بھائی کو سخت پیغام دے کر رسول اللہ کے پاس

بھیجا ہے:

”ہم تو اپنے گھروں سے نکلیں گے نہ ہی اپنے مال سے پیچھے ہٹیں

گے۔ تم سے جو بن پائے کر لو (Do whatever you can do)، یہ ہمارا

حتمی (Final) فیصلہ ہے۔“

رسول اللہ اس پیغام کے جواب میں خاموش ہیں۔

جدی بن اخطب کے جانے کے بعد رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”بنی نضیر جنگ پر نکل (Adamant) گئے ہیں“

رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد جدی

وہاں سے اٹھ کر عبد اللہ بن اُبی کے پاس آیا ہے۔ اس نے عبد اللہ کو بتایا ہے:

”میں محمد کو دو ٹوک (Clear cut) پیغام دے آیا ہوں۔ اب ہم

تمہاری امداد (Support) کے منتظر (Waiting for) ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ

مل کر محمد کا مقابلہ کرنا ہی ہم دونوں قوموں کے حق (Favour) میں ہے۔“

عبداللہ بن اُبی کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی ابن سلول ('Abdullah bin 'Abdullah bin Ubayy ibn Suloul) رسول اللہ کا حکم سنتے ہی اپنے گھر آیا اور زرہ بکتر پہن کر جنگ کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ عبداللہ بن عبداللہ زرہ بکتر پہن کر نکلا تو جدی بن اخطب ان کے گھر ہی موجود ہے۔ یہ دیکھ کر جدی کو اندازہ (Idea) ہو گیا ہے کہ معاملہ نازک (Critical) ہے۔ وہ یہاں سے نکل کر تیزی سے حُییٰ بن اخطب کے پاس پہنچا ہے۔ جدی، حُییٰ کو بتا رہا ہے:

”محمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہے کہ بنی نضیر جنگ پر نکل

(Adamant) گئے ہیں۔ میں نے محمد کے لوگوں کو جنگ کی تیاری کرتے دیکھا

ہے۔“

حُییٰ (بے چینی (Anxiety) اور گھبراہٹ (Panic) سے): ”اچھا، یہ بتاؤ عبداللہ بن

اُبی نے کیا کہا ہے؟

جدی: میں ابن اُبی سے کسی خیر کی توقع (Expectation) نہیں رکھتا۔“

یہ سن کر حُییٰ کی عقل ٹھکانے (Realized the reality) آگئی ہے۔ اسے

احساس ہو گیا ہے کہ بنی نضیر نے عبداللہ بن اُبی پر بھروسہ (Depend) کر کے غلطی کی

ہے۔ اسے رسول اللہ کو ایسا سخت پیغام نہیں بھیجنا چاہئے تھا لیکن اب بہت دیر ہو چکی ہے۔

ہائے ہائے، ہم لٹ گئے

بنی نضیر کے ساتھ جنگ کسی طور پر آسان نہیں ہوگی۔ بنی نضیر بہت مضبوط اور طاقت ور قبیلہ ہے۔ ان سے جنگ ایک ایسا معرکہ (Battle) ہے جو موجودہ حالات میں مسلمانوں کی تقدیر (Fate) بدل سکتا ہے۔ اگر مسلمان بنی نضیر سے شکست (Defeat) کھا کر یا بغیر مقصد حاصل کئے واپس آگئے تو ان کی طاقت (Power) کا بھرم (Repute) ٹوٹ جائے گا۔ رسول اللہ نے اس موقع پر اپنے رب پر یقین کرتے ہوئے جرأت مندانہ (Courageous) فیصلہ کیا ہے۔

رسول اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل کر بنی نضیر کے علاقہ میں آگئے ہیں (صحيح بخاری: 371)۔ یہ نماز عصر کا وقت ہے۔ تمام لوگوں نے عصر کی نماز بنی نضیر کے علاقہ میں آ کر ہی ادا کی ہے۔ بنی نضیر تو پہلے سے تیار ہیں۔ انہیں دُور سے مسلمان آتے دکھائی دیتے تو یہ لوگ اپنے قلعوں میں گھس (Rushed towards) گئے ہیں۔ اب یہ قلعوں کی فصیل (Wall) سے مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور تیر اندازی (Archery) رُک گئی ہے۔ شروع میں بنی نضیر کے علاقہ میں پہنچنے والے مسلمانوں کی تعداد کم ہے۔ اس میں مسلسل اضافہ (Increase) ہو رہا ہے۔ رات تک مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو چکی ہے کہ بنی نضیر کے قلعوں کو چاروں طرف (All sides) سے گھیر لیا گیا ہے۔ اسی صورت حال میں دو (2) دن گزر گئے ہیں۔ بنی نضیر کو یقین ہے کہ بنی غطفان ان کی مدد کے لیے تین (3) دن میں پہنچ جائیں گے۔ ان کے آتے ہی بنی نضیر اپنے قلعوں سے اور بنی غطفان مسلمانوں کو پچھلی طرف سے حملہ کر کے ختم کر دیں گے۔ حُییٰ

ہائے ہائے، ہم اُٹ گئے

بن اخطب کو عبد اللہ بن اُبی سے مدد ملنے کی اُمید، جو ابھی تک خیال ہی ثابت ہوئی، دم توڑنے لگی ہے۔ بنی قریظہ کے یہودی پہلے ہی اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ رسول اللہ سے کیا گیا اپنا عہد نہیں توڑیں گے۔ اب حُئی پر مایوسی (Disappointment) چھانے لگی ہے۔ سلام بن مُشکم اور کنانہ بن صُور یہ، حُئی کے پاس آ کر کہہ رہے ہیں:

”سر دار! کہاں گیا عبد اللہ بن اُبی جس کی مدد کا ہمیں انتظار اور جس

کے وعدہ کا ہمیں یقین تھا؟ وہ ہماری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ اُس پر اعتبار

کرنے کا ہمارا فیصلہ غلط تھا۔“

حُئی بن اخطب: ”میں کیا کروں اب؟ یہ مصیبت ہمارے مقدر (Destiny) میں لکھی

جا چکی ہے۔ لیکن اب بھی ہمیں یقین اور اُمید کے ساتھ رہنا چاہئے کہ محمد ہمارے

قلعے توڑ سکتا ہے نہ ہی لمبے عرصہ (Long duration) تک محاصرہ قائم رکھ سکتا ہے۔“

محاصرہ کئے کچھ دن گزر چکے ہیں۔ بنی نضیر آرام سے قلعوں میں محفوظ ہیں جبکہ

مسلمان خیموں میں۔ دونوں طرف سے ابھی تک کوئی جانی نقصان (Collateral

damage) نہیں ہوا۔ رات کا اندھیرا (Darkness) گہرا ہو چکا ہے۔ رسول اللہ نے علی

ابن ابی طالب کے بارے میں پوچھا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ علی کسی خیمہ میں موجود نہیں

ہیں۔ رسول اللہ نے کہا ہے:

”وہ تمہارے ہی کسی کام سے گیا ہے۔“

تھوڑی دیر بعد علی، رسول اللہ کے سامنے موجود اور ہاتھ میں بنی نضیر کے عز وک

(Azwak) نامی فوجی کا سر لیے ہوئے، رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! اندھیرا اچھا جانے پر یہ آپ کے خیمہ پر حملہ کرنا

چاہتا تھا۔ میں نے اسے دیکھ لیا تو سوچا کہ آپ کے دشمن کے لیے میں اکیلا ہی

کافی ہوں۔ اللہ کے رسول! اس کے ساتھی بھی ادھر ادھر موجود ہیں۔ میرے ساتھ کچھ جاں نثار بھیج دیں تو ہم ان سے بھی محفوظ ہو جائیں گے۔“

رسول اللہ نے علی کے ساتھ دس (10) لوگ بھیج دیئے ہیں۔ یہ دشمن کے فوجیوں کو ٹھکانے لگا کر (Kill) علاقہ محفوظ بنا آئے ہیں۔

اس جنگ اور محاصرہ (Siege) کو سمجھنے کے لیے ہم ارد گرد (Surrounding) کا جائزہ (Review) لیتے ہیں۔ یہ کھجوروں کے لیے بہت قیمتی علاقہ ہے۔ عرب کی بہترین کھجور عجوبہ (Ajwah) اس علاقہ میں بڑی تعداد میں پائی جاتی ہے۔ یہ علاقہ پھلوں (Fruits) اور کھیتی باڑی (Cultivation) کے لیے بہت زرخیز (Fertile) سمجھا جاتا ہے۔ بنی نضیر کے قلعوں کے بالکل ساتھ کھجوروں کے باغ ہیں۔ یہ باغ ان کے لیے ڈھال (Shield) بنے ہوئے ہیں۔ کھجور کے باغوں کی وجہ سے بنی نضیر پر حملہ کرنا ممکن نہیں، نہ ہی ان پر تیراندازی (Archery) آسان ہے۔ وہ قلعوں میں محفوظ اور قلعوں کی دیواریں بہت بلند ہیں۔

یہاں محاصرہ جاری رکھنا بہت ہی مشکل ہے۔ مدینہ منورہ میں سخت گرمی کا موسم ہے۔ جولائی میں مدینہ منورہ کا درجہ حرارت (Temperature) چوالیس ڈگری سینٹی گریڈ (44°C) تک جاتا ہے۔ اس گرمی میں میدان میں سورج کے نیچے بغیر کسی چھت کے بیٹھنا جبکہ ہاتھ میں لوہے سے بنے ہوئے ہتھیار ہوں، کسی مصیبت سے کم نہیں ہے۔ گرمی میں پیاس کی شدت (Severity) اس محاصرہ کو مشکل سے مشکل تر بنا رہی ہے۔ بنی نضیر اپنے تمام اسباب کے ساتھ اپنے قلعوں میں محفوظ (Safe) ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ قلعوں میں محفوظ لوگوں کے خلاف کامیابی حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ مسلمان فوج کے پاس ایسا کوئی ہتھیار نہیں جو قلعوں کا نقصان کر سکے۔ یہ اعصاب کی جنگ (War of nerves) ہے۔ ابھی تک بنی نضیر آسانی میں ہیں اور مسلمان فوج مشکل میں۔ اس صورت

ہائے ہائے، ہم لٹ گئے

حال میں رسول اللہ نے ایسی حکمتِ عملی (Strategy) اپنائی ہے جو کسی کی سوچ (Thinking) اور گمان (Insight) میں نہیں۔

اگلی صبح بنی نضیر نے اپنے قلعوں کی فصیل (Rampart) سے عجیب منظر دیکھا ہے۔ ان کے مردوں کے ہاتھ پاؤں پھول (Distressed) گئے اور عورتیں چیخ رہی ہیں۔ وہ زور زور سے کہہ رہی ہیں:

”ہائے ہائے، ہم لٹ گئے، ہائے ہائے، ہم لٹ گئے“

وہ ایسا منظر ڈراؤنے خواب (Nightmare) میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بنی نضیر سنہری موقع (Golden chance) گنوا چکے ہیں۔ اگر وہ رسول اللہ کے پیغام پر علاقہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتے تو ان کے باغ نہ صرف محفوظ بلکہ ان کی ملکیت (Ownership) ہی میں رہتے۔ انہیں تو اپنے اثر و رسوخ (Influence)، ذہانت (Intelligence) اور دولت (Riches) پر ناز ہے۔

ہوا کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ نے ابولیلیٰ مازنی (Abu Lailaa Maaznite) کو حکم دیا ہے کہ وہ بویرہ (Buwayrah) کے مقام پر موجود بنی نضیر کے باغ میں سے قیمتی کھجوروں (اجوہ اور برنی Bumi) کے درخت کاٹ کر جلا نا شروع کر دیں (صحیح بخاری: 4031، صحیح مسلم: 1746/4552، مسند احمد: 5004)۔ رسول اللہ نے عبداللہ کو حکم دیا ہے کہ وہ سستی (Inexpensive) کھجوروں (لینہ Leenah etc) وغیرہ کے درخت کاٹ کر جلا دیں۔ بنی نضیر نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل دہل (Frightened) گئے ہیں۔ کھجوروں کا باغ دہائیوں (Decades) میں تیار ہوتا اور کھجوروں کی فصل پکنے (Ripe up) کے دن بھی قریب (Approaching) ہیں۔ یہ جولائی کا مہینہ ہے۔ بنی نضیر نے رسول اللہ کی طرف پیغام بھیجا ہے:

”آپ تو بہت رحم دل (Kindhearted)، فساد (Riots) سے منع

کرنے والے اور فساد کرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ہمارے درخت کیوں کاٹ رہے ہیں؟ ہرے بھرے درختوں کو کاٹنا کہاں کا انصاف ہے؟“ (الاکٹفاء: 412/1، الروض الاف: 159/6، السورة النبويه لابن کثیر: 147/3، المواہب اللدنیہ: 269/1)

جبریل، اللہ کریم کا پیغام لائے ہیں:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمْوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا
فِيَا ذُنُوبَ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ (القرآن - العشر - 5:59)

پیارے رسول! انہیں اعتراض (Objection) ہے تو آپ پر واہ نہ کریں۔ آپ نے محاصرہ کے وقت جنگی حکمت عملی کے تحت کھجور کے جو درخت اس جنگ میں کاٹے یا اپنے ٹنکوں (Trunks) پر قائم رہنے دیئے تو یہ سب اللہ کے حکم سے ہے۔ اللہ نے یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ نافرمانوں (Disobedients) کو غلط راستوں پر چلنے کی وجہ سے ذلیل و رسوا (Disgraced and dishonoured) کر دے۔ (صحیح بخاری: 4031)

اس منظر نے بنی نضیر کے حوصلے توڑ دیئے ہیں، ان کے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ (Painful) کوئی منظر ہونے نہیں سکتا۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ کھجور کے درخت قائم رہنے چاہئیں۔ اگر انہیں ابھی مدینہ منورہ چھوڑنا بھی پڑا تو کچھ عرصہ بعد طاقت کے زور پر اپنی زمینیں اور جائیدادیں واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اُس وقت کھجور کے درخت اُن کے کام آئیں گے۔ انہوں نے رسول اللہ کے پاس پیغام بھیجا ہے:

”ہم ہتھیار ڈالنے (Surrender) کو تیار ہیں، آپ ہمیں یہاں

سے نکل جانے کا موقع دے دیں۔“

ہائے ہائے، ہم اُٹ گئے

رسول اللہ: ”تم لوگ مدینہ منورہ سے نکل جاؤ، تمہاری جانیں (Lives) محفوظ رہیں گی۔

تمہارے اُونٹ جتنا مال اُٹھا سکیں تم وہ لے جا سکتے ہو، سوائے اسلحہ کے۔“

اس طرح یہ جنگ لڑے بغیر ہی ختم ہو گئی ہے۔ جلاوطنی (Exile) کی شرطیں

یوں طے کی گئی ہیں:

- 1- بنی نضیر مدینہ منورہ سے باہر جہاں چاہیں، چلے جائیں۔
- 2- بنی نضیر مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے مکمل طور پر اسلحہ کے بغیر ہوں گے۔
- 3- بنی نضیر جتنا سامان/ مال اپنے اُونٹوں پر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں۔
- 4- بچ جانے والا مال، جائیداد (Property) اور اسلحہ مسلمانوں کی ملکیت (Ownership) ہوگا۔

بنی نضیر نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”ہم نے اپنا مال لوگوں کو قرض (Loan) پر دے رکھا ہے۔ ہم وہ

وصول (Recover / recieve) کرنا چاہتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے جلاوطن

ہونے کے لیے ہماری مہلت (Deadline) بڑھا دیں۔“

رسول اللہ: ”تم (سود (Interest) ختم کر کے) قرض کی اصل رقم لو اور جلدی حاصل

کر لو۔“

سلام بن ابی الحقیق نے اُسید بن حُضیر سے ایک سو بیس (120) دینار قرض واپس لینا ہے۔ اُس نے چالیس (40) دینار سود ختم کر دیا اور اسی (80) دینار وصول کر لیے ہیں۔ سود کی رقم اصل رقم کا پچاس فیصد (50%) ہے۔

مسلمان سریانی (Syriac) اور عبرانی (Hebrew) زبانیں (Language)

نہیں جانتے۔ اس کام کے لیے رسول اللہ کے پاس ایک یہودی کاتب (Scriber) ہے جو

ان زبانوں پر عبور (Expertise) رکھتا ہے۔ رسول اللہ نے زید بن ثابت کو عبرانی اور

سریانی زبانیں سیکھنے کی ہدایت دی ہے۔ زید نے چند دنوں میں ہی یہ زبانیں سیکھ لی ہیں۔ اب سریانی اور عبرانی زبانوں کے لیے زید بن ثابت رسول اللہ کی خدمت میں موجود رہتے ہیں۔ بعد کے زمانہ میں ابوبکر ابن ابوقحافہ اور عثمان بن عفان نے قرآن مجید کی تدوین (Compilation) کے کام کی سربراہی زید بن ثابت ہی کو دی۔ (معدرسول اللہ: 30/1)

اگر تم اعلان کردو کہ بت ہماری شفاعت کریں گے.....

محاصرہ کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کو بغیر کسی شرط کے مدینہ منورہ چھوڑنے کا کہا تھا۔ بنی نضیر کے غلط فیصلوں سے اُن کے پاس یہ صورت باقی نہیں رہی۔ انہیں اب رسول اللہ کی شرطوں پر مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا ہے۔ بنی نضیر سے یامین بن عمیر (Yameen bin 'Umar) اور ابوسعید بن وہب (Abu S'ad bin Wahb) رسول اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس طرح انہیں جلاوطن ہونا پڑا نہ ہی اپنی کسی جائیداد اور مال سے ہاتھ دھونا (Forego) پڑا ہے۔ یامین نے ایمان لانے کے بعد وعدہ کیا ہے کہ وہ عمرو بن جحاش کو انجام تک پہنچائے گا۔ عمرو بن جحاش وہی شخص ہے جو رسول اللہ پر بھاری پتھر پھینکنے کے لیے چھت پر گیا اور اس کا نتیجہ بنی نضیر کی جلا وطنی کی صورت میں نکلا ہے۔ یامین نے بنی قیس (Bani Qays) کے ایک فرد کو دس (10) دینار اور کھجوروں کے بیس (20) درخت دے کر عمرو بن جحاش کو قتل کروا دیا ہے۔

بنی نضیر چھسو (600) اُونٹوں پر اپنا مال لاد کر مدینہ منورہ سے نکل رہے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ سامان لے جانا چاہتے ہیں۔ وہ ایسا سامان اُٹھا رہے ہیں جو قیمتی (Expensive) اور وزن میں کم ہو۔ بنی نضیر نے سب سے زیادہ تعداد میں سونا، چاندی اور ان سے بنا ہوا سامان اپنے ساتھ رکھا ہے۔ سلام بن ابی الحقیق نے اپنے اُونٹ پر گائے کے چمڑے (Cow Leather) سے بنا تھیلا (Bag) رکھا جو سونے اور چاندی سے بھرا ہوا ہے۔ جاتے جاتے بنی نضیر جو سامان ساتھ نہ لے جاسکے، انہوں نے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُن سے بچنے والی کوئی چیز مسلمانوں کے استعمال کے قابل نہ رہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ
 دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۗ مَا كَلَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَكَلَنُوا أَنَّهُمْ
 مَا بَعَثْتُمْهُمْ خَصُومَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَاكْتُمُوا اللَّهَ مِنْ حَيْثُ لَمْ
 يَخْتَسِبُوهَا ۗ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ
 وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ۗ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (القرآن-العشر-2:59)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! وہ اللہ ہی ہے جس نے اہل کتاب (تورات) سے تعلق رکھنے والے، انکار کرنے والوں (بنی نضیر) کو شکست (Defeat) دی، جنہوں نے سرکشی (Rebelliousness) اختیار کی اور نوبت جنگ تک آگئی، جنہیں اپنی طاقت پر بہت ناز تھا۔ ابھی پہلا ہی لشکر اُن کے مقابلہ پر گیا تھا کہ اُنہیں جلا وطنی کی صورت میں اپنے شہر سے نکلنا پڑا۔ اس طرح اُنہیں ایک اور موقع دیا گیا کہ فتنہ و فساد سے باز آجائیں، کہیں اور جا بسیں۔ تمہیں گمان (Insight) تک نہ تھا کہ وہ اتنی آسانی سے اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل جائیں گے۔ خود اُنہیں بھی گھمنڈ (Proud) تھا کہ اُن کے مضبوط قلعے اُنہیں اللہ کے غضب (Displeasure) سے بچالیں گے لیکن اللہ کا حاکمانہ فیصلہ اس رُخ (Direction) سے آیا جہاں سے آنے کا اُنہیں وہم و گمان (Wild thought) تک نہ تھا۔ تب اللہ نے اُن کے دلوں میں تمہارا رُعب (Horror) ڈالا تو اُنہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھروں کو اور پھر اہل ایمان نے اُن گھروں کو تباہ کر دیا۔ تو آنکھ والو! تم اس سے سبق سیکھو اور عبرت (Learn a lesson) حاصل کرو کہ حق کی مخالفت (Opposition) کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

بنی نضیر نے بڑے حوصلہ (Courageously) سے مدینہ منورہ چھوڑا ہے۔ انہوں نے اپنے اُونٹوں کو خوب سجایا (Decorate) ہے۔ اونٹوں پر رکھی جانے والی ڈولیوں کے پردے اس لیے ہٹا دیئے گئے تاکہ لوگ دیکھیں کہ ان کی خواتین نے ریشم (Silk)، اطلس (Gold)، چاندی (Silver) اور مخمل (Velvet) کے قیمتی لباس پہن رکھے ہیں۔ خواتین نے سرخ (Red) اور سبز (Green) رنگ کے لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان خواتین نے قیمتی جواہرات (Jewels) والے سونے اور چاندی کے زیورات پہن رکھے ہیں۔ یہودی چاہتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ان کے زیورات، قیمتی کپڑے اور دولت کا اندازہ ہو سکے۔ بنی نضیر کی عورتیں مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے گیت گارہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دف بھی بجا رہی ہیں۔ وہ اس طرح نکل رہے ہیں جیسے جشن (Celebration) منانے جا رہے ہوں۔ عبادہ بن صامت یہودیوں کے مدینہ منورہ چھوڑنے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ شہر سے باہر ذباب (Zabaab) کے مقام تک یہودیوں کے ساتھ آئے ہیں (مسرت ابن ہشام: 50/3، الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: 33/2)۔ بنی نضیر کے کچھ لوگ تو ملک شام چلے گئے اور باقی خیبر میں بسنے والے یہودیوں کے پاس چلے گئے ہیں۔

وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۗ

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ النَّارِ (الفران-العشر-3:59)

پیارے رسول! اگر آپ کے رب نے ان یہودیوں کے حق میں

جلاوطنی (Exile) لکھ نہ دی ہوتی تو انہیں ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے دنیا میں

عذاب دیتا۔ البتہ (However) آخرت میں ان کے لیے عذاب ہے۔

خیبر کے لوگ جنگ میں مہارت (Expertise) رکھتے ہیں جبکہ بنی نضیر سیاسی

اور کاروباری اعتبار سے ان سے بہت آگے ہیں۔ یوں خیبر میں یہودیوں کا ایک ایسا اتحاد

اگر تم اعلان کر دو کہ بت ہماری شفاعت کریں گے....

(Coalition) وجود میں آ گیا ہے جو آنے والے وقت میں مسلمانوں کے لیے ایک بڑا خطرہ بن سکتا ہے۔ بنی نضیر کا سردار حُئی بن اخطب، کنانہ بن ربیع اور سلّام بن ابی الحقیق خیبر میں رہنے لگے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: 285.2)

رسول اللہ نے بنی نضیر سے ملنے والا مال اور زرعی زمینوں (Agriculture

land) کو قبضہ (Possession) میں لے لیا ہے۔ اب رسول اللہ نے انصار کو جمع کیا ہے۔ رسول اللہ ان سے کہہ رہے ہیں:

”اگر تم چاہو تو میں یہ مال تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم

(Distribute) کر دوں۔ مہاجرین پہلے کی طرح تمہارے ساتھ تمہارے

گھروں میں رہتے رہیں اور تمہارے اموال (Resources) تمہیں واپس

کر دیں۔“

رسول اللہ (دوسری (2nd) تجویز): ”میں ملنے والے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دوں،

وہ تمہارے گھروں سے چلے جائیں اور تمہارے اموال بھی واپس کر دیں۔“

سعد بن عبدادہ اور سعد بن معاذ: ”اللہ کے رسول! آپ سارا مال مہاجرین میں تقسیم

کر دیں اور وہ پہلے کی طرح ہمارے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے اموال

(Wealth) بھی استعمال کرتے رہیں۔“

رسول اللہ: ”یا اللہ! انصار اور ان کی اولادوں پر رحم ہو۔“

رسول اللہ نے سارا مال مہاجرین میں تقسیم کر دیا ہے۔ بنی نضیر سے ملنے والی

زمینوں اور جائیدادوں نے جہاں مہاجرین کی رہائش کا مسئلہ حل کر دیا ہے وہیں مہاجر

خود کفیل (Self sufficient) بھی ہو گئے ہیں۔ انصار میں سے ابو دجانہ سماک ابن خرشادہ اور

سہل بن حنیف (Sahl bin Haneef) کو بھی رسول اللہ نے اس مال میں سے حصہ دیا

ہے۔ اس کی وجہ ان دونوں کی کمزور مالی حالت (Weak financial condition)

اگر تم اعلان کرو کہ بت ہماری شفاعت کریں گے....

ہے۔ بنی نضیر سے ملنے والے گھروں، قلعوں اور باغات کی وجہ سے مہاجرین خوش حال ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمان اب مدینہ منورہ شہر میں جگہ جگہ رہنے لگے ہیں۔ رسول اللہ نے بنی نضیر کے باغوں میں سے سات (7) باغ اپنے پاس رکھے، باقی سارے تقسیم کر دیئے ہیں۔ ان سات (7) باغوں کے نام ہیں:

- 1 - *Maythab* میثب
- 2 - *Saafiah* صافیہ
- 3 - *Dallaal* دلال
- 4 - *Husnaa* حسنی
- 5 - *Burqah* برقہ
- 6 - *A'awaaf* اعواف
- 7 - *Mashrabah Umm Ibrahim* مشربہ اُم ابراہیم

(مشربہ باغ کو رسول اللہ کی کنیز ماریہ قبطیہ (*Maariah Qibtiah*) کی نسبت

(Reference) سے مشربہ اُم ابراہیم کہا جاتا ہے۔ وہ بعد کے سالوں میں اس باغ میں رہا

کرتی تھیں) رسول اللہ مدینہ منورہ آنے کے بعد نبوت کی ذمہ داریاں

(Responsibilities)، ریاست کا انتظام اور اس کے سربراہ (*Head of state*) کی

حیثیت سے مصروف رہتے ہیں۔ رسول اللہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کے لیے

چندہ (*Contribution*) لیتے ہیں نہ ہی کسی سے مالی مدد۔ اب تک آپ کی پالی گئیں

بھیڑوں، بکریوں، اونٹنیوں اور گھوڑوں کی تعداد کافی ہے۔ اس کے علاوہ بنی نضیر سے ملنے

والے سات (7) باغات بھی رسول اللہ کی ملکیت ہیں۔ رسول اللہ بنی نضیر سے ملنے والے

باغوں کی کھجور بیچ کر اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کی روزی کا اہتمام کرتے ہیں (صحیح

بخاری: 5357)۔ ان باغوں کی باقی آمدنی (*Income*) سے رسول اللہ جہاد کے لیے گھوڑے اور

اگر تم اعلان کر دو کہ بت ہماری شفاعت کریں گے....

ہتھیار (Weapons) خریدتے ہیں (جامع ترمذی: 1719)۔ رسول اللہ کی آمدنی عام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ آپ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ لوگوں کی مدد کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ رسول اللہ کے بارے میں یہ گمان کہ آپ کے روزگار کا انتظام نہیں تھا، حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔

کچھ مہینوں بعد ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن عمر و بن ہشام (ابوجہل) اور ابوالاعور عمر و بن ابوسفیان مدینہ منورہ آئے ہیں۔ انہیں احساس ہے کہ بدر اور احد کی جنگ میں قریش کا نقصان ہوا ہے۔ اب علاقہ میں ان کی برتری بھی پہلے جیسی نہیں رہی۔ بنی قریظ اور بنی نضیر کا معاملہ بھی قریش کے سامنے ہے۔ یہ لوگ اس خیال سے مدینہ منورہ آئے ہیں کہ رسول اللہ سے معاملات کچھ اس انداز میں طے کر لیے جائیں کہ ان کے دین (بت پرستی) کا نقصان بھی نہ ہو اور دشمنی بھی ختم ہو جائے۔ عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی اس موقع پر بھی قریش مکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ابوسفیان، رسول اللہ سے کہہ رہا ہے:

”ابا قاسم! اگر تم لات، منات اور عزیٰ کی مخالفت (Opposition)

چھوڑ کر یہ اعلان کر دو کہ ہمارے خدا (لات، منات اور عزیٰ) مرنے کے بعد

اپنے ماننے والوں کی شفاعت (Recommendation) کریں گے۔ ان کی

عبادت کرنے والوں کو یہ خدا فائدہ دیں گے تو ہم تمہاری اور تمہارے رب کی

مخالفت چھوڑ دیں گے۔“ (جامع السیاق: 141/21، الکشف و البیان: 5/8، اسباب النزول

للواحدی: 688)

رسول اللہ تو اپنے رب کے حکم پر ایمان اور دین کی تبلیغ کرتے ہیں۔ رسول اللہ کے لیے دنیاوی اعتبار سے معاملات میں فائدہ یا نقصان کوئی معنی نہیں رکھتا۔ رسول اللہ نے ایسی کوئی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اس موقع پر جبریل، رسول اللہ کے لیے پیغام

لے کر آئے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْكٰفِرِينَ وَالمُنٰفِقِينَ اِنَّ

اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (القرآن- الاحزاب- 1:33)

پیارے رسول! آپ ہمیشہ کی طرح اللہ سے ڈرتے رہیں، اُس کے احکام پر چلتے رہیں۔ انکار کرنے والوں اور منافقوں کی بات پر ہمیشہ کی طرح توجہ نہ دیں۔ بے شک! آپ کا رب خوب جاننے والا اور زبردست حکمت والا ہے۔

ایسی ہی کوشش قریش مکہ نے ہجرت سے پہلے بھی کی تھی۔ اللہ کریم نے اُس موقع پر سورۃ الکافرون (القرآن- 109) نازل فرمائی تھی (معد رسول اللہ: 441/1)۔ قریش مکہ کی یہ کوشش جنگ اور لڑائی روکنے کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے باوجود آنے والے دنوں میں قریش نے مدینہ منورہ پر جنگ مسلط کی۔

رسول اللہ کی عمر اس وقت ستاون (57) سال ہے۔ اسی سال رسول اللہ کی چچی (علی کی والدہ) فاطمہ بنت اسد وفات پا گئی ہیں۔ رسول اللہ اپنی چچی فاطمہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ کو بچپن میں ماں کی طرح پالا۔ رسول اللہ نے انہیں دفن (Bury) کرنے کے لیے اپنی قمیص (Shirt) دی اور دفن سے پہلے ان کی قبر میں کچھ دیر کے لیے لیٹے ہیں۔ چچی کی وفات پر رسول اللہ غم زدہ (Grieved) ہیں۔ رسول اللہ اپنی چچی کے بارے میں کہہ رہے ہیں:

”میری ماں! اللہ کریم آپ کو جزائے خیر (The best reward)

دے۔ بے شک آپ بہترین ماں تھیں۔“

رسول اللہ: ”میں نے اپنی قمیص (Shirt) چچی کو اس لیے دی ہے کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے۔ میں ان کی قبر میں اس لیے لیٹا ہوں کہ ان کی قبر کشادہ (Vast)

ہو جائے۔“ (تاریخ الغیبس: 467/3)

صحابہ: ”اللہ کے رسول! ایک بوڑھی عورت کے جانے پر آپ اتنے غم زدہ کیوں ہیں؟“
رسول اللہ: ”جب میں چھوٹا تھا تو وہ میرا بہت خیال رکھتی تھیں۔ مجھے نہلاتی دُھلاتی تھیں۔
میرے لیے کھانا بناتی تھیں۔ وہ میری ماں تھیں۔“

دو خوش قسمت خواتین

رسول اللہ ﷺ نے 4 ہجری میں سیدہ زینب بنت خزیمہ (Zaynab bint Khuzaymah) سے نکاح کیا ہے۔ سیدہ کا پورا نام زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ (Zaynab bint Khuzaymah bin Haarith bin 'Abdullah) ہے۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ کا شجرہ نسب (Lineage) چوتھی (4th) پشت (Generation) عبد مناف پر رسول اللہ سے جاملتا ہے۔ ان کے نکاح کا مہر پانچ سو (500) درہم ہے۔ یہ رسول اللہ کا پانچواں (5th) نکاح ہے (فتح الباری: 490/1)۔ اس وقت سیدہ زینب بنت خزیمہ کی عمر تیس (30) اور رسول اللہ کی اٹھاون (58) سال ہے۔ عرب کی تہذیب کو سمجھنے کے لیے اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ سیدہ زینب تیس (30) سال کی عمر تک تین (3) شادیاں کر چکی ہیں، اب ان کا چوتھا (4th) نکاح رسول اللہ سے ہوا ہے۔ عرب میں یہ غیر معمولی بات نہیں ہے (معد رسول اللہ: 66/1)۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ کی پہلی (1st) شادی رسول اللہ کے چچا زاد طفیل بن حارث بن عبد المطلب (Tufayl bin Haarith bin 'Abdul Mut-talib) سے ہوئی لیکن یہ شادی زیادہ عرصہ چل نہیں سکی۔ طفیل نے سیدہ زینب کو طلاق (Divorce) دے دی۔ اس کے بعد سیدہ زینب کی شادی طفیل کے بھائی عبیدہ بن حارث سے ہوئی۔ عبیدہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد سیدہ زینب کی شادی رسول اللہ کے پھوپھی زاد عبد اللہ بن جحش سے ہوئی۔ عبد اللہ بن جحش جنگ احد میں شہید ہو گئے۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ کے لیے بھی حجرہ (Cubical) مسجد نبوی کے ساتھ شمال (North) کی جانب تعمیر کیا گیا جہاں سیدہ حفصہ کا حجرہ ہے۔ مسجد نبوی کے اردگرد اب رسول اللہ کے لیے چار (4) حجرے ہیں۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ کمزوروں اور غریبوں کی

مدد کرتی ہیں۔ انہیں اُمّ المساکین (غریبوں کی ماں) کہا جاتا ہے۔ سیدہ زینب تین (3) مہینے (کچھ تاریخ دانوں کے مطابق آٹھ (8) مہینے) رسول اللہ کے نکاح میں رہیں اور وفات پا گئیں۔ سیدہ خدیجہ کے علاوہ سیدہ زینب بن خزیمہ امہات المؤمنین (Ummahaat ul Momineen) (رسول اللہ کی بیویوں) میں سے رسول اللہ کی زندگی میں ہی اللہ کو پیاری ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ رسول اللہ نے پڑھائی اور انہیں جنت البقیع (Jannat ul Baq'ii) میں دفن کیا گیا۔ (المستدرک للحاکم: 36/4، البدايه والنہايه: 91/4، السيرة النبويه لابی شہبہ: 246/2)

دوسری خوش قسمت خاتون ہند بنت ابوامیہ حذیفہ بن مغیرہ (Hind bint Abu Umayyah Hudhayfah bin Mughayrah) کی پہلی شادی ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد (Abu Salmah 'Abdullah bin 'Abdul Asad) سے ہوئی۔ آپ ہند مخزومیہ (Hind Makhzumiah) کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں۔ ابوسلمہ رسول اللہ کی پھوپھی بڑہ بنت عبدالمطلب (Bar-rah bint 'Abdul Mut-talib) کے بیٹے اور رسول اللہ کے رضاعی بھائی (Foster brother) ہیں۔ دونوں میاں بیوی اسلام کے ابتدائی دنوں (Early days) میں ہی ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ابوسلمہ اور ہند نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ تکلیفیں (Troubles) اٹھائیں (بعد رسول اللہ: 662/1)۔ ہند اور ابوسلمہ کا ایک دوسرے سے تعلق بہت محبت والا تھا۔ ایک روز دونوں محبت بھری (Romantic) باتیں کر رہے تھے کہ ہند نے کہا:

”میں نے سنا ہے کہ کسی عورت کا شوہر وفات پا جائے اور وہ مزید

نکاح نہ کرے تو اللہ کریم ان دونوں کو جنت میں اکٹھا کر دے گا۔ آئیں ہم

وعدہ کریں کہ ہم ایک دوسرے کے بعد مزید نکاح نہیں کریں گے۔“

ابوسلمہ (پیارے بھرے انداز میں): ”کیا تم میری بات مانو گی؟“
 ہند (اسی محبت بھرے انداز میں): ”بالکل مانوں گی۔ کیوں نہیں، آپ بتائیے“
 ابوسلمہ: ”اگر تم سے پہلے میں وفات پا جاؤں تو میرے بعد تم نکاح کر لیا۔“
 ابوسلمہ: ”یا اللہ! میرے بعد ہند کو مجھ سے بہتر شوہر مل جائے جو اسے دکھ اور تکلیف نہ پہنچائے۔“ (سنن ترمذی: 3511، امتاع الاسماع: 54/6، سیر اعلام النبلاء: 203/2)

ہند: ”ابوسلمہ کی وفات کے بعد میں رسول اللہ کے پاس گئی تو اللہ کے رسول نے مجھ سے کہا:
 ”دعا مانگو کہ اللہ تمہیں اور ابوسلمہ کو بخش دے۔ تمہیں اُس سے اچھا
 متبادل (Replacement) عطا کرے۔“ (سنن ابی داؤد: 3115، سنن ترمذی: 977)

ہند: ”میں رسول اللہ کی بتائی ہوئی دُعا مانگا کرتی تھی۔ جب بھی مجھے متبادل
 (Replacement) ملنے کا خیال آتا تو میں سوچا کرتی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا
 ہے؟ انہوں نے مجھے ہمیشہ خوش رکھا۔ مجھے کبھی کوئی دکھ یا تکلیف نہیں دی۔ اس
 سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟“ (سنن ابی داؤد: 3115، سنن نسائی: 1826، سنن ابن ماجہ: 1447)

ایک دن حاطب ابن ابی بلتعہ (Haatib ibn Abi Balf'ah)

میرے پاس رسول اللہ سے نکاح کا پیغام لے کر آئے۔ میں نے اپنے لیے
 عزت (Honour) محسوس کی اور حاطب کے ہاتھ رسول اللہ کو یہ پیغام بھجوایا:

ہند: ”مجھے ڈر ہے کہ میں آپ کے شایان شان (Equal in stature) شریک حیات نہیں
 (Life partner) ہوں۔ میری زندگی کا بہترین حصہ گزر چکا ہے۔“
 1- میرے لیے سوکن (Rival / Co wife) کے ساتھ گزارا کرنا مشکل ہے۔
 مجھ میں غیرت کا جذبہ (Possesive nature) بہت زیادہ ہے۔

2- میں بچوں والی ہوں (مجھ پر بچوں کی ذمہ داری ہے)

3- میرا کوئی والی (Guardian) نہیں ہے (میرا کوئی بزرگ (Elder) یا

سرپرست نہیں ہے)

4- میں بڑی عمر میں ہوں (اب میں جوان نہیں ہوں)

یہاں ایک بار پھر ہمیں عرب کی تہذیب پر غور کرنا پڑے گا۔ سیدہ ہند، رسول اللہ سے کہہ رہی ہیں کہ میں بڑی عمر میں ہوں جبکہ آپ کی عمر اٹھائیس (28) سال ہے۔ عرب میں عمومی طور پر لڑکیوں کا پہلا نکاح دس گیارہ (10-11) سال کی عمر میں ہو جاتا ہے۔ اس لیے سیدہ کا خیال ہے کہ اب ان کی عمر زیادہ ہو چکی ہے۔ اگر اسے آج کے سماجی (Social) اور معاشی (Economic) حالات میں دیکھا جائے تو ہمیں بہت عجیب معلوم ہوگا۔ ہمیں رسول اللہ کی زندگی کے واقعات کو چودہ سو (1400) پہلے کے عرب کی تہذیب اور معاشرہ میں دیکھنا ہوگا۔ (معد رسول اللہ: 55/1)

رسول اللہ نے مجھے جواب بھجوا یا:

1- میں اللہ کریم سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اندر دوسروں کے ساتھ گزارا کرنے

(Pull on) کا جذبہ پیدا کر دے۔

2- تمہارے بچوں کی کفالت (Sponsorship) میرے ذمہ ہے۔

3- جہاں تک تعلق ہے، والی یا سرپرست کا نہ ہونا۔ تمہارے والی جو اس دُنیا سے جا چکے

یا اس دُنیا میں موجود ہیں، وہ تمہاری میرے ساتھ شادی ناپسند نہیں کریں گے۔ (مسند

احمد: 6902) (عرب کی تہذیب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ عرب میں والی کے بغیر لڑکی

کی شادی ممکن نہیں (معد رسول اللہ: 55/1))۔

4- رہی عمر کی بات تو میں تم سے بڑا (Elder) ہوں۔“

ہند کے رسول اللہ سے نکاح میں سیدہ کے بیٹے سلمہ (Salmah) نے والی کی

ذمہ داری نبھائی ہے (مسند احمد: 6902)۔ یوں ہند رسول اللہ کے گھر تشریف لے آئی ہیں۔

تاریخ انہیں اُمّ سلمہ (Umm Salmah) کے نام سے پہچانتی ہے۔ یہ رسول اللہ کا چھٹا (6th) نکاح ہے۔ اس وقت سیدہ اُمّ سلمہ کی عمر اٹھائیس (28) اور رسول اللہ کی اٹھاون (58) سال ہے۔ یہ نکاح سیدہ زینب بنت جحش کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ آپ سیدہ زینب بنت جحش کے حجرہ میں رہتی ہیں (تابع الغیب: 468/1)۔ مسجد کے ساتھ رسول اللہ کے لیے اب بھی چار (4) حجرے ہی موجود ہیں۔ رسول اللہ کی دعا سے اُمّ سلمہ کا تعلق رسول اللہ کی دوسری بیویوں سے بہت محبت والا رہا ہے۔ رسول اللہ کی بیویوں میں سے سیدہ اُمّ سلمہ نے سب سے آخر میں وفات پائی۔

رسول اللہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے عرب کے دوسرے لوگوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ مکہ کی طرح اب مدینہ منورہ اور تمام عرب میں رسول اللہ کے صادق اور امین ہونے کی شہرت (Reputation) پھیل چکی ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے رسول اللہ کی سچائی اور اعلیٰ ترین کردار ہونے کے بارے میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ رسول اللہ بھیڑ بکریاں پالنے کے علاوہ تجارت بھی کرتے ہیں۔ رسول اللہ کے پاس گھوڑوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ رسول اللہ کی ایک بدو (Bedouin) سے ملاقات ہوئی ہے۔ بدو ایک گھوڑا بیچ رہا ہے۔ رسول اللہ کو اُس کا گھوڑا پسند آ گیا ہے۔ بات چیت کے بعد گھوڑے کی قیمت طے پا گئی ہے۔ رسول اللہ نے قیمت طے کر لینے کے بعد بدو سے کہا ہے:

”اُو میرے ساتھ چلو۔ میں اس کی قیمت ادا کر کے گھوڑا تم سے لے لیتا ہوں۔“

بدو اس بات کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ گھر کے راستے میں چلتے ہوئے رسول اللہ کی رفتار (Speed) بدو سے زیادہ جبکہ بدو آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ دونوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو گیا ہے۔ راستے میں کچھ دیہاتیوں نے بدو کے پاس ایک اعلیٰ گھوڑا دیکھا ہے۔ وہ دیہاتی نہیں جانتے کہ رسول اللہ یہ گھوڑا خرید چکے ہیں۔ بدو نے دیہاتیوں سے زیادہ قیمت

مانگی جس کے لیے وہ تیار ہو گئے ہیں۔ بدو نے لالچ (Greed) کرتے ہوئے رسول اللہ سے کہا ہے:

”میں یہ گھوڑا ان لوگوں کو بیچ رہا ہوں۔“

رسول اللہ: ”لیکن تم تو یہ گھوڑا میرے ہاتھ بیچ چکے ہو۔“

بدو: ”میں نے یہ گھوڑا تمہیں نہیں بیچا۔“

دیہاتی لوگ (بدو سے): ”تم ابوالقاسم کو جھٹلا رہے ہو جو صادق (سچے) ہیں؟“

یہ بحث جاری ہے کہ خزیمہ بن ثابت (Khuzaymah bin Thaabit)

انصاری ادھر آنکے ہیں۔ لوگوں کو جمع دیکھ کر وہ بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ بدو نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اگر میں نے یہ گھوڑا تمہیں بیچ دیا ہے تو اس کا گواہ کون ہے؟ تم اس

بات کا گواہ لے آؤ تو میں یہ گھوڑا تمہاری قیمت پر تمہیں دینے کو تیار ہوں۔“

خزیمہ: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ تم یہ گھوڑا قیمت طے کر کے رسول اللہ کے ہاتھ بیچ چکے ہو۔“

اب یہ مسئلہ (Problem) حل ہو گیا ہے۔ بدو نے رسول اللہ سے قیمت وصول

کر کے گھوڑا رسول اللہ کو دے دیا ہے۔ رسول اللہ خزیمہ بن حارث سے پوچھ رہے ہیں:

”تم نے یہ گواہی کیسے دے دی کہ میں نے یہ گھوڑا بدو سے خریدا لیا

تھا؟“

خزیمہ: ”اللہ کے رسول! ہمارا ایمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمیشہ سچ اور حق بات

کرتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک گھوڑا خریدنے کے لیے آپ غلط بیانی کریں۔

مجھے اس گواہی کے دینے میں کوئی ڈر، خوف یا ہچکچاہٹ (Hesitation) نہیں تھی۔“

خزیمہ نے رسول اللہ پر ایمان ہونے کا صحیح مظاہرہ (Exhibit) کیا ہے۔ اللہ

کریم اپنے پیارے رسول کے بارے میں فرماتا ہے کہ میرا رسول تو بولتا ہی نہیں جب تک کہ میں اُسے حکم نہ دوں (القرآن- النجم- 3:53)۔ رسول اللہ خزیمہ کی بات سن کر بہت خوش ہیں۔ آپ مہربانی کرتے ہوئے خزیمہ سے کہہ رہے ہیں:

”خزیمہ! آج سے تمہاری ایک (1) گواہی دو (2) مردوں کی

گواہی کے برابر ہے۔“

اس کے بعد خزیمہ بن ثابت کو صاحب ذوالشہادتین کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا شخص جس کی ایک گواہی دو (2) مردوں کی گواہی کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری: 2807، سنن ابی

داؤد: 3607، سنن نسائی: 4651، مسند احمد: 11692، 8408، 5913)

نکاح پڑھانے والا اللہ کریم اور گواہ جبریل ①

بڑہ بنت جحش بن ریاب (Bar-rah bint Jahsh bin Ryaab) کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی اسد سے ہے۔ بڑہ 590 عیسوی میں مکہ میں پیدا ہوئیں۔ بڑہ نہایت خوب صورت ہیں۔ بڑہ اور ان کا خاندان اسلام کے ابتدائی دنوں میں ہی رسول اللہ پر ایمان لے آئے۔ مکہ میں ان کا گھر نہایت عالی شان (Glorious) تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد ابوسفیان نے ان کے گھر پر قبضہ (Occupy) کر لیا۔

عرب کے لوگوں کا اسلام پر ایک بہت بڑا اعتراض (Objection) یہ ہے کہ آزاد لوگ اور غلام برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ گورے اور کالے میں کوئی فرق نہیں، یہ فلسفہ (Philosophy) ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ وہ اس کے لیے کسی طور پر بھی تیار نہیں ہیں۔ رسول اللہ نے ایمان لانے والے غلاموں کے ساتھ برابری کا سلوک کیا تو عرب اس کو دیوانگی (Insanity) اور روایات سے بغاوت (Rebellion) سمجھتے رہے۔ بلال حبشی کو عڑت ملنے پر مکہ کے سردار بہت پریشان اور غصہ میں رہے۔ اللہ کے رسول نے اپنے رب کے حکم پر برابری (Equality) کا نظام قائم کر دیا ہے۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد یہ نظام مزید مضبوط (Strengthen) کیا جانا ہے۔ رسول اللہ نے بڑہ بنت جحش کا رشتہ (Proposal) اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے لیے مانگا ہے۔

قریش کے خاندان کی نہایت خوبصورت اور اس معاشرہ میں اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی کے لیے آزاد کردہ حبشی غلام کا رشتہ، اسلام سے پہلے ایسا سوچا بھی نہیں

① نکاح پڑھانے والا اللہ کریم اور گواہ جبریل (صحیح بخاری: 7421، سنن نسائی: 3254، سنن احمد: 10782)

جاسکتا تھا۔ بڑہ کے بھائی نے اس رشتہ سے انکار کر دیا ہے۔ بڑہ کے علم میں اس رشتہ کے بارے میں آیا تو انہوں نے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! بھلا میں ایک حبشی (زید بن حارثہ) سے شادی کیسے کر لوں؟ میں عرب کے معزز ترین (Most respected) قبیلہ کی کنواری (Unmarried) لڑکی ہوں۔ آپ جانتے ہیں میرا نسب (خاندان) زید کے نسب سے کہیں اعلیٰ ہے۔ میں زید بن حارثہ سے شادی نہیں کروں گی۔ مجھے زید پسند ہی نہیں۔“

اللہ کریم کا حکم نازل ہوا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا (القرآن- الاحزاب- 36:33)

پیارے رسول! ایمان لانے والوں کو بتادیتے کہ جب کسی معاملہ (Matter) میں اللہ اور اُس کا رسول، اللہ کے نظام کے تحت کوئی فیصلہ کر دیں تو مومن مرد اور مومن عورتوں کا کوئی اختیار (Authority) باقی نہیں رہتا۔ یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہئے کہ جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی (Disobedience) کرے تو وہ گمراہی میں دھنس (Plunged) جاتا ہے۔

اللہ کریم کا یہ حکم نازل ہونے کے بعد بڑہ رسول اللہ سے پوچھ رہی ہیں:

”اللہ کے رسول! کیا آپ زید سے میری شادی پر خوش ہوں گے؟“

رسول اللہ: ”ہاں۔ بلاشبہ (Without any doubt) میں نے زید کو تمہارے لیے پسند کیا ہے۔“

برہ کی شادی زید بن حارثہ سے ہوگئی ہے۔ رسول اللہ نے طبقاتی نظام (Social classes) کو ختم کرنے کے لیے سب سے بڑا قدم اٹھایا ہے۔ ایک آزاد کردہ حبشی غلام کی شادی قریش کے معزز (Honourable) قبیلہ میں ہوگئی ہے (طبقات ابن سعد: 101/8)۔ اس نکاح کے وقت زید کی عمر بیستالیس (45) سال ہے۔ اُم ایمن برکہ بنت ثعلبہ پہلے ہی زید کے نکاح میں ہیں۔ رسول اللہ کے خاندان میں آپ ہی کے آزاد کردہ غلام کی شادی یقیناً عرب میں انقلاب (Revolution) ہے۔ اس کی وجہ رسول اللہ کا لایا ہوا نظام اور آپ کے ماننے والوں کی آپ پر جاں نثاری ہے۔ زید بن حارثہ نے برہ کو دس (10) دینار، ساٹھ (60) درہم، اورٹھنی (Headcover) ، چادر (Shawl) ، زرہ، تقریباً بتیس (32) کلوگرام آناج (Grain / Food Items) اور تقریباً پانچ (5) کلوگرام کھجوریں مہر کے طور پر دی ہیں (تفسیر ابن کثیر، الاحزاب: 37:33)۔

برہ اور زید کی شادی کو ایک (1) سال گزر گیا ہے۔ برہ اور زید بن حارثہ کے مزاج (Nature / habits) میں بہت فرق (Difference) ہے۔ دونوں کا آپس میں گزارہ مشکل ہے۔ زید کو برہ کے رویہ (Attitude) سے عموماً شکایت رہتی ہے۔ برہ غصہ میں ہوں تو زید بن حارثہ سے کہتی ہیں:

”میں آزاد شدہ نہیں ہوں۔“

زید بڑی مشکل میں ہیں۔ زید نے برہ کو طلاق (Divorce) دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ اس کے لیے رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! میں یہ شادی مزید نہیں چلا سکتا۔ میں برہ کو طلاق

دینا چاہتا ہوں۔“

رسول اللہ (زید کو سمجھاتے ہوئے): ”اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو۔“

(سنن ترمذی: 3207، مسند احمد: 12511، سنن البری للنسائی: 220/10، السیرۃ النبویہ لابن کثیر: 481/3، سبل الہدیٰ و

الرشاد: 439/10)

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ
عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ (القرآن-

الاحزاب- 33: 37، صحیح بخاری: 7420، 4787)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! یہ منافق اب اللہ اور اُس کے رسول کے فیصلوں پر بھی اعتراض کرتے اور طعنہ زن ہیں۔ سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ رسول اللہ کی طرف سے سنائے جانے والے فیصلے اللہ کے ہی فیصلے ہیں۔ ان فیصلوں سے رسول اللہ اپنا ذاتی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ نہ ماننے والوں نے یہ فتنہ اُس وقت اُٹھایا جب رسول اللہ زید کو سمجھاتے ہیں جسے اللہ نے نعمت (Blessing) دی اور اللہ کے رسول نے بھی اُس پر احسان (Kindness) کیا۔ رسول اللہ زید کو سمجھا رہے ہیں کہ اپنی بیوی (بڑہ) کو اپنے نکاح میں رکھو اور اس معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ رسول اللہ اُسے کہہ رہے ہیں: اگر تمہیں اپنی بیوی سے شکایت (Complaint) ہے تو اُسے بیان (Discuss) کرو اپنے دل میں نہ رکھو۔ زید اپنے دل میں طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ اس ارادہ کو ظاہر (Reveal) کرنے والا ہے۔

اس کے بعد بھی زید بن حارثہ نے یہ شادی چلانے کی کوشش کی لیکن دونوں کے مزاج کا فرق ختم نہ ہو سکا۔ بالآخر (Finally) زید نے بڑہ کو طلاق دے دی ہے۔

زید بن حارثہ، رسول اللہ کے منہ بولے بیٹے ہیں۔ عرب میں روایت (Tradition) ہے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کو بھی حقیقی (Real) بیٹے کی بیوی کا درجہ

(Status) حاصل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی نکاح کے لیے محرم (حرام)۔
 (Forbidden) سمجھی جاتی ہے۔ اللہ کریم نے اس غلط روایت کو ختم کرنے کا حکم بھیجا ہے۔
 بڑہ کی زید بن حارثہ سے طلاق کو کچھ مہینے گزر چکے ہیں۔ رسول اللہ اپنے گھر والوں کے ساتھ
 بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ پر وحی نازل ہونے کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں۔ اللہ کریم کا حکم
 لے کر جبریل آئے ہیں۔ حکم یوں ہے:

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكُنِيَ لَا يَكُونُ عَلَى
 الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَلَمَّا
 أَمَرَ اللَّهُ مَفْعُولًا (القرآن - الاحزاب - 37:33)

پیارے رسول! آپ اس بات سے مت ڈریں کہ منہ بولے بیٹے
 کی سابقہ (Ex) بیوی سے نکاح کرنے پر لوگ کیا کہیں گے۔ اللہ کریم نے اس
 غلط روایت کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ زید نے جب اپنی بیوی بڑہ کو طلاق
 دے دی تو اللہ نے آپ کا نکاح بڑہ سے کر دیا ہے۔ اللہ کے قانون کے
 مطابق منہ بولے بیٹے کی بیوی، حقیقی بیٹے کی بیوی کے حکم میں نہیں ہے۔ اللہ
 کریم کے اس حکم کے بعد ایمان لانے والوں پر کوئی حرج (Harm) نہیں کہ
 وہ اپنے منہ بولے بیٹوں کی سابقہ بیویوں سے نکاح کر لیں۔ اللہ کریم نے اس
 حکم کے ذریعے ایمان لانے والوں کو واضح طور پر (Clearly) اس سلسلہ میں
 اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ بے شک اللہ کا حکم نافذ (Implement) ہو کر رہی
 رہتا ہے۔

وحی کا نزول مکمل ہوا تو رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”کون ہے جو بڑہ کو جا کر بتائے کہ اللہ کریم نے آسمانوں پر اُس کا

نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔“

رسول اللہ کی کنیز سلمیٰ (Salmaa) یہ خبر لے کر بڑہ کے پاس آئی ہے۔ بڑہ نے اللہ کریم کا حکم سنتے ہی خوشی سے اپنے گلے (Neck) میں پہنا ہوا زیور (Jewellery) اُتار کر سلمیٰ کو دے دیا ہے۔ بڑہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز (Prostrate) ہو گئی ہیں۔ (المستدرک للحاکم: 6775, 3253) رسول اللہ بڑہ کے پاس تشریف لائے ہیں۔ بڑہ رسول اللہ سے پوچھ رہی ہیں:

”اللہ کے رسول! کیا ہمارا نکاح آسمانی حکم سے ہوا ہے؟ اس نکاح

کا گواہ کون ہے؟“

رسول اللہ: ”ہمارا نکاح پڑھانے والا اللہ کریم اور اس کا گواہ جبریل ہے۔“ (المصنوع

الکبیر للطبرانی: 40/24)

رسول اللہ نے سیدہ بڑہ سے نکاح ذاتی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کریم کے حکم سے کیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیدہ بڑہ سے نکاح کا پیغام (Proposal) رسول اللہ نے نہیں بھیجا بلکہ یہ نکاح اللہ کریم نے کر دیا ہے۔ سیدہ بڑہ کے بارے میں سیدہ عائشہ کا بیان ہے:

”بڑہ کا رسول اللہ سے اللہ کریم کا خود نکاح پڑھانا بہت بڑا اعزاز

(Honour) ہے۔ رسول اللہ کی بیویوں میں آپ کے نزدیک مرتبہ (Status)

میں میری مد مقابل (Matching) بڑہ ہی تھی۔“ (المستدرک للحاکم: 6775، صحیح

بخاری: 6192، المسئلة الصمحة: 441)۔ یوں سیدہ زینب بنت جحش (Zaynab bint

رسول اللہ نے نکاح کے موقع پر بڑہ کا نام بدل کر زینب (Zaynab) رکھ دیا ہے

(صحیح بخاری: 6192، المسئلة الصمحة: 441)۔ یوں سیدہ زینب بنت جحش (Zaynab bint

(Jahsh) اُمّ المؤمنین بن گئی ہیں۔ سیدہ زینب بنت جحش رسول اللہ کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب (Umaymah bint 'Abdul Mut-talib) کی بیٹی ہیں۔ یہ رسول اللہ کا ساتواں (7th) نکاح ہے۔ رسول اللہ نے اس نکاح کا مہر پانچ سو (500) درہم ادا کیا ہے۔ رسول اللہ سے نکاح کے وقت سیدہ زینب بنت جحش کی عمر پینتیس (35) اور رسول اللہ کی اٹھاون (58) سال ہے۔ سیدہ زینب بنت جحش کے لیے بھی حجرہ شمال (North) میں بنایا گیا ہے۔ اب مشرق (East) میں دو (2) حجرے سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ کے لیے جبکہ شمال (North) میں تین (3) حجرے سیدہ حفصہ، سیدہ اُمّ سلمہ اور سیدہ زینب بنت جحش کے لیے ہیں۔ یوں مسجد کے اردگرد رسول اللہ کے لیے پانچ (5) حجرے بنائے گئے ہیں۔ اُنس بن مالک کی والدہ اُمّ سلیم (Umm Saleem) نے اس موقع پر کھجور، ستو (Barley husk)، جو (Barley) اور گھی سے جیس (Hees) (عرب میں کھایا جانے والا کھانا) تیار کر کے بھیجا ہے۔ یہ نکاح 4 ہجری میں ہوا ہے (فتح الباری: 587/8، عون الاثر: 441)۔

اس شادی کے ولیمہ (Reception) پر رسول اللہ نے بکری (Goat / lamb) قربان کر کے ضیافت (Feast) کا اہتمام کیا ہے (صحیح مسلم: 1428/3503، سنن ابی داؤد: 3743)۔ رسول اللہ نے اُنس کو بھیجا ہے کہ وہ آپ کے دوستوں کو ضیافت کی دعوت دیں۔ (سنن ترمذی: 3218)

اس ضیافت کے بعد کچھ لوگ خوش گپیوں (Chit chat) میں مصروف ہو گئے جبکہ رسول اللہ تکلف (حفاظت - Formality) کرتے ہوئے انہیں جانے کے لیے نہیں کہہ رہے (مسند احمد: 11459، صحیح مسلم: 1365/3500)۔ اللہ کریم نے اس موقع پر جبریل کو پیغام دے کر بھیجا ہے۔ (مسند احمد: 10778، صحیح مسلم: 1428/3502، صحیح بخاری: 4781)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤَدَّكُمْ
إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِ إِيَّاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا

طَعْنْتُمْ فَأَنْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْسِنِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ
يُؤَذِي ۝ النَّبِيَّ فَيَسْتَعِجُ مِنْكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَسْتَعِجُ مِنَ الْحَقِّ ۗ
وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۗ
ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۗ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ
اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۗ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ
اللَّهِ عَظِيمًا (القرآن - الاحزاب - 53:33)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! رسول اللہ اور اُن کے گھر
والوں کے متعلق آداب (Manners) سیکھ لو۔ یونہی بغیر بلائے (Without
invitation) رسول اللہ کے گھر نہ چلے جایا کرو، اس سے اُن کی تنہائی
(Privacy) میں خلل (Disturbance) آتا ہے۔ اگر وہ تمہیں کھانے
پر بلائیں تو اُن کے ہاں جاؤ لیکن خیال رہے کہ کھانا بننے سے پہلے ہی نہ جا
بیٹھو اور کھانا بننے کا انتظار کرتے رہو۔ اسی طرح کھانا کھالینے کے بعد وہاں
سے واپس چلے آؤ۔ وہیں بیٹھے باتوں میں مشغول (Busy) نہ ہو جاؤ۔ رسول
اللہ کو اس بات سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ وہ تمہارا لحاظ (Regard) کرتے
ہوئے تمہیں کچھ نہیں کہتے۔ اللہ کو حق بات کہتے ہوئے شرم (Shyness)
محسوس نہیں ہوتی اس لیے وہ تمہیں صاف صاف بتا رہا ہے۔

اگر تمہیں نبی کے گھر سے کوئی چیز لیننی یا دینی ہو تو بلا اجازت
(Without permission) گھر میں داخل نہ ہوا کرو۔ گھر کے باہر ٹھہر کر
پردے کے باہر سے لے لیا یادے دیا کرو۔ ایسا کرنا تمہارے اور رسول اللہ
کے گھر والوں کے لیے پاکیزہ ہے۔ میرے رسول پر ایمان لانے والو! رسول
اللہ کے لیے تکلیف کا باعث (Reason) نہ بنو۔ رسول اللہ کی بیویاں تمہاری

ماکین ہیں۔ اس لیے اُن سے تمہارا نکاح حرام ہے جیسے تمہاری حقیقی ماؤں کے ساتھ تمہارا نکاح حرام (Haraam / Forbidden) ہے۔ رسول اللہ کے وصال (وفات) کے بعد بھی اُمّ المؤمنین سے نکاح نہ کرو۔ بے شک! اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپالو، اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے۔

سیدہ زینب، رسول اللہ کی دوسری بیویوں سے کہا کرتی ہیں:

”رسول اللہ سے تمہارا نکاح، تمہارے گھر والوں نے جبکہ میرا

نکاح خود اللہ کریم نے پڑھایا ہے۔“ (صحیح بخاری: 7420, 7421، سنن نسائی: 3254، مسند

احمد: 11453, 10782)

رسول اللہ کے سیدہ زینب بنت جحش کے نکاح پر یہودیوں نے آپ کی کردار نشی (Charactar assassination) شروع کر دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ایک دن زید کے گھر گئے تو اُن کی بیوی (زینب) کو دیکھ کر ان سے نکاح کرنے کے خواہش مند ہوئے۔ خواتین کے لیے پردہ کرنے کا حکم اسی سال نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ، سیدہ زینب کو اپنی پھوپھی زاد ہونے کی وجہ سے پختیس (35) سال سے دیکھ رہے اور مل رہے ہیں۔ یہ خیال کہ رسول اللہ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو دیکھا تو اُسے شادی کا پیغام بھجوایا، بالکل بے بنیاد (Absolutely baseless) ہے۔ رسول اللہ نے ہی تو زید سے سیدہ زینب کا نکاح کروایا تھا۔

رسول اللہ کے سر میں درد (Headach) ہے۔ سیدہ زینب، رسول اللہ کا سر دبا رہی ہیں۔ کچھ عورتیں رسول اللہ کے پاس آئی ہیں۔ وہ رسول اللہ سے شکایت کر رہی ہیں کہ مہاجر شوہروں کی وفات کے بعد اُن کی بیواؤں (Widows) کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ وہ ایسی صورت میں کہاں جائیں؟ سیدہ زینب بنت جحش اُن عورتوں سے باتیں کرنے میں

مشغول (Busy) ہو گئی ہیں۔ انہوں نے باتیں کرتے ہوئے بھول کر رسول اللہ کا سرد بانا چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ان سے پیار سے کہہ رہے ہیں:

”زینب! تم نے آنکھوں اور ہاتھوں سے تو باتیں نہیں کرنی۔

باتیں کرتی رہو اور میرا سر بھی دباتی رہو۔“

سیدہ زینب پھر سے رسول اللہ کا سرد بار ہی ہیں۔ رسول اللہ نے حکم دیا ہے:

”عورتوں کو ان کے مہاجر شوہروں کی جائیداد اور مال میں وارث

(Heir) بنایا جائے۔“

عبداللہ بن مسعود فوت ہوئے تو ان کی بیوی ان کے مدینہ منورہ والے گھر کی

وارث بنیں۔ (مسند احمد: 6178)

رسول اللہ کی دو (2) بیویوں کا نام زینب ہے۔ ایک کا نام سیدہ زینب بنت

خزیمہ اور دوسری (2nd) کا نام سیدہ زینب بنت جحش ہے۔

آؤ سب مل کر حملہ کریں

اب 5 ہجری کا زمانہ ہے۔ جنگ اُحد کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات مزید خراب (Deteriorate) ہو گئے ہیں۔ اس دوران بنی نضیر کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا جا چکا ہے۔ بنی نضیر کے یہودی لوگوں سے قرضے وصول کرنے کے بعد اپنے گھروں سے مال و دولت اور سامان (Belongings) کے ساتھ خیبر میں جا بسے ہیں۔ بنی نضیر کی مدینہ منورہ سے جلا وطنی کے بعد خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں تیز کر دی ہیں۔ انہوں نے خیبر کے اردگرد کے قبیلوں کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانا شروع کر دیا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی شام اور فلسطین جانے والی تجارت خطرہ میں پڑ گئی ہے۔ یہودیوں نے بنی غطفان کو پیسوں کا لالچ دے کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

یہودیوں نے مدینہ منورہ سے جلا وطنی کو اپنی توہین (Insult) جانتے ہوئے مسلمانوں کو ختم کرنے کے منصوبوں پر غور کرنا شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے ایک وفد قریش مکہ کی طرف روانہ کیا جو قریش کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی دعوت دینے گیا ہے۔ ایسی صورت میں یہودیوں نے بھی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی حامی (Consent) بھری ہے۔ اس طرح یہودیوں نے قریش مکہ کے ساتھ اپنا اتحاد (Alliance) قائم کر لیا ہے۔ قریش مکہ نے بنی رکنانہ اور بنی ثقیف (Bani Thaqif) جیسے بڑے قبیلوں کو بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اپنے ساتھ تیار کر لیا ہے۔

مدینہ منورہ کے شمال (North) میں بنی غطفان (Bani Ghitfan) اور بنی فزارہ (Bani Fazaarah) آباد ہیں۔ یہودیوں نے ان قبیلوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے خیبر کی آئندہ سال آنے والی کھجور کی ساری فصل (Crop) انہیں دینے کا وعدہ کیا

ہے۔ یہ پیش کش قبیلہ بنی سلیم کے لیے بھی ہے۔ اُن قبیلوں کے لیے خیبر کے علاقہ کی کھجور کی تمام فصل ملنا، اُن کی توقع (Expectation) سے کہیں زیادہ ہے۔ تینوں قبیلے فوری طور پر مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ بنی مُصطلق (Bani Mastlaq) کے سردار حارث ابن ابی ضمہ (Haarith ibn Abi Damrah) نے اس جنگ کی تیاری بڑے زور و شور (Full swing) سے شروع کر دی ہے۔ سب نے مل کر گھوڑے اور بڑی تعداد (Quantity) میں جنگ کا سامان خریدا (Purchase) ہے (السخاوی لواءہ: 343/1)۔ یہودی اور مدینہ منورہ کے قریب بسنے والے بنی غطفان، بنی فزارہ اور بنی مُصطلق مدینہ منورہ سے مسلمانوں کا وجود (Existence) ہی مٹا دینا چاہتے ہیں۔

مدینہ منورہ کا تجارتی راستہ شمال (North) میں عراق سے گزرتا ہے۔ مدینہ منورہ کے تجارتی قافلے شام سے کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر سامان (Items) لے کر آتے جاتے ہیں۔ اس کے لیے انہیں دو متہ الجندل (Doma-tul Jandal) کے علاقہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ قبیلہ دو متہ الجندل کے لوگوں نے اچانک (Suddenly) مدینہ منورہ کے قافلوں کا راستہ روکنا شروع کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ اتفاقہ (By chance) نہیں ہے۔ ایسا یہودیوں کے ساتھ مل کر کیا جا رہا ہے۔ قریش مکہ اور یہودی چاہتے ہیں کہ کسی طرح رسول اللہ مدینہ منورہ سے باہر نکلیں تو آپ کو قتل کر دیا جائے، ساتھ ہی آپ کی غیر موجودگی میں سارے اتحادی مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کر دیں۔ یہ سازش بڑی سوچ بچار (Due diligence) کے بعد تیار کی گئی ہے۔

رسول اللہ کے علم میں جب ان تیار یوں کی اطلاع آئی تو آپ نے اس کی تصدیق (Confirmation) کے لیے بُریدہ بن حصیب اسلمی (Buraydah bin Haseeb Aslamite) کو بنی مُصطلق کی جاسوسی (Spying) کے لیے بھیجا ہے۔ بُریدہ اکیلے ہی دشمن کے علاقہ اور فوج میں گھس (Intruded) گئے ہیں۔ بُریدہ نے بنی مُصطلق

کو یقین دِ لایا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصّہ لینا چاہتے ہیں۔ بُریدہ اپنی تسلی (Confirmation) کے لیے آئے ہیں کہ واقعی حملہ کرنے کی تیاری کی جارہی ہے یا نہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر آتا ہوں تاکہ وہ سب بھی اس جنگ میں اُن کا ساتھ دیں۔ یوں بُریدہ تمام ضروری معلومات لے کر رسول اللہ کے پاس واپس آگئے ہیں۔ ان معلومات کی بنیاد پر رسول اللہ نے بنی مُصطلق قبیلہ کی طرف پیش قدمی (Advance) کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مہم پر جاتے ہوئے رسول اللہ نے اپنی بیویوں میں سے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی (Draw) کی تو سیدہ عائشہ کا نام نکلا ہے (صحیح بخاری: 4141، فتح الباری: 581/8، سیرت ابن ہشام: 310/3)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق اس مہم میں سیدہ عائشہ اور سیدہ اُم سلمہ (دونوں) رسول اللہ کے ساتھ ہیں۔ (الہمازی للوالدی: 327/1)

بنی مُصطلق، بنی خُواعہ کی ایک شاخ ہے جو بحر احمر (Red sea) کے کنارے قُدید (Qudayd) کے مقام پر آباد ہے۔ یہ جگہ سمندر سے تقریباً (80) کلومیٹر دُور واقع ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ سے ایک ہزار (1,000) سال پہلے تیج (Tubb'a) شاہ یمن جب مدینہ منورہ سے واپس لوٹا تو اس مقام پر ٹھہرا۔ اُس وقت بڑی تیز ہوا چلی جس سے اُس کے ساتھیوں کے خیمے پھٹ گئے۔ اسی وجہ سے اِس مقام کو قُدید کہا جانے لگا۔ قُدید ایک زرخیز (Fertile) وادی ہے۔ عرب کا مشہور بُت منات (Manaat) اسی علاقہ میں نصب (Fixed) ہے۔ عرب کے کچھ قبیلے منات کا حج کرتے ہیں۔ بنی خُواعہ اِس بُت کی عبادت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: 1643)

قبیلہ بنی مُصطلق پر حملہ کرنے کے لیے رسول اللہ نے عبد اللہ بن اُبی کوشکر کی قیادت (Lead) کرنے کی دعوت دی ہے۔ عبد اللہ بن اُبی نے اِس دستہ کی قیادت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ عبد اللہ بن اُبی کے انکار کے بعد رسول اللہ نے خود قیادت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ رسول اللہ اپنی اُونٹنی قُصویٰ پر سوار ہیں۔ رسول اللہ نے ابویوب انصاری کو

مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔

مسلمان فوج نے 2 شعبان 5 ہجری کو مدینہ منورہ سے کوچ (Move) کیا ہے (الغازی للوالدی: 341/1)۔ اس لشکر میں سات سو (700) فوجی شامل ہیں۔ اس غزوہ میں عبداللہ بن اُبی سمیت بڑی تعداد میں منافع شرکت (Participation) کر رہے ہیں۔ منافقوں کے اس جنگ میں شامل ہونے کی ایک وجہ مسلمانوں کا اعتماد (Confidence) بحال (Restore) کرنا ہے، جو جنگ اُحد سے اُن کے واپس آ جانے کی وجہ سے بہت کم ہو چکا ہے۔ (تاریخ اسلام للذہبی (الغازی): 259، البدایہ والنہایہ (محقق): 384/4)۔ مسلمانوں کے پاس تیس (30) گھوڑے ہیں۔ ان میں انصار کے بیس (20) اور مہاجرین کے (10) گھوڑے شامل ہیں (الغازی للوالدی: 361, 343/1)۔ رسول اللہ کے دو (2) گھوڑے بھی اس جنگ میں شامل ہیں۔ رسول اللہ کے گھوڑوں کے نام لزااز (Lazaaz) اور ظرب (Zarib) ہیں۔

پیش قدمی (Advance movement) کرتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ دشمن کا ایک جاسوس (Spy) آیا ہے۔ اس سے معلومات لینے کے بعد اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ جاسوس کے قتل کی خبر دشمنوں تک پہنچ گئی ہے اور مسلمان فوج کی پیش قدمی (Movement) کی بھی۔ اس سے حارث ابن ابی ضرار (Haarith ibn Abi Dar-rar) اور اُس کے ساتھی خوف زدہ (Frightened) ہو گئے ہیں۔ آس پاس (Nearby) سے آئے ہوئے قبیلے بھی یہ خبر سن کر واپس چلے گئے ہیں (سیرت ابن ہشام: 302/3)۔ یوں مسلمانوں کو بنی مُصطلق پر نفسیاتی (Psychological) برتری حاصل ہو گئی ہے۔

مسلمان فوج نے بنی مُصطلق کے چشمہ مرسیع (Marees'i) کے پاس پڑاؤ (Camped) ڈالا ہے۔ رسول اللہ کے لیے چڑے سے بنا ہوا خیمہ نصب کیا گیا ہے۔ رسول اللہ نے بذاتِ خود (Personally) لشکر کی صف بندی (To line up) کی ہے۔ رسول اللہ نے مہاجرین کا علم ابو بکر ابن ابوقحافہ کو دیا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق

مہاجرین کا علم عمار بن یاسر کو دیا گیا ہے۔ انصار کا علم سعد بن عبادہ کو دیا گیا ہے۔ دشمن فوج کا علم مسافع بن صفوان کے پاس ہے۔ (النعادی للواہی: 345/1) بنی مُصطلق کے سردار حارث ابن ابی ضمہرہ کی بیٹی بڑہ بھی یہیں موجود ہے۔ کچھ دن پہلے حارث کی بیٹی بڑہ بنت حارث (Bar-rah bint Haarith) نے ایک خواب دیکھا ہے:

”گویا کہ چاند، یثرب سے چلا آ رہا اور آ کر ان کی گود میں گرا

ہے۔“

انہوں نے اس خواب کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ اس خواب کے تین (3) دن بعد مسلمان فوج بنی مُصطلق کے علاقہ میں پہنچ گئی ہے۔ رسول اللہ نے بنی مُصطلق کے لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ اس کا جواب نفی (No) میں آیا ہے۔ ساتھ ہی دشمن کی طرف سے ایک تیر مسلمان فوج پر پھینکا گیا ہے۔ دشمن کی طرف سے تیر آنے کے بعد رسول اللہ نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نعرہ ہے ”منصور، اُمتِ اُمت“، یعنی ”جیت ہماری ہوگی، دشمن پر موت اُترے گی۔“ بڑہ کا بیان ہے:

”میرے والد حارث ابن ابی ضمہرہ نے مسلمان فوج دیکھی تو کہا:

”ہمارے پاس جنگ کرنے کے لیے ایک (1) ایسا لشکر آیا ہے،

جس کا مقابلہ کرنے کی ہم میں ہمت (Strength) نہیں ہے۔“

میں خود دیکھ رہی تھی کہ اس قدر بڑی تعداد میں فوج اور گھوڑے کہ

بیان سے باہر۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد میں نے مسلمان فوج کو دیکھا تو تعداد

اُس سے کہیں کم تھی جو جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران نظر آ رہی تھی۔“

تھوڑی سی مزاحمت (Resistance) کے بعد بنی مُصطلق پر قابو پایا گیا ہے۔

اس مہم میں ایک (1) مسلمان مجاہد (Fighter) شہید ہوا جبکہ بنی مُصطلق سے دس (10)

لوگ مارے گئے ہیں۔ جنگ میں مرنے والوں میں دشمن فوج کا علمبردار مسافع بن صفوان (Masaafay bin Safwaan) بھی شامل ہے۔ (شرح الرذالی علی الواہب: 7/3، المغازی

للوالدی: 345/1)

اس معرکہ میں مال غنیمت بھی حصہ میں آیا۔ دو ہزار (2,000) اُونٹ اور پانچ ہزار (5,000) بکریاں مال غنیمت میں آئی ہیں۔ مال غنیمت کی تقسیم میں ایک (1) اُونٹ دس (10) بکریوں کے برابر رکھا گیا ہے۔ گھڑسوار کو تین (3) حصے دیئے گئے ہیں۔ دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ بذاتِ خود (Personally) جنگ میں حصہ لینے کا (المغازی للوالدی: 347/1، طبقات ابن سعد: 64/2)۔ رسول اللہ نے اس جنگ میں دو (2) گھوڑے استعمال کئے لیکن اپنے لیے ایک گھوڑے کا حصہ ہی وصول کیا ہے۔

رسول اللہ نے مال غنیمت سے مسعود بن ہنیدہ (Mas'ood bin Haneedah) کو اُونٹ اور بکریاں دی ہیں۔ انہوں نے ہجرت کے موقع پر رسول اللہ کو راستہ بتایا تھا۔ مسعود بہت خوش ہیں۔ انہیں فکر ہے کہ وہ اُونٹ اور بکریاں سنبھالیں کیسے اور اپنے ساتھ لے کر کیسے جائیں؟ مسعود، رسول اللہ کے پاس آ کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول اُونٹ اور بکریاں سنبھالنا میرے لیے بہت مشکل

ہے۔ مجھے بکریاں یا صرف اُونٹ دے دیں۔“

رسول اللہ (مسکراتے ہوئے): ”تم کیا چاہتے ہو؟ بکریاں یا اُونٹ؟“

مسعود: ”اللہ کے رسول مجھے اُونٹ دے دیں۔“

رسول اللہ: ”مسعود کو دس (10) اُونٹ دے دیئے جائیں۔“

رسول اللہ نے مسعود کو یہ مال خمس (Khums - 20%) (اپنے حصہ۔ 20%)

میں سے دیا اور انہیں بتایا بھی ہے۔ (المغازی للوالدی: 346/1)

رسول اللہ کی سخاوت کا عالم یہ ہے کہ مانگنے والے کو اُس کی طلب سے کہیں زیادہ

دیتے ہیں۔ رسول اللہ کے بارے میں ایک شخص کا بیان ہے:

”لوگوں کو عطا کرتے ہوئے محمد کو اپنے فاقہ (Hunger) کا خیال

بھی نہیں رہتا۔“ (صحیح مسلم: 2312/6020، 2312/6021، سنن احمد: 107/18، دلائل النبوة

للبيهقي: 327/1، البدايه والنبايه: 48/8، صحیح ابن حبان: 354/10)

دیکھا جو ان کو بانٹتے، میں نے بھی بڑھ کے شوق سے

دستِ طلب بڑھا دیا، دستِ عطا کے سامنے ❶

بنی مصطلق کی جنگ میں سات سو (700) قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہیں۔

سارے قیدی مدینہ منورہ لائے گئے ہیں۔ ان میں بڑہ بنت حارث بھی شامل ہیں (صحیح

بخاری: 2541)۔ ان کا شوہر مسافع بن صفوان جنگ میں مارا گیا ہے (طبقات ابن سعد: 217/6)۔ بڑہ

کہتی ہیں:

”جب میں قیدی بنی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر (Interpretation)

نظر آنے لگی۔“ (السنن درک للعالم: 27/4)

قیدی تقسیم ہوئے تو بڑہ، ثابت بن قیس بن شامی (Thaabit bin Qays bin

Shaami) کے حصہ میں آئی ہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق بڑہ، ثابت بن قیس کے چچا زاد

کی کنیز (Bondwoman) بنی ہیں۔ بڑہ چونکہ ایک سردار کی بیٹی اور ناز و نعم

(Pampered) میں پلی ہیں، ان کے لیے کنیز بننا ناقابل قبول (Unacceptable) ہے۔

اس صورت حال میں ان کے پاس کوئی حل بھی نہیں ہے۔ بڑہ بہت پریشان ہیں۔ بڑہ نے

ثابت بن قیس سے مکاتبت (Correspondence for freedom) کی ہے کہ انہیں

فدیہ (Ransom) لے کر رہا کر دیا جائے۔ ثابت بن قیس اس کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

ثابت نے رہائی کی شرط نو (9) اوقیہ چاندی رکھی ہے یعنی تین سو ساٹھ (360) درہم۔

❶ رسول اللہ بائٹ رہے ہوں تو کسی قسم کی کمی نہیں رہتی۔ مجھے بھی ان سے ملا اور طلب سے زیادہ ملا ہے۔ (احمد رضا خان)

مکاتبت کرنے کے بعد بڑہ اس سوچ (Thought) میں ڈوبی ہیں کہ رقم (Amount) کا انتظام کیسے کیا جائے؟ وہ تو کنیز ہیں اور اپنے وطن سے دُور بھی۔ ان کے لیے رہائی اس مکاتبت کے بعد بھی ناممکن (Impossible) نظر آتی ہے۔ بڑہ نے ہمت (Courage) دکھائی اور رسول اللہ کے گھر آگئی ہیں۔ رسول اللہ اس وقت سیدہ عائشہ کے پاس ہیں۔ سیدہ عائشہ بتاتی ہیں:

”بڑہ نہایت خوش مزاج (Pleasant)، دل کش (Attractive)

حسن و جمال (Beauty) اور سانولا رنگ (Olive skinned) رکھتی تھی۔

جو کوئی بڑہ کو دیکھتا اپنی نظریں نہ ہٹا پاتا۔ رسول اللہ میرے پاس موجود تھے کہ بڑہ میرے حجرہ کے دروازہ پر آ کر کھڑی ہوگئی تو میں نے اُسے دیکھا، مجھے اُس کا آنا برا لگا کیونکہ مجھے خیال گزرا کہ بڑہ کا حسن و جمال جو میں دیکھ

رہی ہوں، رسول اللہ بھی دیکھیں گے۔“ (مسند احمد: 5115، سیرت ابن ہشام: 279/2)

بڑہ (حجرہ کے اندر آ کر): ”اللہ کے رسول! میں اپنے قبیلہ کے سردار حارث ابن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ میرا نام بڑہ ہے۔ اب میں ثابت بن قیس کی کنیز ہوں۔ میرا معاملہ آپ سے چھپا (Hidden) ہوا نہیں ہے۔ میں نے ثابت سے مکاتبت کر لی ہے۔ میں آپ سے اس سلسلہ میں مدد لینے آئی ہوں۔ آپ مجھے اس غلامی سے نجات

دلائیں۔“ (مسند احمد: 5115، سنن ابی داؤد: 3833، المستدرک للعاکم: 8716)

رسول اللہ: ”کیا تم اپنے لیے اس سے بہتر چیز چاہتی ہو؟“

بڑہ: ”وہ کیا ہے؟“

رسول اللہ: ”تمہاری مکاتبت کی رقم ادا کر کے میں تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔“

بڑہ: ”مجھے منظور ہے۔“

رسول اللہ: ”میں نے ایسا کر دیا“ (مسند احمد: 5115، سنن ابی داؤد: 3931)

رسول اللہ نے بڑہ کا فدیہ ادا کیا اور ان سے نکاح کر لیا ہے۔ ان کا فدیہ ہی ان کا مہر ہے۔ رسول اللہ نے بڑہ کا نام بدل کر جویریہ (Javayriah) رکھ دیا ہے (المستدرک للعاکم: 2714)۔ اب جویریہ بنت حارث اُمّ المؤمنین ہیں۔ یہ رسول اللہ کا آٹھواں (8th) نکاح ہے۔ اس نکاح کے وقت سیدہ جویریہ کی عمر بیس (20) اور رسول اللہ کی اٹھواں (58) سال ہے۔ سیدہ جویریہ کے لیے حجرہ شمال (North) کی جانب بنایا گیا ہے۔ رسول اللہ کی سیدہ جویریہ سے شادی کی خبر ملنے پر صحابہ بہت خوش ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے محسوس کیا کہ قیدی جو اب ان کے غلام اور کنیزیں ہیں، سیدہ جویریہ کے رشتہ دار ہیں۔ اس نسبت (Reference) سے یہ رسول اللہ کے سسرالی (In Laws) ہیں۔ یہ کسی طور مناسب (Fair) نہیں کہ صحابہ رسول اللہ کے سسرالی رشتہ داروں کو غلام اور کنیزیں بنا کر رکھیں۔ انہوں نے مشورہ کیا اور سب قیدی آزاد کر دیئے ہیں (مسند احمد: 5115)۔ سیدہ عائشہ بتاتی ہیں:

”رسول اللہ نے جویریہ سے شادی کی تو بنی مصطلق کے ایک سو (100) گھرانے یعنی سات سو (700) سے زیادہ لوگ آزاد کر دیئے گئے۔ میں نہیں جانتی کہ کوئی عورت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے برکت والی (Blessed) ثابت ہوئی ہو۔“ (مسند احمد: 5115، سیرت ابن ہشام: 207/3، الروض الاف: 277)

البناءہ والنباہ: 182/4، الاتعاع الاساع: 314/13

سیدہ جویریہ: ”رسول اللہ نے مجھے آزادی دینے کے بعد مجھ سے نکاح کیا تو کسی کو حکم نہیں دیا، مسلمانوں نے خود ہی میری قوم کے قیدی رہا کر دیئے۔ مجھے قیدیوں کی رہائی کی خبر ایک کنیز سے ملی تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔“ (الغازی للوالدی: 348/1)

دوسری طرف حارث ابن ابی ضرّار کو اس بات کی فکر کہ ان کی بیٹی قیدی بنائی گئی ہے۔ اُس کی رہائی کے لیے انتظام کرنا چاہئے۔ انہوں نے فدیہ ادا کرنے کے لیے اسباب

(Resources) اکٹھے کئے اور مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع کر دیا ہے۔ وادی عقیق (Aqeeq Valley) پہنچے اور اپنے اُونٹوں پر نظر ڈالی تو خیال آیا کہ میں دو (2) قیمتی اُونٹ علیحدہ کر لوں اور انہیں اپنے لیے رکھ لوں۔ انہوں نے وہ اُونٹ چھپا کر وادی میں باندھے اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ کے پاس پہنچ کر باقی اُونٹ پیش کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”آپ میری بیٹی کا فدیہ یہ ان اُونٹوں کی صورت میں لے کر اسے رہا کر دیں۔“

رسول اللہ: ”اُن دو (2) اُونٹوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہیں آپ چھپا کر وادی عقیق میں باندھ آئے ہیں؟“

حارث ابن ابی ضرّار یہ بات سن کر حیران ہیں۔ یہ بات تو حارث کے علاوہ کسی اور کے علم میں نہیں ہے۔ یہ بات رسول اللہ کو کیسے معلوم ہو گئی؟ حارث کہہ رہے ہیں:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یقیناً (Certainly) آپ اللہ کے رسول ہیں۔ خدا کی قسم! اللہ کے سوا کسی کو میرے اس کام کی خبر نہیں تھی یقیناً آپ سچے رسول ہیں۔“ (مسند القابہ: 381/1، الاصابہ: 673/1)

انہی دنوں میں ہشام بن صبابہ (Hishaam bin Sabaabah) کا بھائی مسلمانوں سے غلطی سے مارا گیا ہے۔ ہشام کا بھائی مقیس بن صبابہ (Muqays bin Sabaabah) مدینہ منورہ آیا ہے۔ مقیس نے رسول اللہ پر ایمان لانے کا اعلان کیا ہے۔ مقیس نے رسول اللہ سے اپنے بھائی کا خون بہا مانگا ہے۔ رسول اللہ نے خون بہا ادا کر دیا ہے۔ مقیس کچھ دن مدینہ منورہ میں رہا۔ وہ اس موقع کی تلاش میں یہاں رہا کہ اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کر دے۔ ایسا ہی ہوا۔ یوں مقیس خون بہا لے کر بھی مسلمان کو قتل کر کے مکہ واپس چلا گیا اور ایمان سے پھرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 278/2)

تم مہاجرین کو اپنا مال دینا بند کر دو ❶

بنی مصطلق کے خلاف کامیابی عبداللہ بن اُبی کو اچھی نہیں لگی (الغازی
لوالی: 345/1)۔ عبداللہ بن اُبی نے اس جنگ کے بعد بنی مصطلق کے لوگوں کو آزاد کرنے کو
غلط رنگ (Twist) دیا ہے۔ اس نے مہاجرین سے کہا ہے:

”نبی نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی (Abuse) کی ہے۔ تمہارا حق
(Right / belonging) تم سے لے کر واپس کر دیا ہے۔ اگر مالِ غنیمت واپس
کرنا تھا تو تم لوگوں نے اس لڑائی کے لیے اپنی جانوں کو خطرے میں کیوں ڈالا؟
نبی نے جو یہ بنتِ حارث سے نکاح کر کے تم لوگوں کو مجبور کیا ہے کہ تم بغیر کسی
فدیہ (Redemption) کے غلاموں کو آزاد کر دو۔ اب تم خالی ہاتھ مدینہ منورہ جاؤ
گے۔“

آنصار: ”وہ کیسے؟“

عبداللہ بن اُبی: ”وہ ایسے کہ تم مالِ غنیمت سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ مجھے حیرت اس
بات پر ہے کہ تم لوگوں نے مالِ غنیمت واپس کیوں کر دیا؟ اگر نبی نے بنی مصطلق
میں نکاح کیا ہے تو تمہیں اس سے کیا؟ تم اپنے مال سے کیوں محروم کئے جاؤ؟“

عبداللہ بن اُبی نے دیکھا کہ وہ مہاجرین اور آنصار کو رسول اللہ کے خلاف
بھڑکانے (Incite) میں کامیاب نہیں ہو سکا تو اُس نے مہاجرین اور آنصار کو آپس میں
لڑانے کا سوچا ہے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جبجاہ بن سعید (Jahjaah bin
Sa'eed) مہاجر اور سنان بن وُبر (San-naan bin Wabar) آنصاری کا آپس میں

تم مہاجرین کو اپنا مال دینا بند کر دو۔ (صحیح بخاری: 4900)

گھوڑے کو پانی پلانے پر جھگڑا ہو گیا ہے۔ دونوں نے پانی نکالنے کے لیے اپنا اپنا ڈول (Container) کنوئیں میں ڈالا۔ دونوں کے ڈول ایک جیسے ہیں۔ ان میں سے ایک نے پانی سے بھرا ڈول نکالا تو دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ ڈول میرا ہے۔ ان کے درمیان بحث (Arguments) شروع ہو گئی ہے۔ جہاہ نے غصہ کرتے ہوئے سٹان پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ سٹان کا خون بہ رہا ہے (الغازی للوالدی: 321/1)۔ دونوں نے مدد کے لیے اپنے اپنے ساتھیوں کو بلا لیا ہے۔ عبداللہ بن اُبی انہیں لڑنے کے لیے اُکسار رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ لڑائی بڑھ جائے یہ بات رسول اللہ کے علم میں آگئی ہے۔ رسول اللہ نے ان کا جھگڑا ختم کروا دیا ہے۔

(صحیح بخاری: 4405)

عبداللہ بن اُبی مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور رسول اللہ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہے۔ عبداللہ نے اپنے دس (10) قریبی منافق ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور انہیں کہہ رہا ہے:

”اللہ کی قسم! آج جیسی ذلت و رسوائی (Humiliation and

Disgrace) میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی۔ دیکھو ان مہاجرین نے کیسا

ظلم کیا ہے۔ انہوں نے ہمارے وطن میں رہ کر ہم پر غلبہ (Domination)

حاصل کر لیا۔ انہوں نے ہمارا احسان (Favour) بھلا دیا ہے۔ تم نے

مہاجرین کو اپنے شہر اور گھروں میں جگہ دی، اپنا مال دیا، یہاں تک کہ یہ مال

دار (Wealthy) ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے احسانوں (Favours) سے

بھی خوش نہیں ہیں۔ تم محمد کے دفاع (Defence) میں لڑے، تم نے اپنے بچے

یتیم (Orphan) کروا ڈالے، تمہاری تعداد کم ہو گئی اور یہ تعداد میں تم سے

بڑھ گئے ہیں۔ جو کچھ بھی ہوا، اس کے ذمہ دار تم لوگ خود ہو۔ اللہ کی قسم! تم

انہیں اپنا مال دینا بند کر دو یہ خود ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ اپنے شہر

واپس جا کر جو معزز (منافق) ہے وہ ذلیل (ایمان والوں) کو نکال دے گا۔“

(صحیح بخاری: 4900، المغازی للوالدی: 352/1، سیرت ابن ہشام: 303/3)

اس مجلس میں مالک (Maalik)، سوید (Swayd)، اوس بن قینظلی (Aws bin Qainzi)، معتب بن قشیر (Mo'atab bin Qasheer)، زید بن اللصیت (Zayd bin Al-Laseet) اور عبد اللہ بن نبتل ('Abdullah bin Nabtal) شامل ہیں۔ زید بن ارقم (Zayd bin Arqam) بھی یہیں موجود (Present) ہیں۔ زید ابھی نو عمر (Young) ہیں۔ زید کا تعلق عبد اللہ بن اُبی کے ساتھیوں سے نہیں۔ ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے عبد اللہ اور اُس کے ساتھیوں نے ان کی موجودگی کی پرواہ (Care) نہیں کی۔ زید کو کم عمری کے باوجود عبد اللہ بن اُبی کی باتیں بُری لگی ہیں۔ زید نے ساری بات رسول اللہ تک پہنچا دی ہے۔ عمر بن خطاب، رسول اللہ کے پاس موجود ہیں۔ زید بن ارقم کی باتیں سن کر رسول اللہ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ عبد اللہ بن اُبی کے قتل کا حکم جاری کریں۔ رسول اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ رسول اللہ کے پُوحے پر عبد اللہ بن اُبی نے جھوٹی قسم اٹھائی اور ساری بات سے پھر گیا ہے (صحیح بخاری: 4901)۔ زید کی بتائی ہوئی باتوں سے انکار کیا ہے۔ اس طرح عبد اللہ بن اُبی نے قسم اٹھا کر زید بن ارقم کو جھوٹا کہا ہے (صحیح بخاری: 4900)۔ یہاں موجود بنی خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ سے کہا ہے:

”اللہ کے رسول! زید بن ارقم کم عمر بچہ ہے، ضرور اُسے بتانے میں

غلطی ہوئی ہے۔“ (سیرت ابن ہشام: 277/2)

رسول اللہ (عبد اللہ بن اُبی کے صاف انکار کے بعد): ”زید! کہیں تمہیں عبد اللہ بن اُبی کی بات سننے یا سمجھنے میں غلطی تو نہیں ہوئی؟“

زید: ”اللہ کے رسول! جو سنائیں نے آپ کو وہی بتایا ہے۔“ (المغازی للوالدی: 321/1)

زید پریشان ہیں کہ عبد اللہ بن اُبی نے انہیں جھوٹا کہا ہے۔ اللہ کریم تو دلوں کے حال جانتا ہے۔ رسول اللہ اپنی اُوٹنی پر سوار ہیں۔ زید بن ارقم کی اُوٹنی رسول اللہ کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ زید بار بار رسول اللہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ زید دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو رہا ہے۔ آپ کی پیشانی (Forehead) پر پسینے کے قطرے (Drops) نظر آرہے ہیں۔ آپ کی اُوٹنی کے اگلے دونوں پاؤں بوجھل (Heavy) ہو گئے ہیں۔ اُوٹنی نے اپنے پاؤں موڑ لیے ہیں۔ زید کو اندازہ ہو گیا ہے کہ اللہ کا پیغام نازل ہو رہا ہے (الاعازی للوالدی: 323/1)۔ اللہ کریم نے رسول اللہ کو حقیقت حال (Factual position) یوں بتائی ہے:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَكُذِبُونَ ۖ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ
سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى
قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْبِغْ
لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسْنَدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ
هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ۖ إِنَّهُ يُوَفُّكَونَ ۝

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا
رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ
أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا وَيَلَّهِ خِزْيًا إِنَّ السَّمُوتَ وَالْأَرْضَ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۗ يَقُولُونَ لِمَنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا الْأَعْزَمُ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۗ وَيَلَّهِ الْعِزَّةُ لِلرَّسُولِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (القرآن- الماعون- 1-8:63)

پیارے رسول! جب آپ کے پاس منافق آئیں، تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ یہ گواہی بھی دیتا ہے کہ منافق آپ کے ساتھ وفاداری (Loyalty) کے اپنے دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔ یہ آپ کی رسالت کا اعلان دل سے نہیں کر رہے۔ یہ سب کو دھوکہ (Deceit) دے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال (Shield) بنا لیا ہے۔ یہ اس طرح لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جو کچھ بھی یہ کرتے ہیں، وہ بہت ہی برا ہے۔ اس لیے کہ یہ پہلے ایمان لائے پھر انکار کرنے والے ہو گئے ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر (Seal) لگا دی گئی ہے، اب یہ کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کا قد بُت (Look and feel) آپ کو متاثر (Impress) کرے گا (صحیح بخاری: 4903)۔ اگر یہ بات کریں تو اُس کو سن بھی لیں لیکن یہ اس طرح بے کار ہیں جیسے سہارا (Support) دے کر کھڑی کی گئی لکڑی۔ بغیر سہارے کے اس لکڑی کا کھڑا رہنا ممکن نہیں۔ یہ سمجھتے ہیں ہر آواز ان پر ہی کسی (Calling) جا رہی ہے، حقیقت میں یہی لوگ

دُشمن ہیں۔ پیارے رسول! آپ ان سے محتاط (Careful) رہیں، اللہ ان کو برباد کرے گا، دیکھئے کیسے بھٹکتے (Lost) پھر رہے ہیں۔

جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے (توبہ) استغفار کرے تو یہ سر پھیر (Turn their faces) کر چلے جاتے ہیں۔ آپ انہیں اس حالت میں دیکھیں گے کہ بڑے متکبرانہ (Proud) انداز سے یہ اعراض (Avoid) کرتے ہیں۔ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں سب یکساں (Equal) ہے۔ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہ گستاخ و بے ادب (Rude) اور فاسق و منافق (Bad character and hypocrite) لوگ ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا: جو مہاجر رسول اللہ کے ساتھ ہیں تم انہیں ضروریات (Provisions) پوری کرنے کے لیے خرچہ نہ دو، یہاں تک کہ وہ نبی کا ساتھ چھوڑ جائیں۔ سب جان لیں زمین و آسمان کے خزانے (Treasures) اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ منافق کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ منورہ کی طرف لوٹے تو جو معزز (Honoured) ہے وہ وہاں سے ذلیل (Dishonoured) کو نکال دے گا حالانکہ عزت صرف اللہ، اُس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافق لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

رسول اللہ: ”زید! اللہ کریم نے تمہاری تصدیق (Confirmation) بھیج دی ہے۔“ (صحیح

بخاری: 4900، صحیح مسلم: 2772/7024، جامع ترمذی: 3312، 3313، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: 535/2)

رسول اللہ (شفقت (Compassion) سے زید کا کان پکڑ کر): ”تم نے اپنے کان

تم مہاجرین کو اپنا مال دینا بند کر دو

سے سن کر میری محبت میں مجھ سے ساری بات بیان کی۔“ (سیرت ابن ہشام: 278/2، السیرۃ النبویہ

لابن کثیر: 300/3، البدایہ والنہایہ: 180/4، دلائل النبویہ للبیہقی: 57/4)

اللہ کریم کی طرف سے وحی نازل ہونے پر عبد اللہ بن اُبی کی جھوٹی قسم سب کے سامنے ہے۔ عبد اللہ کی مہاجرین اور انصار کو لڑانے کی کوشش نے ماحول کشیدہ (Tense) کر دیا ہے۔ قریب ہے کہ انصار اور مہاجرین آپس میں اُلجھ پڑیں۔ عبد اللہ بن عبد اللہ بن اُبی نے رسول اللہ کو اپنے والد کی سازش (Conspiracy) سے آگاہ کیا اور درخواست کی ہے کہ اس صورتِ حال کو سنبھالیں۔ رسول اللہ نے مہاجرین اور انصار کو سمجھایا اور فوری طور پر مدینہ منورہ واپس چلنے کا حکم دیا ہے۔ سفر کے دوران عبد اللہ بن عبد اللہ بن اُبی دوبارہ رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر کہہ رہا ہے:

”اللہ کے رسول! مدینہ منورہ میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ میرے والد کے قریب نہیں۔ میرے والد (عبد اللہ بن اُبی) کا ارادہ ہے کہ مہاجرین اور انصار کو آپس میں لڑائے اور موقع پا کر آپ کو قتل کر دے۔ اللہ کے رسول! اب چونکہ میرے والد کا ارادہ آپ کے قتل کا ہے، اس لیے وہ واجب القتل (Obligatory Killing) ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے والد کو انصار یا مہاجرین میں سے کوئی قتل کرے۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوگا۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا کام تمام کر دوں۔“ (المستدرک للعاکم: 6491، سیرت ابن ہشام: 279/2)

رسول اللہ: ”میں نہیں چاہتا کہ عبد اللہ بن اُبی کو قتل کیا جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ کہیں کہ محمد اپنے لوگوں کو قتل کروا دیتا ہے“ (صحیح بخاری: 3518)

اس جنگ کے نتیجے میں مدینہ منورہ کے تجارتی راستے پر مسلمانوں کا کنٹرول (Control) قائم ہو گیا ہے۔ اب اس طرف جانے والے تجارتی قافلے محفوظ ہیں۔ تجارتی اعتبار سے یہ مسلمانوں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ اپنے دشمنوں اور منافقوں پر بھی مہربانی کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے عبد اللہ بن ابی کو جو ہر وقت اسلام اور آپ کے خلاف سازشیں حتیٰ کہ قتل کرنے کی کوشش میں ہے، معاف کر دیا ہے۔

منافقوں نے رسول اللہ اور آپ کے گھر والوں کو بطور خاص نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے تاکہ رسول اللہ کی گھریلو زندگی بے سکونی (Unrest) کا شکار ہو جائے۔ اُن کی کوشش ہے کہ اُمہات المؤمنین کی جو عزت ایمان لانے والوں میں ہے اُسے کسی طرح کم کیا جاسکے۔ اب منافق رسول اللہ کی گھر والیوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔

یہ تو کھلا بہتان ہے ①

بنی مصطلق کے خلاف کامیابی، سیدہ جویریہ کی وجہ سے قیدیوں کو آزادی ملنا، مہاجرین اور انصار کو لڑوانے میں ناکامی، جھوٹی قسم اٹھانا اور اللہ کریم کی طرف سے وحی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملنا عبد اللہ بن اُبی کو پسند نہیں آیا۔ اس کی منافقت (Hypocrisy) اور رسول اللہ سے دشمنی اب کئی گنا (Multifold) ہو گئی ہے۔ زید بن ارقم کا رسول اللہ کو حقیقت بتانا، عبد اللہ بن اُبی کا اپنی بات سے انکار کرنا اور اللہ کریم کا زید کے حق میں وحی نازل کرنا، عبد اللہ بن اُبی کے کردار کو سب پر واضح کر گیا ہے۔ مہاجرین اور انصار میں غلط فہمی (Misunderstanding) پھیلانے کی کوشش نے بھی ماحول کشیدہ کر دیا ہے۔ اس سب کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ نے اپنی عادت کے خلاف رات میں کوچ (Move) کرنے کا حکم دیا ہے (الغازی لوالدی: 321/1، تفسیر الطبری المنافقون: 8:83، سیرت ابن ہشام: 304/3)۔ لشکر رات بھر چلتا اور اگلی دوپہر تک سفر کرتا رہا ہے۔ رسول اللہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ تھک جائیں۔ انہیں نیند آ جائے اور سب تلخی والی باتیں بھول جائیں۔ طویل سفر کے بعد پڑاؤ کیا گیا ہے۔

رسول اللہ اور تمام لوگ اب آرام کر رہے ہیں۔ عمر بن خطاب رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ رسول اللہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہیں۔ ایک غلام آپ کی کمر دبا رہا ہے۔ عمر، رسول اللہ سے پوچھ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! کیا آپ کی کمر میں تکلیف ہے؟“

رسول اللہ: ”ابن خطاب! کل رات اونٹنی پر (طویل۔ Long) سفر نے مجھے تھکا دیا ہے۔“

• یہ تو کھلا بہتان ہے۔ (القرآن۔ النور۔ 12:24)

عمر: ”اللہ کے رسول! اجازت دیں میں ابن اُبی کی گردن اُڑا دوں۔“

رسول اللہ نے عمر کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی (العسائی للولادی: 322/1)۔ عبد اللہ بن اُبی کی سازشیں رسول اللہ کے خلاف جاری رہیں۔ بعد کے زمانہ میں رسول اللہ نے عمر بن خطاب سے کہا:

”عمر! جس دن تم نے مجھے عبد اللہ بن اُبی کے قتل کا مشورہ دیا تھا، اگر میں ایسا کرتا تو انصار مجھ سے بدظن (Abhor) ہو جاتے۔ آج اگر میں ایسا کہوں تو انصار اُسے اُس کی سازشوں اور منافقت کی وجہ سے خود ہی قتل کرنے کو تیار ہیں۔“

عمر بن خطاب: ”خدا کی قسم! میں نے جان لیا کہ بے شک رسول اللہ کی رائے میری رائے سے افضل (Prefered) اور بہتر ہے۔“

رسول اللہ جنگی مہم کے لیے نکلیں تو آپ کی عادت ہے کہ اپنی کسی بیوی کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ قرعہ اندازی (Draw) کی جاتی ہے کہ کون اس مہم میں رسول اللہ کے ساتھ ہوگی تاکہ کسی بیوی کی دل آزاری نہ ہو (صحیح بخاری: 4141، مسند احمد: 11432)۔ غزوہ بنی مصلح میں سیدہ عائشہ، رسول اللہ کے ساتھ ہیں (صحیح بخاری: 4141، فتح الباری: 581/8، سیرت ابن ہشام: 310/3)۔ رسول اللہ نے کوچ کرنے کا حکم دیا تو سیدہ عائشہ اُس وقت قضائے حاجت (Relieve natural urge) کے لیے اپنے ہودج (ڈولی) Small sedan / Covered seat for females سے دوڑ گئی ہوئی ہیں۔ سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

”اُس وقت تک پردہ کرنے کا حکم نازل ہو چکا تھا (صحیح بخاری: 2661)۔ میں اپنے ہودج کے اندر بیٹھا کرتی تھی جس کے ارد گرد (Around) پردہ (Curtain) موجود ہوتا۔ اس زمانہ میں عورتیں پتلی ڈبلی (Slim smart) ہوا کرتیں جس کی وجہ خوراک کا کم ملنا تھا۔ میں کم عمر تھی اور ملکی

پھلکی بھی۔ میرے بیٹھنے سے ہودج کے وزن میں کوئی خاص فرق نہیں آتا تھا (صحیح بخاری: 2661)۔ ہم جب کہیں قیام کرتے تو ہودج اونٹ سے اُتار کر زمین پر رکھ دیا جاتا۔ چلتے وقت اسے اُٹھا کر اونٹ کے اوپر رکھ دیتے۔ اس کام کے لیے کچھ لوگوں کی ذمہ داری لگی ہوتی (صحیح بخاری: 4141، مسرت ابن ہشام، 310/3)۔ میری اونٹنی کی لگام ابو مویہ (Abu Mohiyah) کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ وہ ہودج اُٹھا کر اونٹنی پر رکھنے والوں میں بھی شامل تھے (الغازی للوالدی: 328/1)۔ اس معرکہ (Battle) (غزوہ بنی مصطلق) سے واپسی پر رات کے آخری پہر (Last quarter) رسول اللہ نے کوچ (Move) کرنے کا حکم دیا (الغازی للوالدی: 364/1)۔ میں کھیتوں (Fields) میں قضائے حاجت (Relieve natural urge) کے لیے گئی، واپس آ رہی تھی تو میرے گلے کا ہار (Necklace) کہیں گر گیا۔

اس ہار پر یمن کے قیمتی پتھر کالے رنگ (Black) کے ظفار (Zafaar / Sapphire) جڑے ہوئے (Engulfed) تھے (صحیح بخاری: 2661)۔ یہ ہار میری والدہ اُمّ رومان (Umm Rumaan) نے مجھے رخصتی (Wedding) کے وقت دیا اس لیے مجھے بہت پیارا تھا۔ (معجم البلدان: 60/4)۔ (کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یہ ہار اُن کی بہن اَسْمَاء بنت ابوبکر کا تھا جو سیدہ عائشہ نے پہننے کے لیے اُن سے لیا۔ (الاصول فی سیرۃ الرسول: 88، زاد المعاد: 259/3)

میں ہار کی تلاش میں واپس چلی گئی۔ میرا ہار تول گیا لیکن جب تک میں واپس کوئی لشکر جا چکا تھا۔ اب وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میرے لیے لشکر کا کوچ کر جانا حیرانی کا باعث بنا کیونکہ میرے جانے تک ایسا کوئی اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ جو لوگ میرا ہودج (ڈولی) اُٹھانے کے ذمہ دار تھے، انہوں نے پردہ

(Curtain) گرا ہوا دیکھا تو اُسے اُٹھا کر اُونٹ پر رکھا اور لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ میری عادت (Habit) تھی کہ میں ہودج میں بیٹھتی تو خاموش رہتی (الغازی لئوالدی: 329/1)۔ اگر اُنہیں علم ہوتا کہ میں ہودج میں موجود نہیں تو یقیناً میرا انتظار کرتے۔ اُنہیں میری موجودگی (Presence) کا پتہ ہی نہ چلا (صحیح بخاری: 4141)۔

اس خیال سے کہ جب لشکر والوں کو میری غیر موجودگی (Absence) کا علم ہوگا تو میری تلاش (Search) میں واپس آئیں گے، میں وہیں بیٹھ گئی اور چادر اپنے اوپر لے لی۔ میں ایسے بیٹھی تھی جیسے کوئی گھڑی (Lump) ہو۔ میں وہیں لیٹ کر سو گئی۔ رسول اللہ نے صفوان بن معطل (Safwaan bin M'otal) کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہیں۔ اگر کچھ بھول (Forget) جائے یا کوئی چیز رہ جائے تو اُسے سنبھال لیں اور اپنے ساتھ لیتے آئیں۔ انہیں ”عقب بردار لشکر“ (Aqab Bardaar e Lashkar / At the end of the army) (the last one) کہا جاتا تھا (صحیح مسلم: 2681، المعجم الکبیر للطبرانی: 125/23)۔ صفوان کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ پریشان ہوئے۔ صفوان نے پردہ کرنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ اُنہوں نے مجھے دیکھ کر کہا اِنَّا لِنَلُوْهُ وَاِنَّا لَیَوْرٰجِعُوْنَ یٰوُا۟مُّ الْمُؤْمِنِیۡنَ ہِیۡنَ۔

میں صفوان کی آواز سن کر جاگ گئی۔ ابھی رات کا اندھیرا باقی تھا، وہ اپنا اُونٹ پاس لائے، اور اُس کے اگلے دو (2) پاؤں موڑ (Bend) دیئے تاکہ میں کسی سہارے (Support) کے بغیر اس پر سوار (Ride) ہو سکوں۔ صفوان نے اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا تاکہ مجھے اُونٹ پر سوار ہوتے ہوئے کوئی پریشانی نہ ہو (الغازی لئوالدی: 329/1)۔ میرے اُونٹ پر سوار ہونے پر ہم نے سفر کا آغاز کیا۔ وہ خود اُونٹ کی تکمیل (Camel nose string) پکڑ کر چلتے رہے (صحیح بخاری: 4750)۔

ہم دو پہر تک لشکر سے جا ملے۔ عبد اللہ بن اُبی نے مجھے اُونٹ پر سوار آتے دیکھا تو

ایک طوفان (Make a great noise) کھڑا کر دیا۔“ (سیرت ابن ہشام، 311/3)

اس واقعہ میں کوئی غیر معمولی (Extraordinary) بات نہیں ہے لیکن شاید عبد اللہ بن اُبی کو رسول اللہ سے دشمنی کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ منافق تو پہلے ہی رسول اللہ کے گھر والوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ عبد اللہ بن اُبی نے سیدہ عائشہ کی کردار کشی (Slander) کے لیے اس موقع کو سنہری (Golden opportunity) سمجھا ہے۔ اُس نے سیدہ عائشہ کے کردار پر تہمت (Allegation of illicit relation) لگائی اور اس کی تشہیر (Propagation) شروع کر دی ہے۔ اُس کے ساتھ حسان بن ثابت (Hassaan bin Thaabit) اور مسطح بن اُثاثہ (Mastah bin Uthaathah) شامل ہو گئے ہیں۔ مسطح، ابوبکر کی خالہ کا نواسہ (Grandson) ہے۔ مسطح کی غربت (Poverty) کی وجہ سے اس کے گھر کے اخراجات (Expenses) ابوبکر اُٹھاتے ہیں۔ ابوبکر کے علم میں سیدہ عائشہ پر جھوٹی تہمت (Slander) میں عبد اللہ بن اُبی کا ساتھ دینا آیا تو انہوں نے مسطح کی مالی امداد (Financial support) بند کر دی ہے۔ (مسحیح بخاری: 4141) اللہ کریم کا پیغام آیا ہے:

وَلَا يَأْكُلُ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي

الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَلْيَعْفُوا

وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ

(القرآن۔ النور۔ 24:22)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم میں سے جو فضل و کمال (Blessed) اور مال والے ہیں، وہ قسم نہ اُٹھائیں کہ آئندہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں (Poor) اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں نوازیں (Support / help) گے۔ انہیں چاہئے کہ زیادتی (Offence) کرنے والوں کا

یہ تو کھلا بہتان ہے

جرم معاف کر دیں اور اُن کی باتوں سے درگزر (Forgive) کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ بھی تمہیں بخش دے؟ بے شک اللہ بہت ہی بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (صحیح بخاری: 4141)

اللہ کریم کا حکم نازل ہونے پر مسطح کی بڑی حرکت کے باوجود ابو بکر نے اُس کی مالی امداد (Financial Support) بحال (Restore) کر دی ہے۔ ابو بکر تو اپنے رب کی رضا (To please) کے لیے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: 4141)

سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

”ہم اس معرکہ کے بعد مدینہ منورہ واپس پہنچے تو میں بیمار (Sick) پڑ گئی اور ایک مہینہ بیمار رہی۔ میرے خلاف باتیں بنانے والوں میں زینب بنت جحش کی بہن حمنہ بنت جحش (Hamnah bint Jash) بھی شامل ہو گئی۔ زینب بنت جحش تو میرے ساتھ اچھا تعلق لیکن اُس کی بہن حمنہ بنت جحش مجھ سے ضد رکھتی تھی۔ اسی وجہ سے حمنہ میرے خلاف الزام میں شریک ہوئی (سیرت ابن ہشام: 282/2)۔ لوگوں میں عبداللہ بن اُبی کے مجھ پر الزام لگانے کا بہت چرچا (Discussion) ہوتا رہا لیکن مجھے کچھ علم نہیں تھا۔ البتہ ایک بات مجھے تنگ (Disturb) کر رہی تھی کہ بیماری کے دوران رسول اللہ جس قدر خیال اور پیار کا اظہار (Express) کیا کرتے، وہ موجود نہ تھا۔ رسول اللہ میرے پاس تشریف لاتے تو صرف اتنا پوچھتے:

”تمہارا کیا حال ہے؟“ (صحیح بخاری: 2661)

مجھے اس بات سے کچھ شک گزرتا لیکن مجھے اتنے بڑے شرارت انگیز (Mischievous) پراپیگنڈہ (Propaganda) کا اندازہ نہیں تھا (صحیح بخاری: 4141)۔ بیماری کی وجہ سے میں کمزور ہو گئی تھی۔ بیماری میں کچھ بہتری

(Improvement) آئی تو ایک دن میں اُمّ مسطح بنت ابی رہم (Umm

(Natrual body Mastah bint Abi Rahm کے ساتھ قضائے حاجت

need کے لیے مدینہ منورہ سے باہر ایک مقام مناصح (Munaaseh) گئی

کیونکہ اُس وقت گھروں میں بیت الخلاء (Toilet) نہیں ہوا کرتے تھے۔ ہم

دونوں واپس آ رہی تھیں تو اُمّ مسطح کا پاؤں اُن کی چادر میں الجھا (Tangled)

اور وہ گر پڑیں۔ اُن کی زبان سے نکلا:

”مسطح ہلاک ہو“

میں: ”آپ ایک بدری مجاہد (جنگ بدر میں حصّہ لینے والے) کے بارے میں ایسا کیوں

کہہ رہی ہیں؟ یہ بہت بُری بات ہے۔“ (صحیح بخاری: 2661)

اُمّ مسطح: ”اری بھولی لڑکی (Innocent girl)! تم نے سنا نہیں، اُس نے جو طوفان

(Noise) کھڑا کر رکھا ہے؟“

میں: ”مجھے تو کچھ معلوم نہیں“

اس پر اُمّ مسطح نے مجھے ساری تفصیل بتائی (صحیح بخاری: 4141)۔

میں: ”کیا یہ سب باتیں رسول اللہ کے علم میں ہیں؟“

اُمّ مسطح: ”ہاں، رسول اللہ کے علم میں ہے۔“

میں: ”کیا اباجان نے بھی یہ باتیں سنی ہیں؟“

اُمّ مسطح: ”ہاں، ابو بکر نے بھی یہ باتیں سنی ہیں۔“

یہ بات سن کر میں غش کھا کر گر پڑی (Fainted)۔ جب مجھے ہوش آیا تو مجھے

سردی کے ساتھ بخار تھا۔ میری والدہ نے مجھ پر چادر (Sheet) ڈال دی کہ میری سردی اور

بخار کم ہو۔ رسول اللہ ہمارے گھر آئے تو میری والدہ سے پوچھا:

”عائشہ کی طبیعت خراب ہے؟“

میری والدہ: ”جی ہاں رسول اللہ۔“

رسول اللہ: ”کہیں عائشہ نے تہمت والی باتیں (Slander) سن تو نہیں لیں؟“

میری والدہ: ”جی رسول اللہ! عائشہ نے ساری بات سن لی ہے۔“ (صحیح بخاری: 4143)

رسول اللہ تشریف لائے تو مجھ سے پوچھا:

”تمہارا کیا حال ہے؟“

میں: ”میں کچھ دن اپنے والدین (Parents) کے گھر رہنا چاہتی ہوں۔“

رسول اللہ نے اجازت دے دی (صحیح بخاری: 2661)۔ رسول اللہ کے جانے کے

بعد میں نے اپنی والدہ سے پوچھا:

”امی جان! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“

امی جان: ”بیٹا! جب بیوی خوب صورت ہو، شوہر اُس سے محبت کرتا ہو اور اُس کی سوتیلی

(شوہر کی دوسری بیویاں - Co wives / other wives) بھی ہوں تو لوگ حسد

(Jealousy) کرتے ہوئے ایسی باتیں بنایا کرتے ہیں۔ تمہیں زیادہ پریشان

ہونے کی ضرورت نہیں۔“ (صحیح بخاری: 2661)

میں: ”سبحان اللہ! لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں بنا لیں اور میں پریشان نہ

ہوں۔“ (صحیح بخاری: 2861، سیرت ابن ہشام: 312/3)

میرے والد گھر کے اوپر والے حصہ میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ

انہیں میرے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ نیچے آئے اور میری والدہ سے پوچھا:

”اِسے کیا ہو گیا ہے؟ یہ اتنا رو کیوں رہی ہے؟“

یہ تو کھلا بہتان ہے

میری والدہ: ”اے سب معلوم ہو گیا جو باتیں اس کے متعلق بنائی جا رہی ہیں۔“

یہ سن کر میرے والد کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ (صحیح بخاری: 4757)

میں ساری رات سو نہ سکی اور جاگتی رہی۔ نیند کا نام و نشان

(Traces) تک نہیں تھا۔ صبح ہوئی تو بھی میری آنکھوں سے آنسو (Tears)

رُک نہیں رہے تھے۔ دوسری طرف رسول اللہ بھی اس بارے میں پریشان

رہتے تھے۔ انہیں اس معاملہ میں اللہ کریم کی طرف سے وحی

(Revelation) کا انتظار تھا۔ نزول وحی میں تاخیر (Delay) ہوئی تو رسول اللہ

نے اُسامہ بن زید کو بلا کر پوچھا:

”اس بارے میں کیا کیا جائے؟“

اُسامہ: ”اللہ کے رسول! آپ کی بیوی (عائشہ) میں کوئی عیب (Blemish) نہیں۔ سیدہ

(عائشہ) کے بارے میں جو کہا گیا، سراسر جھوٹ (Totally fabricated) ہے۔

آپ دشمنوں کی بات پر توجہ نہ دیں۔“ (صحیح بخاری: 4141، سورت ابن ہشام، 313/3)

اُسامہ نے میری مکمل حمایت (Support) کی۔ اُمّ ایمن نے بھی

رسول اللہ کے پوچھنے پر میری حمایت کی (الغازی للوالدی: 331/1)۔ پھر رسول اللہ

نے علی ابن ابی طالب سے پوچھا:

”علی! اس معاملہ میں کیا کیا جائے؟“

علی: ”اللہ کے رسول! اللہ کریم نے آپ پر تنگی نہیں رکھی۔ عورتیں ان کے علاوہ اور بھی بہت

ہیں۔ آپ اپنی کنیز (بریرہ۔ Bareerah) سے پوچھیں تو وہ آپ کو سچ بتائے

گی۔“ (صحیح بخاری: 4141، 4750)

رسول اللہ: ”بریرہ! کیا تم گواہی دیتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟“

بریرہ: ”جی ہاں“

رسول اللہ: ”تو پھر میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔“

بریرہ: ”اللہ کے رسول! آپ مجھ سے جس چیز کے بارے میں پوچھیں، میں سچ سچ بتاؤں گی۔“

رسول اللہ: ”بریرہ! تم عائشہ کے پاس رہا کرتی تھی۔ کیا تم نے اُس میں کوئی ایسی بات

دیکھی جس نے تمہیں (عائشہ کے بارے میں) شک (Doubt) میں ڈال دیا ہو؟“

بریرہ: ”اُس رب کی قسم! جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، میں نے عائشہ میں کوئی

عیب (Defect) نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آٹا گوندھ (Bater) کر رکھا ہوتا

ہے، اپنی کم عمری (Young age) کی وجہ سے لاپرواہی (Carelessness)

کرتے ہوئے سو جاتی ہیں اور مرغی (Chicken) آکر آٹا کھا جاتی ہے۔“ (صحیح بخاری:

(4141)

وہاں موجود کسی نے بریرہ کنیز کو ڈانٹتے ہوئے کہا:

”تم سچ کیوں نہیں بتاتی؟“ (صحیح بخاری: 4757، سیرت ابن ہشام: 313/3)

بریرہ: ”خدا کی قسم! میں عائشہ کے متعلق اس طرح جانتی ہوں جس طرح ایک سنار

(Goldsimth) خالص (Pure) سرخ سونے (Pure gold) کے بارے میں جانتا

ہے۔“ (صحیح بخاری: 4757)

اللہ کی قسم! میں اپنے گھروالوں میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا ❶

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ کے متعلق (اپنی بیوی) سیدہ زینب بنت جحش سے پوچھا تو وہ کہہ رہی ہیں:

”اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں عائشہ کے متعلق بھلائی (Goodness) کے سوا کچھ نہیں جانتی۔“ (صحیح بخاری: 4141)

ابو ایوب انصاری کی بیوی نے اُن سے کہا ہے:

”ابا ایوب! کیا آپ نے نہیں سنا کہ لوگ عائشہ کے بارے میں کیا

کہہ رہے ہیں؟“

ابو ایوب: ”کیوں نہیں۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اُم ایوب (Umm e Ayyub)! کیا تم ایسا

کر سکتی ہو جیسا الزام (Slander) عائشہ پر لگا ہے؟“ (صحیح بخاری: 7370)

اُم ایوب: ”ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔“

ابو ایوب: ”اللہ کی قسم! عائشہ تو تم سے بہت بلند (High stature) ہیں۔ وہ ایسا کام کرنے

کا سوچ بھی نہیں سکتیں۔ ہمارے رب! تیری ذات پاک ہے، ہمارے لیے مناسب

نہیں کہ ہم (سیدہ عائشہ) کے متعلق ایسی (بے بنیاد) باتیں کریں۔“ (صحیح

بخاری: 7370، سیرت ابن ہشام: 315/3)

❶ اللہ کی قسم! میں اپنے گھروالوں میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ (صحیح بخاری: 2681)

ایسی ہی گفتگو ابی بن کعب اور اُن کی بیوی اُمّ طفیل (Umm Tufayl) کے درمیان بھی ہوئی ہے (فتح الباری: 597/8، المغازی للوالدی: 370/1)۔ سیدہ عائشہ پر الزام صفوان بن معطل کے بارے میں ہے۔ صفوان کو اُمّ المؤمنین عائشہ کے متعلق تہمت (Slander) کا علم ہوا تو اُنہوں نے کہا ہے:

”سبحان اللہ، اللہ کی قسم! میں نے آج تک کسی عورت کا لباس

(Dress) نہیں کھولا۔“ (صحیح بخاری: 4757, 4141)

ابوبکر اور ان کا خاندان سیدہ عائشہ پر لگنے والے الزام سے بہت پریشان ہیں۔ ابوبکر کا بیان ہے:

”اللہ کی قسم! ایسی مصیبت ہمارے خاندان کو کبھی نہیں پہنچی، ایمان

لانے کے بعد نہ ایمان لانے سے پہلے۔“ (المغازی للوالدی: 333/1)

رسول اللہ مسجد تشریف لائے اور منبر (Pulpit) پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہیں:

”کون ہے جو اُس شخص کے بارے میں مجھے سکون دے جس نے

میرے گھر والوں کو تکلیف پہنچائی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر والوں میں

خیر (Goodness / piety) کے سوا کچھ نہیں دیکھتا (سیرت ابن ہشام: 312/3، صحیح

بخاری: 2661)۔ میں اس معاملہ میں اپنے گھر والوں (عائشہ) کی کوئی غلطی نہیں

دیکھتا۔ تم لوگوں نے جس شخص (صفوان بن معطل) پر الزام لگایا ہے، اللہ کی

قسم! میں نے اُس میں بھی کوئی برائی (Evil) نہیں دیکھی۔ وہ جب بھی

میرے گھر آیا، میری موجودگی (Presence) میں آیا۔ اگر میں مدینہ منورہ

سے باہر کسی سفر (Travel) کے لیے گیا تو وہ بھی میرے ساتھ رہا۔“ (صحیح

بخاری: 4757، سیرت ابن ہشام: 313/3، تفسیر الطبری، النور۔ 11:24)

سعد بن معاذ: ”اللہ کے رسول! جس شخص نے آپ اور آپ کے گھر والوں کو تکلیف پہنچائی ہے، اگر وہ شخص بنی اوس سے ہے تو ہم اُس کی گردن اڑا (Behead) دیں گے۔ اگر اُس کا تعلق بنی خُزرج سے ہے تو رسول اللہ اُس کے بارے میں جو حکم دیں اُس پر عمل کیا جائے گا۔“ (صحیح بخاری: 2681)

سعد بن عبادہ بنی خُزرج کے سردار ہیں۔ اس موقع پر اُن کی اپنے قبیلہ سے محبت جاگی، وہ اُٹھ کر کہہ رہے ہیں:

”ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ تم لوگوں کو علم ہے کہ وہ شخص (عبداللہ بن اُبی ابن سلول) خُزرجی ہے۔ اس لیے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ بنی اوس سے ہوتا تو تم کبھی ایسا نہ کہتے۔“

تلخ کلامی (Bitter words) بڑھی۔ بات لڑائی تک جا پہنچتی کہ رسول اللہ نے

معاملہ ختم کروا دیا ہے۔ (صحیح بخاری: 4141, 4750, 4757)

سیدہ عائشہ کا بیان ہے:

”اس دوران میرے لیے دن رات گزارنے بہت مشکل تھے۔ میں ہر وقت روتی رہتی تھی۔ میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ میرے بارے میں ایسا الزام کیوں لگایا گیا ہے۔ مجھے ایک لمحہ (Moment) کے لیے بھی نیند نہیں آتی تھی۔ پریشانی میں رات کٹنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔“

جس نے کاٹی ہے صرف وہ ہی بتائے مجھ کو
اک شبِ غم میں ہوتے ہیں زمانے کتنے^❶

❶ دن تو کسی طور گزری جا تا ہے پریشانی کی رات کٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ایسے لگتا ہے جیسے زمانے بیت گئے ہوں

میرے والدین کو یہ ڈر رہنے لگا کہ کہیں ہر وقت رونے سے میرا کلیجہ (Liver) ہی نہ پھٹ جائے۔ اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا۔ یہ مہینہ مجھے سالوں کے برابر لگا۔ ایک دن ایک انصاری عورت مجھے ملنے آئی۔ میں اُس وقت بھی رو رہی تھی جسے دیکھ کر اُس عورت سے بھی صبر نہ ہوا۔ وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی (صحیح بخاری: 2661)۔ تھوڑی دیر میں رسول اللہ تشریف لے آئے اور آ کر میرے پاس بیٹھ گئے۔ اُس ایک مہینہ کے دوران رسول اللہ پہلی بار میرے پاس بیٹھے تھے۔ رسول اللہ پر ابھی تک اس معاملہ کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد رسول اللہ نے کہا:

”عائشہ! تمہارے بارے میں، میں نے ایسی باتیں سنی ہیں، اگر تم پاک دامن (Chaste) ہو تو اللہ کریم تمہاری پاکبازی (Piety) کا اعلان کر دے گا۔ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو تم توبہ (Repentance) کر لو۔ اگر بندہ اپنا غلطی مان کر توبہ کر لے تو اللہ کریم قبول کر لیتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 4750, 4757)

رسول اللہ میرے متعلق مسجد میں تمام لوگوں کی موجودگی میں اعلان کر چکے تھے:

”اللہ کی قسم! میں اپنے گھر والوں میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔“

یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ میں تو اس خیال میں تھی کہ رسول اللہ میرے بارے میں خاموش ہیں۔ اگر مجھے علم ہوتا تو مجھے قرار (Peace) آجاتا۔ رسول اللہ کی بات سنتے ہی میری آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے والد سے کہا:

”آپ رسول اللہ کو اس بات کا جواب دیں“

اباجان: ”میں رسول اللہ سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

میں: ”اُمّی جان! آپ ہی رسول اللہ کو جواب دیں۔“

میری والدہ نے بھی ایسا کرنے سے معذرت (Excuse) کر لی۔ میں اُس وقت

کم عمر اور قرآن کریم بھی زیادہ نہیں جانتی تھی، میں نے رسول اللہ سے کہا:

”خدا کی قسم! آپ نے ایک بات سنی اور وہ آپ لوگوں کے

دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ (Innocent) اور خدا کی

قسم میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے۔ اگر

میں اس بات کا اعتراف (Confession) کر لوں جس کے بارے میں خدا

جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہے، تو آپ لوگ میری بات مان لیں گے۔ اب میرے

پاس اس کے سوا کوئی چارہ (Solution / option) نہیں کہ میں وہی بات

کہوں جو اللہ کے نبی یوسف کے والد نے کہی تھی:

”میں صبر کرتا اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں، اُس پر جو تم بیان کرتے

ہو۔ اس کے بارے میں اللہ کریم سے ہی مدد مانگی جاسکتی ہے۔“ (القرآن۔ یوسف۔

(18:12)

اُس وقت میں نے بہت سوچا کہ یوسف کے والد، اللہ کے نبی

یعقوب کا نام میرے ذہن میں آجائے لیکن پریشانی (Worry) میں کوشش

کے باوجود اُن کا نام ذہن (Mind) میں نہ آسکا۔

میں وہاں سے اٹھی اور بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ رسول اللہ ابھی وہیں

بیٹھے تھے کہ نزول وحی کے آثار (Effects) ظاہر (Visible) ہونے لگے۔ وحی

نازل ہونے کی صورت میں سردی کے موسم میں بھی رسول اللہ کے جسم سے

پسینے (Perspiration) کے قطرے موتیوں (Drops) کی طرح گرنے لگتے

(صحیح بخاری: 4141)۔ میرے والدین کی حالت اُس وقت ایسی تھی جیسے اُن کی جان نکل چکی ہو۔ وہ ڈر رہے تھے کہ لوگوں نے جو کہا ہے کہیں اُسے صحیح (Correct) قرار نہ دے دیا جائے۔ (سیرت ابن ہشام: 315/3)۔ وحی کا نزول (Revelation) ختم ہوا تو رسول اللہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

”عائشہ! خوش خبری ہے۔ اللہ کریم نے تمہاری بے گناہی ثابت

(Declare) کر دی ہے۔“ (صحیح بخاری: 4141, 2661)

میری والدہ: ”عائشہ! اُٹھو اور رسول اللہ کا شکر یہ ادا کرو۔“
میں: ”اللہ کی قسم! میں نہیں اُٹھوں گی اور نہ کسی کا شکر یہ ادا کروں گی۔ میں صرف اللہ کریم کا

شکر ادا کروں گی جس نے میری بے گناہی ثابت کی ہے۔“ (صحیح بخاری: 4141, 4750)

مجھے اس سارا عرصہ یہ یقین رہا کہ اللہ کریم میری بے گناہی

(Innocence) ضرور ظاہر کرے گا۔ میرا خیال تھا کہ اللہ کریم رسول اللہ کو

خواب کی صورت میں میری بے گناہی سے آگاہ کر دے گا یا کچھ ایسا ہی (سیرت

ابن ہشام: 283/2)۔ مجھے گمان (Guess) بھی نہیں تھا کہ میرے حق (Favour)

میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوں گی۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی

تھی۔“ (صحیح بخاری: 4141, مسند احمد: 11432)

میں نے اخلاص کے شیشے میں لہو پیش کیا

پھر بھی جو لوگ منافق تھے، منافق ہی رہے ●

عبداللہ بن اُبی نے سیدہ پر الزام لگایا، منافقوں اور یہودیوں نے اپنے خیالات

اور حسد (Jealousy) سے اس کو مختلف طرح بڑھایا، اس میں مزید لوگ بھی شامل ہوئے۔

● خلوص اور سچائی سب کے سامنے تھی لیکن منافقوں کو منافات اور پریشانی دینے کے سوا کسی بات سے غرض نہیں تھی

اللہ کریم اس الزام کو ”اِفْكَ مَبِين“ (Ifkun Mubeen) یعنی ”یہ تو کھلا بہتان (بے بنیاد الزام) ہے“ کہتا ہے۔ اس لیے اسے ”واقعہ افک“ (Waqe'ah Ifk) کہا جاتا ہے۔ اللہ کریم نے سیدہ عائشہ کی بے گناہی ثابت کرتے ہوئے دس (10) قرآنی آیات نازل فرمائی ہیں۔ سیدہ عائشہ اور عیسیٰ کی والدہ سیدہ مریم (Maryum / Marry) وہ خوش قسمت خواتین ہیں جن کی پاکی (Purity) اور بے گناہی کی گواہی خود اللہ کریم نے دی ہے۔ اس کائنات کے مالک کی گواہی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۗ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا
لَّكُم بَلٌّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لَكِنَّ أَمْرِي مِّنْهُمْ مَّا انْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ
وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ
خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ
فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأَوَّلَتْكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ وَلَوْلَا
فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا
أَقْسَمْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ
بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۗ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ
عَظِيمٌ ۝ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا
سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا
إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

وَيُتَيْنَ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ
يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ وَكَوَلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ زَعُوفٌ رَجِيمٌ (القرآن- النور- 24:20-11)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! بے شک! جنہوں نے مومنوں کی
ماں عانتہ پر تہمت (Slander) لگائی وہ تمہی میں سے ایک گروہ ہے، میرے
رسول کے گھر والو! تم الزام تراشی (Slander) کو اپنے لیے برانہ سمجھو، بلکہ یہ
تمہارے لیے خیر کا سبب بن گئی ہے۔ جھوٹا الزام لگانے والے اس گروہ کے ہر
فرد کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اُس نے حصہ لیا لیکن (عبداللہ بن اُبی) جو سرغنہ
(Head) بنا، اُس کے لیے تو بہت بڑا عذاب ہے۔ (صحیح بخاری: 4749)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جب تم نے مُناقضوں کی طرف
سے لگایا جانے والا یہ الزام سنا تو اُسی وقت ایمان دار مردوں اور عورتوں نے
مومنوں کی ماں کے بارے میں اچھا گمان (Guess) کیوں نہ کیا اور کیوں نہ
کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جھوٹ (Bare lie) ہے؟ رسول اللہ کی پاک باز بیوی عانتہ پر
الزام لگانے والے مُناقض اِس الزم پر چار (4) گواہ (Witness) کیوں نہیں
لائے؟ جب یہ چار (4) گواہ پیش نہیں کر سکے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے
ہیں۔ اگر تم پر دُنیا و آخرت میں اللہ کے فضل کی بارش اور رحمت نہ ہوتی تو جس
افواہ طرازی (Rumour fabrication) میں تم پڑ گئے اُس کی وجہ سے تمہیں
بڑا عذاب پہنچ سکتا تھا۔ تم اِس واقعہ کو اپنی زبانوں (Talk of the town) پر لا
رہے اور منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا خود تمہیں علم بھی نہیں تھا۔ کیا تم
اِسے معمولی (Ordinary) بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے ہاں یہ بات جُرم
عظیم (Henious crime) ہے۔ جب تم نے یہ جھوٹا الزام سنا تھا تو اُسی وقت
کیوں نہیں کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں، (میرے

اللہ) ٹو پاک ہے۔ بے شک! یہ بہتانِ عظیم (Great slander) ہے۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ تمہیں نصیحت (Advise) فرماتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی گھناؤنی (Cruel) بات نہ کہنا۔

اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے۔ اللہ بڑا ہی علم و حکمت (Wisdom) والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان داروں کے معاشرہ (Society) میں بے حیائی (Vulgarity) پھیلے تو بے شک اُن کے لیے دُنیا و آخرت میں بڑا ہی المناک (Tragic) عذاب ہے۔ اللہ اس حقیقت کو جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت کا سایہ تم پر نہ ہوتا تو تم بھی اسی رَو (Flow) میں بہ جاتے لیکن اُس نے مہربانی کرتے ہوئے تمہیں بچالیا۔ بے شک اللہ بڑا ہی رحیم و مہربان (Kind and forgiving) ہے۔

حسان بن ثابت کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ انہوں نے سیدہ عائشہ سے معافی مانگی اور ان کی شان میں قصیدہ (Praise) لکھا ہے:

عائشہ
پاک دامن (Chaste) ہیں
باوقار (Dignified) ہیں
ان پر
کسی شک کی وجہ سے
تہمت (Slander) نہیں لگائی جاسکتی
یہ بے خبر عورتوں کی طرح
غیبت (Backbiting) نہیں کرتیں
ان کی صبح پاک ہوتی ہے

یہ لوئی بن غالب (Lu-ee bin Ghaalib) کے قبیلہ کی

بلند مرتبہ (High stature) خاتون ہیں

ان کی خدمات

تعریف کے قابل ہیں

ان کی بزرگی

لازوال (Everlasting) ہے

عائشہ

ایک مہذب (Civilized) خاتون ہیں

اللہ کریم نے انہیں

بڑی اچھی طبیعت (Nature) عطا کی ہے

اللہ نے انہیں

ہر برائی (Evil)

اور بے بنیاد بات سے

پاک رکھا ہے (سیرت ابن ہشام: 318/3)

سیدہ عائشہ نے بھی حسان بن ثابت کو معاف (Forgive) کر دیا ہے۔ بعد کے

زمانہ میں سیدہ کے سامنے ان کے بھانجے (Nephew) عروہ بن زبیر (Arwah bin

Zubayr) نے حسان کو برا بھلا (Talked bad about) کہا تو سیدہ کہنے لگیں:

”انہیں برا نہ کہو کیونکہ وہ رسول اللہ کا دفاع (Defence) کیا

کرتے تھے۔“ (صحیح بخاری: 4145)

چالیس اوقیہ چاندی تو میری سوچ سے باہر ہے ①

رُوزِ بَہِجرت کے ابتدائی دنوں میں ہی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ لیکن ابھی بھی یہودی کے غلام ہیں۔ رُوزِ بَہِ کورسول اللہ پر ایمان لائے ہوئے پانچ (5) سال گزر چکے ہیں۔ کئی سال گزرنے کے بعد بھی ان کی آزادی کے اسباب نہیں بن سکے۔ رُوزِ بَہِ کا بیان ہے:

میں غلامی کی زندگی گزار رہا تھا اس لیے غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شرکت (Participate) نہ کر سکا۔ مجھے جب بھی موقع ملتا میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک دن رسول اللہ نے مجھ سے کہا:

”اپنے مالک سے اپنی ربائی کی بات کرو۔“

میں نے رسول اللہ کے کہنے پر بات کی تو میرے مالک نے میری ربائی کے لیے دو (2) شرطیں رکھیں۔ پہلی شرط پانی کے راستہ (Irrigated land) پر کھجور کے تین سو (300) ہرے (Live / green) پودے تھے۔ دوسری شرط (Condition) چالیس (40) اوقیہ چاندی (Silver) تھی۔ میرے لیے کھجور کے تین سو (300) ہرے پودے دینا ممکن نہیں تھا۔ چالیس (40) اوقیہ چاندی تو میری سوچ سے ہی باہر تھی (Beyond my imagination)۔ میرے مالک نے ربائی کی دوسری (2nd) شرط ایسی رکھی کہ مجھے آزادی کی کوئی اُمید (Hope) نہ رہی۔ مجھے ایسا لگا کہ میری باقی زندگی

● چالیس اوقیہ چاندی تو میری سوچ سے باہر ہے۔ (مسند احمد: 11743)

1 اوقیہ = 122.47 گرام، 40 اوقیہ = 4,899 گرام (تقریباً 5 کلوگرام)

غلامی میں ہی گزرے گی۔ غلامی سے آزادی مجھے مرنے پر ہی ملے گی۔ اسی پریشانی میں، میں رسول اللہ کے پاس آیا۔ میں نے رسول اللہ کو اپنے مالک کی شرط بتائی تو اللہ کے رسول نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا:

”اپنے بھائی کی مدد کرو۔“ (سند احمد: 11743، السلسلة الصحيحة: 263)

رسول اللہ کے کہنے کی دیر تھی کہ سب لوگ میری مدد کو آگئے۔ جس کے پاس جتنی ہمت (Capacity) تھی اُس نے کھجور کے اُتھنے پودے لاکر دیئے۔ یہاں تک کہ ان پودوں کی تعداد تین سو (300) ہو گئی۔ رسول اللہ نے مجھے کہا:

”جاؤ اب ان پودوں کے لیے گڑھے (Pit) کھودو۔ پودے ان گڑھوں میں، میں خود لگاؤں گا۔“

میں نے خوشی خوشی گڑھے کھودنا شروع کر دیئے۔ اس کام میں بھی رسول اللہ کے ساتھیوں نے میری مدد کی۔ جب سارے گڑھے کھودے جا چکے تو میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

”اللہ کے رسول پودے اور گڑھے تیار ہیں۔“

رسول اللہ اُٹھے اور میرے ساتھ چل دیئے۔ جب کھجور کے پودوں کے لیے کھودے گئے گڑھے قریب آگئے تو ہم نے رسول اللہ کو پودے پکڑنا شروع کئے۔ رسول اللہ اپنے ہاتھوں سے یہ پودے لگاتے رہے۔ خدا کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ کے لگائے ہوئے سارے کے سارے پودے ہرے رہے۔ (سند احمد: 11743، السلسلة

الصحيحة: 263)

یوں میری ربائی کی ایک (1) شرط پوری ہو گئی۔ دوسری

(2nd) شرط پوری ہونا مجھے کسی طور ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ رسول اللہ کو میری رہائی کی بہت فکر (Concern) رہتی تھی۔ رسول اللہ کی مہربانی سے مجھے اُمید ہوئی کہ دوسری (2nd) شرط پوری ہونے کی بھی کوئی صورت (Possibility) نکل آئے گی۔ ایک دن مرغی کے ایک انڈے کے برابر سونا (Gold) رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رسول اللہ نے پوچھا:

”وہ فارسی (Persian) غلام کہاں ہے، اُس کی رہائی کا کیا بنا؟“

جیسے ہی اسباب بنے رسول اللہ نے مجھے پیغام بھجوایا۔ میں

حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ نے کہا:

”یہ لوسونا اور رہائی کے لیے جو شرط تمہارے مالک نے رکھی ہے

اُسے پورا کر لو۔“

میں: ”اللہ کے رسول! مرغی کے ایک انڈے کے برابر سونا، چالیس (40) اوقیہ تقریباً

پانچ کلوگرام (5KG) چاندی کے برابر کیسے ہوگا؟“

رسول اللہ: ”اس بات کی فکر نہ کرو۔ اس سے تمہارے مالک کی شرط پوری (Fulfill) ہو

جائے گی۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحيحة: 263)

میں نے سونا لیا اور اپنے مالک کے پاس چلا گیا۔ خدا کی قسم! جس

کی قدرت میں میری جان ہے! چالیس (40) اوقیہ چاندی کا وزن اُس

سونے سے زیادہ نہیں تھا۔

اللہ کے رسول کی مہربانی (Kindness) اور شفقت

(Compassion) سے تین سو (300) پودے ہرے رہے اور چاندی کی

صورت میں اتنا زیادہ مال بھی ادا ہو گیا۔ اب میں آزاد اور ہر وقت رسول اللہ

کی خدمت میں موجود رہتا تھا۔ اس کے بعد کوئی جہاد (War) ایسا نہیں تھا جس

میں میں شریک نہ ہوا۔“ (مسند احمد: 11743، السلسلة الصحیحة: 263، أسد الغابہ: 512/2، سیرت

ابن ہشام: 257/1)

تاریخ رُوزبہ کو سلمان فارسی (Salman - the Persian) کے نام سے جانتی ہے۔ سلمان فارسی نے اپنی عمر حق کی تلاش میں گزار دی۔ انہوں نے دین حق کی تلاش میں پانچ ہزار چھ سو دس کلومیٹر (5,610 KM) کا سفر کیا اور کئی سال غلامی میں گزارے۔ رسول اللہ نے کہا:

”بے شک! اللہ کریم میرے چار (4) صحابہ سے محبت رکھتا ہے۔

اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی اُن سے محبت رکھوں۔ یہ علی ابن ابی

طالب، ابوذر غفاری (Abu Dhar Ghiffaante)، سلمان فارسی

(Salman - the persian) اور مقداد بن اسود گندی ہیں۔“ (سنن

ترمذی: 6258)

سلمان کو ”ابو کتبائین“ دو کتابوں (انجیل اور قرآن مجید) کا باپ (یعنی جاننے والا) بھی کہا جاتا ہے۔ سلمان فارسی نے ہی دنیا میں سب سے پہلے قرآن مجید کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔

کچھ تاریخ دانوں کے مطابق سلمان کو یہ اعزاز (Honour) بھی حاصل ہے کہ آپ رسول اللہ کے بال تراشا (Hair cut) کرتے تھے۔ ترکیہ (Turkiye) میں حجام

(Barber) کی دکان پر لکھا ہوتا ہے:

”ہر روز ہمارے دکان اللہ کے نام سے کھلتی ہے۔ سلمان پاک

ہمارے مرشد اور آقا ہیں۔“ (Schimmel, Annemarie, Muhammad is His

messenger. The Veneration of the Prophet in Islamic Piety, page # 267)

چالیس او قیہ چاندی تو میری سوچ سے باہر ہے

مہاجرین: ”سلمان، ہم مہاجرین میں سے ہیں۔ یہ ایران سے اللہ کے رسول کے لیے

ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے ہیں۔“ (الستدرک للعاکم: 6541)

انصار: ”سلمان، ہم انصار میں سے ہیں۔ یہ رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ

میں آئے (Settle) تھے۔“ (الستدرک للعاکم: 6541)

رسول اللہ: ”سلمان میرے اہل بیت (Family member) میں سے ہے۔“ (الستدرک

للعاکم: 6539، دلائل النبوة للبیہقی: 400/3، المغازی للوالدی: 383/1)

سلمان فارسی کو رسول اللہ نے اپنے اہل بیت (گھر والوں - Family) میں شامل

کر لیا ہے۔ سلمان فارسی کو اس اعزاز (Honour) کے بعد غلامی کی ساری تکلیفیں

(Troubles)، اپنے گھر والوں سے دُوری اور گزرا ہوا مشکل وقت بھول گیا ہے۔ زید بن

حارثہ اور سلمان فارسی کی غلامی اُن کی قسمت (Luck) جگانے آئی تھی۔ زید کو غلامی کا صلہ

رسول اللہ کا منہ بولا بیٹا بن کر مل گیا اور سلمان فارسی کو رسول اللہ کے گھر والوں میں شامل

ہو کر۔ سلمان فارسی سے اُن کا نسب (Lineage) پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں:

”میں سلمان ابن اسلام (Salman ibn Islam) ہوں“

سلمان (رُوز بہ) پہلے فارسی (ایرانی - Persian) ہیں جو رسول اللہ پر ایمان

لائے۔

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

اب 5 ہجری کا زمانہ ہے، جنگ اُحد کو دو (2) سال گزر چکے ہیں۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر مدینہ منورہ سے جلا وطن کئے جا چکے ہیں۔ بنی قینقاع بہت دُور شام کے علاقہ میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ بنی نضیر خیبر میں بسنے والے یہودیوں کے پاس چلے گئے ہیں۔ بنی نضیر مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں چھوڑ کر آنے والی جائیدادیں اور باغ ہر قیمت پر مسلمانوں سے واپس لے کر رہیں گے۔ انہیں اس مقصد کے لیے قریش کی صورت میں مدد نظر آتی ہے۔ اسی خیال اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بنی نضیر اور خیبر میں رہنے والے دوسرے یہودی سردار لباسفر طے کر کے مکہ گئے ہیں۔ اس کام کے لیے یہودیوں نے بنی غطفان اور مدینہ منورہ کے ارد گرد رہنے والے قبیلے جو مسلمانوں سے دوستی نہیں رکھتے، انہیں اپنے ساتھ شامل ہونے کے لیے آمادہ (Agree) کر لیا ہے۔ جو قبیلے رسول اللہ ﷺ سے دشمنی میں ان کے ساتھ شامل نہیں ہو رہے انہیں کھجور کی فصل دینے کے وعدہ پر شامل کر لیا ہے۔ یہودیوں کا وفد (Delegation) مکہ جا کر ابوسفیان سے ملا ہے۔ اس وفد کے نمایاں (Notable) ارکان ہیں:

- 1 - Huyy bin Akhtab حُیّی بن اَختاب
- 2 - Sallaam bin Abul Huqeeq سلّام بن ابو الحُقَیق
- 3 - Sallaam bin Mishkam سلّام بن مشکم
- 4 - Kinaanah Bin Rab'i کنانہ بن ربیع

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

- 5 - Wahooh bin 'Aamir 5- وحوح بن عامر
- 6 - Haudhah bin Qays 6- ہوذہ بن قیس
- 7 - Abu 'Ammaar 7- ابوعمار

ابوسفیان نے حُجی بن اخطب کی قیادت میں آنے والے وفد کا خوب استقبال

(Reception) کیا ہے (سیرت ابن ہشام: 225/3، تلمسیر الطبری-النسائم: 51:4)۔ یہودی، ابوسفیان سے

کہہ رہے ہیں:

”آپ اور آپ کے ساتھی سردار ہمارے ساتھ چلیں، ہم کعبہ کے

غلاف (Cover) کو پکڑ کر عہد (Commitment) کرتے ہیں کہ ہم محمد کی

دُشمنی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اُس وقت تک محمد سے لڑیں گے

جب تک ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ رہے۔“ (المغازی للوالدی: 379/1)

کعبہ جانے والوں میں چوبیس (24) یہودی اور قریش مکہ کے پچاس (50)

سردار شامل ہیں۔ ان لوگوں نے کعبہ کے غلاف کو پکڑا، اپنے سینے (Chest) کعبہ کی دیوار

سے لگائے اور اپنا عہد دہرایا (Reiterated) ہے۔ ابوسفیان یہودیوں سے کہہ رہا ہے:

”تم لوگ صاحب کتاب (تورات) ہو، علم رکھتے ہو، ہمیں بتاؤ

کہ محمد سیدھے راستہ پر ہے یا ہم لوگ؟“

یہودی: ”تمہارا اور محمد کا دین کیا ہے؟“

ابوسفیان: ”ہم صلہ رحمی (Kindness) کرتے ہیں۔ بڑی کوبانوں (Hump) والے

اُونٹ قربان کرتے ہیں۔ حاجیوں (Pilgrims) کو دودھ اور پانی ملا کر پلاتے ہیں۔

قیدیوں کو آزاد کرواتے جبکہ محمد قطع رحمی (Cut off) کرتے ہوئے لوگوں کو الگ تھلگ

(Isolate) کرتا ہے۔ محمد نے بھائیوں کو بھائیوں سے جدا کر دیا ہے۔ ہمارا آپس کا

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

اتحاد (Unity) پارہ پارہ (Pieces) کر دیا ہے۔ حاجیوں کو ٹوٹنے والا بنی غنقار،
محمد کا پیروکار (Follower) ہے۔“

یہودیوں کے وفد میں عالم (Scholar) بھی شامل ہیں۔ اس موقع پر انہوں نے
رسول اللہ کی دشمنی میں، قریش کے حق میں جھوٹ بولا ہے حالانکہ یہودی ہمیشہ سے بت
پرستی (Idol worship) کے خلاف اور کھلے عام (Openly) اس کا اظہار (Express) بھی
کرتے ہیں۔ دشمنی انسان کو کہاں تک لے جاتی ہے، یہودیوں نے دکھا دیا ہے۔ یہودی،
ابوسفیان کی بات سن کر کہہ رہے ہیں:

”تم لوگ اس گھر (کعبہ) کی عزت کرتے ہو، حاجیوں کو پانی
پلاتے ہو، موٹے موٹے اونٹ قربان کرتے ہو، تم ان خداؤں (gods) کی
عبادت کرتے ہو جن کی عبادت تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ قریش
مکہ! تم محمد سے کہیں زیادہ سچے ہو، تم ہی سیدھے راستے پر ہو۔“ (الاکلاء: 369/1،

الروض الاف: 258/4، سیرت ابن ہشام: 562/1، البدایہ والنہایہ: 108/4)

ابوسفیان کے لیے یہ جواب خوشی کے ساتھ ساتھ حیرانی (Suprise) کا باعث
بھی ہے۔ وہ تجارتی قافلوں کے ساتھ یثرب جاتا رہتا ہے۔ وہ یہودیوں کے خیالات
(thoughts) اچھی طرح جانتا ہے۔ ابوسفیان موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان یہودیوں
سے کہہ رہا ہے:

”ہم تمہاری بات پر اس وقت یقین کریں گے جب تم ہمارے
سامنے ہمارے خداؤں کو سجدہ کرو گے۔“

یہودی، قریشی سرداروں کو مطمئن (Satisfy) کرنے کے لیے جُموں کے سامنے
سجدہ ریز (Prostated) ہو گئے ہیں (تفسیر البیہاوی۔ النساء: 51:4، سیرت العلیہ: 629/2)۔ قرآن مجید

اس کو یوں بیان کرتا ہے:

لَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ
بِالْحَبِيبِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ
الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (القرآن- السام- 4: 51)

پیارے رسول! کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب
(تورات) کا ایک حصہ دیا گیا کہ اب وہ حق کی دشمنی میں تہوں اور شیطان پر بھی
ایمان لانے لگے ہیں۔ وہ حق کا انکار کرنے والے شرکوں کے بارے میں علانیہ
(Publicly) کہہ رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت (Righteous) پر
ہیں۔ (دلائل النبوة للبیہقی: 190/3)

ابوسفیان (خوش ہو کر): ”آپ کے جذبات قابل قدر اور تجویز بہت اچھی ہے۔ ہمیں وہ
لوگ بہت پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد (Alliance) کریں۔“ (سیرت ابن

ہشام: 225/3، موسوعة العزوات الكبرى، لیا نیشنل، 447/1، السيرة العلية: 96/2)

یہودی وفد کے مکہ آنے اور رسول اللہ سے دشمنی میں اتحاد کرنے کی صورت میں
قریش مکہ کو ایسی مدد مل گئی ہے جس کا وہ تصور (Imagine) بھی نہیں کر سکتے تھے۔ پانچ سال
پہلے ابوسفیان کے مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنے کے خط کا جواب یہودیوں نے
انکار کی صورت میں دیا تھا۔ آج یہودی خود چل کر ابوسفیان اور دوسرے سرداروں کے پاس
آئے ہیں۔ قریش مکہ کے خیال (Opinion) میں اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا کہ ایک
بڑی فوج کے ساتھ یثرب پر حملہ کر دیا جائے۔ رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کا نام و نشان
مٹا (Exterminate) دیا جائے۔ ایک بڑی فوج یثرب پر حملہ آور ہو اور یثرب کے اندر
سے یہودی مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ دونوں طرف سے ایک ہی وقت میں حملہ، انہیں وہ

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

نتائج (Results) دے گا، جس کی خواہش وہ ہمیشہ سے رکھتے ہیں۔ اب کیا ہے، یہودیوں کے معاہدہ کر کے یثرب واپس چلے جانے کے بعد قریش کے سرداروں نے اس معاہدہ کی حمایت (Support) اور جنگ میں شامل کرنے کے لیے اپنے سرداروں کو اردگرد کے قبیلوں کی طرف بھیجا ہے۔ اُن کی بھرپور (Utmost) کوشش ہے کہ فوج کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ مسلمانوں کو ایک ہی وار (Attack) میں ختم کر دیا جائے۔ اس کام کے لیے وہ ہر حربہ (Tactic) آزمانے کو تیار ہیں۔ سب لوگ بڑے جوش و خروش (Enthusiasm) کے ساتھ اسی کوشش میں مصروف ہیں۔ چند دنوں میں انہیں مطلوبہ نتائج (Desired results) مل گئے ہیں۔ انہوں نے مکہ سے باہر رہنے والے قبیلوں کو اپنے جنگ جو (Warrior) فوجی ساتھ لے کر مکہ آنے کا کہا ہے۔

بنی غطفان کا سردار عیینہ بن حصین (Uyeeniah bin Haseen) اپنے قبیلہ کو لے کر قریش کی فوج میں شامل ہونے کے لیے نکلا ہے۔ قریش کی اپنی فوج کا لشکر چار ہزار (4000) لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان کے ساتھ پندرہ سو (1500) مال بردار (Cargo) اونٹ اور تین سو (300) گھڑسوار (Cavalry) ہیں۔ یہ لشکر مزا الظہر ان کے مقام پر پہنچا تو بنی اسد (Bani Asad) اپنے سردار طلحہ بن اسد (Talhah bin Asad) کی کمان میں، بنی سلیم، ابو الاعداء (Abul 'Aadaa) کی سربراہی (Leadership) میں اور بنی مرہ (Bani Mur-rah) حارث بن عوف کی سرداری میں جمع ہو گئے ہیں۔ بنی اشجع (Bani Ashj'a) مسعود بن زخیلہ (Mas'ud bin Rakhaylah) کی قیادت میں اس لشکر میں شامل ہیں۔ اس فوج کی کل تعداد (Total number) اب دس ہزار (10,000) ہو گئی ہے (الغازی للوالدی: 380/1، موسومہ الغزوات الکبریٰ: 450/1، عون الاثر: 268)۔ یہ فوج مدینہ منورہ پر حملہ کرنے جا رہی ہے جس شہر کی کل آبادی (Population) اس سے کم ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو ختم کرنے

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

کے لیے پورے عرب کی طاقت جمع ہوگئی ہے۔ اللہ کریم نے اسے ”أحزاب“ (Ahzab) کا نام دیا ہے یعنی ”اتحادی فوجیں“ (Allied forces) (فتح الباری: 491/7)۔

مسلمانوں کے حلیف بنی نجران مکہ میں رہتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ کو قریش کی جنگی تیاریوں کی خبر دینے کے لیے تیز رفتار اڈمٹینوں (Fast running camels) پر عام حالات میں دس (10) دن میں کیا جانے والا سفر صرف چار (4) راتوں میں طے کیا ہے۔ رسول اللہ کے علم میں آگیا ہے کہ یہودی اور قریش مکہ مل کر بہت بڑی تعداد میں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں۔ رسول اللہ اس وقت دو متہ الجندل (Doma Jandal) کے معرکہ (Fight) کے لیے مدینہ منورہ سے باہر ہیں۔ اس ہنگامی (Emergency) صورت حال کی وجہ سے رسول اللہ فوراً مدینہ منورہ واپس پہنچے ہیں۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ مانگا ہے۔ بڑی مشکل صورت حال ہے۔ اتنی بڑی فوج ایک چھوٹی سی آبادی (Settlement) پر حملہ کرنے کو تیار ہے۔ مدینہ منورہ میں یہودی بھی موجود، جو اپنے عہد کی بار بار خلاف ورزی (Violation) کرتے آئے ہیں۔ اب تو وہ اس معاملہ میں آگے نکلتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف قریش سے جنگ میں ساتھ دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کو اتنی بڑی فوج سے بچنے کے لیے بہت اچھی حکمت (Strategy) عملی اپنانی ہے۔ صحابہ کرام نے جنگ کے لیے مختلف رائے (Proposal) دی ہیں۔ انہی میں سلمان فارسی بھی موجود ہیں، جو اپنے مالک سے آزادی حاصل کر چکے ہیں۔ یہ پہلی جنگ ہے جس میں سلمان فارسی حصہ لے رہے ہیں۔ سلمان نے رائے دی ہے:

”اللہ کے رسول! جب ہمارے ملک فارس (ایران - Iran

Persia) میں دشمن کی فوج سے حملہ کا خطرہ ہو تو ہم اپنے شہر کے ارد گرد خندق

(Trench) کھود (Dig) لیتے ہیں۔ اس طرح دشمن ہمارے شہر کے اندر داخل

نہیں ہو سکتا اور ہم محفوظ ہو جاتے ہیں۔“ (تاریخ طبری: 234/2، المغازی للراعی: 382/1)

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

خندق کھودنا عرب میں بالکل نیا اور اچھوتا (Unique) خیال ہے۔ رسول اللہ کو سلمان فارسی کی تجویز پسند آئی ہے۔ اس تجویز کی روشنی میں رسول اللہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے اردگرد کی صورت حال (Situation) کا دفاعی جائزہ (Review) لے رہے ہیں۔ شہر میں خوراک اور پانی کی کمی نہیں۔ مدینہ منورہ کے اردگرد باغات ایک قدرتی رکاوٹ (Barrier) ہیں۔ شہر کی گلیاں (Streets) تنگ (Narrow) ضرور ہیں لیکن ایک بڑے لشکر کی صورت میں شہر کے اندر دفاع (Defence) ممکن نہیں۔ مدینہ منورہ میں مشرقی (Eastern) سمت میں باغات اور جنوبی (Southern) سمت میں پہاڑ ہونے کی وجہ سے اس جانب سے حملہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ نے ان درختوں کے درمیان رکاوٹیں قائم کر دی ہیں تاکہ دشمن کی آمدورفت (Movement) ان راستوں سے بھی ممکن نہ رہے۔ ایسے تنگ راستے جہاں ایک ایک وقت میں ایک اونٹ گزر سکتا ہے، رسول اللہ نے وہاں بھی فوجی چوکیاں (Posts) مقرر کر دی ہیں۔ کہیں کہیں باغات کے درمیان پتھر سے بنی ہوئی کافی بلند (High) اور مضبوط دیواریں ہیں۔ ایسی جگہوں کو ”حائط“ (Haa-aet) یعنی دیوار (Wall) کہا جاتا ہے۔ ان کے اندر پختہ (Solid) اور وسیع کنویں موجود ہیں۔ یہ کنویں اس قابل ہیں کہ اس میں درجنوں (Dozens) لوگ اتر کر چھپ سکتے ہیں۔ اس طرح یہ کنویں چھوٹے چھوٹے قلعوں (Forts) کا کام دیں گے۔ ان کنوؤں کے درمیان راستہ اتنا تنگ ہے کہ دو (2) اونٹ ایک وقت میں مشکل سے گزر سکتے ہیں (الہامیہ: 298)۔ رسول اللہ نے شہر کی مغربی (Western) اور شمالی (Northern) سمت میں خندق کھودنے (Digging) کا حکم دیا ہے۔ اب رسول اللہ کی بتائی ہوئی جگہ پر مشرق (East) سے مغرب (West) تک پیمائش (Measurement) کی جا رہی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ نے عورتوں اور بچوں کے لیے مناسب مقدار میں خوراک اور پانی کا انتظام کر لیا ہے۔ محاصرہ اگر لمبا بھی ہو تو انہیں کم سے کم پریشانی کا سامنا

کرنا پڑے۔ عورتیں اور بچے مدینہ منورہ میں ایک محفوظ قلعہ میں موجود ہیں۔ عورتوں اور بچوں کو قلعوں کی بالائی منزل (Upper storey) پر ٹھہرا دیا گیا ہے۔

مسلمان فارسی بنی قریظہ میں غلام رہ چکے ہیں۔ انہیں علم ہے کہ بنی قریظہ کے پاس کھدائی کرنے کے لیے کدال اور دوسرے ضروری آلات (Equipment) کافی تعداد میں موجود ہیں۔ بنی قریظہ سے یہ آلات کرایہ (Rental basis) پر لے لیے گئے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی بڑی تعداد کے پاس خندق کھودنے کا انتظام ہو گیا ہے۔ کھجور کی شاخوں اور پتوں سے بنی ہوئی ٹوکریاں بھی بنی قریظہ سے لی گئی ہیں تاکہ مٹی اٹھا کر خندق سے باہر پھینکی جاسکے۔ خندق کے اندر سے مٹی اٹھا کر زمین پر لانے کے لیے کئی جگہ پر رسیوں سے سیڑھی (Ladder) بنا کر لٹکائی گئی ہے اور کہیں کہیں ڈھلوان (Slope) کی صورت میں مٹی اٹھا کر چلتے ہوئے خندق سے باہر آنے کا راستہ بنایا گیا ہے۔ کچھ جگہوں پر بانس (Bamboos) کی سیڑھیاں بھی استعمال کی جا رہی ہیں۔ کچھ جگہوں پر مٹی کی سیڑھیاں (Stairs) عارضی طور پر بنائی گئی ہیں۔ اتنی طویل خندق کھودنے کے لیے مسلمانوں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ دوسرے علاقوں اور شہروں سے اسباب (Resources) اکٹھے کر سکیں۔

مسلمان فارسی خندق کھودنے میں سب سے آگے ہیں۔ ان کے بارے میں دوسرے لوگ کہہ رہے ہیں:

”مسلمان اکیلا ہی دس (10) لوگوں کے برابر ہے۔“

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کچھ بچے بھی خندق کی کھدائی میں حصہ لے رہے ہیں۔ رسول اللہ نے انہیں اجازت دیتے ہوئے کہا ہے:

”جیسے ہی دشمن نظر آئے تم لوگ یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ شہر میں چلے جانا۔“

دس، دس (10,10) لوگوں کا گروپ (Group) بنا کر ہر گروپ کو چالیس (40) ہاتھ یعنی بتیس (32) میٹر لمبی خندق کھودنے کا کام دیا گیا ہے۔ خندق کھودنے کے

ہمیں وہ لوگ پسند ہیں جو محمد کے خلاف ہم سے اتحاد کریں

لیے جگہ جگہ نشان (Demarkation) رسول اللہ خود لگا رہے ہیں۔ خندق کی چوڑائی پندرہ (15) سے چوبیس (24) فٹ اور گہرائی اکیس (21) فٹ ہے (السيرة النبوية للمہدی: 550/1)۔ خندق کی گُل لمبائی چار (4) کلومیٹر ہے۔ اتنی لمبی چوڑی خندق کی کھدائی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ایک آدمی کے ذمہ چار ہزار فٹ (4,000 Ft) سے زیادہ سخت زمین کی کھدائی (Digging) بنتی ہے جو کم وقت میں تقریباً ناممکن ہے۔ خندق نیم دائرہ (Semi-Circle) صورت میں کھودی جا رہی ہے۔ خندق کی کھدائی میں تقریباً پندرہ سو (1,500) لوگ حصہ لے رہے ہیں۔ رسول اللہ خود بھی صحابہ کے ساتھ اس کام میں شریک ہیں۔

جو منافق خندق کی کھدائی میں حصہ لے رہے ہیں وہ موقع پا کر چوری چھپے یہاں سے کھسک رہے ہیں۔ اس کے برعکس (Opposite) رسول اللہ پر دل سے ایمان رکھنے والے ضرورت پڑنے پر رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر اپنی مجبوری بتا کر اجازت مانگتے ہیں۔ جبریل، رسول اللہ کے پاس اللہ کریم کا پیغام لے کر حاضر ہیں (سیرت ابن ہشام: 251/2):

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۗ
 قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۗ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ
 يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
 (القرآن - النور - 63:24)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے رسول کو بلانے کے آداب (Manners) کیا ہیں۔ تم انہیں مخاطب (Address) کرتے ہوئے یا ان کا ذکر کرتے ہوئے ایسے نہ کرنا جیسے آپس میں کرتے ہو۔ ان کا ذکر آداب، احترام اور محبت سے کرو۔ میرا رسول تم جیسا عام نہیں ہے۔ پیارے رسول! جو لوگ چپکے سے آپ سے اجازت لیے بغیر کھسک (Slip) رہے ہیں، اللہ انہیں خوب پہچانتا ہے۔ ایسا کرنے والے

آپ کے حکم کی خلاف ورزی (Violation) کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ڈریں کہ اللہ کی طرف سے انہیں آزمائش آجائے یا انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ پیارے رسول! جو لوگ آپ سے اپنی مجبوری کی وجہ سے اجازت مانگیں تو آپ کے پاس مکمل اختیار (Authority) ہے کہ چاہیں تو انہیں اجازت دیں۔

خندق دسمبر (December) کی شدید سردی (Extreme cold) میں کھودی (Digging) جارہی ہے۔ مدینہ منورہ میں دسمبر میں اوسطاً کم سے کم درجہ حرارت (Temperature) دس ڈگری سینٹی گریڈ (10°C) ہوتا ہے۔ شدید سردی کی وجہ سے ہاتھوں میں گدال (Pickaxe) پکڑنا مشکل ہے۔ ہاتھ اور انگلیاں شل (Freeze) ہو رہی ہیں۔ کچھ لوگ خندق کھود رہے ہیں جبکہ دوسرے ٹوکریوں (Bucket) میں اٹھا کر مٹی اکیس فٹ (21 feet) اوپر جا کر پھینک رہے ہیں۔ خندق سے مٹی اٹھا کر باہر پھینکنے والوں میں زید بن ثابت اور دوسرے بچے بھی شامل ہیں۔ رسول اللہ پر جان نثار کرنے والے صحابہ پوری محنت کے ساتھ خندق کھود رہے ہیں۔ جنہیں مٹی اٹھا کر پھینکنے کے لیے کوئی ٹوکری (Bucket) یا برتن (Container) نہیں مل سکا وہ اپنے کپڑوں میں مٹی ڈال کر اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے والوں میں ابو بکر ابن ابوقحافہ اور عمر بن خطاب بھی شامل ہیں۔ مسلسل کھدائی کرنے کی وجہ سے لوگوں کا سیدھا کھڑا (Stand straight) ہونا مشکل ہے۔ بھوک (Hunger) اور دشمن کا خوف اس کے علاوہ ہے۔ منافق مسلمانوں کی مشکلات بڑھا رہے ہیں۔ منافقوں کی اکثریت خندق کھودنے میں حصہ نہیں لے رہی۔

صحابہ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ عرب کی تہذیب میں بتایا جا چکا ہے کہ عرب بھوک سے بچنے کے لیے اپنے لباس کے نیچے ایک کپڑا اپنے پیٹ پر زور سے باندھ لیتے ہیں تاکہ بھوک کا احساس (Feeling) نہ ہو۔ زیادہ

بھوک کی صورت میں اس کے ساتھ پتھر باندھ لیتے ہیں (محدث رسول اللہ: 64/1)۔ بھوک اور تھکن (Tiredness) نے بہت زیادہ تنگ (Unberarable) کیا تو صحابہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ ابو طلحہ نے اپنی قمیص کا دامن اٹھا کر رسول اللہ کو دکھایا ہے۔ رسول اللہ نے انہیں پیٹ سے اپنی قمیص (Shirt) کا دامن (Front side) اٹھا کر دکھایا تو رسول اللہ نے اپنے پیٹ پر دو (2) پتھر باندھے ہوئے ہیں (جامع ترمذی: 2371)۔ رسول اللہ کی عمر اس وقت اٹھاون (58) سال ہے۔ اس عمر میں اتنی مشقت (Effort) اور بھوک۔ یہ دیکھ کر صحابہ کا حوصلہ مضبوط ہو گیا ہے۔

انس بن مالک: ”خندق کھودتے ہوئے ہمیں معمولی درجہ (Low quality) کی چربی (Fat) میں پکے ہوئے ایک (1) دو (2) مٹھی جو (Barley) کھانے کو ملتے۔ چربی اتنی بدمزہ (Bad tasting) ہوتی کہ ہمارے حلق (Throat) پکڑ لیتی اور اس میں سے بوجھی آتی۔ ہم اس قدر بھوک سے ہوتے کہ اسے بھی کھا لیتے تھے۔“ (صحیح بخاری:

(4100)

خندق کی کھدائی جاری ہے۔ رسول اللہ ایک دن خندق کھودتے ہوئے تھک گئے ہیں۔ آپ بائیں پہلو (Left side) پر ٹیک (Lean) لگا کر بیٹھ گئے ہیں۔ رسول اللہ کو بیٹھے بیٹھے نیند آگئی ہے۔ دو (2) صحابی رسول اللہ کے آس پاس کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں قریب سے گزرنے والوں کو منع کر رہے ہیں کہ شور نہ کریں تاکہ رسول اللہ بے آرام نہ ہوں۔

جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے

یہ غیر معمولی (Extraordinary) صورتِ حال ہے۔ خندق کھودنے کے دوران بہت محنت اور مشقت (Effort) کی جا رہی ہے۔ کھانے کے لیے خوراک (Food) بھی کم ہے۔ سب لوگ کمزوری (Weakness) محسوس کر رہے ہیں۔ خندق کھودتے ہوئے مسلمان فارسی کے سامنے ایک چٹان (Rock) آگئی ہے جس پر کوئی کُڈال (Pickaxe) اثر (Effective) نہیں کر رہی ہے۔ اگر یہ چٹان نہ ٹوٹی تو ساری خندق کھودنا ہی بے کار (Useless) جائے گا۔ دوسری صورت میں اگر اس چٹان کو توڑنے میں زیادہ وقت لگ گیا تو خندق وقت پر مکمل نہیں ہو سکے گی۔ بڑی مشکل صورت آن پڑی ہے۔ مسلمان فارسی صحابہ کو لے کر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! ایک چٹان راستہ میں موجود ہے جسے توڑنے کی

ہم بھر پور (Utmost) کوشش کر چکے لیکن ناکام ہیں۔“

رسول اللہ: ”میں خود تمہارے پاس آتا ہوں۔“

رسول اللہ اس جگہ آگئے ہیں۔ آپ نے اپنی چادر کندھوں (Shoulders) سے اُتار کر خندق کے کنارہ (Bank) پر رکھ دی ہے۔ اب آپ خندق میں اُتر کر سخت چٹان کو دیکھ رہے ہیں۔ رسول اللہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۗ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۗ وَهُوَ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (القرآن۔ الانعام۔ 115:6)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! یاد رکھو، قرآن میں تمام احکام

جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے

(Orders) اپنی سچائیوں اور توازن (Balance) کے ساتھ پورے ہو چکے،
اب اللہ کریم کے قوانین (Laws) میں کوئی تبدیلی (Change) ممکن نہیں۔
اسی وجہ سے محمد رسول اللہ کے بعد اب مزید کسی نبی یا رسول کی ضرورت نہیں
ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے

رسول اللہ نے کدال (Pickaxe) اٹھائی اور زور سے (Full force) چٹان پر
ماری ہے۔ چٹان کا ایک تہائی (One third) حصہ ٹوٹ گیا ہے (سنسنائی: 3178)۔ رسول اللہ
کہہ رہے ہیں:

”اللہ اکبر! مجھے ملک شام (Syria) کی چابیاں (Keys) دی گئی
ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے (شام کے) سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔“

اس کے بعد رسول اللہ نے کدال اس چٹان پر ایک مرتبہ پھر زور سے ماری ہے۔
اس بار بھی چٹان کا ایک تہائی (مجموعی طور پر دو تہائی (Two third)) حصہ ٹوٹ گیا ہے (سن
سنائی: 3178)۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”اللہ اکبر! مجھے فارس (ایران) کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اللہ کی
قسم! میں اس جگہ سے مدائن (Madaa-in) کے سفید محل (White palace)
دیکھ رہا ہوں۔“

چٹان کا ایک تہائی حصہ ابھی باقی ہے۔ چٹان کم ضرور ہوئی ہے لیکن مکمل ختم نہیں
ہوئی۔ خندق مکمل ہونے کے لیے اس کا ٹوٹنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ نے تیسری بار
(Third time) کدال زور سے ماری تو چٹان مکمل طور پر ٹوٹ گئی ہے (سنسنائی: 3178)۔
اس بار رسول اللہ نے کہا ہے:

”اللہ اکبر! مجھے یمن (Yemen) کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اللہ کی

جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے

”قسم! میں اس جگہ سے صنعا (San'aa) کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔“

(صحیح بخاری: 4101، سنن نسائی: 3178، سیرت ابن ہشام: 228/3، مسند احمد: 11290/4، 10763، دلائل

النبوہ للہی: 421/3)

رسول اللہ نے خندق سے اپنی چادر اٹھائی اور باہر آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ خندق کی کھدائی کا کام پھر سے شروع ہو گیا۔ خندق کھودتے ہوئے مسلمانوں کا نعرہ ہے:

”حَمْدٌ لَا يَنْصُرُونَ (تم ہم سے جیت نہیں سکتے) (سیرت ابن ہشام: 258/2)

رسول اللہ کی باتیں سن کر معذب بن قشیر (Mo'tab bin Qasheer) منافق کہہ

رہا ہے:

”محمد تمہیں غلط اُمیدیں دلا رہا ہے۔ وہ تم سے بے بنیاد

(Baseless) وعدے کر رہا ہے۔ بھلا تم اُن ملکوں کو کیسے فتح کر سکتے ہو جو اتنی

بڑی بڑی طاقتیں ہیں۔ تم میں اتنی ہمت نہیں کہ قریش کا مقابلہ کرو۔ قریش

سے بچنے کے لیے تو تم لوگ خندق کھود رہے ہو۔“

اس سارے مرحلہ میں پریشانی کی بات یہ ہے کہ دشمن فوج کے آنے سے پہلے

خندق تیار نہ ہوئی تو ساری محنت ضائع (Waste) جائے گی۔ نامکمل (Incomplete) خندق

اُلٹا دشمن کو فائدہ دے گی۔ اس طرح مدینہ منورہ کے لوگ دشمن کے ہاتھوں محصور

(Stranded) ہو جائیں گے۔ دشمن کی اتنی بڑی تعداد مدینہ منورہ کے لوگوں کا جو چاہے

کرے گی۔ خندق کی چوڑائی (Width) اتنی رکھی گئی ہے کہ گھوڑا بھی اسے پار نہ کر سکے۔ اس

کی گہرائی کی صورت بھی یہ ہے کہ نہ تو فوجی، نہ ہی گھوڑا اس خندق میں اترنے کے بعد خود

اس میں سے نکل سکے۔ خندق کھودتے ہوئے یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ خندق کی کھدائی

سے نکلنے والی مٹی مدینہ منورہ شہر کی طرف رکھی جائے ورنہ دشمن مٹی کو خندق میں پھینک کر

جب تک تمہیں خم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے

راستہ ہموار کر سکتا ہے۔

خندق کی چوڑائی اور گہرائی کے علاوہ مٹی کا ڈھیر دشمن کے لیے اسے عبور (Cross) کرنے میں مشکل کھڑی کر رہا ہے۔ اتنی گہری خندق کھود کر مٹی کا ڈھیر (Mound) لگنے سے باہر بیٹھ کر مدینہ منورہ شہر کے اندر دیکھنا ممکن نہیں رہا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو اضافی حفاظت (Additional shield) مل گئی ہے۔ اب دشمن مسلمانوں کی نقل و حرکت (Movement) دیکھ نہیں سکتا۔ ان کے لیے کسی حملہ کی منصوبہ بندی آسان نہیں رہی۔ خندق کھودتے ہوئے جو پتھر نکلتے ہیں رسول اللہ نے انہیں جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کے پاس پتھروں کا مناسب ذخیرہ (Stock) بھی جمع ہو گیا ہے۔ یہ پتھر دشمن پر حملہ کرنے کی صورت میں پھینکنے کے کام آئیں گے۔ یہاں ایک چھوٹی سے پہاڑی موجود ہے۔ اس کا نام کوہ سلح میں پھینکنے کے کام آئیں گے۔ یہاں ایک چھوٹی سے پہاڑی موجود ہے۔ اس کا نام کوہ سلح (Koh Sal'a / Mount Sal'a) ہے۔ اس پہاڑی پر چڑھ کر خندق کے پار (Across) مدینہ منورہ سے باہر دُور تک دیکھا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ نگرانی (Observation post) کا کام دے گی۔ مسلمان فوج خندق اور مدینہ منورہ شہر کے درمیان کوہ سلح کے دامن (Valley) میں موجود ہے۔ یہ جگہ فوجی چھاؤنی (Cantonment) کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ خندق مکمل ہونے سے کچھ پہلے رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہے:

”خندق مکمل کرنے سے پہلے دشمن والے علاقہ سے سارا سبز چارہ

(Green fodder) کاٹ کر اپنے پاس جمع کر لو۔“

اس کا پہلا (1st) فائدہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو سبز چارہ کی کمی نہیں ہوگی۔ دوسرے (2nd) یہ کہ دشمن کے لیے اپنے جانوروں کی خوراک کا بندوبست (Arrangement) کرنا ایک بڑا مسئلہ (Problem) ہوگا۔

خندق مشرق (East) میں اجم الشیخین (Ajam ul Shaikhayn) سے لے کر مغرب (West) میں مذاد (Mizaad) تک پھیلی ہوئی ہے (السیرۃ النبویہ للہدی: 550/1)۔ (اس

زمانہ میں آج کی طرح کی مشینیں (Machinery) نہیں تھیں (انسانی ہاتھ اور کُدمال (Pickaxe) ہی دستیاب (Available) ہیں۔ مٹی اٹھا کر باہر نکالنا بھی ایک مشکل کام ہے۔ اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں نے یہ کام دشمن کے پہنچنے سے پہلے مکمل کر لیا ہے۔ کچھ چھوٹی خندقیں، خیموں کے ارد گرد بھی کھودی گئی ہیں۔

اتنی لمبی خندق کھودنے سے مدینہ منورہ کی دونوں جانب موجود جلے ہوئے پہاڑوں (Charred hills) کے درمیان ایک دیوار کی صورت (Like a wall) پیدا ہو گئی ہے۔ اتنی لمبی اور گہری خندق صرف چھ (6) دن میں کھودی گئی جو بہت بڑا کمال (Wonder) ہے۔ رسول اللہ نے ہر طرف سے مدینہ منورہ کو محفوظ بنا لیا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق خندق کھودنے میں دس (10) دن، کچھ کے مطابق پندرہ (15) اور کچھ کے مطابق بیس (20) دن لگے ہیں (فتح الباری: 492/7، الوصایہ للنبیہ: 451/1، مرویات غرورۃ الخندق: 200)۔

خندق کھودنے سے مدینہ منورہ کے لیے ایک مضبوط دفاع (Defence) کی صورت بن گئی ہے۔ مسلمان فوج خندق اور جبل سلع کے درمیان ہے۔ اب ان پر کسی طرف سے حملہ نہیں کیا جاسکتا (موسمۃ الغزوات الكبرى: 461/1)۔ یوں رسول اللہ نے اپنا شہر محفوظ بنا لیا ہے۔ اس کام سے فارغ (Free) ہو کر رسول اللہ نے اپنی فوج کو منظم (Organize) کیا ہے۔ رسول اللہ نے لشکر کا جائزہ لیا ہے۔ ایسے نوجوان جو جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں مگر ان کی عمر پندرہ (15) سال سے کم ہے، انہیں رسول اللہ نے واپس بھیج دیا ہے۔ پہلی دفعہ جنگ میں حصہ لینے والوں میں عبد اللہ بن عمر، زید بن ثابت (Zayd bin Thaabit)، برا بن عازب (Braa bin 'Aazab) اور سعید خدری (Sa'eed Khudrite) شامل ہیں (موسمۃ الغزوات الكبرى: 463/1، المغازی للواہدی: 388/1)۔ رسول اللہ نے مہاجرین کے دستہ کا علم زید بن حارثہ اور انصار کا سعد بن عبادہ کو دیا ہے۔ جنگ خندق

جب تک تمہیں ختم نہ کریں، ہم واپس نہیں جائیں گے

میں مسلمان فوج کی تعداد تین ہزار (3,000) ہے (سرویات عروہ الغنصق: 224)۔ مسلمانوں کا مقابلہ اس جنگ میں بھی تین (3) گنا (Three times) بڑے دشمن کے ساتھ ہے۔ اسلحہ اور اسباب میں کوئی تناسب (Comparison) ہی نہیں۔ مسلمانوں کو اگر یقین ہے تو اللہ کریم پر اور حوصلہ اس بات پر ہے کہ رسول اللہ اس فوج کے درمیان (Among) موجود ہیں۔

رسول اللہ کے لیے چڑے کا خیمہ پہاڑ کے بالکل قریب لگایا گیا ہے۔ اس جنگ میں رسول اللہ کے ساتھ سیدہ عائشہ، سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ ام سلمہ کچھ دنوں کے لیے باری باری (Turn by turn) قیام کرتی ہیں۔ رسول اللہ اپنے خیمے میں موجود ہیں۔ اس خیمہ کے باہر عباد بن بشر اور دوسرے مسلمان پہرہ دے رہے ہیں۔ رسول اللہ کی حفاظت پر مامور (Deployed) فوجی بہت جرأت (Courage) اور ذمہ داری سے اپنا فرض (Obligation) نبھارے ہیں۔

رسول اللہ نے سلیط ابن ابی سلیط (Sulayt ibn Abi Sulayt) اور سفیان بن عوف (Sufyaan bin 'Awf) کو دشمن کے بارے میں معلومات لینے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ دونوں دشمن فوج کے ہاتھ آگئے اور قتل کر دیئے گئے ہیں۔

ابوسفیان فوج کی قیادت کرتے ہوئے اس خیال کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا ہے کہ مسلمانوں نے تو اتنی بڑی فوج دیکھی بھی نہیں ہوگی۔ وہ ہمارے وار کو سنبھال (Handle) ہی نہیں سکیں گے۔ اتنے لوگ یثرب میں موجود نہیں جتنی بڑی فوج میری کمان (Command) میں ہے۔ اُسے یہ بھی یقین ہے کہ وقت آنے پر عبداللہ بن ابی کی سربراہی میں منافق اس کے ساتھ اور انہیں اپنا نجات دہندہ (Saviour) سمجھیں گے۔ مدینہ منورہ کے اندر موجود یہودیوں سے اُسے بڑی امیدیں (Hopes) وابستہ ہیں۔ قریش مدینہ منورہ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہاں تو آگے جانے کا راستہ ہی نہیں۔ اتنی چوڑی

خندق اور اتنی گہری، اب کیا کریں؟ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ اتنے کم وقت میں اتنی بڑی خندق کیسے کھودی گئی۔ ہمارے جاسوس (Spy) تو کچھ دن پہلے ہی یثرب سے مکمل معلومات لے کر گئے تھے۔ ایسی جنگی حکمتِ عملی، محمد نے کہاں سے سیکھی (Learnt) ہے؟ عرب کے لوگ اس قسم کے دفاع (Defence) سے واقف نہیں ہیں۔ خندق ان کے لیے بالکل نئی چال (Move) ہے۔ اتحادی فوج خندق دیکھ کر کہہ رہی ہے:

”خدا کی قسم! یہ ایسی چال (Move) ہے کہ ہم نے کبھی اختیار

(Adopt) نہیں کی۔“ (سیرت ابن ہشام: 235/3، البدایہ والنہایہ: 107/4)

قریش یہاں پہنچ کر خندق کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ یہ بہت لمبی نہیں ہو سکتی۔ اُنہیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی ہے کہ خندق کی وجہ سے مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ اب اُنہیں اُمید ہے کہ بنی قریظہ مدینہ منورہ کے اندر سے حملہ کریں گے تو خندق پر موجود مسلمان فوجی اُن کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہو جائیں گے اور قریش خندق پار کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔

رسول اللہ نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے مسلمان بن اسلم (Muslimah bin Aslam) کی قیادت (Leadership) میں دو سو (200) اور زید بن حارثہ کی قیادت میں تین سو (300) افراد کی ذمہ داری لگا دی ہے (طبقات ابن سعد: 87/2، صیون الاثر: 270)۔ یہ فوجی دستے مختلف ترتیب (Formation) سے رات میں مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے اور بلند آواز سے نعرہ نکبیر اللہ اکبر بلند کرتے ہیں۔ اس طرح رسول اللہ نے شہر میں موجود لوگوں پر اپنی فوج کا رعب اور بڑی تعداد ہونے کا تاثر (Impression) قائم کر لیا ہے۔ اس کے بعد شہر کے اندر رہنے والوں کے لیے دشمن سے ساز باز (Conspire) کرنا آسان نہیں رہا۔

قریش نے خندق کے سامنے پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ قریش اتنی سردی میں

جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے

کھلے میدان میں رکنے کا انتظام کر کے نہیں آئے۔ ابوسفیان نے یہاں سے خط لکھ کر ابواثامہ جشمی (Abu Uthaamah Juth'amite) کے ہاتھ رسول اللہ کو بھیجا ہے۔ رسول اللہ کو خط ملا تو آپ اپنے خیمہ میں موجود ہیں۔ آپ نے اُبی بن کعب سے خط پڑھنے کو کہا ہے۔ ابوسفیان نے لکھا ہے:

”لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف ایک بڑا لشکر لے کر آیا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے ہمارے اور اپنے درمیان خندق کھود کر جنگ سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ تم نے ہمارا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے آپ کو بچایا ہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ حربہ (Tactic) تمہیں کس نے سکھایا ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو کہ تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے۔ ہم نے پکا (Firm) ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں اُس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ اگر ہم کسی طور واپس چلے بھی گئے تو دوبارہ آئیں گے اور اُحد کی جنگ کی یاد تازہ کریں گے۔“ (امعاء الاسبآء: 89/1)

(الغازی للوالدی: 377/1)

اس کے جواب میں رسول اللہ نے ابوسفیان کو خط لکھا ہے:

”یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے ابوسفیان بن حرب کی طرف ہے۔ ایک لمبے عرصہ سے شیطان تمہیں اللہ کریم کے بارے میں دھوکہ (Deceive) دے رہا ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ تم اُس وقت تک واپس نہیں جاؤ گے جب تک ہمیں ختم نہیں کر لو گے تو یہ جان لو کہ اللہ کریم خود تمہارے اور اس بات کے درمیان حائل (Hinder) ہو جائے گا۔ تم کامیاب نہیں ہو پاؤ گے۔ فتح ہماری ہوگی یہاں تک کہ لات و عزیٰ کو کوئی یاد بھی نہیں کرے گا۔ یقیناً وہ دن جلد آئے گا جب میں لات، عزیٰ، اساف (Isaaf)، نائلہ (Naa-ilah) اور

جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں، ہم واپس نہیں جائیں گے

پہلے کے کُتوں کو اللہ کے حکم سے توڑ کر ریزہ ریزہ (Pieces) کر دوں گا۔ بنی غالب (Bani Ghaalib)! میں تمہیں اُس دن یہ بات یاد دلاؤں گا۔“ (اسماعی

للوالدی: 419/1، امتاع الاسماع: 89/2)

قریش مکہ کی فوج خندق کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ خندق چوڑی ہونے کے باوجود مسلمان فوجی اس پر پہرہ (Duty) دے رہے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں دشمن کو دیکھ کر مسلمان پریشان ہیں۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”دشمنوں کی خبر کون لائے گا؟“

زبیر بن عوام: ”اللہ کے رسول! میں۔“

رسول اللہ: ”دشمن کے لشکر کی خبر کون لائے گا؟“

زبیر بن عوام: ”اللہ کے رسول! میں۔“

رسول اللہ: ”کون ہے جو دشمن کے لشکر کی خبر لائے؟“

زبیر بن عوام: ”اللہ کے رسول! میں۔“

زبیر چنگبرے گھوڑے (Appaloosa) پر سوار ہو کر دشمن کے لشکر کی خبر لینے

جار ہے ہیں۔ رسول اللہ انہیں دیکھ کر کہہ رہے ہیں:

”میرے ماں باپ زبیر پر قربان۔“ (دلائل النبوة للبیہی: 440/3)

قریش کو مدینہ منورہ پر چڑھائی (Attack) کئے کچھ دن گزر چکے ہیں۔ مکہ سے نکلتے ہوئے ان کا خیال تھا کہ جنگ پہلی جنگوں کی طرح ایک آدھ دن سے زیادہ نہیں چلے گی۔ ابھی حملہ آور (Aggressive) فوج کا حوصلہ بلند (High spirits) اور جوش موجود ہے۔ یہ لوگ روزانہ نئے جذبے (Passion) سے میدان میں اترتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمان کچھ ہی دن میں ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے (Surrender)۔ مسلمان

خندق کی دوسری طرف موجود ہر خطرے کے لیے تیار ہیں۔

مسلمانوں کے سبز چارہ کاٹ لینے کی وجہ سے قریش اور ان کے اتحادیوں کے اونٹوں کے لیے چارہ موجود نہیں ہے۔ اونٹ تو جھاڑیوں اور ببول (Acacia) کے درختوں پر گزارہ کر رہے ہیں لیکن گھوڑوں کے لیے مناسب چارہ دستیاب (Available) نہیں۔ گھوڑوں کے لیے صرف وہی چارہ ہے جو قریش مکہ سے ساتھ لائے ہیں۔ اس صورت حال میں جنگ جلد سے جلد ختم ہونے میں قریش کا فائدہ ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ میری تلوار تمہیں قتل کرے ①

قریش مکہ اور اتحادی قبیلے مدینہ منورہ سے خندق کے دوسری طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی کہ اس خندق کو پار کیسے کریں۔ وہ اپنے ارادے کیسے پورے کریں جن کی خاطر اتنی بڑی فوج لے کر آئے ہیں۔ اسی طرح دن گزرتے جا رہے ہیں کہ ایک دن عکرمہ بن عمر و بن ہشام، ضرّار بن خطاب (Dar-raar bin Khat-tab)، عمرو بن عبدوّد (Amr bin 'Abd Wud-d) اور نوفل بن عبد اللہ اپنے گھوڑوں پر سوار خندق کے ایک سرے (End) سے دوسرے سرے کی جانب بار بار جائزہ (Assess) لے رہے ہیں کہ کہیں موقع ہو تو خندق پار کر لیں۔ آخر انہیں خندق کا ایک نسبتاً (Relatively) کم چوڑا (Less wide) حصّہ مل گیا ہے۔ انہوں نے بہت فاصلہ (Distance) سے گھوڑوں کو خوب دوڑایا اور چھلانگ (Leap) لگا کر خندق پار کر لی ہے۔ اب یہ مسلمان فوج کے سامنے ہیں (سیرت ابن ہشام: 234/3، مرویات عزوہ الغنقد: 288)۔ عمرو بن عبدوّد عرب میں اپنی بہادری کی شہرت (Fame) رکھتا ہے۔

عمرو کا تعلق بنی عامر بن لوئی (Aamir bin Lu-ee) سے ہے۔ عمرو، قریش کا ثالث (Arbitrator) ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عبدوّد بیسیوں (20) لوگوں پر اکیلا بھاری ہے۔ ایک مرتبہ قریش کے تجارتی قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا جن کی تعداد پچاس (50) تھی۔ عبدوّد نے اکیلے ہی اُن کا مقابلہ کر کے انہیں بھگا دیا تھا۔ اس سے عبدوّد کی بہادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمرو نے بدر کی جنگ میں حصّہ لیا اور زخمی ہوا۔ اُحد کی

① میں نہیں چاہتا کہ میری تلوار تمہیں قتل کرے (السندوک للعاکم: 4329)

جنگ میں عمر و نے شرکت نہیں کی۔ عمر و اس وقت بھرا ہوا (Enraged) اور اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر بدر کے داغ دھونا چاہتا ہے۔ عمر و کی عمر اس وقت نوے (90) سال ہے۔ اس عمر میں بھی عمر و سے مقابلہ کرنے کو کوئی تیار نہیں۔ عمر و کہہ رہا ہے:

”ہے کوئی جو میرا مقابلہ کرے۔“

میں تو ان کے

لشکر کی طرف بڑھ کر

لکار (Challenge) رہا ہوں

ہے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا؟

میں اس میدان میں کھڑا ہوں

جہاں بزدل (Coward)

بہادروں کے مقابلے میں

نکلنے سے ڈرتے ہیں

بہادری کا وصف (Attribute)

بہت بڑی خوبی ہے

جو سب میں نہیں

عبدوڈ سے مقابلہ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے علی کو اپنی تلوار ذوالفقار دی ہے۔ قریشی سردار منبہ بن حجاج کی یہ تلوار رسول اللہ کو جنگ بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی۔ اس تلوار کو بیت اللہ میں دفن فرزانے سے نکلنے والے لوہے سے بنایا گیا ہے۔ یہ بہت مضبوط لوہا مانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ علی کے سر پر اپنی گڑھی رسول اللہ نے خود باندھی ہے۔ رسول اللہ نے علی کے لیے یوں دُعا مانگی ہے:

”یا اللہ! میں نے بدر میں اپنا چچا زید عبیدہ بن حارث کھویا (Lost)،

أحد میں پچا حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہوئے۔ میرے مالک! میرے بھائی
علی کو دشمن پر غلبہ حاصل ہو جائے۔“ (سورت ابن ہشام: 225/3)

علی کو عبیدو کے مقابلہ میں بھیجتے ہوئے رسول اللہ کہہ رہے ہیں:
”آج ایمان گُل، شرک گُل کا مقابلہ کرنے جا رہا ہے۔“

عمر و کے قریب پہنچ کر علی کہہ رہے ہیں:

جلدی نہ کرو

تمہاری آواز پر

لبیک (Accepted) کہنے والا

آگیا ہے

میں پکے ارادہ (Firm intention)

اور کھلی آنکھوں (Consciously) سے

تمہارا مقابلہ کرنے نکلا ہوں

مجھے یقین ہے کہ

میں

نوحہ (Lament) کرنے والی عورتیں

تمہاری لاش (Dead body)

پر اکٹھی کروں گا

میں تم پر ایسا حملہ کروں گا

جسے دیر تک

یاد رکھا جائے گا

اور

آنے والی

جنگوں میں اس کا ذکر (Mention)

دُہرایا (Repeat) جائے گا

عمر و بن عبدوڈ، علی کی عمر اور جسامت (Physique) دیکھ کر غرور سے ہنس رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے:

”کیا یہ میرا مقابلہ کرے گا؟ میں تو محمد کی فوج سے کسی بڑے قریشی

سردار کا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ میرا مقابلہ کرے۔ نو جوان! کیوں جوانی میں

اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو؟“

عبدوڈ: ”تم کون ہو؟“

جواب آیا ہے: ”علی“

عمر و: ”علی بن عبدمناف (Ali bin 'Abd Manaaf)؟“

علی: ”علی ابن ابی طالب“

عمر و: ”تمہارے والد ابی طالب سے میرے دوستانہ تعلقات تھے، میں نہیں چاہتا کہ

میری تلوار تمہیں قتل کرے۔“

علی: ”لیکن میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری تلوار اللہ کے رسول کے دشمنوں کو ختم کرے۔

میرے لیے یہی رشتہ سب سے اہم ہے۔“ (المستدرک للحاکم: 4329)

یہ بات سن کر عمر و غصہ میں آ گیا ہے۔ اُس نے گھوڑے سے چھلانگ

(Jumped) لگائی اور مقابلہ کرنے کے لیے علی کے سامنے ہے۔ کسی کو اس بات کا یقین نہیں

کہ عمر و بن عبدوڈ کو ہرایا (Defeat) جاسکتا ہے۔ علی اور عبدوڈ کی لڑائی شروع ہو گئی ہے۔

دونوں میں زبردست لڑائی (Fierce fight) جاری ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر وار

میں نہیں چاہتا کہ میری تلوار تمہیں قتل کرے

(Attack) کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش بھی۔ لڑائی زمین پر کھڑے ہو کر لڑی جا رہی ہے جس کی وجہ سے مٹی کا گرد و غبار (Dust) کافی ہے۔ اب دونوں اس غبار کے اندر لڑ رہے ہیں۔ کسی کو بھی یہ نظر نہیں آرہے۔ صرف تلواروں اور بچاؤ کرنے والی ڈھالوں (Shields) کی آوازیں ہیں (السندبرک للعالم: 4329)۔ کچھ دیر میں آوازیں آنا بند ہو گئی ہیں۔ سب کے دل دھڑک (Anxious) رہے ہیں کہ دونوں میں سے کون مارا گیا ہے۔ گرد ختم ہوئی تو علی کے ماتھے سے خون ٹپک رہا ہے۔ اُن کی پیشانی پر تلوار کا زخم ہے۔ علی اپنی تلوار سے خون صاف کر رہے ہیں۔ عبدوؤذ زمین پر بے جان پڑا ہے (السندبرک للعالم: 4329)۔

خندق پار کرنے والوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔ اُنہوں نے واپس اپنے لشکر میں جانے میں خیریت سمجھی ہے۔ عبدوؤذ کے ساتھ خندق پار کرنے والے اب واپس جا رہے ہیں۔ اب ان کے پاس اتنا لمبا فاصلہ نہیں کہ گھوڑوں کو خوب دوڑا سکیں۔ ان کے گھوڑے چھلانگ لگا کر خندق پار کر رہے ہیں۔ ان میں سے نوفل بن عبد اللہ واپسی پر گھوڑے سمیت خندق میں گر گیا ہے۔ اُس کا گھوڑا چھلانگ لگا کر خندق عبور نہیں کر سکا۔ نوفل گرنے کے بعد اُٹھ نہیں سکا اور گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر گیا ہے۔ قریش نے نوفل بن عبد اللہ کا جسم حاصل کرنے کے لیے دس ہزار (10,000) درہم کی پیش کش (Offer) کی لیکن رسول اللہ نے بغیر معاوضہ لیے نوفل کا جسم اُن کے حوالے کر دیا ہے۔ قریش بیٹھے بٹھائے اپنا بہادر عبدوؤذ اور ایک اہم کمان دار (Commander) نوفل بن عبد اللہ کھوپکے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام: 145/3، الروض الاف: 273/6، خصائص الكبرى: 360/1، السيرة النبوية لابن كثير: 205/3، سبل الہدی و

الرشاد: 378/4)

اس رات خندق پر پہرہ دینے والوں میں سلمان فارسی بھی شامل ہیں۔ وہ خندق

کا یہ حصہ دیکھ کر کہہ رہے ہیں:

”خندق کا یہ حصہ کم چوڑا ہے۔ یہاں سے دشمن دوبارہ بھی خندق

پار کر سکتا ہے۔ خندق کھودنے والوں نے یہاں جلد بازی (Hurry) کا مظاہرہ

کیا ہے۔“

مسلمان فارسی اپنی نگرانی (Supervision) میں خندق کو اس جگہ سے چوڑا کروا

رہے ہیں۔ یہ بہت ہی خطرناک کام ہے۔ اس دوران اگر دشمن تیروں، نیزوں اور پتھروں

سے حملہ کر دے تو خندق میں کام کرنے والوں کی جان جائے گی۔ مسلمان نے ایک تیرا انداز

دستہ یہاں تعینات (Deploy) کر دیا ہے تاکہ ایسی صورت میں دشمن کا حملہ ناکام بنایا

جاسکے (الغازی للوالدی: 358/1)۔ مسلمان کے ساتھیوں نے اس حصہ کی چوڑائی بھی باقی خندق کے

برابر کر دی ہے۔ اب دشمن کے لیے خندق پار کرنے کا امکان (Chance) باقی نہیں رہا۔

بنی نضیر کا سردار حُجّی بن اخطب خیبر کے یہودیوں کا نمائندہ

(Representative) بن کر مدینہ منورہ میں بنی قریظہ کے علاقہ میں آیا ہے۔ وہ غزال بن

سموال (Ghazaal bin Samwaal) سے ملنے آیا ہے۔ حُجّی نے غزال سے کہا ہے:

”میں تمہارے پاس وہ چیز لایا ہوں جس کے ذریعہ تم محمد سے

نجات (Get rid of) حاصل کر سکتے ہو۔ مدینہ کے باہر اتحادی فوجیں موجود

ہیں، اگر تم مسلمانوں پر یثرب کے اندر سے حملہ کر دو اور قریش باہر سے تو ہم

سب اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔“

غزال: ”خدا کی قسم! تم ہمارے پاس زمانے بھر کی ذلت و رسوائی (Insult and

disrespect) لائے ہو۔ ہم ایسا نہیں کریں گے۔“

حُجّی جو ابابہ کہہ کر ”تم یوں نہ کہو“ واپس چلا گیا ہے۔ (الغازی للوالدی: 389/1)

قریش مکہ تو اس خیال اور تیاری کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے کہ یہ

بڑی آسان اور یک طرفہ (One sided) لڑائی ہوگی۔ یہاں حالات ہی مختلف نکلے ہیں۔ انہوں نے خندق کی دوسری طرف مدینہ منورہ کا محاصرہ (Siege) تو کیا ہوا ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ انہیں نظر نہیں آ رہا۔ ان کے لیے کھانے پینے کا سامان (Food items) اور دوسری ضروری چیزیں کم پڑنے لگی ہیں۔ اب ان کے فوجیوں میں مایوسی (Despair) اور بے چینی (Restlessness) پھیل رہی ہے۔ اُن کے جانوروں کے لیے سبز چارہ بھی قریب قریب کہیں موجود نہیں ہے۔ ان کے گھوڑے اور اونٹ مرنے لگے ہیں۔ رسول اللہ کی حکمت عملی کامیاب رہی ہے۔

ابوسفیان، دوسرے قریشی سردار اور یہودی ایک بار پھر مل کر بیٹھے ہیں۔ اس بار انہوں نے سوچا ہے کہ یہاں بیٹھے رہنے سے ہم مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں کر رہے اور ہمیں بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ آخر ہم کب تک یہاں بیٹھے رہیں گے۔ ہمیں یرثب کے اندر رہنے والے بنی قریظہ کو اس بات پر اُکسانا (Incite) چاہئے کہ وہ مسلمانوں پر اندر سے حملہ کر دیں، ساتھ ہی ہم مسلمانوں پر باہر سے پتھر اور تیر برسائیں تو ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں سے نجات کی اور کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ اس اہم کام کے لیے یہودی سردار حُئی بن اخطب نے حامی بھری ہے۔ حُئی نے انہیں بتایا ہے کہ وہ غزال کے ساتھ مل کر اس کام کی کوشش کر چکا ہے جس میں ناکامی ہوئی۔ اسے یقین ہے کہ یہ ایسی کوشش دوبارہ کرے تو کامیابی مل سکتی ہے۔ سب نے حُئی سے اتفاق کرتے ہوئے اُسے دوبارہ کوشش کرنے کے لیے کہا ہے۔

اس بار حُئی بن اخطب چھپتا چھپتا مدینہ منورہ میں بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے گھر آیا ہے۔ بنی قریظہ ابھی تک اس جنگ میں غیر جانبدار (Neutral) ہیں۔ کعب نے حُئی بن اخطب سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ حُئی نے کعب بن اسد سے کہا ہے:

”میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت لے کر آیا ہوں۔ میرے

ساتھ فوجیوں کا ایک سمندر (Ocean) ہے جس میں یہودی، قریش کے سردار اور جنگ جو قبیلے شامل ہیں۔“

کعب: ”تم میرے پاس زمانہ بھر کی عزت نہیں، زمانہ بھر کی ذلت اور رسوائی لے کر آئے ہو۔ میں تم سے نہیں ملنا چاہتا۔“

حُجَّی بن اخطب: ”تم مجھے کھانا کھلانے سے بچنا چاہتے ہو جس وجہ سے تم بہانے (Excuses) بنا رہے ہو۔“ (مسرت ابن ہشام: 254/2)

کعب کو یہ بات منظور (Acceptable) نہیں کہ عرب میں اس کی بدنامی (Bad name) اس بات سے ہو۔ کعب نے حُجَّی سے ملنے کے لیے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا ہے۔ یہ حُجَّی کی پہلی کامیابی ہے۔

تم نے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے ہیں

حُجَّیٰ اس ملاقات میں کعب پر قریش کا ساتھ دینے کے لیے زور (Compelling) دے رہا ہے۔ شروع میں کعب نے انکار کیا لیکن آخر کار اس نے قریش کا ساتھ دینے کی حامی (Consent) بھر لی ہے۔ حُجَّیٰ اور کعب نے بڑی دیر تک جنگ کی حکمت عملی پر بات کی ہے۔ ان دونوں کے درمیان طے ہوا ہے کہ قریش بنی قریظہ کو بتا کر بھرپور حملہ کریں گے، اُسی وقت بنی قریظہ مدینہ منورہ کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ انہیں یہ بھی یقین ہے کہ ایسی صورت میں عبداللہ بن اُبی اور اُس کے منافق ساتھی مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے۔ کعب بن اسد نے حُجَّیٰ بن اخطب کے ساتھ مل کر اپنا عہد توڑتے ہوئے جب مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو عمر و بن سعدی (Amr bin S'udaa) جو انہی میں سے ہے، انہیں سمجھا رہا ہے:

”ہوش کے ناخن لو۔ قریش اور بنی غطفان اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔ ہمیں اور ہمارے بچوں کو یہیں یثرب میں رہنا ہے۔ ہم میں محمد کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اس سارے معاملہ میں نقصان صرف ہمارا ہوگا۔ محمد کے ساتھ عہد شکنی (Breaking the covenant) نہ کرو۔ اس کے نتائج (Repercussions) ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوں گے۔ اس موقع پر محمد کو نہ چھوڑو۔ محمد نے ہمارے ساتھ زیادتی کی نہ ہی ہم سے کیا ہوا معاہدہ توڑا۔ اگر تم اُس کی مدد نہیں کرنا چاہتے تو نہ کرو لیکن اُس کے خلاف کسی کا ساتھ نہ دو۔ تم لوگ پہلے کی طرح غیر جانبدار (Neutral) رہو۔ قریش اور

مسلمانوں کو آپس میں لڑنے دو۔“

عمر وکی بات پر کسی نے توجّہ نہیں دی۔ حُئی بن اخطب نے کعب بن اسد سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لکھا ہوا معاہدہ لانے کو کہا ہے۔ کعب کے معاہدہ لانے پر حُئی نے اسے پھاڑ کر چھینک دیا ہے (الغازی للوالدی: 350/1)۔

عمر وبن سعدی: ”میری بات یاد رکھنا! تم لوگوں نے معاہدہ پھاڑ کر بنی قریظہ کی موت کے پروانے پر دستخط (Signature) کر دیئے ہیں۔“

حُئی بن اخطب اور کعب بن اسد کی ملاقات اس یقین پر ختم ہوئی ہے کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا وجود اب زیادہ دن باقی نہیں رہے گا۔ ایسا ہوتے ہی بنی نضیر بھی خیبر سے واپس آ کر اپنے گھر، باغات اور جائیدادیں دوبارہ حاصل کر لیں گے۔ حُئی بن اخطب نے کعب سے وعدہ کیا ہے کہ وہ بنی قریظہ کا ساتھ دے گا۔ فتح ہو یا شکست، وہ بنی قریظہ کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

بنی قریظہ میں سے اسعد (As'ad)، اُسید (Usayyed) اور ثعلبہ (Th'albah) جن کا تعلق بنی قریظہ کی شاخ بنی سعنہ (Bani S'annah) سے ہے، معاہدہ پر ثابت قدم (Steadfast) ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ نہیں دے رہے۔

جنگ خندق کے دنوں میں بنی قریظہ کے ایک فرد نباش بن قیس (Nabaash bin Qays) کی بیوی نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اُس کی بیوی اپنا خواب سناتی ہے:

”میں نے دیکھا کہ خندق میں کوئی موجود نہیں ہے۔ پھر میں نے

دیکھا کہ خندق والے لوگوں نے ہمارے قلعوں کی طرف رُخ (Adance)

کر لیا ہے۔ ہم اپنے قلعوں میں موجود ہیں کہ آنے والے لوگ ہمیں بھیڑ

بکریوں کی طرح ذبح (Slaughter) کر رہے ہیں۔“

نباش بن قیس اپنی بیوی کو بنی قریظہ کے دانشور زبیر بن باطا (Zubayr bin Baata) کے پاس لے کر آیا ہے۔

زبیر بن باطا: ”تمہاری بیوی کو کیا ہو گیا ہے، اتنا برا خواب؟ تو رات کی قسم! قریش پیٹھ پھیر (Turn their faces) کر یثرب سے بھاگ جائیں گے اور محمد ہمارا محاصرہ کر لے گا۔ محاصرہ کے بعد ہمیں اس سے بھی سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

(الغزالی للوالدی: 15/2)

رسول اللہ کے قائم کردہ جاسوسی نظام کے تحت بنی قریظہ کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کئے جانے کا علم رسول اللہ کو ہوا ہے۔ آپ نے سعد بن عبدادہ (بنی خوجرج)، سعد بن معاذ اور اُسید بن حُضیر (بنی اوس) کو اس بات کی تصدیق (Confirmation) کرنے کے لیے بنی قریظہ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے انہیں حکم دیا ہے:

”تم لوگ جا کر بنی قریظہ سے ملو اور اس بارے میں اُن سے

پوچھو۔ اگر یہ اطلاع غلط (Incorrect) ہو تو ٹھیک (Okay) اور اگر یہ اطلاع

درست ہو تو علانیہ (Publicly) نہ بتانا، اشارہ کر کے مجھے بتا دینا۔ ایسا نہ ہو کہ

مسلمان خوف میں مبتلا ہو کر حوصلہ ہاریں۔“ (مسیرت ابن ہشام: 254/2)

یہ لوگ بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حالات بدلے ہوئے دیکھے ہیں۔ یہاں جنگ کی تیاری کی جا رہی ہے۔ کعب بن اسد نے ان لوگوں سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔ بنی قریظہ کے یہودی ان سے اُلجھنے (Discord) لگے ہیں۔ کعب نے سعد سے کہا ہے:

”ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ محمد نے

ہمارے ساتھ کون سی نیکی کی ہے جو ہم اُس سے دوستی نبھائیں۔ محمد نے تو

ہمارے بھائیوں (بنی قینقاع اور بنی نضیر) کو جلا وطن کر دیا ہے۔ ہم تمہارے

ساتھ کسی معاہدہ کے پابند نہیں ہیں۔ تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ۔“ (الاکٹاء:

423/1، الروض الاف: 205/1، میرت ابن ہشام: 222/2، السيرة النبوية لابن كثير: 200/3)

”ابن حُضَيْر! تم ہمیں جنگ سے ڈرا (Scare) رہے ہو؟ تورات کی قسم! تمہارے باپ نے مجھے بُعاث (Bu'aath) کی جنگ میں لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر اُس وقت ہم حُضَيْر کا ساتھ نہ دیتے تو خُورج اُسے وہاں سے نکال باہر کرتے۔ خدا کی قسم! تمہارا مقابلہ آج تک کسی جنگ جو قوم (Warrior nation) سے نہیں ہوا۔ جب تمہارا پالا (Confront) ہم سے پڑا تو تمہیں بتا چلے گا بہادر کیسے ہوتے ہیں۔“

کعب جوتے کا تسمہ (Laces) ہاتھ میں پکڑ کر توڑتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”ہم نے محمد سے کیا جانے والا معاہدہ اسی طرح توڑ دیا ہے جیسے میں نے ابھی جوتے کا تسمہ توڑا ہے۔ ہم اپنا فیصلہ واپس نہیں لیں گے۔ جاؤ! جو چاہو کر لو۔“ (المازای للوالدی: 351)

اس کے بعد وہاں موجود بنی قریظہ کے لوگ مسلمانوں اور رسول اللہ کے متعلق بدزبانی (Talking bad) کر رہے ہیں۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۗ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ ۗ اكْبَرُ ۗ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (الفران۔ آل عمران۔ 118:3)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! جس چیز سے تمہیں نقصان پہنچے وہی اُنہیں (یہودیوں کو) اچھی لگتی ہے۔ تم سے دشمنی اور بغض (Malice) کا زہر تو اُن کی باتوں سے صاف نظر آتا ہے۔ یہ تو وہ ہے جو اُن کی باتوں کی وجہ

سے تمہارے علم میں آجاتا ہے، تمہارے خلاف جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف بتا دیا ہے اگر تم عقل سے کام لو۔

سعد بن عبادہ عمر رسیدہ اور گرم مزاج انسان ہیں۔ بنی قریظہ کے طرزِ عمل (Behaviour) سے غصّہ میں آگئے ہیں۔ انہیں سعد بن معاذ نے سمجھایا ہے کہ اس وقت ہمیں اپنے جذبات (Emotions) قابو میں رکھنے چاہئیں۔ ہمیں عقل مندی سے اس صورتِ حال کو دیکھنا اور لائحہ عمل (Strategy) اپنانا چاہئے۔ (سیرت ابن ہشام: 254/2)

سعد بن عبادہ، اُسید بن حضیر اور سعد بن معاذ واپس لوٹ آئے اور اشارہ سے رسول اللہ کو حالات کی سنگینی (Gravity) سے آگاہ (Update) کر دیا ہے۔ اب یہ لڑائی دہری (Double) جنگ میں بدل چکی ہے۔ گھر سے ہی اگر حملہ ہو جائے تو سامنے دشمن پہلے ہی موجود ہے، دفاع (Defence) کیسے کریں؟ رسول اللہ ان پریشان گن (Worrisome) حالات میں کہہ رہے ہیں:

”مسلمانو! تمہیں خوش خبری ہو، اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔“

(المنہجی للوالدی: 392/1، سیرت ابن ہشام: 232/3، البدایہ والنہایہ: 104/4)

وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذِ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۗ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (العران۔ الانفال۔ 58:8)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی (Breach of contact) کا ڈر ہو تو اُن سے کئے گئے معاہدہ کو علانیہ (Openly) انہیں بتا کر ختم کر دو۔ ایسی خیانت (Treachery) کرنے والا دشمن، دوست رکھنے کے قابل نہیں ہے۔ بے شک! اللہ خیانت کرنے والوں کو

پسند نہیں کرتا۔

بنی قریظہ نے کھجور، جو (Barley husk) اور انجیر (Figs) سے لدے ہوئے (Loaded) بیس (20) اُونٹ قریش کی امداد (Support) کے لیے روانہ کئے ہیں۔ مسلمانوں کا دستہ جو عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر مامور (Deployed) ہے، اُس نے یہ اُونٹ اپنے قبضہ (Possession) میں لے کر رسول اللہ کو پہنچا دیئے ہیں۔ (السورة النبوة

للصلاحي: 265/2)

بنی قریظہ عہد شکنی اور نازک وقت میں مسلمانوں سے بے وفائی کرنے کی وجہ سے ایک مصیبت مُول لے چکے ہیں۔ بنی قریظہ نے جس رات مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، رسول اللہ کے علم میں بھی آ گیا ہے۔ آپ نے سلمہ بن اسلم اشہلی (Salmah bin Aslam Ash-halite) کی قیادت میں دو سو (200) اور زید بن حارثہ کی قیادت میں تین سو (300) مجاہدین کو مدینہ منورہ شہر کے اندر بھیج دیا ہے۔ یہ مجاہد گلیوں (Street) میں چکر کاٹ کر بلند آواز میں نعرہ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کر رہے ہیں۔ بنی قریظہ کو اندازہ ہو گیا ہے کہ مسلمان ان سے مقابلہ کے لیے تیار ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ کسی بھی حملہ کی صورت میں زیادہ نقصان بنی قریظہ کا ہوگا۔ رسول اللہ کی حکمتِ عملی (Strategy) کامیاب رہی۔ رسول اللہ کے بروقت (Right move at the right moment) اقدام (Step) اُٹھانے سے بنی قریظہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ وقتی طور پر بدل لیا ہے لیکن اُن کی مسلمانوں سے دشمنی کم نہیں ہوئی۔ مسلمان بنی قریظہ کی جانب سے محفوظ نہیں ہیں۔ بنی قریظہ کسی بھی وقت قریش کے ساتھ مل کر حملہ کر سکتے ہیں۔ صورتِ حال ہر اعتبار سے پریشان کن ہے۔ ہر طرف خوف ہے۔ صحابہ رسول اللہ کے پاس آ کر پوچھ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! اس خوف کے عالم میں ہم کیا ذکر (Recite)

کریں؟“

رسول اللہ: اَللّٰهُمَّ اسْتَعْوِرْنَا وَاٰمِنَ رَوْعَاتِنَا

یا اللہ! ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی (Cover up) ہو جائے اور

ہمارا خوفِ اَمِن (Peace) سے بدل جائے۔ (الجامع الصغير: 8548، فتح الباری: 502/7،

السورة النبويه: 640/1)

رسول اللہ نے اپنی فوج کے مختلف دستوں کو رات میں پہرہ دینے کا حکم دیا

ہے۔ رسول اللہ خود بھی راتوں میں خندق پر پہرہ دیتے ہیں (المغازی للوالدی: 356/1)۔ جنگ

خندق میں مسلمانوں کے خلاف تین (3) فریق (Parties) ہیں:

1۔ قریش مکہ

2۔ بنی نضیر (مشرک) اور دوسرے قبیلے

3۔ بنی قریظہ (مدینہ منورہ کے اندر رہنے والے یہودی)

جنگ خندق میں دشمن فوج کے آنے پر رسول اللہ نے خواتین کو محفوظ قلعہ میں بھیج

دیا اور حسان بن ثابت کو ان کے پاس ٹھہرنے کے لیے کہا ہے۔ حسان کی عمر اس وقت

پینسٹھ (65) سال ہے۔ وہ شاعر اور کمزور دل انسان (Kindhearted) ہیں۔ اس جنگ

میں ہر طرف خوف کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ابو بکر کا بیان ہے:

”خندق کی جنگ کے دوران ہمیں اتنا خوف قریش کے لشکر سے

نہیں تھا جتنا بنی قریظہ سے تھا۔ ہمیں ڈر یہ تھا کہ کہیں وہ ہماری عورتوں اور بچوں

پر حملہ نہ کر دیں۔ رات میں ہمیں اس بات کی فکر زیادہ رہتی۔ اگر وہ ایسا کرتے

تو ہمارا ناقابل تلافی (Irreparable) نقصان ہوتا۔“ (المغازی للوالدی: 353/1)

بنی قریظہ نے یہ جانتے ہوئے کہ مسلمان خواتین یہاں موجود ہیں، اس قلعہ کے

ارد گرد چکر کاٹنا شروع کر دیئے ہیں۔ دس (10) یہودی قلعہ کی طرف دن میں آئے ہیں۔

تم نے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے ہیں

ان میں سے ایک (1) یہودی قلعہ کے اندر داخل ہوا ہے۔ اس یہودی کو مشکوک (Doubtful) حالت میں دیکھ کر رسول اللہ کی پھوپھی اور زبیر بن عوام کی والدہ سیدہ صفیہ، حستان سے کہہ رہی ہیں:

”ابا ولید! یہ شخص بار بار ہمارے قلعہ کے ارد گرد گھوم رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے ساتھیوں کو بتائے کہ ہماری حفاظت کے لیے پہرہ دار (Security guard) نہیں ہیں۔ رسول اللہ اور صحابہ کو خندق کے قریب مصروف (Busy) دیکھ کر بنی قریظہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ آپ جائیں اور اس کا کام تمام (Kill) کر دیں۔“ (سیرت ابن ہشام: 257/2)

حستان: ”عبدالمطلب کی صاحبزادی (Daughter)! آپ جانتی ہیں کہ یہ میرے بس (Beyond my capacity) کا کام نہیں ہے۔“

اس کے بعد کیا ہوا سیدہ صفیہ سے سنتے ہیں:

”حستان بن ثابت کے انکار کے بعد میں نے ایک موٹا ڈنڈا (Shaft) ڈھونڈا۔ یہودی کے قریب آنے پر اُس کے اوپر ایک چادر پھینکی۔ پھر میں نے اُس کے سر پر زور سے ڈنڈا دے مارا۔ ایک ہی وار (Attack) میں وہ یہودی اپنی جان سے گیا (المغازی للوالدی: 354/1)۔ میں حستان کے پاس دوبارہ گئی اور اُن سے کہا:

”میں نے اُس یہودی کو مار ڈالا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مرد نہ ہوتا تو میں (مالِ غنیمت کے طور پر) اُس کا اسلحہ اور لباس اُتار لاتی، آپ جائیے، اسلحہ اور اُس کا لباس اُتار لائیے۔“

حستان: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ (سیرت ابن ہشام: 239/3، الروض الاتف: 283/1، سبل الہدیٰ و

(الرشاد: 372/4، تاریخ بعلبوس: 122/1)

میں: ”اچھا تو پھر اُس کا سر ہی کاٹ (Behead) کر پھینک دیں تاکہ باقی لوگوں کو عبرت (Lesson) ہو اور وہ ہماری طرف نہ آئیں۔“

حسان بن ثابت نے اس بار بھی انکار کر دیا۔ میں آگے بڑھی اور اُس یہودی کا سر کاٹ کر پرے پھینک آئی۔ یہ دیکھ کر بنی قریظہ کے یہودی سمجھے کہ قلعہ میں مسلمان فوجی موجود ہیں۔ اس کے بعد کسی یہودی نے اس قلعہ کی طرف رخ نہ کیا۔“ (سیرت ابن ہشام: 756/3، الروض الالاف: 432/3)

یہ جنگ پہلی جنگوں سے مختلف ہے۔ اس سے پہلے لڑی جانے والی جنگیں ایک (1) دن میں ہی ختم ہو جاتی رہیں (سید الہدی: 530/4)۔ اُن جنگوں میں کھلا دشمن تھا اور وہ بھی میدانِ جنگ میں۔ اس بار میدانِ جنگ کے ساتھ ساتھ شہر کے اندر رہنے والے یہودی بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

گزرے ہوئے دنوں میں قریش نے کئی بار خندق کے پاس آ کر مسلمانوں پر تیر اندازی کی لیکن اس سے مسلمانوں کا خاطر خواہ (Considerable) نقصان ہوا ہے نہ ہی قریش کی فوج کا۔ مسلمان فوج کے بروقت دشمن سے بچنے کی تیاری نے قریش کو تھکا ضرور دیا ہے۔

ہمارے گھر اور گھر والے شدید خطرے میں ہیں ①

دُشمنوں کا محاصرہ (Siege) طویل (Long) ہوتا جا رہا ہے جس سے مسلمان فوج میں بھی پریشانی پائی جاتی ہے۔ آخر دُشمنوں کا محاصرہ کب تک چلے گا؟ اس کے علاوہ مدینہ منورہ شہر میں قریش کے محاصرہ کی وجہ سے حالات سخت ہوتے جا رہے ہیں۔ کھانے پینے کی اشیا مہنگی ہو گئی ہیں۔ مُنافق جو ابھی تک مسلمانوں کے ساتھ رہے، انہوں نے آہستہ آہستہ کھسکنا (Retract) شروع کر دیا ہے۔ وہ طرح طرح کے بہانے بنا رہے ہیں (سورت ابن ہشام: 754/3)۔

دُشمن فوج بھی کسی کامیابی کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بد دل (Disheartened) ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صورت حال کو دیکھتے ہوئے بنی غطفان کے سرداروں عقیبہ بن حصین اور حارث بن عمرو (Haarith bin 'Amr) سے بات چیت (Negotiation) شروع کر دی ہے۔ رسول اللہ انہیں کہہ رہے ہیں:

”اگر تم (بنی غطفان) محاصرہ اٹھا کرواپس چلے جاؤ تو ہم تمہیں مدینہ منورہ کی اگلے سال آنے والی بھجور کی فصل کا تیسرا (One third) حصہ دینے کو تیار ہیں۔“ (سورت ابن ہشام: 255/2)

ابھی یہ بات چیت جاری ہے کہ اُسید بن حُضیر آگئے ہیں۔ انہوں نے عیینہ کو رسول اللہ کی طرف پاؤں کئے بیٹھے دیکھا تو غصہ کرتے ہوئے کہا ہے:

”او بندر کی آنکھوں والے (Man, with monkey eyes)!

① ہمارے گھر اور گھر والے شدید خطرے میں ہیں (القرآن- الاحزاب: 21:33)

ہمارے گھر اور گھر والے شدید خطرے میں ہیں

تمہیں آداب (Manners) نہیں کہ رسول اللہ کے سامنے کیسے بیٹھتے ہیں؟

اگر یہ رسول اللہ کی مجلس نہ ہوتی تو اپنے نیزہ سے میں تمہارا پیٹ پھاڑ دیتا۔“

اس بات پر عثینہ بن حصین اور حارث بن عمر و غصہ میں اٹھ کر چلے گئے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ نے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کو بلا یا ہے۔ بات سننے کے بعد یہ

دونوں رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! اگر بنی غطفان سے معاہدہ (Agreement)

آپ کو پسند ہے تو ہمیں منظور (Acceptable) ہے۔ اگر یہ اللہ کریم کا حکم ہے تو

ہماری کیا مجال (Dare not) لیکن اگر یہ معاہدہ آپ ہماری سلامتی

(Security) کے لیے کر رہے ہیں تو ہم اس کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جب ہم

ایمان نہیں لائے تھے ہم اُس وقت بھی ان قبیلوں کی پرواہ (Care)

نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ بطور مہمان (Guest) یا خرید کر تو مدینہ منورہ کی

کھجوریں کھا سکتے تھے، زبردستی (By Force) تو انہیں ایک کھجور نہیں ملتی

تھی۔ اب تو ہم ایمان لائے ہیں۔ اللہ پر بھروسہ (Trust) کرتے ہیں، کیسے

گوارہ (Accept) کریں کہ یہ ہماری کھجوروں میں حصہ دار (Partner)

جائیں۔“ (سیرت ابن ہشام: 255/2)

رسول اللہ: ”میں نے تو یہ بات اس لیے شروع کی ہے کہ تم لوگوں کی سلامتی یقینی بنائی

جاسکے۔“

سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ: ”ہمارے پاس انہیں دینے کے لیے صرف تلوار ہے

یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔“

خندق کی جنگ طویل ہوتی جا رہی ہے۔ دشمن نے اپنے مختلف دستے ترتیب

دیئے ہیں جن کا کام مسلمانوں کو لڑائی میں مصروف (Engage) اور میدان جنگ میں اُلجھائے رکھنا ہے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کو حالتِ خوف میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک (1st) دستہ ابوسفیان کی قیادت (Command) میں، دوسرا (2nd) عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل)، تیسرا (3rd) ضرّار بن خطاب، چوتھا (4th) ہبیرہ ابن ابوہب، پانچواں (5th) خالد بن ولید، چھٹا (6th) عمرو بن عاص اور ساتواں (7th) نوفل بن معاویہ کی قیادت میں مسلمانوں کو خندق کے قریب اُلجھائے رکھتا ہے۔ انہوں نے الگ الگ دن مقرر (Fix) کر رکھے ہیں۔

آج کڑا کے کی سردی (Freezing cold) ہے۔ اس سردی میں خیموں سے باہر نکلنا مشکل ہے۔ رسول اللہ اس وقت سیدہ اُم سلمہ کے ساتھ اپنے خیمہ میں موجود ہیں۔ رسول اللہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہی رسول اللہ خیمہ سے باہر نکل کر عبادہ بن بشیر کو آواز دے رہے ہیں۔ عبادہ، رسول اللہ کی آواز سن کر دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ، عبادہ سے کہہ رہے ہیں:

”اپنے ساتھیوں کو لے کر خندق کے پاس جاؤ اور اس کے قریب

چکر کاٹو (Surveillance)۔ میں دشمن کا خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک حملہ کر دیں۔“

اس کے بعد رسول اللہ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہیں:

”یا اللہ! ہم دشمن کے شر سے محفوظ رہیں۔ ہمیں ان پر فتح مل

جائے۔ یا اللہ! دشمن مغلوب (Defeated) ہو جائے، تیرے سوا کوئی انہیں

مغلوب نہیں کر سکتا۔“

عبادہ بن بشیر کو اس وقت بظاہر (Apparently) دشمن کی کوئی کارروائی نظر

نہیں آ رہی۔ کچھ دیر بعد اپنے ساتھیوں کو لے کر خندق کا چکر کاٹتے ہوئے عبادہ دیکھ رہے ہیں کہ ابوسفیان تیر اندازوں کا ایک (1) دستہ لے کر حملہ آور ہو رہا ہے۔ یہ لوگ خندق کے کم چوڑائی (Width) والے حصہ سے خندق عبور کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اگر یہ دستہ خندق عبور کر لے تو مسلمانوں کا کافی نقصان ہو سکتا ہے۔ عبادہ بن بشر اور ان کے ساتھیوں نے دشمن پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی جس نے دشمن کا حملہ ناممکن بنا دیا ہے۔

دشمن کئی دن سے ایسی کوششیں کر رہے ہیں۔ کامیابی نہ ملنے کی وجہ سے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ رسول اللہ کے خیمہ کو بطور خاص (Specially) نشانہ بنایا جائے۔ اس کام کے لیے پوری قوت سے حملہ کیا جائے۔ خالد بن ولید کی کمان (Command) میں رسول اللہ کے خیمہ پر بڑا حملہ کر دیا گیا ہے۔ تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ پتھر بھی برسائے جا رہے ہیں۔

حملہ ہوتے ہی رسول اللہ کے جاں نثار بھی دفاع کرنے کے لیے اپنی اپنی جگہ پر آگئے ہیں۔ مسلمان فوج کے ایک دستہ نے رسول اللہ کے خیمہ کے آس پاس جگہ سنبھال لی ہے۔ دشمن کی فوج کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ان کے تازہ دم فوجی میدان میں آ کر پہلے سے موجود فوجیوں کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دفاع کرنے والے مسلمان فوجی وہی ہیں۔ رسول اللہ بھی اپنے خیمہ سے باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کے درمیان موجود انہیں ہدایات دے رہے ہیں۔ خندق کی جنگ میں پچھلے تمام دنوں میں ایک بھی ایسا حملہ نہیں کیا گیا۔ محسوس ہو رہا ہے کہ آج جنگ کا فیصلہ کن (Decisive) دن ہے، کسی کی ہارجیت کا فیصلہ ہو کر ہی رہے گا۔ قریش کے مختلف دستے اپنے سرداروں کی کمان (Command) میں حملہ آور ہیں۔ ابوسفیان، عکرمہ، ضرار بن خطاب، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، ہبیرہ بن ابو وہب اور نوفل بن معاویہ (کل سات (7) دستے) ایک وقت میں حملہ آور ہیں۔ یہ اب تک کی تمام جنگوں میں کیا جانے والا سب

سے بڑا حملہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عبیدہ بن حصین، مسعود بن زخیلہ، حارث بن عوف اور طلحہ بن خویلد نے خندق کے ایک دوسرے حصہ پر حملہ کر دیا ہے۔ اب لڑائی خندق کے مختلف حصوں پر ہو رہی ہے۔ میدان میں دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کی بارش ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جو محفوظ ہو۔ ہر طرف جنگ ہی جنگ ہے۔ دشمن پوری قوت کے ساتھ اس وقت حملہ آور ہے۔ مسلمان بڑی بہادری کے ساتھ تیروں اور پتھروں کو اپنی ڈھالوں (Shields) پر روک رہے ہیں۔ خندق کے قریب مسلمان موجود ہیں کہ دشمن کسی طور خندق عبور نہ کر سکے۔ اسی دوران قریش کے فوجی وحشی نے نشانہ باندھ کر اپنا حربہ طفیل بن نعمان (Tufayl bin N'amaan) کو دے مارا ہے۔ طفیل اُس کا نشانہ بن کر رسول اللہ پر اپنی جان قربان کر گئے ہیں۔ سعد بن معاذ بازو میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے ہیں۔ سعد کو حبان بن عرفہ کا تیر لگا ہے (الغازی للواقفی: 359/1)۔

دشمن کی طرف سے حملہ صبح ہوتے ہی کر دیا گیا تھا۔ اب دو پہر ختم ہو رہی ہے۔ دشمن کا حملہ اس قدر بھرپور ہے کہ رسول اللہ اور آپ کے ساتھی ظہر کی نماز (Noon prayer) ادا نہیں کر سکے۔ قریش اور دوسرے قبیلے موقع ہی نہیں دے رہے کہ مسلمان سانس بھی لے سکیں۔ مسلمانوں پر تھکاؤ کے آثار (Tiredness) نظر آنے لگے ہیں لیکن انہیں تو اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ کی فکر ہے۔ یہ خیال انہیں تازہ دم کرنے کے لیے کافی ہے۔ لڑائی جاری ہے کہ سورج غروب (Sunset) ہو گیا ہے۔ یوں رسول اللہ عصر (Afternoon prayer) اور مغرب (Prayer after sunset) کی نماز بھی ادا نہیں کر سکے۔

سورج غروب ہونے پر تیر اندازی رُکی تو مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ سارا دن اعصاب شکن (Nerve wrecking) اور خوف سے بھرپور لڑائی میں گزرا ہے۔ مسلمانوں کی حالت کچھ ایسی ہے کہ شدید تھکن کے وجہ سے ان کے لیے اٹھنا بیٹھنا بھی

ناممکن ہے۔ دشمن کو اس بات کا خوب اندازہ ہے۔ اچانک تیروں اور پتھروں کی بارش پھر سے شروع ہوگئی ہے۔ مسلمان فوجی ایک بار پھر میدان میں اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہیں۔ رسول اللہ اب بھی یہیں موجود ہیں۔ رات کے اندھیرے میں تیروں اور پتھروں سے بچنا بہت مشکل ہے۔ آخر کار دشمن کی ہمت جواب دے گئی ہے۔ اب تیر اور پتھر آنا بند ہو گئے ہیں۔ مسلمان فوجی ابھی بھی میدان میں موجود ہیں۔

رسول اللہ نے بلال صہبی کو اذان ادا کرنے کو کہا ہے۔ رسول اللہ نماز کی امامت کر رہے ہیں۔ نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ایک ساتھ ادا کی گئی ہیں۔ رسول اللہ نے اُسید بن حضیر کو بلالیا ہے۔ رسول اللہ انہیں کہہ رہے ہیں:

”دشمن سے غافل نہیں ہونا، وہ پلٹ کر حملہ کر سکتا ہے۔ تم اپنے

ساتھیوں کو لے کر خندق کی حفاظت کرو۔“

رسول اللہ: ”اللہ کریم نے مجھے فتح کی خوش خبری دی ہے۔“

خالد بن ولید نے اس خیال سے کہ مسلمان سارا دن کی لڑائی کی وجہ سے آرام کر رہے ہوں گے، رات گئے حملہ کر دیا ہے۔ اُسید اور اُن کے ساتھیوں نے خوب مقابلہ کرتے ہوئے خالد کا حملہ ناکام بنا دیا ہے (اماع الاسماع: 185/1)۔ یہ دن یقیناً خندق کی جنگ کا مشکل

ترین دن رہا۔ (الغزالی للوالدی: 15/2)

مسلمانوں کو اس جنگ میں صرف کھلے دشمن قریش، اُن کے اتحادی اور بنی قریظہ سے ہی خطرہ نہیں، منافق بھی ان حالات میں مسلمانوں کا حوصلہ توڑنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ منافق مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں:

”آخر ہم کب تک لڑیں گے؟ نبی نے فتح کی جو خوش خبری سنائی، وہ

محض دھوکہ (Deceit) ہے۔ ہم اتنے مشکل وقت سے گزر رہے ہیں، اگر فتح

ملنا ہوتی تو اب تک مل چکی ہوتی۔ موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔“

ان کی باتوں کا اثر مسلمانوں پر نہیں ہوا۔ اب منافق اکٹھے ہو کر رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ سے کہہ رہے ہیں:

”ہمارے گھر اور گھر والے شدید خطرے میں ہیں۔ آپ ہمیں

واپس جانے کی اجازت دے دیں۔“

رسول اللہ نے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اللہ کریم نے ان منافقوں کے متعلق پیغام بھیجا ہے:

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنِفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۚ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۚ وَكَوَدُخْتُ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سَأَلُوا الْفِتْنَةَ لَكُونَهَا وَمَا تَلْبَثُوا بِهَا إِلَّا أَيَّامًا ۚ

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلِ لَا يُؤْتُونَ الْأَذْيَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُورًا ۚ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُمْتَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِيكُمْ مِّنَ اللَّهِ إِن أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۚ

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ أَهَمَّ عَلَيْكُمْ شِقَاقًا جَاءَ

الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِاللِّسَانِ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَخْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ لُكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۚ يَخْسِبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابَ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنِ النَّبِيِّكُمْ لَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قُتِلُوا إِلَّا قَلِيلًا (الفران- الاحزاب- 33: 12-20)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! منافق اور وہ جن کے دلوں میں روگ (Cunningness) ہے کہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول نے جو وعدے ہم سے کئے وہ صرف فریب (Deceit) ہیں۔ اُن میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ یثرب والو! تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں، اس لیے واپس لوٹ جاؤ۔ اُن منافقوں میں سے ایک گروہ رسول اللہ سے اجازت مانگ رہا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف بہانے سے (Making excuses) میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ اگر مدینہ منورہ کے اردگرد رہنے والے دشمن انہیں فتنہ (Mischief) پھیلانے اور دین سے پھر جانے (Renounce) کی دعوت دیتے تو یہ ذرا سی دیر کئے بغیر اُن کا مطالبہ پورا کر دیتے۔ اس سے پہلے یہ منافق اللہ سے وعدہ کر چکے ہیں کہ یہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے لیکن یہ لوگ اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہے۔ بے شک! اللہ سے کئے ہوئے عہد (Commitment) کی باز پرس (Question) تو ہونی ہے۔

میرے رسول پر ایمان لانے والو! ان منافقوں کو بتادو کہ تم قتل یا موت سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ اگر تم اس سے

وقتی طور پر بچ بھی گئے تو ایسا چند دن کے لیے ہوگا۔ ان منافقوں سے پوچھو:
اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ اس طرح اگر
اللہ تم پر رحمت کرنا چاہے تو کون اللہ کو اس سے روک سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے
کہ اللہ کے مقابلہ میں یہ اپنے لیے کوئی حامی (Supporter) یا مددگار نہیں
ڈھونڈ پائیں گے۔

میرے رسول پر ایمان لانے والو! اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کون
ہیں جو مومنوں کے درمیان ہوتے ہوئے انہیں جنگ کرنے سے روکتے
ہیں۔ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ یہ خود بھی جی
چراتے ہیں کہ لڑنا نہ پڑے اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتے ہیں۔ کسی دشمن یا
خطرہ کے وقت تم لوگ ان کی طرف دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری مدد کریں۔ ایسے
موقع پر ان منافقوں کی آنکھیں یوں گردش کرتی ہیں (Turn their
eyes) جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔ جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہ
منافق مال کی لالچ (Greed) میں اپنی زبان خوب استعمال کرتے ہیں۔ یہ
منافق دل سے ایمان نہیں لائے اس لیے اللہ نے ان کے اعمال ضائع
کر دیئے ہیں۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ اگر دشمن کے لشکر
دوبارہ آ جائیں تو یہ منافق بدوؤں کے ساتھ گاؤں میں ہی رہیں گے اور وہیں
رہتے ہوئے تم سے جنگ کی خبریں پوچھتے رہیں گے۔ اگر یہ تم لوگوں کے
درمیان بھی ہوتے تو تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچاتے، لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے۔

اپنے کچھ لوگ بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دو

یہ سارا وقت مسلمانوں کے لیے کسی طور بھی آسان نہیں ہے۔ ایک طرف اتنی بڑی تعداد میں جان کے دشمن اور دوسری طرف بنو قریظہ جو اپنا عہد توڑ چکے ہیں۔ اللہ کریم کی رحمت جوش میں آئی ہے۔ بنی غطفان قبیلہ کا ایک نوجوان جس کا نام نعیم بن مسعود (Nu'aeym bin Mas'ud) ہے، بنی غطفان اور بنی قریظہ کے درمیان پیغام رسانی (Messaging) کا کام کرتا ہے۔ نعیم، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکا ہے لیکن اس بات کا ابھی کسی کو علم نہیں۔ نعیم قریش کے لشکر سے خاموشی سے نکل کر خندق کے پاس آ گیا ہے۔ خندق کے دوسری طرف پہرہ دیتے مسلمان فوجیوں کو اپنا تعارف (Introduction) کرواتے ہوئے کہہ رہا ہے:

”مجھے محمد تک ایک اہم پیغام پہنچانا ہے۔ مجھے محمد کے پاس لے چلو۔“

نعیم، ایک معروف (Known) آدمی ہے۔ مسلمان فوجیوں نے اُسے اسلحہ کے بغیر دیکھا تو رسول اللہ کے پاس لے آئے ہیں۔ نعیم نمازِ مغرب اور عشاء (Prayer at night) کے درمیان ملنے آیا ہے (الاعجازی للوالدی: 367/1)۔ نعیم، رسول اللہ کے پاس آ کر کہہ رہا ہے:

”اللہ کے رسول! میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں لیکن میں نے اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ بنی قریظہ، بنی غطفان اور قریش کے ساتھ میرے دوستانہ تعلقات ہیں۔ آپ اجازت دیں تو میں اُن کے درمیان غلط فہمی (Misunderstanding) پھیلا سکتا ہوں۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے

الگ ہو جائیں گے جو ہمارے فائدہ میں ہے۔“ (سورت ابن ہشام: 257/2)

رسول اللہ نے کہا ہے:

”الْحَرْبُ حِدْعَةٌ جَنگ تو دشمن کے خلاف چالیں چلنے کا نام ہے۔

“ (صحیح بخاری: 3029, 3030, سورت ابن ہشام: 257/2)

رسول اللہ نے اسے اجازت دے دی ہے۔ اس کے بعد نعیم بن مسعود، بنی قریظہ کے پاس موجود ہیں۔ نعیم بن مسعود کے بنی قریظہ سے اچھے تعلقات ہیں۔ اُن کا بنی قریظہ کے ہاں آنا جانا، شعر و ادب (Poetry and literature) کی محفلوں میں شرکت کرنا عام ہے۔ بنی قریظہ کو نعیم کے آنے پر کوئی حیرت (Surprise) نہیں ہوئی۔ نعیم انہیں سمجھا رہے ہیں:

”میں پرانے تعلقات اور دوستی کی وجہ سے تمہیں ایک اہم بات

سمجھانے آیا ہوں۔ تم لوگوں نے اپنا عہد توڑ کر محمد سے دشمنی (Enmity) مول لی ہے۔ تم نے یہ کیا کیا؟ اگر قریش کو فتح نہ ملی یا حالات مشکل ہوئے تو اُن کے مکہ واپس جانے میں کوئی رُکاوٹ (Hinderance) نہیں ہے۔ اُن کی عورتیں اُن کے ساتھ ہیں نہ اُن کے بچے۔ قریش تو واپس چلے جائیں گے، تم لوگوں نے یہیں رہنا ہے۔ اس صورت حال میں تمہیں قریش سے ضمانت (Guarantee) مانگنی چاہئے۔ قریش سے کہو کہ ہم تمہارے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہیں، اگر تم مخلص (Sincere) ہو تو اپنے کچھ معزز لوگ بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دو تا کہ تم اپنے وعدہ پر قائم (Firm) رہو۔

اس بات کا خیال رہے کہ میرا مشورہ تم اپنے پاس راز (Secret)

رکھو گے۔“ (سورت ابن ہشام: 257/2)

عرب میں جنگوں میں ایسا کرنا عام ہے۔ عقبہ بن ربیعہ نے حربِ فجار (Harb e Fijaar) ختم کرنے کے لیے ایسا کیا تھا (معد رسول اللہ: 263/1)۔ بنی قریظہ کو نعيم کی تجویز (Proposal) پسند آئی ہے۔ نعيم نے انہیں یہ پیش کش (Offer) بھی کی ہے کہ وہ قریش تک اُن کی شرط (Condition) پہنچانے کو تیار ہے۔ نعيم کی پیش کش بنی قریظہ نے قبول کر لی ہے۔ نعيم اس کے بعد قریش کے پاس آگئے ہیں۔ اپنے سپہ سالار ابوسفیان سے کہہ رہے ہیں:

”میں ایک انتہائی اہم اور خطرناک خبر آپ تک پہنچانے آیا ہوں۔“

یہ سن کر ابوسفیان نے دوسرے اہم سرداروں کو اپنے خیمہ میں بلا لیا ہے۔

نعيم: ”محمد سے میری دشمنی تمہارے سامنے ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے اور ہمارے تعلقات کتنے پرانے اور مضبوط ہیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ بنی قریظہ مجھ پر اعتماد (Rely) کرتے ہیں۔ میں تم سے اپنی دوستی کی خاطر خطرہ مول (Take risk) لے کر یہاں آیا ہوں۔ خدا امیر از (Secret) کسی پر ظاہر (Reveal) نہ کرنا۔“

قریش نے نعيم کو یقین دلایا ہے کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کیا جائے گا۔

نعيم: ”حییٰ بن اخطب کے کہنے پر بنی قریظہ نے محمد سے اپنا معاہدہ توڑ تو لیا لیکن اس پر وہ بہت شرمندہ اور پریشان ہیں۔ بنی قریظہ نے محمد کے ساتھ خفیہ (Secret) معاہدہ کر لیا ہے۔ بنی قریظہ نے کہا ہے کہ وہ قریش کے لوگوں کو ضمانت (Guarantee) کے طور پر طلب (Demand) کر کے انہیں محمد کے حوالے کر دیں گے۔ مسلمان تمہارے لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ اس طرح بنی قریظہ مسلمانوں کے ساتھ اپنی وفاداری (Loyalty) ثابت کر دیں گے۔ محمد نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی ہے۔ ایسی صورت میں محمد نے ان کی معاہدہ شکنی (Breach of contract) معاف کرنے

اپنے کچھ لوگ بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دو

کا وعدہ بھی کر لیا ہے۔ اگر بنی قریظہ تم سے ضمانت کے طور پر لوگ مانگیں تو ایسا بالکل نہ کرنا۔ اپنے لوگوں کو قتل بھی کرواؤ گے اور بنی قریظہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر تم سے جنگ بھی کریں گے۔“ (سیرت ابن ہشام: 258/2)

اس خبر سے قریش میں مایوسی اور بددلی پھیل گئی ہے۔ ابوسفیان نے قریش سے عکرمہ بن عمرو بن ہشام اور بنی غطفان سے ورقہ بن غطفان (Warqah bin Ghiffaan) کو بنی قریظہ کی طرف بات چیت (Deliberation) کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے ابوسفیان کا پیغام بنی قریظہ تک پہنچایا ہے۔ پیغام کچھ یوں ہے:

”ہم اتنے دن سے محاصرہ (Siege) کئے ہوئے ہیں، اب ہمارے پاس سامان کی کمی (Shortage) واقع ہو رہی ہے۔ ہمارے جانور بیمار پڑنے لگے ہیں۔ ہم خود بھی طرح طرح کی بیماریوں (Ailments) میں مبتلا ہیں۔ ہمارے فوجی لمبے محاصرہ سے بددل (Dishearten) ہیں۔ اب ہم محاصرہ مزید لمبائیں کرنا چاہتے۔ ہم فیصلہ گن (Decisive) قدم اٹھانا چاہتے ہیں تاکہ یہ معاملہ ختم ہو۔ ہم مسلمانوں پر باہر سے اور تم لوگ اندر سے حملہ کر دو۔ ہمیں مسلمانوں پر کل صبح حملہ کرنا ہے۔“ (سیرت ابن ہشام: 258/2)

اتفاق (Incidentally) سے یہ جمعہ (Friday) کی رات اور صبح ہفتہ (Saturday) ہے۔

بنی قریظہ: ”ایک تو صبح یوم سبت (ہفتہ۔ Yaum e Sabt) ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم اس دن جنگ نہیں کرتے۔ دوسرے ہمیں کیا اعتبار (Trust) کہ ہم مسلمانوں پر حملہ کر کے ان سے دشمنی مول لے لیں اور تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس طرح ہم اپنے لیے ایک مصیبت کھڑی کر لیں گے۔ ہم نے یثرب ہی میں رہنا ہے، ہم محمد سے

اپنے کچھ لوگ بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دو

دشمنی نہیں لے سکتے۔ تمہاری وجہ سے مسلمانوں سے ہماری دشمنی ہو جائے گی اور تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ہم یقین (Ensure) کرنا چاہتے ہیں کہ تم ہمیں اس حالت میں چھوڑ کر چلے نہیں جاؤ گے۔“ (سیرت ابن ہشام: 258/2)

عکرمہ: ”تمہیں کیسے یقین آسکتا ہے کہ ہم تمہیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے؟“

بنی قریظہ: ”ہمیں اس بات کا یقین تب آئے گا جب تم اپنے چند معزز (Honourable) آدمی ہمارے پاس بطور ضمانت (Guarantee) بھیج دو۔ ہم یوم سبت (ہفتہ) گزرنے کے بعد حملہ کرنے کو تیار ہیں۔ اگر تمہیں یہ شرط منظور نہیں تو ہم محمد کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ تم تو اپنے گھروں کو چلے جاؤ گے اور ہم کہاں جائیں گے؟ جان بھی جائے گی اور مال بھی۔ یثرب میں رہنا بھی ناممکن ہوگا۔ ہمارا تو سب کچھ برباد (Ruin) ہو جائے گا۔“ (سیرت ابن ہشام: 299/2، البدایہ والنہایہ: 734/1)

عکرمہ بن عمر و بن ہشام (ابو جہل) اور ورقہ بن غطفان واپس پہنچے تو تعظیم ابھی یہیں موجود ہے۔

ابوسفیان: ”خدا کی قسم! تعظیم نے ہمیں جو اطلاع دی، وہ ٹھیک ہے۔ ہمیں بنی قریظہ کی یہ شرط قبول نہیں ہے۔ انہیں بتا دو کہ ہمیں اس شرط پر اُن کا ساتھ منظور (Acceptable) نہیں۔ میں تو انہیں ضمانت رکھنے کے لیے اپنے اُونٹ بھی نہ دوں۔ میں اپنے سردار کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا۔“ (الغازی للوالدی: 369/1)

بنی قریظہ تک جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے شکر (Thanks) ادا کرتے

ہوئے کہا ہے:

”تعظیم اگر ہمیں ٹھیک وقت پر نہ بتاتا تو ہم مارے جاتے۔“ (سیرت

ابن ہشام: 319/3، الغازی للوالدی: 480/2)

تعظیم نے اپنے قبیلہ بنی غطفان کے لوگوں کو بھی بنی قریظہ کا پیغام پہنچایا جس سے

بنی قریظہ پر ان کا اعتبار (Trust) بھی اٹھ گیا ہے۔ اس طرح قریش کا اتحاد ٹوٹ گیا ہے۔
محصارہ کئے ہوئے قریش اور اتحادیوں کو تین (3) ہفتے گزر چکے ہیں۔ سخت سردی
کا موسم ہے۔ سامان رسد (Supplies) اور جانوروں کی بیماریاں (Diseases) سامنے ہیں۔
فوج بھی دن بدن تنگی (Inconvenience) محسوس کر رہی ہے۔ اُن کے حوصلے پست (Low)
ہو چکے ہیں، اتنے میں اللہ کی مدد آگئی ہے۔ رسول اللہ دعا مانگ رہے ہیں:

”یا اللہ! کتاب نازل کرنے والے اور جلد حساب لینے والے

رب! ہم تجھ سے التجا (Request) کرتے ہیں کہ دشمن کے لشکر شکست کھا

جاویں۔ ہمیں ان پر فتح مل جائے۔“ (صحیح بخاری، کتاب العباد)

سردی اپنی شدت (Severity) پر موجود ہے۔ خندق کی ایک طرف بیٹھی فوج
شدیداً کتاہٹ (Weariness) کا شکار ہے۔ وہ ہرجتن (Effort) کر چکے لیکن کوئی کامیابی
حاصل نہیں ہوئی۔ اُن کا بھرپور حملہ بھی کارگر (Effective) ثابت نہیں ہوا۔ یہاں موجود
فوجی اپنے اپنے سردار سے اُلجھ رہے ہیں کہ آخر کب تک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے۔ دشمن کے
فوجی ہاتھ آ رہے ہیں نہ مال غنیمت۔ ہم واپس جا کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اپنی کامیابی کا
یقین کیسے دلائیں گے۔ ہمیں مال غنیمت کے بغیر واپس جانا پڑے گا۔ حالات بے چینی
(Unrest) اور بغاوت (Revolt) کی طرف جا رہے ہیں۔ بغیر کسی وجہ سے میدان جنگ
چھوڑ کر واپس جانا بھی شرمندگی کا باعث بنے گا۔

آج منگل (Tuesday) کی رات ہے، جنوری کی چوبیس (24) تاریخ 627

عیسوی۔ قریش کو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے چوبیسواں (24th) دن ہے۔ قریشی سرداروں
کی بنی قریظہ سے آخری ملاقات اور حملہ کرنے کے پیغام کو دیئے ہوئے چار (4) دن گزر
چکے ہیں۔ آج رات شدید سردی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تیز ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے۔

رسول اللہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”کیا کوئی ایسا ہے جو دشمن کے پڑاؤ میں جا کر ان کی خبر لے کر

آئے؟“

سردی اور تیز ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے کوئی خیموں سے باہر نہیں جانا چاہتا۔ اللہ کے رسول نے یہ سوال تین (3) بار پوچھا لیکن کوئی بھی اس کے لیے خود سے تیار نہیں ہے۔ رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”حذیفہ! جاؤ اور دشمن کی خبر لے کر آؤ۔“

حذیفہ: ”جی! اللہ کے رسول۔“

رسول اللہ: ”خیال رکھنا کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے جنگ بھڑک اٹھے اور پریشانی بڑھے۔“

اس کے بعد کیا ہوا، حذیفہ سے سنتے ہیں:

”میں خیمہ سے باہر نکل کر دشمن کے پڑاؤ کی طرف چل پڑا۔ خیمہ

سے نکلنے ہوئے میں سردی سے ڈر رہا تھا۔ خندق درمیان میں ہونے کی وجہ

سے بہت دُور تک پیدل چلنا تھا اور اُتنا ہی دُور خندق پار کرنے کے بعد بھی۔

رسول اللہ کا حکم تھا، اس لیے میں نکل پڑا۔ خیمہ سے باہر آتے ہی میں نے محسوس

کیا کہ باہر سردی کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ میں بہت

اچھے موسم میں چل رہا ہوں۔ میں دشمن کے پڑاؤ تک آسانی سے پہنچ گیا۔ میں

نے دیکھا کہ قریش کا سپہ سالار ابوسفیان بن حرب سردی سے بچنے کے لیے اپنی

پٹھے (Back) آگ کی طرف کئے سینک (Heating) رہا ہے۔ وہ میرے

نشانہ پر تھا۔ میں نے کمان میں تیر رکھ کر اُس کا نشانہ باندھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ

اپنے کچھ لوگ بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دو

رسول اللہ نے ایسی کسی حرکت سے منع کیا ہے۔ میں نے اپنا تیر واپس رکھ لیا۔ دشمن کے خیموں میں جنگ سے بددلی اور ناکامی کی باتیں ہو رہی تھیں۔

ابوسفیان: ”ہم ایسی جگہ آ کر ٹھہرے ہوئے ہیں جہاں ہماری جوتیاں (Shoes) تک ٹوٹ گئیں۔ آگ جلتی ہے نہ خیمہ کھڑا رہتا ہے۔ بنی قریظہ نے بھی بدعہدی کی ہے۔

میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے واپس چلنا چاہئے۔“ (سورۃ ابن ہشام: 259/2)

میں واپس لوٹا تو ایک بار پھر مجھے سردی محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے واپس آ کر رسول اللہ کو دشمن کی فوج کے حالات بتائے۔ میں اپنے کام سے فارغ (Free) ہوا تو مجھے شدید سردی محسوس ہوئی۔ رسول اللہ نے مجھے اپنے خیمہ میں لٹا لیا۔ رسول اللہ نے سردی سے بچانے کے لیے اپنی چادر میرے اوپر ڈال دی۔ میں صبح تک سوتا رہا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ نے پیار سے مجھے کہا:

فُهِمَ يَا قَوْمَانُ..... خوب سونے والے! اب اُٹھ جاؤ۔ (صبح

مسلم: 763/1788، سورۃ ابن ہشام: 259/2)

رات میں شدید آندھی (Dust storm) آگئی ہے (مسند احمد: 10771)۔ دشمن کے خیمے اکھڑ رہے ہیں۔ اُن کی دیگیں (Pots) اور بانڈیاں اُلٹ پلٹ گئی ہیں۔ گھوڑے ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ اُن میں عجیب بے چینی (Anxiety) اور خوف پھیل گیا ہے۔ افراتفری (Hurly - burly) کا عالم ہے۔ کسی کو اپنے سردار کی فکر نہیں، سردار اپنے قبیلہ سے بے خبر ہے۔ کوئی بھاگ رہا ہے تو کوئی چھپ رہا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ ہر طرف خوف ہے۔ ابوسفیان اپنے اُونٹ پر سوار، اُس کی رسی کھولنا بھول گیا ہے۔ جب اُس نے اُونٹ کو بھگانے کے لیے ایڑ (Push to run) لگائی تو رسی بندھی ہوئی پائی ہے۔ اُس نے تلوار سے ہی اُونٹ کی رسی کاٹی اور مکہ کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اُسے دیکھ

کرباقی فوج بھی میدان سے بھاگ نکلی ہے۔ (اماع الاساع: 375/8، الاکفاء: 430/1، اروض

الانف: 221/6)

غزوہ خندق (احزاب) بہت بڑی جنگ تھی۔ یہ جنگ أعصاب شکن (Nerve breaking) تھی۔ دشمن کا خوف، سخت سردی، محاصرہ کی وجہ سے ضروریات زندگی (Needs of life) کی کمی، دشمن کے تمام قبیلوں کا اتحاد، ہر معاملہ میں خوف۔ اس کے علاوہ شہر کے اندر رہتے ہوئے بنی قریظہ کی بے وفائی (Betrayal)، منافقوں کا مشکل وقت میں بہانے بنا کر واپس چلے جانا۔ دشمن کی اتنی بڑی تعداد کے سامنے حوصلہ قائم (Firm) رکھنا، اللہ کریم پر یقین کا ثبوت (Proof) ہے۔ مدینہ منورہ شہر کی گل آبادی سے زیادہ فوج، تمام اسباب اور اسلحہ کے ساتھ حملہ کرے اور ناکام لوٹ جائے۔ کیا یہ میرے مالک کی مہربانی (Kindness) نہیں؟ یہ اب تک کی سب سے طویل (Long) جنگ ہے جو تقریباً ایک (1) مہینہ جاری رہی۔ صحابہ نے دشمن فوج کے بھاگنے کا منظر (Scene) رسول اللہ کو بتایا تو آپ مسکراتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”اب دشمن ہم پر حملہ نہیں کرے گا، اب ہم ان پر حملہ کریں

گے۔“ (صحیح بخاری: 4109، 4110)

سیدہ اُم سلمہ کئی جنگوں میں رسول اللہ کے ساتھ رہیں۔

سیدہ اُم سلمہ: ”میں رسول اللہ کے ساتھ جنگوں میں شامل رہی جن میں دشمن کے ساتھ

جھڑپ (Battle) ہوئی اور خطرات بھی پیش آئے۔ خندق سے بڑھ کر ہولناک

(Horrible) اور تھکادینے (Tiring) والی کوئی دوسری جنگ نہیں تھی۔ رسول اللہ کو اس

جنگ سے زیادہ تھکاؤ کسی اور جنگ میں نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ کہ مسلمان ہر

طرف سے دشمن کے گھیرے (Surrounded by) میں تھے۔ ان کے لیے نکلنے کا

کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایک طرف دشمن کا بہت بڑا لشکر، دوسری طرف عورتوں اور بچوں

کی حفاظت اور تیسرے بنی قریظہ کی طرف سے ہر وقت حملے کا خطرہ۔ ان حالات میں رات بھر مدینہ منورہ کا پہرہ (Watch) دیا جاتا، ساری رات خوف میں گزرتی تھی۔ پھر اللہ کریم نے مہربانی کرتے ہوئے دشمن کے دانت کھٹے (Damage) کر

دیئے۔‘ (اسماع الاسماع: 235/1، الغازی للوالدی: 399/1)

اس جنگ میں پانچ (5) مسلمان شہید ہوئے ہیں:

- 1 - Anas bin Aws bin 'Ateek انس بن اوس بن عتیک
 - 2 - 'Abdullah bin Sehal عبد اللہ بن سہل
 - 3 - Tufayl bin N'amaan طفیل بن نعمان
 - 4 - Th'albah bin Ghinmah ثعلبہ بن غنمہ
 - 5 - S'ad bin M'uaadh سعد بن معاذ (جنگ میں زخمی ہوئے)
- دشمن کے تین لوگ جان سے گئے ہیں۔

- 1 - 'Amr bin 'Abd Wud-d عمرو بن عبد وود
- 2 - Nawfal bin 'Abdullah bin Mughayrah نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ
- 3 - Munabbah bin 'Uthmaan bin 'Ubayd منبہ بن عثمان بن عبید

اس جنگ میں انصار کے نہایت اہم سردار سعد بن معاذ زخمی ہوئے ہیں۔ حبان بن قیس بن عرفہ کا تیران کے بازو میں لگا جس سے ان کی رگ (Artery) کٹ گئی ہے۔ حبان نے تیر مارتے ہوئے کہا:

”میرا تیر نوٹس (Bear) کرو، میں ابن عرفہ ہوں۔“

جنگ ختم ہونے کے بعد سعد بن معاذ دُعا مانگ رہے ہیں:

”میرے اللہ! اگر ابھی دشمن سے مزید جنگیں ہونا باقی ہیں تو مجھے

زندہ رکھ۔ اگر یہ جنگ دشمن (قریش) سے آخری ہے تو مجھے اس زخم سے

شہادت نصیب فرما۔“ (مسند احمد: 10771، سیرت ابن ہشام: 257/2)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ
جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۗ إِذْ جَاءَ وَكُفْرًا مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۖ وَإِذْ
زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ
الظُّلْمَ ۗ إِنَّهَا لَكِ الْبُغْيُ الْبُغْيُ الْمُبْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (الفرقان)

(الاحزاب: 33-11-9)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! تم دشمن کی پرواہ نہ کرو، اللہ تمہارے لیے کافی ہے۔ اللہ کے اُس احسان کو یاد کرو جو ابھی ابھی اُس نے تم پر کیا ہے۔ جب دشمن جتھوں (Bands) کی صورت میں تم پر حملہ آور ہوا۔ ہم نے اُن پر تند و تیز (Furious) آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم اور وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ وہ سب دیکھ رہا تھا۔ جب دشمن نے تم پر اوپر سے اور نیچے سے یلغار (Attack) کی تو اُس ہولناک (Horriying) منظر سے آنکھیں پتھرا گئیں (Eyes became lifeless)۔ کلیجے منہ کو آگئے (Overwhelmed with distress)۔ اِس صورت حال میں تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کا گمان کرنے لگے۔ اُس وقت اللہ نے ایمان لانے والوں کی زبردست آزمائش کی اِس طرح کہ بُری طرح ہلا کر رکھ دیئے گئے۔

جنگِ احزاب (خندق)..... ایک نظر میں

جنگ کا نام: جنگِ احزاب / جنگِ خندق

جنگ کا سال: 5 ہجری، 627 عیسوی

جنگ کا مہینہ: شوال - ذی القعدہ - دسمبر - جنوری (29 دسمبر 626 - 24 جنوری 627 عیسوی)

درجہ حرارت: دس ڈگری سینٹی گریڈ (10 °C)

جنگ کی جگہ / مقام: مدینہ منورہ

مسلمان فوج کا سپہ سالار: محمد رسول اللہ ﷺ

دُشمن فوج کا سپہ سالار: ابوسفیان بن حرب

مسلمان فوج کی تعداد: تین ہزار (3,000)

دُشمن فوج کی تعداد: دس ہزار (10,000)

دونوں فوجوں کا تناسب (مسلمان: دُشمن): 3:1

جنگ کا دورانیہ: ایک مہینہ

جنگ کس موسم میں لڑی گئی: شدید سردی

مسلمانوں کے شہید: پانچ (5)

اہم شہید: سعد بن معاذ

دشمن کے کتنے لوگ مارے گئے: تین (3)

دشمن کے اہم لوگ: عمر و بن عبدود، نوفل بن عبد اللہ

مسلمانوں کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: کوئی نہیں

دشمن کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: کوئی نہیں

مال غنیمت: کوئی نہیں

اگر کوئی علاقہ، زمین یا جائیداد جنگ میں حاصل ہوئی: کوئی نہیں

کس چیز نے جنگ کا پانسہ پلٹا: عیم بن مسعود کے بنی قریظہ اور قریش سے مذاکرات

اہم ترین واقعہ: جب اتحادی فوجیں مدینہ منورہ پر باہر سے حملہ آور تھیں، عیبی بن اخطب

نے بنی قریظہ کو مسلمانوں پر مدینہ منورہ کے اندر سے حملہ کرنے پر اکسایا۔

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں ①

قریش مکہ اور بنی غطفان واپس جا چکے ہیں۔ ان کے لیے لمبا محاصرہ، سخت سردی کا موسم، اسباب کا ختم ہونا، جانوروں کا مرنا، فوجیوں کا ٹوٹنا ہوا حوصلہ (Morale) اور بظاہر کامیابی نہ ملنے کے آثار (Signs) پہلے ہی دل چھوڑنے کے لیے کافی تھے۔ سخت آندھی نے رہی سہی کسر نکال دی۔ اتحاری فوجوں کے محاصرہ ختم کر کے واپس جانے پر بنی قریظہ شدید خوف میں مبتلا (Entangled) ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف چڑھائی (Attack) کریں گے۔ اس کی ایک وجہ نباش بن قیس کی بیوی کا خواب اور زبیر بن باطا کا اس خواب کی تعبیر بتانا ہے۔ رسول اللہ ایسا ارادہ نہیں رکھتے۔ رسول اللہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ (شہر میں) واپس آگئے ہیں۔ آج 23 ذی القعدہ 5 ہجری اور بدھ (Wednesday) کا دن ہے۔ آپ سیدہ عائشہ کے پاس ہیں۔ سیدہ عائشہ بتاتی ہیں:

”جنگ خندق سے واپس آ کر رسول اللہ نے زرہ بکتر اتاری اور

غسل (Full Ablution) کیا۔ آپ نے اس کے بعد خوشبو (Fragrance)

لگائی۔ رسول اللہ میرے پاس موجود تھے کہ اچانک (Suddenly) وحیہ

کلبی (Dihyah Kalbite) آگئے۔ (وحیہ بن خلیفہ کلبی (Dihyah bin

Khalifah Kalbite) انصاری صحابی ہیں) وہ چنگبرے (Appaloosa)

گھوڑے پر سوار اپنے سر سے غبار (Dust) جھاڑ رہے تھے۔ انہوں نے سفید

① ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں۔ (صحیح بخاری: 4121)

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں

(White) رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ رسول اللہ اُن کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور میں بھی۔ وحیہ بکلی کچھ دیر رسول اللہ سے باتیں کرتے رہے۔“

رسول اللہ: ”یہ جبریل تھے۔ اللہ کا حکم لے کر آئے تھے کہ بنی قریظہ پر حملہ کیا جائے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے ہتھیار (Weapons) رکھ دیئے ہیں جبکہ آسمان کے فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے۔ فرشتوں نے قریش کا ”حمر الاسد“ تک تعاقب (Chase) کیا ہے۔“ (صحیح بخاری: 4117, 2813، سیرت ابن ہشام: 244/3، البیہ و البیہ: 119/4)

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَنُزِّلْ بِهِمْ مَنْ خَلَفَهُمْ
لَعَلَّهُمْ يَدْرَأُونَ (القرآن - الانعام - 57:8)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! اگر تم لوگ کسی قوم کی بد عہدی دیکھو تو اُنہیں ایسی عبرتناک (Dreadful) سزا دو جس سے صرف اُنہیں ہی نہیں بلکہ اُن کے بیچ جانے والے لوگوں اور آنے والی نسلوں کو بھی سبق (Lesson) حاصل ہو جائے۔

رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں اعلان کرنے والے کو بلا کر اسے حکم دیا ہے کہ اعلان کرو:

”جو کوئی سننے والا اور فرماں بردار (Obedient) ہے، وہ عصر کی نماز (Asr prayer / Prayer at afternoon) بنی قریظہ کے علاقہ میں جا کر ادا کرے۔“ (صحیح بخاری: 371، سیرت ابن ہشام: 234/2، السیرة النبویہ لابن کثیر: 224/3، میل الہدی و الرشاد: 4/5)

مسلمان رسول اللہ کا پیغام سنتے ہی جنگ کے لیے دوبارہ تیار ہوئے اور بنی

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں

قریظہ کی طرف نکل پڑے ہیں۔ کچھ لوگوں نے نمازِ عصر اس خیال سے راستہ میں ادا کی ہے کہ نماز کا وقت نہ گزر جائے۔ کچھ لوگوں نے نمازِ عصر بنی قریظہ کے علاقہ میں پہنچ کر ادا کی، خواہ عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ رسول اللہ نے کسی گروہ کے بارے میں کوئی رائے

(Comment) نہیں دی۔ (صحیح بخاری: 4119، فتح الباری: 510/7، سیرت ابن ہشام: 260/2)

اس جنگ میں رسول اللہ کے پاس تین گھوڑے ہیں۔ آپ لُحَيْف (Luhayf) نامی گھوڑے پر سوار جبکہ باقی دو (2) گھوڑے آپ کے ساتھ ہیں۔ علی ابن ابی طالب ہراول دستہ (Leading troops) کی قیادت (Command) کر رہے ہیں۔ انہوں نے مسلمان فوج کا علم بنی قریظہ کے قلعہ کے قریب زمین میں گاڑ (Hoist) دیا ہے (سیرت ابن ہشام: 260/2)۔ سب لوگ مختلف ٹکڑیوں (Groups) میں جا رہے ہیں نہ کہ ایک لشکر کی صورت میں۔ رسول اللہ کے ساتھ پینتیس (35) گھڑسوار ہیں۔

مسلمان فوج نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ بنی قریظہ کے تمام لوگ جن میں عورتیں، مرد، بوڑھے اور بچے شامل، اپنے مال و اسباب (Riches and resources) کے ساتھ قلعہ کے اندر محفوظ ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار (3,000) اور ان کے پاس چھتیس (36) گھوڑے ہیں (امعاء الاسماع: 245/1، المعازی للواقفی: 4/2)۔ رسول اللہ نے بنی قریظہ کے علاقہ میں پہنچنے پر بئر اُنا (B'ear e Unaa / Unaa well) کے پاس پڑاؤ (Camp) ڈالا ہے۔ اگلی صبح مسلمان فوج نے قلعہ بند (Fortified) یہودیوں پر تیر اندازی شروع کر دی ہے۔ دونوں طرف سے تیر اندازی اور نعرے بازی (Sloganeering) ہو رہی ہے۔ یہودیوں کو اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ توڑ کر بہت بڑی غلطی (Blunder) کی ہے۔ اب انہیں اپنا انجام (Fate) نظر آنے لگا ہے۔

کعب بن اسد کو اپنی غلطی پر پشیمانی (Regret) ہے کہ اُس نے حُیّ بن اخطب کی بات کیوں مانی۔ حُیّ بن اخطب بھی یہیں موجود ہے۔ عمر و بن سعدؓ نے ایک بار پھر

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں

اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن کسی نے اُس کی بات نہیں مانی۔ آنے والے ہر دین کے ساتھ محاصرہ سخت ہوتا جا رہا ہے۔ یہودیوں کو اپنی شکست نظر آرہی ہے۔ اُن پر خوف اور مایوسی (Despair) چھائی ہوئی ہے۔ وہ مال و اسباب تو بہت رکھتے ہیں مگر حوصلہ اور بہت (Strength) نہیں۔ اب انہیں صرف اپنی جانوں کی فکر (Concern) ہے۔

بنی قریظہ کے قلعہ میں نباتہ (Nabaatah) نامی عورت رہتی ہے۔ اس کا تعلق بنی نُضیر سے ہے اور شادی بنی قریظہ میں ہوئی۔ اس کے شوہر کا نام حسن قُرظی (Hassan Qurzi) ہے۔ دونوں آپس میں بہت محبت کرتے، اکٹھے زندہ رہنا اور مرنے چاہتے ہیں۔ بنی قریظہ میں مایوسی زیادہ پھیلی تو انہیں موت نظر آنے لگی ہے۔ نباتہ اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے:

”مجھے محبت کے وہ لمحے (Moments) جو ہم نے اکٹھے گزارے،

بہت یاد آ رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ جلد ہی یہ جدائی (Separation) میں بدلنے والے ہیں۔“

حسن قُرظی: ”مجھے اپنی موت تو یقینی نظر آتی ہے۔ لیکن تمہیں ایسا کوئی خدشہ (Risk) نہیں۔ محمد عورتوں کو قتل نہیں کرتا۔ تم ایسا کرو کہ قلعہ کی دیوار سے چٹکی (Grinder) کا پاٹ (Heavyweight plate) مسلمانوں پر پھینک دو۔ اگر ایک دو (1-2) مسلمان اس کی زد (Targeted) میں آکر مارے گئے تو جنگ ختم ہونے کے بعد اس کی سزا میں تم بھی قتل کر دی جاؤ گی، ورنہ قیدی بنو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میرے بعد کسی کی باندی (Bondwoman) بن کر رہو۔“ (الغازی للوالدی: 30/2، سیرت ابن ہشام: 264/2)

نباتہ نے موقع ڈھونڈ کر چٹکی کا پاٹ قلعہ کی فصیل سے مسلمانوں پر گرا دیا ہے۔

خلاؤ بن سوید (Khallaad bin Suwayd) نباتہ کا نشانہ بنے اور شہید ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کو بنی قریظہ کا محاصرہ کئے اب پندرہ (15) دن گزر چکے ہیں۔ یہ

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں

محاصرہ بھی آسان نہیں ہے۔ سردی کے موسم میں مسلمان قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ (فروری میں مدینہ منورہ کا اوسط کم سے کم درجہ حرارت (Average minimum temperature) تقریباً گیارہ ڈگری سینٹی گریڈ (11°C) رہتا ہے۔ بنی قریظہ نے رسول اللہ کو پیغام بھیجا ہے کہ وہ مذاکرات (Dialogue) کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ نے اُن کی پیشکش قبول کر لی ہے۔ بنی قریظہ نے نباش بن قیس کو مذاکرات (Deliberate) کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ نباش رسول اللہ سے کہہ رہا ہے:

”ہم اُنہی شرطوں (Conditions) پر ہتھیار ڈالنے کو تیار ہیں جن

پر بنی نضیر کو جلاوطن (Exile) کیا گیا تھا۔ ہمارے جانور، ہمارا مال اور

جائیدادیں آپ کی ہوئیں، ہم اپنے بیوی بچوں کو لے کر یہاں سے چلے

جاتے ہیں۔ صرف اتنا سامان لے کر جائیں گے جتنا ہمارے اُونٹوں پر رکھا

جاسکے۔ ان میں ہتھیار (Weapons) نہیں ہوں گے۔“

جنگ خندق کے دنوں میں بنی قریظہ نے دشمن سے مل کر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا

جسے مسلمانوں نے ناکام بنا دیا۔ ان کا معاملہ بنی قریظہ اور بنی نضیر سے بہت مختلف

ہے۔ رسول اللہ نے بنی قریظہ کی پیش کش قبول نہیں کی۔ نباش نے دوسری پیشکش

(Offer) کی ہے:

”ہم اپنا تمام مال، جائیدادیں اور ہتھیار چھوڑنے کو تیار ہیں۔ آپ

ہماری جان بخشی (Exonerate) کر دیں اور ہمیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ

خالی ہاتھ یہاں سے نکل جانے دیں۔“

بنی قریظہ نے کوئی چھوٹا جرم (Crime) نہیں کیا۔ انہوں نے غداری

(Treason) کی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا۔ رسول اللہ انکار

کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں

”نہیں! اب تم لوگ میرے فیصلے کے مطابق اپنے قلعوں سے اُترو

“(Come down) گے۔“

مذاکرات کی ناکامی (Failure) نے یہودیوں کی رہی سہی ہمت ختم کر دی ہے۔

کعب بن اسد نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور انہیں تین (3) تجاویز (Proposals) دی ہیں:

”محمد کی پیروی (Follow) کر لو اور اُس پر ایمان لے آؤ ورنہ وہ

کسی ایک آدمی کو بھی زندہ (Alive) نہیں چھوڑے گا۔“

بنی قریظہ: ”ہم تورات اور موسیٰ کا دین نہیں چھوڑیں گے۔“

کعب بن اسد: ”ہم اپنے بیوی بچوں کو خود قتل (Kill) کر دیتے ہیں۔ پھر تلوار لے کر محمد کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر ہم مارے گئے تو ہمیں اپنے بیوی بچوں کے قیدی بن جانے کا غم

(Grief) نہیں ہوگا۔ اگر ہم زندہ رہے تو شادی کر کے اور بچے حاصل کر لیں گے۔“

حُثی بن اخطب (ہنستے ہوئے): ”بھلا ان مسکینوں (ہمارے بیوی بچوں) کا کیا قصور

(Fault) ہے؟“ (سیرت ابن ہشام: 285/2)

زبیر بن باطا: ”بیوی بچوں کے بعد زندگی کا کیا مزہ (Enjoyment)؟“

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ پہلی صدی قبل مسیح (BC) میں رومیوں نے فلسطین

پر دھاوا (Attacked) بولا۔ شہر میں رہنے والے یہودیوں نے ہتھیار پھینکنے

(Surrender) کی بجائے اجتماعی خودکشی (Collective suicide) کرنا بہتر سمجھا۔

انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو خود قتل کر دیا۔ قرعہ اندازی (Balloting) سے دس (10)

نوجوان بچے جنہوں نے باقی لوگوں کو قتل کیا۔ آخر میں دس (10) نوجوانوں میں سے ایک

(1) قرعہ اندازی سے چُنا جس نے باقی بچنے والے نو (9) لوگوں کو قتل کرنے کے بعد خودکشی

(Suicide) کر لی تھی۔ یوں یہودیوں نے دشمن کے ہاتھوں قتل ہونے یا قیدی بننے کی

بجائے خود موت کو گلے لگایا۔

کعب بن أسد: ”اب میرے پاس آخری تجویز رہ گئی ہے۔ آج 1 ذی الحجہ 5 ہجری یوم سبت (ہفتہ - Saturday) ہے مسلمان جانتے ہیں کہ ہم ہفتہ کے دن لڑائی نہیں کرتے اس لیے وہ اطمینان (Satisfaction) میں ہوں گے۔ ہم مسلمانوں پر زبردست (Fierce) حملہ کرتے ہیں شاید ہم اُن پر غالب (Victorious) آجائیں۔“

اس بات کی بھی حییٰ بن اخطب اور نباش بن قیس سمیت سب لوگوں نے مخالفت (Oppose) کی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے یوم سبت کی خلاف ورزی کرنی ہوتی تو قریش کے محاصرہ کے دوران اُن کی دعوت پر مسلمانوں پر حملہ کر دیتے۔ یہودیوں نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ ہفتہ کے دن کی حرمت (Sanctity) کسی طور پامال (Trampled) نہیں کریں گے۔ وہ پہلے بھی یوم سبت کی خلاف ورزی کر کے سزا بھگت چکے ہیں۔

کعب بن أسد: ”قوم یہود! تم لوگوں نے کبھی صحیح وقت پر ٹھیک فیصلہ نہیں کیا۔“ (الغزالی

لوالدی: 82، سیرت ابن ہشام: 346/3، دلائل النبوة للبیہقی: 15/4، البدایہ والنہایہ: 135/4)

یوم سبت کے معنی ہیں چھٹی کا دن (Holiday)۔ یوم سبت کی خلاف ورزی کا واقعہ ایلہ (Aeylah) یا ایلات (Aeylaat) یا ایلوت (Aeylot) میں پیش آیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ اللہ کریم نے یہودیوں کو حکم دیا کہ ہفتہ (Saturday) کے دن وہ اپنا کاروبار بند رکھیں اور مچھلیاں نہ پکڑیں (القرآن - البقرہ: 65:2)۔ یوں انہیں ہفتہ (Week) میں چھ (6) دن اجازت تھی کہ وہ مچھلیوں کا شکار کریں مگر ساتویں (7th) دن ایسا نہ کریں۔ ابتدا (Beginning) میں یہودی اس حکم پر عمل کرتے رہے۔ اس حکم کی نسبت سے ہفتہ (Saturday) کے دن کو ”یوم سبت“ کہا جانے لگا۔

کچھ عرصہ میں مچھلیوں کو بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ ہفتہ کے دن ان کا شکار

ہم سب کچھ چھوڑ کر جانے کو تیار ہیں

نہیں کیا جاتا۔ عام دنوں میں مچھلیاں پانی کی سطح (Surface) پر نہیں بلکہ نیچے رہتی تھیں۔ اب وہ بڑی تعداد میں ہفتہ کے دن دریا کی سطح پر اس طرح آتیں کہ ان کے سر اور آنکھیں پانی سے باہر نکلی ہوتیں۔ مچھلیاں یوں پانی میں کھڑی ہوتیں جیسے نیزے بلند کئے گئے ہوں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہودیوں کے ایک طبقہ (Group) نے حیلے بہانے (Excuses) تراشنا شروع کر دیئے۔ انہوں نے مچھلیاں پکڑنے کا جال (Net) دریا میں جمعہ کی رات پھینکنا شروع کر دیا۔ مچھلیاں اپنی آزادی کے ساتھ ہفتہ کے دن دریا کی سطح پر آتیں، ان کے جال میں پھنس جاتیں۔ یہ گروہ اتوار (Sunday) کے دن ان مچھلیوں کا شکار کر لیتا۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق اس گروہ نے دریا سے اپنے تالابوں میں پانی کے لیے راستہ بنا لیا تھا۔ یہ لوگ وہ راستہ ہفتہ والے دن کھول دیتے جس سے پانی کے ساتھ مچھلیاں تالاب میں آجاتیں۔ تالاب (Pond) بھرنے کے بعد یہ لوگ پانی کا راستہ بند کر دیتے اور اتوار کے دن ان مچھلیوں کا شکار کر لیتے۔ (القرآن العرم - 2:65)

یہودیوں کا ایک دوسرا گروہ انہیں سمجھاتا رہا کہ ایسا کرنا اللہ کریم کے حکم کی نافرمانی (Disobedience) ہے جس کا نتیجہ عذاب کی صورت میں نکلے گا۔ مچھلیوں کا شکار کرنے والوں نے کسی کی بات نہ سنی۔ جب یہ بات حد سے بڑھ گئی تو مچھلیوں کا شکار کرنے والوں پر اللہ کا عذاب آیا۔ انہیں بندر (Monkey) بنا دیا گیا (القرآن الامراء - 163:7)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق ان لوگوں کو جسمانی طور پر بندر نہیں بنایا گیا لیکن ان کے دماغ (Brain) اور احساس (Feelings) بندروں جیسے بنا دیئے گئے۔

کیوں نہ تمہی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟

پانچ (5) دن مزید گزر گئے ہیں۔ آج جمعرات (Thursday) 7 ذی الحجہ 5 ہجری ہے۔ بڑی لمبی بحث (Debate) کے بعد بھی بنی قریظہ کسی نتیجہ (Conclusion) تک نہیں پہنچ سکے۔ ہر گزرنے والا لمحہ (Every passing moment) یہودیوں کے لیے مسلمانوں کے رعب (Awe) میں اضافہ کر رہا ہے۔ بنی قریظہ کے محاصرہ کو ایک (1) مہینہ گزر چکا ہے۔ مزید وقت گزارنے کا حوصلہ (Nerves) ختم ہو گیا تو بنی قریظہ نے قلعہ میں محصوری (Siege) ختم کرتے ہوئے اپنے آپ کو کسی شرط کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے (Surrender) کر دیا ہے۔ رسول اللہ کے حکم پر تمام مردوں کو باندھ دیا گیا ہے۔ ان کی نگرانی (Supervision) محمد بن مسلمہ کے ذمہ ہے۔ عورتوں اور بچوں کو الگ کر دیا گیا ہے (سیرت ابن ہشام: 251/3)۔ اسی رات بنی ہدل (Bani Hadal) سے تعلق رکھنے والے ثعلبہ بن سعید (Th'albah bin S'ayah)، اُسَید بن سعید (Usayyed bin S'ayah) اور اَسعد بن عبید (As'ad bin 'Ubayd) رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر ایمان لے آئے ہیں۔ بنی ہدل، بنی قریظہ کے چچا زاد (Cousin) ہیں (سیرت ابن ہشام: 262/2 صحیح مسلم: 1766/4592)۔

رسول اللہ ایک (1) مہینہ محاصرہ کرنے کے بعد بنی قریظہ سے مدینہ منورہ واپس آگئے ہیں۔ یوں رسول اللہ اور ان کے صحابہ مسلسل (Continuous) دو (2) مہینے جنگ کی حالت میں گزار (Spend) کر آئے ہیں۔ ایک (1) مہینہ احزاب کی جنگ میں اور ایک (1) مہینہ بنی قریظہ کے محاصرہ میں۔ رسول اللہ واپس آئے تو بنی قریظہ قیدیوں کی شکل میں

کیوں نہ تھی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟

ساتھ ہیں۔

بنی اوس، بنی قریظہ کے حلیف ہیں۔ انہیں یاد ہے کہ رسول اللہ نے بنی مخزوم کی سفارش (Recommendation) پر بنی قینقاع کے معاملہ میں نرمی برتی تھی۔ بنی اوس کا وفد (Delegation) حاضر ہو کر رسول اللہ سے کہہ رہا ہے:

”اللہ کے رسول! بنی قریظہ کے ساتھ ہمارے پرانے دوستانہ تعلقات ہیں۔ وہ اپنے کئے پر بہت شرمندہ (Ashamed) ہیں۔ جس طرح آپ نے بنی مخزوم کی سفارش پر بنی قینقاع کے ساتھ نرمی برتی تھی، اسی طرح ہماری وجہ سے ہمارے دوست قبیلہ پر مہربانی (Favour) کریں۔“

رسول اللہ: ”کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ بنی قریظہ کے معاملہ میں تمہی (بنی اوس) میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟“

بنی اوس (خوشی سے): ”اللہ کے رسول! کیوں نہیں“ (سورت ابن ہشام: 249/3، فتح الباری: 517/7)

رسول اللہ نے بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کا اختیار (Authority) بنی اوس کے سردار سعد بن معاذ کو دے دیا ہے۔ بنی قریظہ نے بھی سعد بن معاذ کو اپنا حکم (Arbitrator) مان لیا ہے۔ بنی قریظہ کے لیے سعد کا فیصلہ ماننا ضروری ہوگا۔ سعد ان دنوں جنگ خندق میں بازو (Arm) میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہیں۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد سعد نے دعا مانگی تھی:

”یا اللہ! اگر قریش کے ساتھ جنگ کا کچھ حصہ باقی ہے تو میں اُس

کے لیے زندہ رہوں۔ مجھے اُس قوم سے جنگ کرنا بہت پسند ہے جس نے

تیرے رسول کو تکلیف (Distress) پہنچائی، انہیں جھٹلایا (Repudiate)

اور انہیں اپنے وطن سے نکالا۔

یا اللہ! اگر قریش کے ساتھ جنگیں ختم ہو گئی ہیں تو میرا زخم میری

موت کا سبب (Reason) بن جائے۔ میرے مالک! مجھے اُس وقت تک

موت نہ آئے جب تک بنی قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی (Satisfaction)

نہ ہو جائیں۔“ (صحیح بخاری: 4122، جامع ترمذی: 1582، مسند احمد: 10771، سیرت ابن

بشام: 238/3، البیہاق والنبیہ: 108/4)

رسول اللہ نے سعد بن معاذ کو بلا کر بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کی ذمہ داری سونپی

ہے (صحیح بخاری: 6262)۔ سعد کے آنے پر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”تم اپنے سردار، اپنے بہتر آدمی کے احترام (Honour) کے لیے کھڑے

ہو جاؤ۔“ (صحیح بخاری: 3043، مسند احمد: 10771)

یہاں موجود سب لوگ سعد کے احترام میں کھڑے ہو گئے ہیں۔

سعد: ”اللہ کے رسول! آپ کے ہوتے ہوئے فیصلہ کرنے والا میں کون ہوں۔ فیصلہ کرنے

کا حق اللہ کا رسول ہی رکھتا ہے۔“

رسول اللہ: ”ابا عمرو! بنی قریظہ تمہیں اپنا حکم (Arbitrator) تسلیم (Accept) کر کے

اپنے قلعوں سے اترے ہیں۔ تم ان کے بارے میں فیصلہ کر دو۔“ (صحیح مسلم: 1768،

سیرت ابن بشام: 250/3، صحیح بخاری: 4121)

سعد بن معاذ نے دونوں فریقوں (Parties) سے عہد (Commitment) لیا

ہے کہ وہ جو بھی فیصلہ کریں گے سب کو منظور ہوگا۔ بنی قریظہ اور مسلمانوں نے اس بات کی

حامی بھری ہے۔ فیصلہ کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ بہت سے لوگوں نے سعد بن معاذ سے بنی

قریظہ پر احسان کرنے (Favour) اور ان کی جان بخشی (Exonerate) کی درخواست کی

ہے۔ انہوں نے سعد کو عبد اللہ بن ابی، بنی قریظہ اور الایہاد اور ایسے ہی فیصلے کی

سفارش (Recomendation) کی ہے۔ کچھ لوگوں نے جنگ بعاث اور دوسری جنگوں میں

بنی قریظہ کا بنی اوس کی مدد کرنا بھی یاد دلایا ہے۔ سعد نے انہیں کہا ہے:

”اب سعد پر ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق انصاف

کیوں نہ تھی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟

کرتے ہوئے اسے کسی کی ملامت (Accuse) کی پروا نہیں ہے۔“ (مسند

احمد: 10771)

بنی قریظہ کے چار سو (400) مردوں کی تقدیر (Fate) سعد کے ہاتھ میں ہے۔ صرف یہی نہیں ان کے علاوہ عورتیں، بچے اور بوڑھے بھی ہیں۔ ان کی دولت، مال، جائیدادیں اور ہتھیار سب سعد کے فیصلے کے نتیجے میں اپنی راہ دیکھیں (Fate) گے۔ بنی قریظہ کے تمام لوگوں کی سانسیں (Breaths) اٹکی ہوئی ہیں۔ دلوں کی دھڑکن (Heartbeat) رُک چکی ہے۔ ان کے جسم کا ہر حصہ اس وقت کان (Ear) بنا ہوا ہے۔ انہیں بے تابی (Anxiety) ہے کہ ان کی تقدیر (Destiny / Fate) کیا رنگ دکھاتی ہے؟ تمام لوگ سعد کے ارد گرد بیٹھے ہیں۔ سعد فیصلہ سنا رہے ہیں:

”بنی قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں۔ ان کی عورتیں کیزیں

اور بچے غلام بنا لیے جائیں۔ ان کی جائیداد، مال اور ہتھیار تقسیم کر دیئے

جائیں۔“ (صحیح بخاری: 4122, 3043، صحیح مسلم: 1768/4596، مسند احمد: 10771)

بنی قریظہ کے تمام لوگوں کو سانپ سوگھ (Pindrop silence) گیا ہے۔ ان کی

سانس (Breathing) کی آواز بھی نہیں آرہی۔ یہ اپنا سب کچھ گنوا (Lost) چکے ہیں۔ سعد

کا فیصلہ سن کر رسول اللہ کہہ رہے ہیں:

”بلاشبہ (Without any doubt) تم نے ان کے متعلق وہی

فیصلہ کیا ہے جو ساتوں (7) آسمانوں (Skies) سے اوپر اللہ کریم کا فیصلہ

ہے۔“ (صحیح بخاری: 4121، صحیح مسلم: 1768، سنن نسائی: 403/5، سیرت ابن ہشام: 251/3، مسند

احمد: 11168، سنن نسائی: 8165)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بنی قریظہ کے یہودیوں کو دی جانے والی سزا

(Punishment) موسیٰ کی شریعت (Jurisprudence) اور تورات کے مطابق ہے

-(Bible: Book of Deuteronomy, 70:10-14, Bible: Book of Numbering 31:7-10)

غنیمت میں ملنے والے اُونٹوں، بھیڑ بکریوں اور دوسرے جانوروں کو درختوں میں چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ بنی قریظہ کے مرد قیدیوں کو اُسامہ بن زید کے گھر پر جبکہ عورتوں کو رملہ بنت حارث بن گریز (Ramlah bint Haarith bin Kurayz) کے گھر پر رکھا گیا ہے۔ انہیں کھانے کے لیے کھجوریں دی گئی ہیں جسے بنی قریظہ بڑے شوق سے کھا رہے ہیں۔ بنی قریظہ نے ساری رات تورات کی تلاوت میں گزار دی

ہے۔ (شرح الزلزال علی الواہب: 86/3، الروض الاف: 444/3، الاصابہ: 140/8)

بالغ (Adults) مرد اور نابالغ لڑکے (Minors) الگ الگ کر دیئے گئے ہیں۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ کا چکر لگا کر سوق المناکہ (Souq Al Manaakah) (بازار) منتخب (Select) کیا ہے۔ رسول اللہ نے اس میں خندقیں (Trenches) کھودنے کا حکم دیا ہے تاکہ قتل کے بعد بنی قریظہ کے جسم دفن کئے جاسکیں۔ ان کو دفن کرنے کے لیے خندق تنگ اور گہری (Deep) کھودی گئی ہے۔ ٹولیوں (Groups) کی صورت میں بنی قریظہ کے مردوں کو لایا جا رہا ہے۔ ان کی گردن اڑا کر (Behead) جسم خندق میں پھینک دیا جاتا ہے۔ قتل کی سزا دینے والوں میں علی ابن ابی طالب، زبیر بن عوام، اسلم انصاری (Aslam Ansarite) اور دوسرے لوگ شامل ہیں (سیرت ابن ہشام: 251/3)۔ علی ابن ابی طالب بتاتے ہیں:

”میرے سامنے بنی قریظہ کے یہودی قتل کرنے کے لیے لائے

جاتے۔ میں بالغ مردوں کو قتل کر دیتا اور چھوٹے لڑکوں کو مال غنیمت

(Booty) میں جمع کر دیتا۔“ (سیرت ابن ہشام: 251/3، شرح الزلزال علی الواہب: 87/3، موسومہ

الغزوات الکبریٰ: 684/1)

بنی نضیر کا سردار حُیّی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق بنی قریظہ کے ساتھ ہے۔

کیوں نہ تھی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟

اس نے ایک قیمتی قمیص (Shirt) پہن رکھی ہے۔ اس نے اپنی قمیص کو جگہ جگہ سے پھاڑ (Slit) دیا ہے تاکہ مسلمان اسے غنیمت کے طور پر استعمال نہ کر سکیں۔ حُئی کو بھی خندق کے کنارہ (Bank) پر لایا گیا ہے۔ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ پوچھ رہے ہیں:

”اللہ کے دشمن! کیا اللہ نے تمہیں ہمارے حوالے نہیں کر دیا؟“

حُئی بن اخطب: ”ابا قاسم! میں نے اپنے آپ کو تمہاری دشمنی میں کبھی ملامت (Reprimand) نہیں کیا، مجھے فخر (I am proud) ہے کہ میں نے تمہاری مخالفت کی۔ میں نے عزت حاصل کرنا چاہی لیکن اللہ نے تمہیں مجھ پر قدرت (طاقت) دی۔ میں نے ہر ممکن کوشش کی مگر اللہ جسے رُسا کرنا چاہے وہ رُسا ہو کر ہی رہتا ہے۔ اللہ کے فیصلہ میں کوئی حرج (No harm) نہیں۔ جو اللہ کو چھوڑ دے، اُسے بے یار و مددگار (Left alone) چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا قتل ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل (Bani Israa-eel / Sons of Isaac) پر لکھ دیا ہے۔“ (سیرت ابن ہشام:

252/3، الحمازی للوالدی: 28/2)

اس کے بعد حُئی بن اخطب خود ہی خندق کے کنارے بہادری سے بیٹھ گیا ہے۔ اس کی گردن تن سے جدا (Behead) کر دی گئی ہے۔ غزال بن سموال کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ نے ہر جنگ میں اپنے فوجیوں پر پابندی (Restriction) لگائی کہ عورتوں کو قتل کیا جائے نہ ہی ان کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی (Mistreatment)۔ بنی قریظہ کی نجات نے اپنے شوہر حسن قریظی سے طے (Decide) کرنے کے بعد چچلی کا پاٹ قلعہ کی فصیل سے مسلمانوں پر گرایا تھا تاکہ اس سے کوئی مسلمان فوجی مارا جائے۔ خلا د بن سوید اس سے شہید ہو گئے۔ نجات کی خواہش تھی کہ جب اس کے شوہر کو قتل کیا جائے تو وہ بھی

کیوں نہ تھی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟
قتل کر دی جائے۔ خلا د بن سوید کے قتل کے بدلہ میں نباتہ کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدہ
عائشہ بتاتی ہیں:

”نباتہ کے علاوہ بنی قریظہ سے کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ اللہ کی
قسم! وہ میرے پاس بیٹھی بہت کھل کھلا کر ہنس (Laughing out
loudly) رہی تھی۔ وہ اتنا ہنس رہی ہے کہ اُس کے پیٹ میں بل پڑ جاتے۔
وہ بڑی بیٹھی گفتگو کرنے والی تھی۔ جب قتل کرنے والوں نے اُس کا نام پکارا
(Calling) تو اُس نے کہا مجھے بلایا جا رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا:

”تمہارا بڑا ہو، تمہیں کیوں بلایا جا رہا ہے؟“

نباتہ: ”میں نے ایک مسلمان فوجی کو قتل کیا ہے۔“

جب اُسے قتل کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو بہت ہشاش بشاش
(Lively) تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ قتل کر دی جائے گی۔ اس کے باوجود وہ
بہت ہنس رہی تھی۔ میں اُس کے کثرت سے ہنسنے (Frequent giggles) کو
بھلا نہیں سکی۔“ (سنن ابی داؤد: 2671، المستدرک للعاکم: 4334، المغازی للوالیدی: 18/2، سیرت ابن

بشام: 253/3)

اگلے قیدی نباش بن قیس کو لانے والے فوجی اور نباش کے درمیان جھگڑا ہو رہا
ہے۔ اسے لانے والے نے نباش (قیدی) کو مٹکا (Punch) مارا ہے جس سے اس کی
ناک سے خون بہ رہا ہے۔ رسول اللہ، نباش کو لانے والے سے پوچھ رہے ہیں:
”تم نے اسے کیوں مارا؟ کیا اس کو ملنے والی سزا کافی نہیں؟“

فوجی: ”یہ مجھ سے جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا تھا۔“

نباش: ”ابا قاسم! تو رات کی قسم! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اگر یہ مجھے چھوڑ دیتا تو بھی میں اُس

کیوں نہ تھی میں سے ایک آدمی فیصلہ کر دے؟

جگہ سے پیچھے نہ ہٹتا جہاں میری قوم کو قتل کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُن سے جا ملتا۔“

رسول اللہ (ناراض ہوتے ہوئے): ”قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ انہیں کھلاؤ پلاؤ تاکہ یہ ٹھنڈک حاصل کریں۔ دھوپ اور اسلحہ کی گرمی ان پر اکٹھی نہ کرو۔“

اس کے بعد باقی قیدیوں کی سزا سورج ڈھلنے تک روک دی گئی اور انہیں پانی پلایا جا رہا ہے۔ سب قیدیوں کو دوپہر میں کھانا کھلایا گیا ہے (الغازی لواءہی: 29/2)۔ دوپہر گزرنے اور گرمی ڈھلنے کے بعد بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو لایا جا رہا ہے۔ کعب بہت خوش شکل ہے۔ رسول اللہ کعب سے پوچھ رہے ہیں:

”کعب بن اسد ہو؟“

کعب: ”جی! ابا قاسم“

رسول اللہ: ”تمہیں ابن خراش (Ibn Kharaash) کی نصیحت (Advice) نے فائدہ نہیں پہنچایا حالانکہ وہ میری تصدیق (Affirmation) کرتا تھا۔ کیا اُس نے تم سے نہیں کہا تھا:

”جب آخری نبی ظاہر ہو تو اُس کی پیروی (Follow) کرنا، جب تم

اُس نبی سے ملو تو میرا (ابن خراش کا) سلام پہنچانا؟“

کعب: ”!تورات کی قسم! ایسا ہی ہے۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہود مجھے تلوار کے ڈر کا طعنہ دیتے رہیں گے تو میں آپ پر ایمان ضرور لے آتا لیکن اب تو میں یہودی ہی ہوں۔“

رسول اللہ: ”اُسے آگے بڑھاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔“ (الغازی لواءہی: 18/2)

کعب بن اسد کی گردن اڑادی گئی ہے۔

سب کے چلے جانے کے بعد زندگی کا کیا مزہ؟

یہودی سردار زبیر بن باطا بہت بوڑھا ہے۔ وہ بھی قتل کئے جانے والے لوگوں میں بیٹھا ہے۔ اُس نے زمانہ اسلام سے پہلے لڑی جانے والی جنگِ بُعاث میں ثابت بن قیس (Thaabit bin Qays) پر احسان (Favour) کیا تھا۔ اُن کی پیشانی (Forehead) کے بال کاٹ کر ثابت کی جان بخش (Exonerate) دی تھی۔ ثابت بن قیس کو خطیب الانصار کہا جاتا ہے (صحیح بخاری: 4378)۔ ثابت بن قیس، زبیر بن باطا کو دیکھ کر پوچھ رہے ہیں:

”ابا عبد الرحمن (Abu 'Abdul Rahmaan)! کیا تم نے مجھے

پچپانا (Recognise)؟“

زبیر بن باطا: ”میرے جیسا آدمی، تم جیسے آدمی کو کیسے بھول (Forget) سکتا ہے۔“

ثابت: ”میں تمہارے احسان کا بدلہ (Repay) چکانا چاہتا ہوں۔“

زبیر (خوشی سے): ”کریم (Kind) لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔“

ثابت بن قیس رسول اللہ کے پاس آئے ہیں۔

ثابت بن قیس: ”اللہ کے رسول! زبیر بن باطا نے مجھ پر احسان کیا تھا۔ آج میں اس کے

احسان کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں، آپ زبیر مجھے ہبہ (Gift) کر دیں۔“

رسول اللہ نے ثابت کی بات مان لی ہے۔ ثابت بن قیس کی خوشی بیان سے باہر

ہے۔ وہ بھاگے بھاگے زبیر بن باطا کے پاس آ کر اسے کہہ رہے ہیں:

”رسول اللہ نے تمہارا خون (Life) میرے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ اب تم

آزاد ہو۔“ (سیرت ابن ہشام: 253/2)

سب کے چلے جانے کے بعد زندگی کا کیا مزہ؟

زبیر: ”ایک بوڑھا شخص جس کے پاس بیوی ہونہ بچے، وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا۔“
 ثابت: ”اللہ کے رسول! آپ مہربانی کریں اور زبیر کے بیوی بچے بھی مجھے ہمہ کر دیں۔“
 رسول اللہ نے ثابت کی یہ بات بھی مان لی ہے۔ ثابت بن قیس نے زبیر کو واپس آکر بتایا ہے:

”رسول اللہ نے تمہارے بیوی بچے بھی مجھے ہمہ کر دیئے ہیں۔ وہ

بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔“

زبیر: ”ایسا خاندان (Family) جس کے پاس گھر ہونہ ہی مال، اُن کی کیا زندگی ہوگی؟“
 ثابت بن قیس، زبیر بن باطا کا احسان لوٹانا چاہتے ہیں۔ وہ ایک بار پھر رسول اللہ کی خدمت میں موجود ہیں۔ رسول اللہ نے اس بار بھی ثابت کی خواہش پوری کر دی ہے۔
 ثابت ایک بار پھر زبیر کے پاس ہیں۔

ثابت: ”ابا عبد الرحمن! خوشخبری (Good news) ہے۔ رسول اللہ نے تمہیں، تمہارے بیوی بچے، تمہارا مال اور گھر سب مجھے ہمہ کر دیئے ہیں اور میں نے تمہیں“

زبیر: ”اُس خوبصورت (Handsome) آدمی کا کیا ہوا جسے کعب بن اسد کہتے ہیں؟“
 ثابت: ”اُسے قتل کر دیا گیا ہے۔“

زبیر: ”شہروں (Urban) اور دیہات (Rural) کا سردار حُئی بن اخطب کہاں ہے؟“
 ثابت: ”اُسے بھی قتل کر دیا گیا ہے۔“

زبیر: ”اُس بہادر پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تو وہ ہراول دستہ (Leading troops) میں ہوتا، جب ہم واپس لوٹتے تو پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا، یعنی غزال بن سموال؟“

ثابت: ”وہ بھی تمہے تیغ (Killed) کر دیا گیا ہے۔“

زبیر: ”کعب بن قریظہ (K'ab bin Qurayzah) اور عمرو بن قریظہ (Amr bin Qurayzah)“

“Qurayzah پر کیا ہمتی (Happened)؟“

ثابت: ”وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔“

زبیر: ”ان سب کے چلے جانے کے بعد زندگی میں کوئی مزہ (Attraction) باقی نہیں رہا۔ ثابت! میں تمہیں اُس احسان کا واسطہ (Reference) دیتا ہوں جو میں نے تم پر کیا تھا، مجھے بھی اُن سب سے ملا دو۔ ایک لمحہ اذیت (Torment) کے بعد اپنے پیاروں سے ملاقات ہو جائے گی۔ میری تلوار اٹھاؤ، یہ بہت تیز ہے، مجھے اس سے قتل کر دو۔ اپنے صاحب (محمد) سے کہنا کہ میرے بیوی بچوں کو چھوڑ دے جیسا کہ اُس نے تمہیں ہمہ کر دیئے ہیں۔“

زبیر بن باطا کی درخواست پر ثابت بن قیس نے اُس کا سر قلم (Behead) کر دیا ہے (سیرت ابن ہشام: 253/3، البدایہ والنہایہ: 127/4، الامتاع الاسماع: 377/8، الاکلاء: 435/1)۔ ثابت نے زبیر بن باطا کا پیغام دیا تو رسول اللہ نے اُس کے بیوی بچوں کو آزاد کر دیا ہے۔ اُس کا مال، جائیداد اور گھر بھی واپس کر دیئے ہیں۔ انہیں اسلحہ واپس نہیں کیا گیا۔

اُمُّ مُنْذِرِ سَلْمٰی بِنْتِ قَيْسِ (Umm Mundher Salmaa bint Qays) رشتہ میں رسول اللہ کی خالہ ہیں۔ وہ مدینہ منورہ ہجرت کے ابتدائی دنوں (Early days) میں ہی ایمان لے آئیں۔ ایک یہودی رفاعہ بن سموئل قُرظی (Rafa'ah bin Samuel Qurzite) نے اُمُّ مُنْذِر سے پناہ مانگی ہے۔ اُمُّ مُنْذِر کے رفاعہ کے خاندان سے پرانے تعلقات ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ سے رفاعہ کی جان بخشی (Exonerate) کی درخواست کی ہے۔ رسول اللہ نے رفاعہ کو رہا کر دیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام: 255/3، العازی للوالدی: 17/2)

اس جنگ میں چار سو (400) یہودی قتل کئے گئے ہیں (مسند احمد: 350/3)۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق یہ تعداد نو سو (900) ہے (فتح الباری: 517/7)۔ بنی قریظہ سے ملنے والے مال غنیمت کی تفصیل یوں ہے:

پندرہ سو (1,500) تلواریں، دو ہزار (2,000) نیزے، تین سو (300) زرہیں اور چھوٹی بڑی پندرہ سو (1,500) ڈھالیں (Shields) ملی ہیں۔ اس کے علاوہ بڑی تعداد میں بکریاں، اُونٹ، گھریلو سامان (Household items) اور بہت سے برتن (Pots / utensils) ملے ہیں۔ مالِ غنیمت کی تقسیم یوں کی گئی ہے کہ گھڑسوار فوجی کو مالِ غنیمت سے تین (3) حصے دیئے گئے ہیں۔ ایک حصہ فوجی کے لیے اور دو (2) حصے گھوڑے کے لیے۔ رسول اللہ کے تین (3) گھوڑوں نے اس جنگ میں حصہ لیا لیکن آپ نے صرف ایک (1) گھوڑے کا حصہ مالِ غنیمت سے لیا ہے۔ جنگ میں پیدل (On foot) شامل ہونے والوں کو ایک (1) حصہ دیا گیا ہے۔ نہایت کے ہاتھوں شہید ہونے والے خلفاء بن سوید کا حصہ اُن کے وارثوں (Heirs) کو دیا گیا ہے۔ رسول اللہ نے اس جنگ میں شامل ہونے والی عورتوں کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا ہے۔ (امعاء الاسماع: 252/1، سیرت ابن ہشام: 256/3)

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا^٥ وَأَوْرَثَكُم أَمْوَالَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطْعُمُوهَا^٦ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (القرآن - الاحزاب - 26-27:33)

پیارے رسول! اہل کتاب (تورات) کے جن لوگوں نے حق کا انکار کرنے والوں کی مدد کی تھی، اللہ نے انہیں (یعنی بنی قریظہ کو) اُن کے قلعوں (Forts) سے نیچے اتار دیا اور اُن کے دلوں میں رعب (Awe) ڈال دیا ہے۔ اب آپ ایک گروہ (بنی قریظہ کے مردوں) کو قتل کر رہے ہیں اور دوسرے گروہ (بنی قریظہ کے بچوں) کو جنگی قیدی بنا رہے ہیں۔ اللہ نے آپ کو اُن کے گھروں، جائیدادوں (Properties) اور زمین کا وارث (Custodian) بنا دیا ہے۔ اللہ آپ کو ایسی سرزمین (Land) کا بھی وارث

بنادے گا جہاں تک ابھی آپ کے قدم نہیں پہنچے۔ بے شک اللہ ہر شایان شان (Worthy of them) چیز پر قادر (Able) ہے۔

یوں بنی قریظہ کی بغاوت (Rebellion) اور مشکل وقت میں مسلمانوں سے بدعہدی (Mis-commitment)، دشمن کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش (Conspiracy)، ان کے تمام مردوں کے قتل، بچوں، عورتوں کے غلام اور کنیزیں بنائے جانے پر ختم ہوئی ہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں یہودیوں کا کوئی قبیلہ باقی نہیں رہا۔ سب سے پہلے بنی قریظہ پھر بنی نضیر اور اب بنی قریظہ، اپنی بدعہدی اور اسلام دشمنی میں یہاں سے نکال دیئے گئے ہیں۔ بنی قریظہ کے مدینہ منورہ سے جانے پر مہاجرین کی رہائش (Residence) کے مسائل (Problem) تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اب مسلمان عملاً (Practically) پورے شہر میں پھیل گئے ہیں۔

قیدی تقسیم (Distribute) کئے گئے تو نہایت حسین و جمیل (Gorgeous)

خاتون ریحانہ بنت زید بن عمر و بن حنفاہ (Rehaanah bint Zayd bin 'Amr bin Khunaafah)، رسول اللہ کے حصّہ میں آئی ہیں۔ ریحانہ بنت زید کا تعلق بنی نضیر سے جبکہ بنی قریظہ میں حکم (Hakam) نامی شخص سے ان کی شادی ہوئی۔ حکم بھی بنی قریظہ کے مردوں کے ساتھ مارا گیا ہے۔ رسول اللہ نے ریحانہ سے کہا ہے:

”تم چاہو تو میں تمہیں آزاد کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں۔ اگر تم

ایسا نہ چاہو تو میں تمہیں لونڈی (Slave girl) کے طور پر اپنے پاس رکھوں۔“

ریحانہ: ”میرے اور آپ کے لیے اسی بات میں آسانی ہے کہ میں آپ کی لونڈی

رہوں۔“ (الغازی للوالدی: 22.2)

رسول اللہ نے ریحانہ کی خواہش کا احترام (Honour) کیا ہے (سیرت ابن

بشام: 266/2)۔ یہ کیسا فاتح (Conqueror) ہے جو قیدی کی خواہش (Will) کا دل سے احترام

محمد رسول اللہ۔ مدنی زندگی

715

سب کے چلے جانے کے بعد زندگی کا کیا مزہ؟

کرتا ہے۔ مکمل اختیار (Complete authority) ہونے کے باوجود انسان کی عزت اور خواہش کا خیال رکھتا ہے۔ بنی قریظہ کے قیدیوں کو سعید بن زید کے حوالے کیا گیا ہے۔ انہیں ہدایت دی گئی ہے کہ قیدیوں کو نجد (Najad) لے جائیں اور انہیں بیچ کر اسلحہ خرید لائیں۔

جنگِ قریظہ..... ایک نظر میں

جنگ کا نام: جنگِ قریظہ

جنگ کا سال: 5 ہجری، 627 عیسوی

جنگ کا مہینہ: ذی القعدہ، جنوری۔ فروری

درجہ حرارت: گیارہ سے چودہ ڈگری سینٹی گریڈ (14 - 11 °C)

جنگ کی جگہ/مقام: مدینہ منورہ

مسلمان فوج کا سپہ سالار: محمد رسول اللہ ﷺ

دُشمن فوج کا سپہ سالار: کعب بن اسد

مسلمان فوج کی تعداد: تین ہزار (3,000)

دُشمن فوج کی تعداد: سات سو (700)

دونوں فوجوں کا تناسب (مسلمان: دُشمن): 1.5:1 (یہ پہلی جنگ ہے جس میں

مسلمانوں کی تعداد دُشمن سے زیادہ ہے۔)

جنگ کا دورانیہ: ایک (1) مہینہ

جنگ کس موسم میں لڑی گئی: سردی گیارہ ڈگری سینٹی گریڈ (11°C)

مسلمانوں کے شہید: کوئی نہیں

اہم شہید: کوئی نہیں

دشمن کے کتنے لوگ مارے گئے: سات سو (700)

دشمن کے اہم لوگ: کعب بن اسد، جُئی بن اخطب، زبیر بن باطا، غزال بن سموال

مسلمانوں کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: کوئی نہیں

دشمن کے کتنے لوگ قیدی ہوئے: سات سو (700)

مال غنیمت: اسلحہ، سونا چاندی، بکریاں، اُونٹ، برتن

اگر کوئی علاقہ، زمین یا جائیداد جنگ میں حاصل ہوئی: بنی قریظہ کے مکانات اور

جائیدادیں

کس چیز نے جنگ کا پانسہ پلٹا: بنی قریظہ کا محاصرہ کرنا

اہم ترین واقعہ: سعد بن معاذ کا تورات کے مطابق بنی قریظہ کا فیصلہ کرنا

نظر اٹھا کر میری طرف دیکھو

رسول اللہ ﷺ کے داماد (Son-in-law) ابی العاص بن ربیع ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے پاس سے گزر رہے ہیں مسلمانوں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ چھ (6) ہجری کا واقعہ ہے۔ قافلہ میں شامل لوگ بھاگ گئے اور سامان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہے۔ ابی العاص بچ کر رات میں مدینہ منورہ داخل ہوئے اور اپنی بیوی سیدہ زینب بنت محمد سے پناہ مانگی ہے۔ رسول اللہ فجر کی نماز (Fajar prayer / Prayer before sunrise) ادا کر رہے ہیں کہ سیدہ زینب کی آواز سنائی دی ہے۔ سیدہ کہہ رہی ہیں:

”میں نے ابی العاص بن ربیع کو پناہ دی۔“ (السلسلة المحمدا: 2166)

رسول اللہ (نماز کے بعد): ”کیا تم لوگوں نے بھی پناہ دینے کی آواز سنی ہے؟“ صحابہ: ”اللہ کے رسول! ہم نے بھی پناہ دینے کی آواز سنی ہے۔“ (سیرت ابن ہشام: 82/2)

رسول اللہ: ”کمزور ترین (The weakest) مسلمان بھی پناہ دینے کا حق (Right) رکھتا ہے۔ جس کی پابندی (Honour) پوری مسلمان قوم پر لازم (Obligatory) ہے۔“

رسول اللہ (سیدہ زینب سے): ”بیٹا! اپنے شوہر کی پوری طرح خدمت کرو۔ البتہ مسلمان اور غیر مسلم (Non-Muslim) کے درمیان ازدواجی تعلقات (Marital relations) کی اجازت نہیں ہے۔“

رسول اللہ نے ابی العاص کے قافلہ پر حملہ کرنے والوں کو پیغام بھیجا ہے:

”مال غنیمت تمہارا حق ہے، اگر ممکن ہو تو ابی العاص کا سامان اُسے واپس کر دو۔“

رسول اللہ کے حکم پر ابی العاص کو سامان واپس کر دیا گیا ہے۔ ابی العاص کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے اسلام قبول (Embrace) نہیں کیا۔ وہ سامان لے کر مکہ پہنچے اور سب لوگوں کو ان کا سامان حوالے کرنے کے بعد ان سے پوچھ رہے ہیں:

”کیا میرے ذمہ تمہارا سامان یا کوئی حق باقی ہے؟“

مکہ کے لوگ: ”ابی العاص! نہیں، تم نے ہمارا سامان ہمیں واپس کر دیا، ہم تم سے خوش ہیں۔“ (سورت ابن ہشام: 82/2)

اس کے بعد ابی العاص مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے ہیں۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے ہیں۔

ابی العاص: ”اللہ کے رسول! پہلے ایمان نہ لانے کی وجہ تھی کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنے قافلہ کا سامان واپس لینے کے لیے ایمان لایا ہوں۔ اب ایسا نہیں ہے۔“

رسول اللہ نے سیدہ زینب بنت محمد کو پہلے نکاح پر ہی ان کے ساتھ رخصت (Moving from parent's home to husband's home) کر دیا ہے (سنن ابی داؤد:

2248، المستدرک للحاکم: 1894، سورت ابن ہشام: 653/2، البدایہ والنہایہ: 312/3)۔ رسول اللہ ہمیشہ ابی العاص بن ربیع کے طرز عمل (Behaviour) کی تعریف کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے کہا:

”اُس نے مجھ سے جو بات کی سچ کہی، جو وعدہ کیا، اُسے پورا

کیا۔“ (صحیح بخاری: 3110، صحیح مسلم: 2449/ 6308)

مکہ میں رہتے ہوئے ابی العاص نے اپنے قبیلہ کے دباؤ (Pressure) کے باوجود سیدہ زینب بنت محمد کو طلاق (Divorce) دی نہ ہی ان سے تعلق میں کوئی کمی آنے دی۔ دونوں کا آپس میں تعلق ساری زندگی بہت اچھا رہا۔ رسول اللہ کے داماد ابی العاص کا پورا نام مہشم بن ربیع (Mohshim bin Rab'i) ہے۔ سیدہ زینب سے ان کی بیٹی کا نام

امامہ (Umaamah) اور بیٹے کا نام علی (Ali) ہے (الستدرك للعالم: 6693)۔ رسول اللہ اپنے نواسوں، نواسیوں (Grandsons / granddaughters) سے بہت پیار کرتے ہیں۔ آپ نماز ادا کر رہے ہوں اور امامہ اُن کے پاس آجائے تو آپ اسے گود میں اٹھا لیتے ہیں۔ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اُنہیں زمین پر بٹھا دیتے ہیں۔ دوبارہ قیام کرتے ہوئے اُنہیں پھر گود میں اور کبھی شانوں (Shoulders) پر بٹھا لیتے ہیں (صحيح بخاری: 5996, 516, صحيح مسلم: 543/1212, سنن ابی داؤد: 917, سنن نسائی: 712, مسند احمد: 1448, 1957)۔ نجاشی نے رسول اللہ کے لیے کچھ تحفے (Gifts) بھیجے ہیں۔ ان میں ایک سونے کی انگوٹھی (Gold ring) بھی ہے جس میں ایک حبشی نگینہ (Abyssinian stone) موجود ہے۔ رسول اللہ نے یہ انگوٹھی سیدہ امامہ کو دے دی ہے (سنن ابن ماجہ: 3644, سنن ابی داؤد: 4235)۔

رسول اللہ مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک قیدی مسجد کے ستون (Pillar) سے باندھا گیا ہے۔ قیدی خوش شکل، دراز قد (Tall)، اکڑی ہوئی گردن، جوان اور توانا (Strong) ہے۔ لباس سے بھی معزز (Honourable) نظر آتا ہے۔ رسول اللہ اُس کے قریب آ کر پوچھ رہے ہیں:

”تم کیسے ہو؟“

قیدی: ”گرفتار کر کے پوچھتے ہو کیسے ہو؟“

رسول اللہ: ”تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟“

قیدی: ”نہ مجھے کسی تکلیف کی پرواہ ہے نہ ہی کسی آسانی کی خواہش۔ تم جو چاہو کر لو۔“

رسول اللہ (اپنے ساتھیوں سے): ”اُسے کوئی تکلیف تو نہیں دی؟“

صحابہ: ”اللہ کے رسول! قید کرنے کے علاوہ کوئی تکلیف نہیں دی۔“

رسول اللہ (قیدی سے): ”نظر اٹھا کر میری طرف دیکھو۔“

قیدی: ”نہیں دیکھوں گا۔ مجھے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر مجھے جان سے

مارا گیا تو میرا قبیلہ تم لوگوں سے بدلہ لے گا۔ اگر تمہیں مال چاہئے تو میری قوم تمہیں مال ضرور دے گی۔“ (صحیح بخاری: 4372)

عمر بن خطاب یہ دیکھتے ہوئے شدید غصّہ میں ہیں۔ رسول اللہ سے قیدی کی گردن اڑانے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ رسول اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ رسول اللہ (قیدی سے): ”غصّہ ضرور کرو لیکن ایک بار میری طرف دیکھو تو۔“ قیدی بھی قبیلہ کا سردار اور اپنا مزاج (Mood) رکھتا ہے۔ اپنی بات پر قائم ہے۔ رسول اللہ اپنے گھر تشریف لے گئے ہیں۔ اگلے دن بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ تیسرے (3rd) دن رسول اللہ مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ قیدی سے وہی باتیں ہوئی ہیں۔ رسول اللہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں:

”بڑا آدمی ہے، اسے عزّت سے مدینہ سے رخصت (Depart)

کرو۔ خیال رکھنا! اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔“ (صحیح مسلم: 1764/4589)

یہ سنتے ہی قیدی نے حیرانی سے پہلی بار رسول اللہ کی طرف دیکھا ہے۔ اسے یقین نہیں آ رہا کہ اسے آزاد کر دیا گیا ہے۔ بغیر فدیہ لیے، بغیر کوئی تکلیف دیئے، عزّت اور احترام سے رہا کر دیا گیا ہے۔ یہ کیسا دشمن ہے جو قیدی کے آرام کے لیے بھی بے چین ہے اور اُس کی عزّت کے لیے بھی فکر مند (Worried)۔

رسول اللہ کے ساتھی قیدی کو عزّت اور احترام سے مدینہ سے باہر چھوڑ آئے ہیں۔ واپس آ کر رسول اللہ کو بتا رہے ہیں کہ ہم نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا ہے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری ہے کہ انہیں قیدی مسجد میں داخل ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ سب حیران ہیں کہ یہ واپس کیوں آ گیا ہے۔ قیدی رسول اللہ کے پاس آ کر کہہ رہا ہے:

”میں نے بادشاہ بھی دیکھے ہیں اور سردار بھی۔ میں نے فاتح

(Conquerer) بھی دیکھے ہیں اور حکمران (Ruler) بھی۔ میں نے جنگ

کرنے والے بھی دیکھے ہیں اور صلح کرنے والے بھی۔ اللہ کی قسم! آپ جیسا نہیں دیکھا۔ مجھے جتنا آپ پر غصہ تھا، اب مجھے آپ سے اتنی ہی محبت ہو گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور (محمد)

آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ (صحیح بخاری: 4372، سنن ترمذی: 2679)

اُس کی آنکھوں میں کچھ بسا ہی نہیں
جس کی آنکھوں نے تجھ کو دیکھ لیا ❶

اس رہا ہونے والے قیدی کا نام ثمامہ بن اثال (Thamaamah bin Uthaal) ہے۔ ثمامہ، یامامہ کے بڑے علاقہ کا حکمران ہے۔ یہ بنی حنیفہ (Bani Hunaifah) کا سردار ہے۔ یامامہ کا گورنر (Governor of Yamaamah)۔ یامامہ کا علاقہ عرب میں گندم کے لیے مشہور ہے۔ مکہ کے لوگ گندم یامامہ سے ہی منگواتے ہیں۔ ثمامہ اس کے بعد عمرہ کرنے کے لیے گئے ہیں۔ مکہ کے لوگ ثمامہ سے کہہ رہے ہیں:

”ہم نے سنا ہے کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو؟“

ثمامہ: ”میں بے دین نہیں ہوا، میں محمد پر ایمان لے آیا ہوں۔“

مکہ والے ثمامہ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ان کی باتیں سن کر ثمامہ کہہ رہے ہیں:

”میں دیکھتا ہوں کہ یامامہ کی گندم تم تک کیسے پہنچتی ہے۔ میں یامامہ میں پیدا ہونے والے اناج کا ایک دانہ (Grain) بھی تم تک نہیں پہنچنے دوں

گا۔“ (صحیح بخاری: 4372، 462، صحیح مسلم: 1764/4590، سنن ابی داؤد: 2679، سنن نسائی: 189)

ثمامہ نے یامامہ واپس جا کر ایسا ہی کیا ہے۔ اس کے بعد مکہ والوں کو مسلمانوں کی طاقت کا احساس مزید بڑھ گیا ہے۔ قریش نے رسول اللہ کو پیغام بھیجا ہے:

❶ آپ کے چہرہ پر ایک نظر ڈالنے والے کو اس کائنات میں اس کے بعد کچھ خوب صورت لگا ہی نہیں (الغلام احمد)

”مکہ میں قحط (Drought) کی وجہ سے حالات خراب ہیں۔

یمامہ سے بھی گندم نہیں مل رہی۔“

رسول اللہ نے ثمامہ بن اُتال کو ہدایت دی ہے کہ قریش کے لیے گندم پر لگائی

پابندی ختم کر دیں۔ ایسا ہی کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری: 4372)

کچھ دن بعد سعد بن مُعَاذِ جَنگِ اَحزاب میں لگنے والے تیر کی وجہ سے شہید

ہو گئے ہیں۔ جبریل اس حال میں رسول اللہ کے پاس آئے ہیں کہ انہوں نے اپنے سر پر

ریشم (Silk) کا عمامہ باندھ رکھا ہے۔ جبریل، رسول اللہ سے پوچھ رہے ہیں:

”اللہ کے رسول! آج آپ کے درمیان کون فوت ہوا ہے؟ فوت

ہونے والے کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور رحمن کا عرش

جھوم (Feeling ecstatic) اُٹھا ہے۔“ (صحیح بخاری: 3803، صحیح مسلم:

(3848) جامع ترمذی: 2466/6345

سعد بن مُعَاذِ دراز قد (Tall) اور بھاری جسم (Heavyweight) والے ہیں۔ ان

کا جنازہ (Funeral) اُٹھایا گیا تو وزن میں بہت ہلکا ہے۔ مُنافقوں نے کہا ہے:

”بنی قریظہ کے خلاف فیصلہ کی وجہ سے سعد کا جنازہ ہلکا ہے۔“ (سنن

ترمذی: 3849)

رسول اللہ: ”مُنافق جھوٹ بولتے ہیں۔ سعد کا جنازہ اس لیے ہلکا ہے کہ اسے فرشتوں

نے اُٹھایا (Carry) ہوا ہے۔“ (المنافی لوالدی: 28/2، سیرت ابن ہشام: 264/3، المعجم الکبیر للطبرانی

: 9/6، جامع ترمذی: 3849، صحیح بخاری: 2847، مستدرک احمد: 10771)

رسول اللہ، سعد بن مُعَاذِ کے متعلق یہ بھی کہہ رہے ہیں:

”سعد کے لیے اللہ کریم کا عرش (اور عرش پر رہنے والے) خوشی

سے جھوم رہے ہیں“ (سنن ترمذی: 3849)

بعد کے زمانہ میں رسول اللہ کے لیے باریک اور نرم ریشم (Slik) کا گرتہ ہدیہ کے لیے آیا۔ صحابہ اس کپڑے کی نرمی دیکھ کر حیران ہیں۔ رسول اللہ انہیں بتا رہے ہیں:

”جنت میں سعد بن معاذ کے رومال (Handkerchief) اس

سے بھی نرم اور خوب صورت ہیں۔“ (صحیح بخاری: 2815)

ایک دن رسول اللہ نے عبد اللہ بن مسعود سے کہا ہے:

”عبد اللہ! مجھے قرآن سناؤ۔“ (سنن ابی داؤد: 3668)

عبد اللہ: ”اللہ کے رسول! میں آپ کو قرآن سناؤں؟“

رسول اللہ: ”ہاں“

عبد اللہ: ”اللہ کے رسول! اللہ کریم نے قرآن آپ پر اتارا ہے۔“

رسول اللہ: ”میں چاہتا ہوں کہ میں کسی سے قرآن سنوں۔“

عبد اللہ بن مسعود نے سور النساء (4) کی تلاوت شروع کی ہے۔ عبد اللہ قرآن

پاک کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ

هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (القرآن - النساء: 41:4)

میرے رسول پر ایمان لانے والو! ذرا سوچو جب اللہ ہر اُمت

میں سے ایک گواہ لائے گا تو انکار کرنے والے کیا کریں گے؟ ان لوگوں پر

اللہ اپنے رسول (محمد بن عبد اللہ) کو گواہ لائے گا۔

عبد اللہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔

وَلَا خَيْرَ لَكُمْ مِنْ الْأُولَىٰ ۚ وَكَسَوَفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

فَتَرْضَىٰ (القرآن۔ الضحیٰ۔ 4-5:93)

پیارے رسول! یہ بات تو یقینی ہے کہ ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی گھڑی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ یہ بھی طے شدہ (Decided) بات ہے کہ آپ کا رب جلد ہی آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

بعد از خدا، بزرگ توئی قصہ مختصر ①

اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (القرآن - الاحزاب - 56:33)

حضور سرورِ دو عالم، خاتم الانبیاء ﷺ وہ واحد ہستی ہیں جن پر نہ صرف انسان بلکہ اللہ اور اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔ اس ذاتِ اقدس کی سیرتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے قلم اٹھانے کی توفیق اللہ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں اور یہ سعادت یقیناً خوش نصیبوں کو ہی ملتی ہے۔ بے شک اس کتاب کے لکھاری اعجازِ احمد کا شمار بھی اُن خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جن کو یہ شرف حاصل ہوا اور یہ خوبصورت نذرانہ ان کی حضور ﷺ سے والہانہ محبت اور عقیدت کا ثبوت ہے۔

کائنات کا سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ رب العالمین تک پہنچنے کے لیے رحمتِ للعالمین کی پیروی ضروری ہے۔ اس کتاب میں سیرتِ محمد کے تمام پہلوؤں کو اس خوبصورتی اور سادگی سے پیش کیا گیا ہے کہ یقیناً تمام انسانیت کے لیے بالعموم اور تمام مسلمانوں کے لیے بالخصوص یہ کتاب ایک سنگِ میل ثابت ہوگی۔ اگر یوں کہا جائے کہ ”محمد رسول اللہ“ ایک مکمل ٹریننگ موڈیول (Training Module) ہے تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہوگی۔ چاہے گھر کی چار دیواری ہو، مسجد کا منبر ہو، جنگ کا میدان ہو، معاشرتی رابطے ہوں، اقتصادی پالیسیاں ہوں، تدریس کی ابتدا ہو یا ایمان و توکل کی انتہا، غرض زندگی کے ہر شعبے

① اللہ کریم کے بعد رسول اللہ کی ذات اس کائنات میں سب سے بڑھ کر ہے

میں یہ کتاب ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

انسان کا اللہ اور رسول سے پہلا تعارف اُس وقت ہوتا ہے جب اُس کی پیدائش کے وقت اُس کے کان میں اذان دی جاتی ہے۔ یوں اللہ کے محبوب کے تصور کی شمع اس معصوم ذہن میں روشن ہو جاتی ہے جس کی کو دھیرے دھیرے بڑھنے لگتی ہے اور آپ ﷺ کی ذات کے متعلق جاننے کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

ہر مسلمان کے نبی آخری الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ سے عقیدت اور جان پہچان کے بتدریج تین مراحل ہوتے ہیں۔ پہلا مرحلہ ہے آپ کی ذاتِ گرامی کو ماننا جس کا اقرار ہم کلمہ پڑھتے ہوئے کرتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ ہے اُن کو درس و تدریس کے ذریعے جاننا اور تیسرا مرحلہ آپ کے قول و فعل کو گہرائی سے جان کر آپ کی سنتوں پر عمل کرنا ہے۔ یوں مختصراً ”آپ کو ماننے“ سے ”آپ کی ماننے“ تک کے سفر کی مسافت کو ”محمد رسول اللہ“ نے نہایت آسان کر دیا ہے کیونکہ ہمیں اس کتاب میں رسول اللہ ایک چلتے پھرتے قرآن اور جیتی جاگتی شریعت کے روپ میں نظر آئے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میں پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ میں آپ کی زندگی کو جتنے قریب سے اب جانتی ہوں، اتنا کبھی نہ جان سکی تھی۔ ہر اُس پڑھنے والے پر جس کے ہاتھ میں اللہ یہ کتاب تمھارے گاہ، اللہ کا خاص فضل و کرم اور مہربانی ہوگی کیونکہ اس کے بعد اُس کی زندگی کے انداز بدل جائیں گے۔ رسول اللہ کے قول و فعل کی خوبصورتی سے اُن کے دل و دماغ کے درپچوں کو دائمی روشنی عطا ہوگی جو صدیوں کے اندھیروں کو مٹانے میں مددگار ثابت ہوگی۔

اکثر اوقات جب میں احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتی ہوں تو میرے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں حضور کی زندگی کے معمولات کو قریب سے دیکھ پاتی۔ کاش مجھے تقدیر نے اُس دور میں پیدا کر دیا ہوتا، کاش میں اُن سے ہم کلام ہو کر اُن سے رہنمائی حاصل کرتی۔ گو یاد دل سے یہ فریاد اُٹ رہی ہو کہ:

”میرے قلب کو بھی نصیب ہوں اُن کی ذات سے وہ نسبتیں“

اللہ پاک نے میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی دعاسن لی۔ میری یہ خواہش تب پوری ہوئی جب مجھے ”محمد رسول اللہ“ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کتاب نے اُن تمام قریبوں کو میری جھولی میں ڈال دیا جو ہر امتی کا خواب ہوتی ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ اس نے مجھے چودہ سو (14,00) سال پہلے عرب کے اُس دور میں منتقل کر دیا جہاں مجھے رسول اللہ کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایسے محسوس ہوا کہ وہ یہیں ہیں، ہم سب کے درمیان۔ اس تعلق میں حائل تمام پردے اُٹھنے لگے اور دوریاں دم توڑنے لگیں۔ اگر ہم جنگی حالات کی تصویر کشی کی بات کریں تو اعجاز احمد نے روایتی تاریخ دانوں کے انداز بیان کے برعکس اُن واقعات سے متعلق تفصیلات کو ماضی کے شکنجے سے آزاد کر کے ”زمانہ حال“ کی روانی میں ڈھال دیا ہے۔ جنگ شروع ہونے کے بعد قریش کے سرداروں کی سرگوشیاں، گھوڑوں کی ٹاپیں، مٹی کی اڑتی ہوئی دُھول، تیروں کی بارش، منافقوں کی خفیہ سازشیں، محاصروں کی سختیاں، کفار کی بوکھلاہٹ، غرض اس جیسے کئی مناظر ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اکثر کتابوں میں جب جنگوں اور غزوات کا ذکر ہوتا ہے تو اُن میں پایا جانے والا سنجیدگی کا عنصر ان کی دلچسپی میں حائل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس کتاب ”محمد رسول اللہ“ میں جنگ سے متعلق واقعات کی عکاسی حقائق بدلے بغیر ایک کہانی کی صورت میں کی گئی ہے جس میں پڑھنے والا محو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کتاب کے شروع میں دی گئی فہرست میں درج عنوانات کے چناؤ میں خاص جدت پائی جاتی ہے۔ ہر عنوان اپنے اندر خود ایک گہری داستان سمیٹے ہوئے ہے۔ ان سب کو ایک لڑی میں پرونے سے ان کے درمیان ایسا ربط اور تسلسل پیدا ہو جاتا ہے جس سے پڑھنے والوں کی دلچسپی اور تجسس دونوں ہی انتہا کی حد کو چھونے لگتے ہیں۔

رسول اللہ کا ارشادِ گرامی ہے:

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

”لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو مشکل نہ پیدا کرو۔“

اس حدیث کا اطلاق زندگی کے کئی معاملات پر ہوتا ہے۔ جہاں بھی لوگوں کو کسی قسم کی مشکل کے درپیش ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کے لیے ہر ممکنہ سہولت میسر کریں۔ اعجاز احمد نے اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے قارئین کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں بانٹی ہیں۔ چاہے وہ آسان فہم اندازِ بیاں ہو، سطرؤں کے شانہ بشانہ دیئے گئے مشکل الفاظ کے معنی ہوں۔ جنگوں کے آخر میں ان کی تفصیلات کا خلاصہ ہو، دلکش حقیقت کا رنگ اور اڑھے تصاویر ہوں، واقعات کے مستند حوالے ہوں یا کتاب کے آخر میں ”آؤ ڈھونڈنے نکلیں“ کے بہانے ایک خوبصورت علمی و ادبی سفر کی دعوت..... گویا یہ بات کہنے میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں کہ یہ کتاب کسی ڈیجیٹل ایپلی کیشن (Digital Application) سے کم نہیں جہاں آسانی تمام مفید معلومات پلک جھپکتے آپ کو میسر ہو جائیں۔ دعا گو ہوں کہ جس طرح اعجاز احمد نے دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کی ہیں۔ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا کریں۔ آمین

اس کتاب نے نہ صرف میری معلومات میں اضافہ کیا ہے بلکہ رسول اللہ کی ذات سے محبت کرنے کا جو حق ہے اس حق کی ادائیگی کی راہیں بھی استوار کی ہیں۔ کتاب کا آخری صفحہ پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ قبر میں جب رسول اللہ کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا تو امید کرتی ہوں کہ بند آنکھوں سے آپ کی خوشبو کے ذریعے آپ کو پہچان لوں گی۔ یہ وہی خوشبو ہے جس سے اس کتاب کی ہر سطر معطر ہے۔ یقیناً اعجاز احمد کتاب لکھتے

ہوئے یہ سوچتے ہوں گے۔

قرطاس کے چہرے پر اک لفظ لکھا میں نے
اُس لفظ کی خوشبو سے قرطاس معطر ہے
اُس نام کی کرنوں سے ہر چیز منور ہے
وہ لفظ مکمل ہے، وہ لفظ ”محمد“ ہے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کی اس بھرپور کاوش کو قبول فرمائے اور پڑھنے والوں
کو اس سے استفادہ کرنے کا شرف حاصل ہو۔ آمین

صائمہ آفتاب

صائمہ آفتاب

شفاعت کی منتظر امتی

30 ستمبر 2022 عیسوی

سیرت رسول (سال بہ سال)

- 1 عام الفیل - رسول اللہ کی ولادت
- رسول اللہ رضاعت کے لیے حلیمہ سعدیہ کے گاؤں چلے گئے
- 5 عام الفیل - فرشوں نے رسول اللہ کا سینہ چاک کیا اور دل کو زم زم سے دھویا
- رسول اللہ اپنی والدہ کے پاس واپس آ گئے
- 6 عام الفیل - رسول اللہ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ گئے
- مدینہ منورہ سے واپسی پر ابوا کے مقام پر رسول اللہ کی والدہ وفات پا گئیں
- 8 عام الفیل - رسول اللہ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم وفات پا گئے
- 10 عام الفیل - رسول اللہ کا اپنے چچا ابی طالب بن عبدالمطلب کے ساتھ ملک شام کے سفر پر گئے
- 20 عام الفیل - رسول اللہ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ حرب بن اوس بن امیہ کے ساتھ
- 24-20 عام الفیل - رسول اللہ تجارت میں حصہ لینے لگے۔ دوسرے شہروں اور ملکوں سفر پر گئے
- 25 عام الفیل - رسول اللہ تجارتی قافلہ لے کر ملک شام گئے (سیدہ خدیجہ کے سامان کے ساتھ)
- رسول اللہ کا سیدہ خدیجہ بنت خویلد سے نکاح (رسول اللہ کا پہلا نکاح)
- 26 عام الفیل - سیدہ خدیجہ نے رسول اللہ کو زید بن حارثہ (غلام) تحفے میں دیا
- رسول اللہ کا بیٹا قاسم بن محمد پیدا ہوا۔ اسی کے نام پر آپ کی کنیت ابو القاسم ہوئی
- 27 عام الفیل - رسول اللہ کی بیٹی سیدہ زینب بنت محمد پیدا ہوئیں
- 28 عام الفیل - رسول اللہ کی دوسری بیٹی رقیہ بنت محمد پیدا ہوئیں

29 عام الفیل - رسول اللہ کی تیسری بیٹی اُمّ کلثوم بنت محمد پیدا ہوئیں

- رسول اللہ اپنے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب کو اپنے گھر لے آئے
- زید بن حارثہ کے والد اور چچا انہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے
آئے۔ زید نے اُن کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ نے آزاد
کردہ غلام زید بن حارثہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا

35 عام الفیل - بیت اللہ کی تعمیر اور حجر اَسود نصب کرنے پر جھگڑا ہوا

- رسول اللہ کی چوتھی (سب سے چھوٹی) بیٹی سیدہ فاطمہ بنت محمد پیدا ہوئیں

40 عام الفیل - جبریل پہلی وحی لے کر غار حرا میں رسول اللہ کے پاس آئے

/ 1 نبوی

- سیدہ خدیجہ بنت خویلد کا رسول اللہ پر ایمان لائیں (رسول اللہ پر سب
سے پہلے ایمان لانے والی)

- ابو بکر ابن ابوقحافہ رسول اللہ پر ایمان لے آئے

- علی ابن ابی طالب رسول اللہ پر ایمان لے آئے

- زید بن حارثہ رسول اللہ پر ایمان لے آئے

2 نبوی - رسول اللہ نے قریش کو صفا پہاڑی پر جمع کیا اور ایمان لانے کی دعوت دی

3 نبوی - رسول اللہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں (بنی ہاشم) کو اپنے گھر پر دعوت پر

بلایا اور انہیں ایمان لانے کی دعوت دی لیکن کسی نے توجہ نہ دی

- کچھ دن بعد رسول اللہ نے رشتہ داروں کو گھر پر دوبارہ دعوت دی۔ رسول

اللہ کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب نے آپ کی مخالفت جبکہ چچا ابی طالب

بن عبدالمطلب نے حمایت کی۔ علی ابن ابی طالب نے رسول اللہ کا ساتھ

دینے کا وعدہ کیا

- بلال بن رباح (بلال حبشی)، ثباب بن اُرت، عمار بن یاسر اور سمیعہ

بنت حبابؓ رسول اللہ پر ایمان لے آئے

5-3 نبوی - ایمان لانے والوں پر قریش نے ظلم و ستم کرنا شروع کر دیئے

5 نبوی - اٹھارہ (18) مسلمانوں نے رسول اللہ کی اجازت سے حبشہ

(Abyssinia) ہجرت کی (پہلی ہجرت حبشہ)

قریش مکہ کے ایمان لانے کی جھوٹی خبر سن کر مہاجرین حبشہ سے مکہ واپس

آگئے

- رسول کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب، رسول اللہ پر ایمان لے آئے

- عمر بن خطاب، رسول اللہ پر ایمان لے آئے

- رسول اللہ کی اجازت سے چھبیس (86) مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے

(دوسری ہجرت حبشہ)

- قریش مکہ نے مہاجرین کو واپس لانے کے لیے وفد (Delegation)

حبشہ بھیجا جو وہاں سے ناکام لوٹا

- ابو بکر ابن ابوقحافہ نے بلال بن رباح (بلال حبشی) کو آزاد کروایا

7 نبوی - قریش مکہ رسول اللہ کو اسلام کی تبلیغ سے روکنے کے لیے کئی بار آپ کے چچا

ابی طالب سے ملے اور ناکام لوٹے

- قریش مکہ نے بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (Social boyott) کر دیا

- بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور (Siege) ہوئے اور تین (3) سال

تک اس ظلم اور پریشانی کا مقابلہ کرتے رہے

- رسول اللہ نے انگلی کے اشارے سے چاند کو دو (2) ٹکڑے کیا۔ شق القمر کا

معجزہ ہوا

9 نبوی قریش مکہ کے بنی ہاشم کے سوشل بائیکاٹ (Social boycott) کے لکھے

ہوئے معاہدہ کودیمک نے چاٹ لیا

- چچا ابی طالب نے بیت اللہ میں آکر قریش کو رسول اللہ اور اس معاہدے کے مطابق اعلان کیا

10 نبوی - شعبان کے آخری دنوں رسول اللہ کا ساتھ دینے والے چچا ابی طالب کی وفات پا گئے

- چند دن بعد رمضان میں سیدہ خدیجہ بنت خویلد وفات پا گئیں

- چچا ابی طالب اور سیدہ خدیجہ کی وفات پر رسول اللہ نے اس سال کو "عام الحزن" (غم کا سال) قرار دیا

- رسول اللہ سے دشمنی رکھنے والا چچا ابولہب، بنی ہاشم کا سردار بن گیا

- چچا ابی طالب کی وفات کے بعد قریش مسلمانوں کے ساتھ ساتھ رسول اللہ پر ظلم و ستم کرنے لگے

- نماز کے دوران سجدہ میں جانے پر بیت اللہ میں رسول اللہ کے سر اور گردن پر گندگی سے بھری اونٹ کی اوجھڑی (Rumen) رکھ کر قریش مکہ نے آپ کو جان سے مار دینے کی کوشش کی

- رسول اللہ مکہ سے نکل کر طائف گئے اور لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دی
- رسول اللہ اور زید بن حارثہ پر طائف کے لوگوں نے ظلم کیا۔ پتھر مارا مار کر لہو لہان کر دیا

- اللہ کریم نے رسول اللہ سے جلد کامیابی کا وعدہ کرنے کی وحی بھیجی

- طائف سے واپس مکہ آنے پر اپنے قبیلے کی پناہ نہ ہونے پر بنی نوفل کے سردار مطعم بن عدی نے رسول اللہ کو پناہ دی

۔ رسول اللہ سفر معراج پر بیت المقدس گئے
 ۔ رسول اللہ اسرا (آسمانوں کی سیر) پر آسمانوں پر گئے
 رسول اللہ حج پر آنے والے لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے لیکن
 کسی بھی وفد نے رسول اللہ کی دعوت قبول نہیں کی
 ۔ رسول اللہ نے سیدہ سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا (رسول اللہ کا دوسرا نکاح)
 ۔ رسول اللہ نے سیدہ عائشہ بنت ابوبکر سے نکاح کیا لیکن رخصتی نہیں
 ہوئی (رسول اللہ کا تیسرا نکاح)

- ۔ یثرب سے آئے ہوئے چھ (6) لوگ رسول اللہ پر ایمان لے آئے
 11 نبوی ۔ یثرب سے آنے والے بارہ (12) لوگ رسول اللہ پر ایمان لے آئے
 12 نبوی ۔ یثرب سے آنے والے بہتر (72) مسلمانوں نے رسول اللہ کو یثرب
 ہجرت کرنے کی دعوت دی
 14 نبوی ۔ رسول اللہ نے مکہ کے مسلمانوں کو یثرب ہجرت کرنے کی اجازت دی
 ۔ قریش نے رسول اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا
 ۔ اسی رات اللہ کریم کے حکم سے رسول اللہ یثرب ہجرت کرنے کے لیے نکلے
 ۔ رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر سونے اور لوگوں کی امانتیں
 لوٹا کر یثرب آنے کا کہا۔
 ۔ رسول اللہ بارہ (12) دن کے سفر اور مشکلات برداشت کرتے ہوئے
 یثرب کے علاقہ قبا پہنچے

آؤڈھونڈنے نکلئیں

'Aa-aeysheh bint Abubakar عائشہ بنت ابوبکر	-1
619. 616. 616. 615. 614. 613. 611. 610. 599. 598. 593. 587. 586. 430. 163. 162. 161	
708. 694. 650. 628. 627. 626. 625. 621. 620	
'Aamir Bin Fuhayrah عامر بن فہیرہ	-2
540. 122	
'Aasim bin Theabit، عاصم بن ثابت	-3
527. 525. 521. 490. 472. 454. 447. 321	
'Aatikah bint 'Abdul Mut-talib، عاتکہ بنت عبدالمطلب	-4
234. 233	
'Abbaas bin 'Abdul Mut-talib، عباس بن عبدالمطلب	-5
414. 413. 360. 353. 352. 343. 342. 339. 332. 328. 327. 255. 244. 243. 234. 233. 232. 116	
423	-6
'Abd e Wud-d، عبدوڈ	
693. 690. 659. 658. 657. 655. 310	-7
'Abd Manaaf، عبدمناف	
574. 446. 56	-8
'Abdul Mut-talib، عبدالمطلب	
670. 502. 270. 233. 118. 58. 57. 56. 55	-9
'Abdul Rahman bin 'Awf، عبدالرحمن بن عوف	
504. 375. 374. 304. 137. 136. 135	-10
'Abdul Rahman bin Sakhar، عبدالرحمن بن سحر	
174	-11
'Abdullah bin 'Abdul Mut-talib، عبد اللہ بن عبدالمطلب	
57. 55	-12
'Abdullah bin 'Amr bin 'Aas، عبد اللہ بن عمرو بن عاص	
675. 674. 418. 411. 229. 40	-13
'Abdullah bin 'Amr bin Haraam، عبد اللہ بن عمرو بن حرام	
515. 506. 434. 433. 428	-14
'Abdullah bin 'Umar، عبد اللہ بن عمر	
429	-15
'Abdullah bin Jahsh، عبد اللہ بن جحش	
662. 574. 511. 505. 497. 496. 281. 219. 218. 157	-16
'Abdullah bin Jubayr، عبد اللہ بن جبیر	
580. 559. 558. 557. 552. 440	

17-	عبداللہ بن عبداللہ بن ابی، 'Abdullah bin 'Abdullah bin Ubi 425، 419، 404، 403، 370، 342، 332، 328، 327، 199، 198، 159، 158، 119، 118، 110، 108، 558، 557، 555، 554، 553، 522، 515، 495، 438، 437، 436، 435، 434، 433، 432، 428، 426، 626، 624، 621، 614، 613، 610، 609، 608، 607، 604، 603، 602، 601، 594، 593، 571، 559 704، 663، 650
18-	عبداللہ بن مسعود، 'Abdullah bin Mas'ud 724، 590، 503، 415، 312، 273
19-	عبداللہ بن رواحہ، 'Abdullah bin Rawaahah 327، 320، 287، 116
20-	عبداللہ بن سلام، 'Abdullah bin Sallaam 76، 75
21-	عبداللہ بن ابی ابن سلول، 'Abdullah bin Ubi ibn Suloul 621، 558، 419، 403، 370، 118، 108
22-	عبداللہ بن زبیر، 'Abdullah bin Zubayr 161
23-	عبداللہ ابن اُمّ مکتوم، 'Abdullah ibn Umm Maktum 340، 231
24-	علی ابن ابی طالب، 'Ali ibn Abi Taalib 307، 299، 294، 293، 289، 288، 287، 263، 251، 143، 135، 130، 102، 67، 62، 51، 50، 44 708، 696، 658، 632، 617، 560، 547، 512، 472، 448، 379، 377، 375، 374، 322، 309
25-	عمار بن یاسر، 'Ammaar bin Yaasir 595، 310، 143
26-	عمر و بن عبدؤذ، 'Amr bin 'Abd Wud-d 693، 595، 310، 143
27-	عمر و بن ہشام (ابو جہل)، 'Amr bin Hishaam (Abu Jahl) 359، 327، 317، 184
28-	عمر و بن اُمیہ صمری، 'Amr bin Umayyah Damrite 551، 546، 514، 539، 531
29-	عقیل ابن ابی طالب، 'Aqeel ibn Abi Thaaleb 353، 319، 243
30-	عروہ بن مسعود ثقفی، 'Arwah bin Mas'ud Thaqfite ---
31-	عوف ابن عفرہ، 'Awf ibn 'Ifraa 360، 326، 306، 297، 287
32-	عفرہ بنت عبید، 'Ifraa bint 'Ubaid 306
33-	عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل)، 'Ikramah bin 'Amr bin Hishaam (Ab Jahl) 685، 674، 571، 461، 459، 452، 445، 442، 418
34-	عبیدہ بن حارث، 'Ubaydah bin Haarith 306

35-	عبد اللہ بن جحش، 'Ubyadullah bin Jahsh
36-	عمر بن خطاب، 'Umar bin Khat-taab 372، 371، 318، 315، 308، 287، 282، 268، 242، 154، 152، 150، 137، 131، 130، 64، 44 621، 643، 610، 609، 603، 547، 522، 487، 479، 475، 472، 448
37-	عُمیر بن وہب، 'Umayr bin Wahb 361، 267، 254، 243
38-	عُمیر ابن ابی وقاص، 'Umayr Ibn Abi Waqqaas 360، 298، 250، 78
39-	عُقبہ ابن ابومعیط، 'Uqbah ibn abu Mu'ayt 360، 332، 328، 321، 315
40-	عُروہ بن زبیر، 'Urwah bin Zubayr
41-	عُتبہ بن ربیعہ، 'Utbah bin Rabi'ah 360، 359، 332، 330، 317، 314، 289، 286، 279، 263، 255، 253، 245، 243، 240، 239، 212 683، 419
42-	عُتبہ ابن ابی وقاص، 'Utbah Ibn Abi Waqqaas 482
43-	عثمان بن عفان، 'Uthmaan bin 'Affaan 565، 372، 371، 357، 250، 150، 149، 44، 33
44-	عثمان بن مظعون، 'Utamaan bin Maz'oon 372، 371، 369، 136
45-	آمنہ بنت وہب، Aaminah bint Wahb 57
46-	ابی العاص بن ربیع بن عبد شمس، Abil 'Aas bin Rab'i bin 'Abd Shams 719، 718، 364، 350، 127
47-	ابو عامر اوسی، Abu 'Aamir Awaite 495، 494، 493، 487، 483، 445، 444، 424، 419، 106
48-	ابو عبیدہ بن جراح، Abu 'Ubaydah bin Jar-rah 486
49-	ابو ایوب انصاری، Abu Ayub Ansarite 619، 593، 150
50-	ابو بصیر، Abu Baseer
51-	ابو دجانہ، Abu Dajaanah 569، 474، 472، 452، 451، 450، 449، 448، 445، 293، 278

ابو ذر غفاری، Abu Dhar Ghiffarite	52
632.289	
ابو ہریرہ، Abu Hurairah	53
490.489.174.50.42.40	
ابو جہل، Abu Jahl	54
184.189.233.234.241.242.243.247.253.254.255.257.272.281.285.292.294.	
300.299.295	
ابو جندل بن سہیل، Abu Jandal bin Sohayl	55

ابولہب، Abu Lahab	56
399.338.337.336.335.333.242.157.66.65.62	
ابوموسیٰ اشعری، Abu Musa Ash'ary	57
131	
ابوقافہ، Abu Quhaafah	56
643.594.565.547.508.487.472.274.170.162.150.137.124.67.63.44	
ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، Abu Salmah 'Abdullah bin Asad	59
675	
ابوسفیان بن حارث، Abu Sufyan bin Haarith	60
333	
ابوسفیان بن حرب، Abu Sufyan bin Harb	61
692.667.652.571.510.369.331.157	
ابوبکر ابن ابوقافہ، Abubakar ibn Abu Quhaafah	62
643.594.565.547.508.472.274.170.162.150.137.124.67.63.44	
ابولبختاری بن ہشام، Abul Bakhtari bin Hishaam	63
331.328.304.303.284.256	
ابولحکم (ابوجہل)، Abul Hakam (Abu Jahal)	64
284.253.242.184	
ابوقاسم، Abul Qasim، ابا قاسم، Aba Qasim	65
709.708.707.571.547.402.395.362.194.181.180.177.87.81	
انس بن مالک، Anas bin Maalik	66
644.587.541.443.134	
ارقم ابن ابی ارقم، Arqam ibn Abi Arqam	67

اسعد بن زرارہ، As'ad bin Zuraarah	68
120	
اسماء بنت ابوبکر، Asmaa bint Abubakar	69
616.161	
بنی عبدالدار، Bani 'Abd Ad Daar	70
498.461.457.455.442.270	

Bani Asad، بنی آسء	71
638، 581، 542	
Badar، بدر	72
، 266، 265، 263، 262، 259، 258، 257، 258، 255، 254، 252، 248، 247، 219، 192، 51، 7، 5، 4، 304، 302، 300، 298، 297، 296، 295، 291، 288، 282، 279، 278، 275، 274، 273، 267، 267، 333، 332، 331، 330، 329، 327، 326، 325، 321، 319، 318، 315، 314، 310، 309، 308، 308، 357، 354، 351، 350، 348، 346، 345، 343، 342، 341، 340، 339، 338، 337، 336، 335، 334، 388، 384، 383، 382، 381، 380، 372، 371، 370، 369، 388، 385، 384، 363، 381، 359، 358، 464، 462، 481، 437، 419، 417، 416، 413، 411، 410، 409، 407، 406، 403، 402، 401، 395، 725، 656، 655، 629، 615، 574، 571، 528، 521، 488، 487، 480، 467	
Bani Ghitaan، بنی غطفان	73
694، 685، 684، 681، 673، 672، 669، 663، 638، 634، 592، 591، 559	
Bani Haashim، بنی ہاشم	74
339، 303، 288، 254، 241، 161، 66، 65، 55، 49	
Bani Isra-eel، بنی اسرائیل	75
707، 259، 195، 79، 78، 78	
Bani Makhzum، بنی مخزوم	78
300، 292	
Bani Nudayr، بنی نضیر	77
55، 554، 553، 552، 551، 550، 549، 548، 547، 546، 545، 515، 475، 430، 429، 406، 367، 341، 142، 110، 85، 83، 62، 6، 665، 664، 660، 634، 591، 571، 570، 569، 568، 566، 584، 563، 562، 562، 561، 580، 559، 714، 706، 698، 697، 677، 672، 687، 666	
Bani Qaynqa'a، بنی قینقاع	76
، 704، 696، 685، 634، 571، 545، 475، 407، 406، 405، 404، 399، 381، 137، 136، 85، 83، 71، 714	
Bani Qurayzah، بنی قریظہ	79
، 688، 667، 688، 685، 664، 683، 681، 680، 651، 641، 560، 554، 545، 406، 97، 83، 82، 7، 699، 698، 697، 696، 695، 694، 693، 669، 686، 685، 684، 683، 682، 681، 671، 670، 669، 723، 717، 716، 715، 714، 713، 712، 711، 707، 706، 705، 704، 703، 702	
Bani Umayyah، بنی امیہ	80
368، 361، 309، 285، 240	
Bar-rah bint 'Abdul Mut-talib، بڑہ بنت عبدالمطلب	81
575	
Bar-rah bint Haarith، بڑہ بنت حارث	82
597، 595	
Bar-rah bint Jahsh bin Ryaab، بڑہ بنت جحش بن ریااب	83
561	
Bible، انجیل	84
632، 419، 94، 77، 82، 53، 32	

85	بلال حبشی، Bilal Habshi	877.581.544.543.515.431.311.310.156.155.154.122.63
86	بریدہ بن حبیب سلمی، Buraydah bin Haseeb Aslamite	592
87	دحیہ بن ظلیفہ کلبی، Dihyah bin Khalifah Kalbite	694
88	اقتصادی بائیکاٹ، Economic Boycott (Iqtasadi boycott)	211.184
89	اقتصادی محاصرہ، Economic Siege (Iqtasadi mohasrah)	409.407.280.229.186.185.161.160
90	فاطمہ بنت اسد، Faatimah bint Asad	572.58
91	فاطمہ بنت محمد، Faatimah bint Muhammad	374.66
92	حاجرہ، Haajrah	55
93	حارث بن ہشام، Haarith bin Hishaam	418.409.308.300.253
94	حاباب بن منذر، Habaab bin Mundhir	472.430.310.279.265
95	حفصہ بنت عمر، Hafsaah bint 'Umar	33
96	حکیم بن حزام، Hakeem bin Hazaam	285.282.279.264.263.243.240
97	حلیہ سعیدہ، Haleemah S'adiah	56.57
98	حننہ بنت جحش، Hamnah bint Jahsh	614
99	حمزہ بن عبدالمطلب، Hamzah bin 'Abdul Mut-talib	656. 511.506.500.467.465.464.458.319.299.293.289.288.287.138.64
100	کنظلہ ابن ابو عامر، Hanzalah ibn Abu Aamir	494.493
101	حرب فجار، Harb a Fijaar	683
102	حصین بن سلام، Haseen bin Sallaam	74.73.72
103	حسان بن ثابت، Hassaan bin Theabit	671.670.669.628.627.613

104 -	ہندہ بنت عقبہ، Hindah bint 'Utbah 497.486.451.418.331
105 -	حسین بن علی، Hussain bin 'Ali -----
106 -	حُئی بن اکثاب، Huyy bin Akhtab 660.635.634.560.558.557.555.554.553.550.548.547.367.79 711.707.706.700.699.696.695.693.683.664.663.662.661
107 -	ابن سلول، Ibn Suloul 621.558.419.403.370.118.108
108 -	ابن اُم مکتوم، Ibn Umm e Maktum 430.231
109 -	جعفر ابن ابی طالب، J'afar ibn Abi Taalib -----
110 -	جویریہ بنت حارث، Jawairiah bint Hearith 601.599
111 -	جبریل، Jibreel 398.395.371.307.300.215.197.196.195.180.163.145.140.115.62.38.37.6 723.595.587.586.585.581.520.435
112 -	جُبیر بن مطعم بن عدی، Jubayr bin Mu'ir bin 'Adi 481.413.345
113 -	کعب بن اسد، K'ab bin Asad 717.716.711.709.700.699.695.665.664.661.554.177
114 -	کعب بن اشرف، K'ab bin Ashraf 392.391.384.208.85.51
115 -	خدیجہ بنت خویلد، Khadijah bint Khuwaylid 59
116 -	خالد بن سعید بن عاص، Khalid bin Sa'eed bin 'Aas 36
117 -	خالد بن ولید، Khalid bin Walid 677.675.674.511.478.451.458.452.442.416
118 -	خالد بن زید، Khalid bin Zayd 150.142.121.120
119 -	خُبَاب بن اُرت، Khubaab bin Art-i 354
120 -	کلثوم بن ہدم، Kalthum bin Hadam 102.101.100
121 -	ماریہ قبطیہ، Maariah Qibtiah 570

122 -	مصطح بن اٹاٹھ، Mastah bin Uthaathah	613
123 -	مقداد بن اسود، Miqdaad bin Aswad	632، 259، 252، 135
124 -	معاذ (معوذ) بن عمرو، Mu'aadh (Mu'awadh) ibn I'raa	360، 325، 305، 265
125 -	محمد بن عبداللہ، Muhammad bin 'Abdullah	724، 413، 369، 387، 241، 159، 157، 102، 70، 63، 57، 55
126 -	محمد بن مسلمہ، Muhammad bin Muslimah	702، 552، 492، 405، 392، 391، 390، 369، 388، 387، 170
127 -	مصعب بن عمیر، Mus'ab bin 'Umayr	511، 505، 504، 503، 470، 462، 461، 442، 430، 349، 322، 278، 270
128 -	مطعم بن عدی، Muf'im bin 'Adi	5، 67، 300، 341، 345، 346، 464
129 -	نعمان بن بشیر، N'aman bin Bashir	161
130 -	نعمان بن مالک، N'aman bin Maalik	427
131 -	نضر بن حارث بن علقمہ، Nadar bin Haarith bin 'Alqamah	328، 322، 321، 270، 264، 175
132 -	نجاشی، Najaashi	720، 64
133 -	نوفل بن عبداللہ، Nawfal bin 'Abdullah	693، 690، 659، 655، 380، 215
134 -	نعیم بن مسعود، Nu'aeym bin Mas'ud	682، 681
135 -	قصی بن کلاب، Qusaey bin Kalaab	56
136 -	رملہ بنت ابوسفیان، Ramlah bint Abu Sufyan	
137 -	رملہ بنت صخر، Ramlah bint Sakhar	
138 -	ریحانہ، Rehaanah	714
139 -	روزبہ، Rouzbeh	633، 632، 629، 101، 95، 94، 93، 92، 91، 90، 89، 88، 67، 7
140 -	رقیہ بنت محمد، Ruqayyah bint Muhammad	370، 357، 341

141	S'ad bin Mu'adh، سعد بن معاذ، 723، 704، 703، 690، 675، 673، 667، 621، 569، 547، 472، 430، 387، 278، 184
142	S'ad bin 'Ubaadah، سعد بن عبادہ، 665، 649، 621، 595، 569، 547، 513، 472، 430، 424، 266، 260، 199، 198، 191، 190، 121، 117 702، 673، 667
143	S'ad bin Rabi'، سعد بن ربیع، 511، 493، 492، 414، 136، 117
144	S'ad ibn abi Waqqaas، سعد ابن ابی وقاص، .471، 463، 456، 454، 378، 356، 355، 263، 250، 249، 218، 217، 213، 189، 174، 78، 44 504، 497، 496، 479، 475، 472
145	Sa'aed bin Zayd، سعید بن زید، 715، 357، 229، 228، 44
146	Safiyah bint 'Abdul Mut-talib، صفیہ بنت عبدالمطلب، ----- Safiyah bint Huyy، صفیہ بنت حیی، ----- Safwan bin M'otal، صفوان بن مفضل، 620، 612
147	Safwan bin M'otal، صفوان بن مفضل، 620، 612
148	Sakhar bin Harb، صخر بن حرب، 368، 366
149	Sakhar bin Harb، صخر بن حرب، 368، 366
150	Sallaam ibn Abil Huqooq، سلام ابن ابی الحقیق، 634، 569، 51
151	Sallaam bin Mishkam، سلام بن مہکم، 555، 548، 357
152	Salmah ibn Abu Salmah، سلمہ ابن ابوسلمہ، ----- Salman - The Persian، سلمان فارسی، 660، 659، 645، 641، 640، 639، 633، 632، 174
153	Salman - The Persian، سلمان فارسی، 660، 659، 645، 641، 640، 639، 633، 632، 174
154	Samrah bin Jundab، سمرہ بن جندب، 431
155	Sayyedah Sawdah، سیدہ سوزہ، 587، 162، 150، 125
156	Shaybah bin Rabi'ah، شیبہ بن ربیعہ، 360، 332، 330، 326، 317، 292، 289، 288، 287، 285، 256، 253، 240
157	Smaak ibn Kharash، ساک ابن خراشہ، 569، 472، 448
158	Sohayl bin 'Amr، سہیل بن عمرو، 516، 360، 350، 348، 347، 332، 326، 327، 257، 255، 254، 253، 247، 245، 239، 238

159 -	سراقہ بن مالک، Suraaqah bin Maalik	301.300.245
160 -	طیعمہ بن عدی، Ta'eemah bin 'Adi	486.463.418.328.300.238
161 -	طالب ابن ابی طالب، Taalib ibn Abi Taalib	254.243
162 -	طلحہ بن عبید اللہ، Talhah bin 'Ubaydullah	516.485.475.472.471.455.357.229.228.44
163 -	طلحہ بن زبیر، Talhah bin Zubayr	546
164 -	طلحہ ابن ابوطلیحہ، Talhah ibn Abu Talhah	444.441.417.270
165 -	تیم داری، Tamim Daari	148
166 -	ثعلبہ، Th'albah	701.689.663.582.435
167 -	ثابت بن عاصم بن قلیح، Thaabit bin 'Aasim bin 'Aqlah	-----
168 -	ثمامہ بن اُثال، Thamaamah bin Uthaal	722.721
169 -	طفیل بن حارث بن عبدالمطلب، Tufayl bin Haarith bin 'Abdul Mut-talib	573.122
170 -	أبی بن کعب، Ubayy bin K'ab	651.619.414.413.212
171 -	أبی بن خلف، Ubayy bin Khalf	480.479.469.327.157
172 -	أمامہ بنت ابی العاص، Umaamah birt Abil 'Aas	719
173 -	امیہ بنت عبدالمطلب، Umaymah birt 'Abdul Mut-talib	586.495
174 -	أمیہ بن خلف، Umayyah bin Khalf	627.407.360.330.328.316.311.264.263.255.253.243.242.191.184.66
175 -	أم ایمن، Umm Aeyman	616.378.125.58
178 -	أم حبیبہ بنت ابوسفیان، Umm Habibah birt Abu Sufyan	-----
177 -	أم جمیل، Umm Jameel	339.338

176	Umm Kulthum bint Muhammad	آؤ کثوم بنت محمد
179	Umm Salmah Hind bint Abu Umayyah	آؤ سلمہ بنت ابوامتیہ
180	Umm Sulaym bint Milhaan	آؤ سلیم بنت ملحان
181	Umm ul Momineen	آؤ المؤمنین
182	Usamah bin Zayd	أسامہ بن زید
183	Usayyed bin Hudayr	أسید بن حذیر
184	Wahb bin 'Umayr	وہب بن عمیر
185	Walid bin 'Uqbah	ولید بن عقبہ
186	Walid bin Walid bin Mughayrah	ولید بن ولید بن مغیرہ
167	War Strategy (Jangi Hikmat 'Aml)	جنگی حکمت عملی
188	Warqah bin Nawfal	ورقہ بن نوفل
189	Yamaamah	یمامہ
190	Zayd bin Arqam	زید بن أرقم
191	Zayd bin Dathnah	زید بن دثنہ
192	Zayd bin Haarithah	زید بن حارثہ
193	Zayd bin Thaabit	زید بن ثابت
194	Zaynab bint Jahsh bin Ryaab	زینب بنت جحش بن ریاب
195	Zaynab bint Khuzaymah	زینب بنت خزیمہ
196	Zaynab bint Muhammad	زینب بنت محمد
197	Zubair bin 'Awaam	زبیر بن عوام

کچھ محمد رسول اللہ (مکی زندگی) کے بارے میں

رسول اللہ ﷺ کے باپ دادا (Forefathers) میں بڑے قد آور لوگ (Stalwarts) پیدا ہوئے۔ قُصَی بن کلاب (Qusaey bin Kalaab) اُن میں سے ایک ہیں۔ قُصَی نے مکہ کو ایک شہر کی شکل دی اور یہاں بہت سے انقلابی اقدام (Revolutionary steps) کئے۔ رسول اللہ کے پردادا ہاشم بن عبدمناف (Haashim bin 'Abd Manaaf) (497-466,32) نے مکہ کی تجارت (Trade) کو نیا رُخ (Dimension) دیا۔ رسول اللہ کے دادا (Grandfather) عبدالمطلب بن ہاشم نے مکہ کے تمام قبیلوں (Tribes) کو باپ کی طرح سنبھالا (Took care of)۔

عبداللہ کی شادی یثرب (Yathrab) میں بنی زہرہ (Bani Zahrah) کی سیدہ آمنہ بنت وہب (Aaminah bint Wahb) (549-576,28) سے ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد محرم (Mohar-ram) کے مہینہ میں یمن کا حاکم (Ruler) ابرہہ (Abraha) ساٹھ ہزار (60,000) لوگوں کی فوج لے کر جس میں ہاتھی (Elephants) شامل تھے، مکہ پر حملہ آور (Attacked) ہوا۔ ابرہہ کی فوج کے وادی مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابا بیلوں کا گروہ (Flock of Martins) اڑتا ہوا آیا۔ ابا بیلوں نے ہاتھی والوں کی فوج پر کنکریاں (Pebbles) برسائیں جس سے یہ فوج تباہ و برباد (Destroyed) ہو گئی جبکہ بیت اللہ (Baitullah / K'abah) محفوظ رہا۔

اس واقعہ کے پچپن (55) دن بعد سیدہ آمنہ کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد بن عبداللہ رکھا گیا۔ عرب کے رواج (Tradition) کے مطابق بیٹے کو ایک دائیہ (Wet

nurse) جس کا نام حلیمہ سعدیہ (Haleemah S'adiyah) ہے، کے حوالہ (Handover) کیا گیا کہ وہ بچے کو اپنے ساتھ گاؤں لے جائے۔

پانچ (5) سال کی عمر میں رسول اللہ، حلیمہ سعدیہ کے گاؤں سے اپنی والدہ کے پاس مکہ واپس آ گئے۔ ایک سال بعد سیدہ آمنہ رسول اللہ کو لے کر یثرب گئیں۔ واپسی کے سفر پر ابواء (Abwaa) کے مقام پر سیدہ آمنہ کی طبیعت بگڑی اور وہ وفات پا گئیں۔

اگلے دو (2) سال رسول اللہ اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ رہے۔ آخری وقت آنے پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابی طالب بن عبدالمطلب (Abi Taalib bin Abdul Mut-talib) (535-619, 85) کو بلا کر رسول اللہ کی سرپرستی (Guardianship) کی ذمہ داری (Responsibility) دی۔

رسول اللہ کی عمر (Age) نو (9) سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابی طالب کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر گئے۔ وہاں ان کی ملاقات بحیرہ راہب (Bahirah Clergyman) سے ہوئی جو بہت علم والا (Knowledgeable) اور عقلمند (Wise) تھا۔

رسول اللہ کی عمر میں (20) سال ہوئی تو رسول اللہ نے تجارتی قافلے لے کر تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں اور ملکوں میں جانا شروع کر دیا۔ خدیجہ بنت خویلد نے اپنا تجارتی سامان رسول اللہ کے ساتھ شراکت (Partnership) میں شام بھیجا۔ اس تجارتی سفر میں سیدہ خدیجہ کا کاروباری منافع (Business profit) پہلے تمام قافلوں سے دو (2) گنا (Times) زیادہ رہا۔ اس سفر سے واپسی کے چند مہینے بعد سیدہ خدیجہ کی خواہش (Desire) پر رسول اللہ نے ان سے نکاح (Wedding) کر لیا۔ سیدہ نے نکاح پر رسول اللہ کو ایک غلام تحفہ (Gift) میں دیا۔ رسول اللہ نے غلام کو اسی وقت آزاد کر دیا۔

رسول اللہ نے اپنی زندگی کے چالیس (40) سال مکہ میں گزارے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے لوگ رسول اللہ کے اخلاق اور معاملات سے بہت متاثر (Impress) ہیں۔

رسول اللہ رمضان (Ramadaan) کا مہینہ عبادت اور سوچ بچار کے لیے غارِ حرا میں گزارتے ہیں۔ (Ghaar e Hira / Cave Hira)

پیر (Monday) اکیس (21) رمضان 40 فیل (610 عیسوی) کو غارِ حرا میں جبریل (Jibreel / Gabriel) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ جبریل، رسول اللہ کے لیے اللہ کریم کا پہلا پیغام وحی (Revelation) کی صورت میں لے کر آئے۔ رسول اللہ نے اللہ کریم کے کلام کی ہیبت (Fright) محسوس کی اور اپنے گھر تشریف لے آئے۔ سیدہ خدیجہ نے رسول اللہ کو اس حال میں دیکھ کر ان کی ڈھارس (Consolation) بندھائی کہ آپ جیسے اعلیٰ کردار اور اخلاق رکھنے والے انسان کو اللہ کریم رسوا (Disgrace) نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ کو حکم ملا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ (Preaching) کا آغاز (Start) اپنے قریبی رشتہ داروں (Relatives) سے کریں۔ آپ کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب (Abu Lahab bin 'Abdul Mut-talib) (549-624, 76) نے آپ کی شدید مخالفت (Immense opposition) کی۔ چچا ابی طالب نے رسول اللہ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ ابتدائی دنوں (Early days) میں رسول اللہ پر ایمان لانے والے سیدہ خدیجہ، علی ابن ابی طالب (Abubakar ibn 'Ali ibn Abi Taalib) (599-661,63)، ابو بکر ابن ابوقحافہ (Abu Quhaafah) (573-634,62)، زید بن حارثہ (Zayd bin (581-629,49) اور بلال حبشی (Bilal Habshi) (580-640,61) تھے۔ اسلام کی تبلیغ کی مخالفت (Opposition) بڑے زور و شور سے کی گئی۔ رسول اللہ پر ایمان لانے والوں پر زندگی تنگ (Made life difficult) کر دی گئی۔ کسی کو آگ سے جلا یا گیا تو کسی کو بھوکا پیاسا رکھ کر تپتی ہوئی ریت (Burning sand) پر لٹایا گیا اور سینہ (Chest) پر بھاری (Heavy) پتھر رکھ دیا گیا۔ کسی کو جان سے مار دیا گیا تو کسی کو خاندان اور قبیلہ سے ہی نکال دیا گیا۔

رسول اللہ لوگوں کو ایک (1) خدا کی عبادت اور سب کے برابر ہونے کا درس (Teach) دیتے ہیں۔ قریش، رسول اللہ کی تبلیغ اور معاشرہ میں برابری (Equality) کے نظام سے سخت پریشان ہوئے۔ وہ آپس میں کہتے تھے ”اگر ایسا چلتا رہا تو ایک دن پورے عرب پر محمد کا دین چھا جائے گا۔“ رسول اللہ لوگوں کو ایک (1) خدا کی عبادت اور سب کے برابر ہونے کا درس (Teach) دیتے ہیں۔ قریش، رسول اللہ کی تبلیغ اور معاشرہ میں برابری (Equality) کے نظام سے سخت پریشان ہوئے۔ وہ آپس میں کہتے تھے ”اگر ایسا چلتا رہا تو ایک دن پورے عرب پر محمد کا دین چھا جائے گا۔“ مسلمانوں کو حبشہ رہتے ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ قریش نے پیغام بھیجا کہ مکہ میں سب لوگ رسول اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، جسے سنتے ہی ہجرت کرنے والوں کی بڑی تعداد مکہ واپس آگئی۔

اس دوران دو (2) اہم قریشی سردار، رسول اللہ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب (571-625,57) (Hamzah bin 'Abdul Mut-talib) اور عمر بن خطاب (Umar bin Khat-taab) (584-644,61) رسول اللہ پر ایمان لے آئے جس سے مسلمانوں کو بہت طاقت ملی۔ قریش نے انہیں واپس لانے کے لیے دو (2) ماہر سفارت کار (Expert diplomats) حبشہ بھیجے دونوں فریقوں (Parties) کی بات سننے کے بعد مسلمانوں کے حق (Favour) میں فیصلہ (Decision) دے دیا۔

اس ناکامی (Failure) کو قریش کسی طور برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ ہم محمد کو دھوکہ (Deceit) سے قتل کر دیں گے۔ ابی طالب نے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور انہیں رسول اللہ کی حفاظت کرنے کا پابند (Bound) بنایا۔ قریش مکہ ایک بار پھر اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (Social boycott) کیا جائے۔ ایسا اُس وقت تک کیا جائے جب تک بنی ہاشم محمد کو قریش کے حوالہ نہ کر دیں۔

رسول اللہ اور اُن کا خاندان اپنے گھروں سے نکل کر پہاڑوں (Mountains) کے درمیان نیموں (Tents) میں رہنے لگے۔ بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (Social boycott) تین (3) سال تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں سیدہ خدیجہ بیمار ہوئیں اور سوشل بائیکاٹ (Social boycott) ختم ہونے کے چند دن بعد ہی وفات پا گئیں۔ ابھی دس، بارہ (10,12) دن گزرے تھے کہ رسول اللہ پر جان نثار (Devote) کرنے والے چچا ابی طالب بھی دُنیا سے رُخصت (Left for eternal world) ہو گئے۔ رسول اللہ سے دشمنی رکھنے والا چچا ابولہب اب بنی ہاشم کا سردار تھا۔ ابولہب نے اعلان (Announce) کر دیا:

”محمد کا بنی ہاشم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بنی ہاشم رسول اللہ کی حفاظت کے پابند نہیں۔“

اس کے بعد رسول اللہ کے لیے مکہ میں رہنا آسان نہیں تھا۔ سجدہ (Prostration) میں جانے پر اُمیہ بن خلف (Umayyah bin Khalf) (d:624) نے گندگی سے بھری (Filled with filth) اُونٹ کی اوجھڑی (Rumen) رسول اللہ کے سر اور کندھوں (Shoulders) پر یوں رکھ دی کہ آپ سانس (Breath) بھی نہ لے سکیں۔ چھوٹی سی بیچی سیدہ فاطمہ بنت محمد (Sayyedah Faatimah bint Muhammad) (605-632,28) کے علم میں آیا تو وہ دوڑتی ہوئی بیت اللہ گئیں اور اس مصیبت (Calamity) سے اپنے والد کی جان چھڑائی۔

رسول اللہ کی زندگی کے لیے خطرات بہت بڑھ گئے۔ آپ نے کسی دوسرے شہر میں ٹھکانہ (Place to settle) ڈھونڈنے اور اللہ کریم کے دین کی تبلیغ کے لیے طائف (Taa-if) جانے کا ارادہ (Intent) کیا۔ طائف کے لوگوں نے رسول اللہ پر ظلم کیا اور پتھر برسائے۔ رسول اللہ واپس مکہ آئے تو اُن کے پاس کسی قبیلہ کی پناہ نہیں تھی۔ بنی نوفل (Bani Nawfal) کے سردار مُطعم بن عدی (Mut'im bin 'Adi) نے رسول اللہ کو پناہ دی۔

اس مشکل صورتِ حال (Situation) میں اللہ کریم نے رسول اللہ کو آسمانوں کی سیر (Ascension) کروائی۔ رسول اللہ رات میں مکہ سے فلسطین (Palestine) میں واقع بیت المقدس (Bait ul Muqdas / Al Quds) گئے۔ وہاں سے آسمانوں کا سفر کیا۔

رسول اللہ اس کوشش میں رہے کہ مکہ آنے والے قبیلوں کو ایمان لانے کی دعوت دیں اور اپنے رہنے کے لیے مکہ کے علاوہ کوئی دوسری جگہ ڈھونڈ لیں۔ اس کوشش میں یثرب سے آیا ہوا چھوٹا سا وفد رسول اللہ پر ایمان لے آیا۔ اس کے دو (2) سال بعد بہتر (72) مسلمان حج (Hajj) کرنے کے لیے مکہ آئے اور رسول اللہ کو یثرب میں بسنے (Settle) کی درخواست (Request) کی۔ رسول اللہ نے اس کے بعد اپنے ماننے والوں کو یثرب ہجرت کرنے کی اجازت (Permission) دے دی۔

قریش نے ہر حربہ (Tactic) آزما لینے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ رسول اللہ کو جان سے ہی مار دیں۔ اسی رات اللہ کریم نے رسول اللہ کو مکہ سے یثرب ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ رسول اللہ اور ابو بکر اپنے گھر سے ہجرت کرنے کے لیے رات کے اندھیرے (Darkness) میں نکلے۔ بہت سی مشکلات (Difficulties) جھیلنے (Bear) ہوئے، اپنی جان بچانے کے لیے رسول اللہ بارہ (12) دن کا سفر طے کر کے 12 ربیع الاول 13 نبوی یثرب کے قریبی علاقہ ثبا (Qubaa) پہنچ گئے ہیں۔ (محمد رسول اللہ: 718/1)

اعلانِ نبوت کے بعد گزرنے والے تیرہ (13) سال رسول اللہ کی زندگی کا مشکل ترین (The most difficult) دور ہے۔ (ان سب واقعات اور رسول اللہ کی مکئی زندگی (Meccan life) کی تفصیل (Detail) جاننے کے لیے محمد رسول اللہ۔ مکئی زندگی کا مطالعہ (Study) کریں)۔

انتشار اور آفراتفری کے اس دور میں کتاب ”محمد رسول اللہ“ نے جس خوبصورتی اور سلاست کے ساتھ سیرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے ایمان، جہد اور جہاد کا فلسفہ آسانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ دور حاضر اور آنے والی نسل کے لیے ایک ”انمول تحفہ“ ہے۔
جزل (ریٹائرڈ) زبیر محمود حیات

مصنف نے زیر نظر کتاب میں رسول اللہ کی عسکری حیات مبارکہ کو انتہائی جامع مگر سادہ اور قابل فہم انداز میں پیش کیا ہے۔ مصنف نے قاری کے لیے انتہائی آسان بنا دیا ہے جس کے لئے وہ جملہ قارئین کی تحسین اور شکر کے مستحق ہیں۔ اللہ ان کی اس مبارک کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین
لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) بلال اکبر

مسلمانوں میں بالعموم یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان جنگوں میں کم تعداد کے باوجود مسلمانوں کی کامیابی کی وجہ اللہ کی مدد اور مداخلت تھی۔ گو یہ تاثر غلط نہیں مگر یہ ذہنی رجحان ہمیں ان جنگوں کے فوجی نقطہ نظر سے تجزیے اور مطالعہ سے روکتا ہے۔ ماضی میں چند سیرت نگاروں نے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی مگر اعجاز احمد نے قابل تعریف اور منفرد انداز میں اُس دور کے جنگی حالات، رسول اللہ کی قائدانہ صلاحیت، حکمت عملی اور دراندیشی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) قاسم قریشی

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ اس نے مجھے چودہ سو (14,00) سال پہلے عرب کے اُس دور میں منتقل کر دیا جہاں مجھے رسول اللہ کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایسے محسوس ہوا کہ وہ یہیں ہیں، ہم سب کے درمیان۔ اس تعلق میں حائل تمام پردے اٹھنے لگے اور دوریاں دم توڑنے لگیں۔ اگر ہم جنگی حالات کی تصویر کشی کی بات کریں تو اعجاز احمد نے روایتی تاریخ دانوں کے انداز بیان کے برعکس اُن واقعات سے متعلق تفصیلات کو ماضی کے پیکر سے آزاد کر کے ”زمانہ حال“ کی روانی میں ڈھال دیا ہے۔

صائمہ آفتاب

Muhammad Rasoolullah

صدارتی ایوارڈ یافتہ

ایک ایسی کتاب جو آپ کو
چودہ سو سال پہلے کے زمانہ میں لے جانے۔

تالیف: اعجاز احمد

ISBN: 978-969-23630-0-6



**THINK
SOFT**
PUBLICATIONS